پاک سوسائٹی

جو ڈراپ عرض کا

جون ۲۰۱۲

سونا آنگن نمبر

جوابِ عرض — اپریل شمارے کی جھلکیاں

4 — میرا پہلا پیار (قسط 3) — نائلہ طارق۔لیہ

22 — خوبصورتی عذاب بن گئی (پہلی قسط) — کشور کرن۔پتوکی

37 — زخم لمحے — ملک عاشق حسین ساجد

54 — دو کنارے — شازیہ چوہدری۔شیخوپورہ

60 — محبت برباد کرتی ہے — منیر رضا۔ساہیوال

65 — محبت کا نشان — امداد علی عرف ندیم عباس تبسم۔میر پور خاص

70 — ہوئے ہم جن کے لیے برباد — آسیہ چغتائی۔لالہ موسیٰ

78 — مقروضِ وفا — خورشید وہیب۔آزاد کشمیر

جوابِ عرض — اپریل شمارے کی جھلکیاں

86 — مرجھایا ہوا پھول — ایم خالد محمود سائول۔سرات

92 — ویلنٹائن ڈے — محمد افضل اعوان۔گوجرہ

96 — گہرے رنگ وفا کے — مدثر عمران ساحل۔سکوازہ

110 — آدابِ محبت — راحت وفا۔لاہور

129 — تنہائیاں اور یادیں — ملک عرفان۔عبدالحکیم

135 — میں پھر بھی اکیلی — محمد خان انجم۔لدھے والا

166 — بے وفا کون؟ — محمد خالد عمران۔مظفر گڑھ

میرا پہلا پیار

-----تحریر۔نائیلہ طارق۔لیہ۔قسط نمبر۳-----

فریسہ کی کال آ گئی وہ بہت پریشان لگ رہی تھی بولی نعمان میں بہت پریشان ہوں۔کیوں کیا ہوا ہے۔میں بھی پریشان ہو گیا تو وہ بولی کسی بے غیرت لڑکی نے میرے بھائی کے چہرے پر تیزاب پھینک دیا ہے اس کا چہرہ بگڑ گیا ہے وہ یوں لگ رہا ہے کہ جیسے انسان نہ ہو بھوت ہو وہ ہسپتال میں ہے سب ادھر ہیں میں بھی جا رہی ہوں۔وہ بولتی جا رہی تھی اور فروا کی باتیں مجھے یاد آتی جا رہی تھی اور میں چونکتا جا رہا تھا کیونکہ جس پر فروا نے تیزاب ڈالا تھا وہ شخص کوئی اور نہ تھا وہ فریسہ کا بھائی تھا۔ایک نئی کہانی کہانی میرے سامنے تھی ایسی کہانی جس کا میں نے سوچا بھی نہ تھا۔ایک دلچسپ اور محبت بھری کہانی۔

میں ہر طرح سے مطمئن ہو کر اس کا خط نکال کر پڑھنے لگا لکھا تھا۔نعمان میری جان تمہیں آج اپنے سامنے دیکھ کر مجھے اپنی آنکھوں پر یقین ہی نہیں آ رہا تھا میں بار بار تم کو دیکھتی رہی کہ کہیں میری نظریں دھوکہ تو نہیں کھا رہی ہیں لیکن یہ میری نظروں کا دھوکہ نہیں تھا تم واقعی حقیقت میں میرے سامنے تھے تمہیں دیکھنے کے بعد اور تمہاری آنکھوں میں اور مجھے دیکھ کر تمہاری بے چینی اس قدر بڑھ گئی تھی کہ میں نے یقین کر لیا تھا کہ تم مجھے بھولے نہیں ہو اور بھولتے بھی بھلا کیسے بقول تمہارے کہ میں تمہارا پہلا پیار تھی اور کوئی بھی اپنا پہلا پیار نہیں بھولتا ہے تمہاری بے چینی کو دیکھ کر مجھے بہت ہی اچھا لگا تھا اتنا اچھا کہ میں بتا نہیں سکتی ہوں۔

نعمان تم میری زندگی کے بارے میں کچھ بھی نہیں جانتے ہو کہ میں کن حالات سے گزر رہی ہوں مجھ پر کیا کیا بیتا ہے میں کیسے جی رہی ہوں میں جانتی ہوں کہ مجھے تم سے بے رخی کی سزا ملی ہے اور ایسی سزا مجھے ملنی چاہیے تھی کیونکہ میں نے تمہارا ایک بار نہیں ہزار بار دل دکھایا تھا تمہارے معصوم دل پر نجانے کتنے زخم دیئے تھے میں تمہارے پیار کو ایک دل لگی اور نجانے کیا کیا سمجھتی رہی تھی تمہاری محبت کا مذاق بناتا مجھے بہت اچھا لگتا تھا میں اپنی سہیلیوں کو فون کر کے تمہارے عشق کے بارے میں بتایا کرتی تھی اور پھر ہم سب مل کر بہت زیادہ ہنستی تھیں۔کاش اے کاش میں نے تمہارے ایسا کچھ بھی نہ کیا ہوتا تو شاید آج میں ان حالات سے نہ گزر رہی ہوتی میرے ساتھ کیا کچھ بیتا ہے یہ ایک بہت ہی طویل کہانی ہے جو میں اس کاغذ کے ٹکڑے پر نہیں لکھ سکتی ہوں اور لکھوں بھی کیسے مجھ میں اتنی ہمت نہیں ہے کہ میں تمہارا سامنا کروں تمہیں دیکھنے کے بعد میں رات کا ایک پل بھی سو نہ پائی تھی ایک لمحہ بھی تمہارا چہرہ نظروں سے نہ ہٹا پائی تھی پوری رات تمہارے بارے میں ہی سوچتی رہی تھی اور یہ بھی سوچتی رہی تھی کہ ہو سکتا ہے کہ تم دوبارہ مجھے دکھائی نہ دو مجھے اس حال میں دیکھ کر تم گھر کر قہقہے لگا رہے ہو کہ تمہارے ساتھ بے وفائی کرنے والی ایک خوبرو دوشیزہ آج کس حالات سے دوچار ہے۔

نعمان میری جان میں ہار گئی ہوں ہاں میں ہار گئی ہوں زمانے نے مجھے ہرا دیا ہے میری سوچوں کو مجھ سے چھین لیا ہے میری خواہشوں کو میرے دل میں ہی دفن کر دیا ہے دیکھو میں کیا تھی اور کیا بن گئی ہوں میں کیا بننا چاہتی تھی میں کیا کچھ چاہتی تھی کچھ بھی نہ ہو سکا اور وہ کچھ ہو گیا جو میں نہ چاہتی تھی میرے اندر ایک جلتی ہوئی تڑپتی ہوئی کہانی ہے اور وہ کہانی میں تم کو سناؤں گی کیونکہ ایک تم ہی تو ایسے انسان ہو جو میرے دل کو جانتے ہو جو میرے اپنے ہو کیونکہ میں جانتی

ہوں کہ زندگی میں اگر کسی نے مجھے بہت زیادہ چاہا ہے تو وہ تم ہو ہاں تم ہو ایک کہاوت سنی ہوئی تھی کہ مرنے والے کو تنکے کا سہارا ہوتا ہے میرے پاس تو کوئی تنکا بھی نہیں ہے پھر میں کس کا سہارا تلاش کروں میں نے اپنے پاؤں پر خود ہی کلہاڑی ماری تھی۔

لالچ اور اونچی سوچوں نے میری زندگی کو تاریک کر دیا ہے میں نہیں جانتی تھی کہ اونچی اڑان اڑنے والے خواب دیکھنے والوں کو لوگ نیچے گہرائیوں میں پھینک دیتے ہیں میرے ساتھ بھی ایسا ہی ہوا تھا میں نے اپنی اونچی سوچوں کو پروان چڑھانا چاہا اور اپنا آپ ہار گئی اپنی عزت کھو بیٹھی مجھے سبز باغ دکھانے والے کو مجھ سے نہیں میری خوبصورتی سے پیار تھا میرے جسم سے پیار تھا میں اس کے دل میں چھپے ہوئے شیطان کو دیکھ نہ پائی تھی اس کی مسکراہٹ کو اپنے لیے بے پناہ پیار سمجھ لیا تھا اور جو جو وہ کہتا میں کرتی رہی وہ بہت ہی اونچے خاندان کا تھا اس کے پاس بہت بڑی گاڑی تھی جس میں وہ مجھے بٹھا کر کبھی کہیں کبھی کہیں لے جاتا میں یہی سمجھتی رہی کہ وہ مجھے سچا پیار کرتا ہے لیکن اس کے دل میں میرے لیے پیار نہ تھا ایک ہوس تھی وہی ہوس جو ہر مرد کے دل میں ہوتی ہے جو وہ مجھ سے چاہتا تھا وہ سب کچھ مجھے ماننا پڑا تھا کیونکہ میں اس کی کوٹھی اس کی کار اس کی دولت کو کبھی بھی ہاتھ سے جانا نہیں دیکھنا چاہتی تھی کیونکہ یہ میرے بچپن کے خواب تھے ایسے خوابوں کے لیے میں تم کو ٹھکراتی پھرتی تھی تمہاری محبت کا مذاق اڑایا کرتی تھی مجھے کیا ملا کچھ بھی نہ ملا عزت بھی جاتی اور در بدر بھی ہو گئی میرے اپنوں نے مجھے میرے گناہوں کی بہت کڑی سزا دی ایک ایسے انسان سے بیاہ دیا جو ایک بوڑھا انسان تھا اور اس کے پاس کھانے کے لیے بھی کچھ نہ تھا یہ ایک بہت بڑی چال تھی جو میرے اپنوں نے مجھ سے چلی مجھ سے یہی کہا گیا کہ یہ بوڑھا ضرور ہے لیکن زندگی کی ہر آسائش اس کے پاس موجود ہے میں نے بھی سوچا کہ مجھے مرد کے پیار سے کیا لینا دینا مجھے آرام دہ زندگی چاہیے وہ سب کچھ چاہیے جو زندگی کو خوشگوار بنائے لیکن جب دلہن بن کر اس کے آنگن میں آئی تو کچھ بھی تھا اس کے پاس وہ ایک کرایے کے مکان میں رہتا تھا اس کا تو اپنا گھر بھی نہ تھا اف خدایا! آج مجھے احساس ہوا کہ میری زندگی کے ساتھ کس قدر گھناؤنا کھیل کھیلا گیا ہے۔

نعمان میں بہت تھک گئی ہوں میں بہت ٹوٹ گئی ہوں ایک زندہ لاش بن گئی ہوں اپنی خواہشوں کا میں نے خود ہی گلا گھونٹ دیا ہے جو جو میں خواب دیکھا کرتی تھی وہ سب میں نے اپنے دل میں دفن کر دیے ہیں کیونکہ انکی تعبیر بہت ہی خوفناک تھی میں تو تمہارے بھی قابل نہیں رہی ہوں تمہارے کیا کسی کے بھی قابل نہیں رہی ہوں اپنے قابل بھی نہیں رہی ہوں مجھے اپنی زندگی سے گھن آنے لگی ہے میں جینا تو نہیں چاہتی ہوں لیکن جی رہی ہوں مجھے سزا بھری یہ زندگی جینا ہے دیکھنا ہے کہ میرے ساتھ کیا کچھ ہوتا ہے پانچ سالوں میں میں نے بہت زیادہ بھوک پیاس دیکھی ہے بہت اذیت دیکھی ہے بھوکی رہ کر بھی شوہر کی نظروں میں اپنا مقام نہیں بنا پائی ہوں اس کو میری زندگی کا پتہ چل چکا ہے کہ میں ایک بھٹکی ہوئی لڑکی تھی جس کے پاس عزت بھی نہ تھی اب وہی باتیں میری زندگی کو اذیت بنا رہی ہیں میرا یہ بوڑھا شوہر مجھے ایسے ایسے لفظ بولتا ہے کہ میں کانپ جاتی میری روح تک تڑپ جاتی ہے اس کے نزدیک میں ایک فاحشہ لڑکی ہوں جسم کو بیچنے والی لڑکی۔ اور ایسا ہی خیال میرے اپنوں کا تھا انہوں نے بھی مجھے گھر سے اس لیے بوڑھے کے پلے ڈال کر نکالا ہے کہ میں ان کی بدنامی کا سبب بنی تھی میری وجہ سے ان کی عزت خاک میں ملی تھی اب میری زندگی کا ایک ہی مقصد ہے انتقام فیصل سے انتقام جس نے مجھے سبز باغ دکھا کر میری عزت سے کھیلا تھا میں اس کے لیے انتقام جتنا چاہتی ہوں مجھے کسی وقت کا انتظار ہے اور میں جانتی ہوں کہ وہ وقت میرے ہاتھ ضرور آئے گا اب مجھے اس بات کا دکھ نہیں ہے کہ میرا بوڑھا شوہر مجھے فاحشہ عورت کا نام دیتا ہے اب ایسی باتیں سن کر میں روتی نہیں ہوں اور نہ ہی اس کی باتوں کا برا مانتی ہوں کیونکہ وہ بھی ٹھیک کہتا ہے کیونکہ جو جو کچھ اس کے کانوں میں ڈالا گیا تھا وہ بہت ہی گھناؤنا تھا جو کچھ میں نے نہیں بھی کیا تھا وہ بھی اس

کے کانوں میں ڈالا گیا ہے کہ میں کسی ایک آدمی سے محبت نہیں کرتی تھی کئی آدمیوں سے محبت کرتی تھی اور میری محبت دلی نہ تھی جسمانی تھی یہ سب ان لوگوں کی رائے ہیں جو مجھ پر بہتان لگاتے ہیں جن لوگوں کے اس بوڑھے کے دل میں ایسی باتیں بٹھائی ہوئی ہیں انکے نزدیک میں جس سے پیار کرتی تھی اس کے دوستوں کے ساتھ بھی گھومتی پھرتی تھی کبھی کسی کے ساتھ اور کبھی کسی کے ساتھ اور میں بہت برداشت کر لیا ہے اور شاید اب برداشت کی حد مجھ میں نہیں رہی ہے میں کچھ کرنے والی ہوں وہ کچھ جو میں سوچتی آئی ہوں ہو سکتا ہے کہ میں اس بوڑھے کو زہر کی پڑیا دے کر اس کا خاتمہ کر دوں اور اس کی قید سے نکل کر میں اس شخص فیصل تک پہنچ جاؤں جس نے میری عزت کو نیلام کیا تھا جس نے مجھے سزا بھری زندگی سے نوازا تھا اگر میں در در کے دھکے کھا رہی ہوں تو وہ کیوں خوش رہے میں اس کا بھی جینا حرام کر دوں گا اس کے لیے ایسی سزا بن جاؤں گی کہ وہ سوچتا رہ جائے گا کہ ایک کمزور عورت کے اندر کتنی طاقت ہوتی ہے ہو سکتا ہے میرے علاوہ وہ کتنی لڑکیوں کی زندگیوں سے کھیل چکا ہو کتنی لڑکیوں کو سبز باغ دکھا کر ان کو عزت کو نیلام کر چکا ہو

نعمان میں نے تمہاری محبت کا بہت مذاق اڑایا تھا اور دیکھ لو کہ تمہاری اسی محبت کے بارے میں میں ہر پل سوچتی ہوں ہر لمحہ سوچتی ہوں اور مجھے تمہارا ہی انتظار رہتا تھا میں جانتی تھی کہ زندگی میں تمہارا مجھ سے کسی نہ کسی موڑ پر ضرور ٹکراؤ ہوگا اور وہ ہو گیا۔ تمہیں دیکھنے کے بعد مجھے یقین ہو گیا ہے کہ تمہارے دل میں ابھی تک میرے لیے پیار موجود ہیں سچا پیار وہی چاہت موجود ہے جو تم دیا کرتے تھے اور جس چاہت کے بدلے میں تم کو رسوا کیا کرتی تھی اور نعمان تم مجھ سے یہی سننا چاہتے تھے کہ میں تم کو ایک بار پیار کا لفظ کہہ دوں لو دیکھو میں کہہ رہی ہوں نعمان آئی لو یو۔ نعمان آئی لو یو ۔دیکھ لو تم ایک بار یہ سننا چاہتے تھے اور میں نے کئی بار کہہ دیا ہے اب تو تم یہ نہیں کہہ سکو گے کہ میں تم سے نفرت کرتی ہوں یہ تو نہ کہہ سکو گے کہ میں تمہاری محبت کا مذاق اڑاتی ہوں نعمان میں جانتی ہوں کہ انسان زندگی میں صرف ایک بار پیار کرتا ہے جس طرح تم نے مجھ سے پیار کیا تھا اسی طرح میں نے بھی تم سے پیار کر لیا ہے اور یہ پیار اسی وقت کر لیا تھا جب میں پہلی بار بدنام ہوئی تھی جب میں نے پہلی بار دیکھ لیا تھا کہ فیصل کو مجھ سے نہیں میرے دل سے نہیں میرے جسم سے پیار ہے جو وہ فخر کرتا تھا کہ وہ کامیاب ہو گیا ہے تب سے مجھے تم سے پیار ہونے لگا تھا میں جانتی ہوں کہ مجھے کسی کے ساتھ گاڑی میں بیٹھا ہوا دیکھ کر تمہارا دل کٹ جاتا تھا لیکن مجھے اس وقت تمہاری ضرورت نہ تھی تم میری منزل نہ تھے میری منزل وہ گاڑی تھی جس میں بیٹھی ہوتی تھی لیکن اب میں کہتی ہوں کہ میری منزل تم تھے مجھے کسی اور کے ساتھ اس کی گاڑی میں بیٹھا دیکھ کر تم ایسے غائب ہوئے کہ دوبارہ میری زندگی میں جھانکا تک نہ تھا کہ میں زندہ بھی ہوں یا مر گئی ہوں۔ اور بھلا تم ایسا سوچتے بھی کیسے تم تو جان چکے تھے جو میں چاہتی تھی وہ مجھے مل گیا ہے کیونکہ میں تم سے ایسے ہی الفاظ کہا کرتی تھی کہ میری منزل گاڑی کوٹھی ہے اور یہ تم جان گئے تھے کہ مجھے ایسا سب کچھ مل گیا ہے۔ تمہارے جانے کے بعد تم میری تلاش بن گئے میں تم کو ڈھونڈنے لگی لیکن شاید میں تم کو کھو چکی تھی۔

اب کئی سالوں کے بعد تمہیں دیکھا تو میری آنکھوں میں روشنی کی چمک ابھرنے لگی مجھے یوں لگا جیسے میری منزل مل گئی ہے مجھے میری زندگی مل گئی ہے۔ لیکن شاید یہ بھی میری اپنی سوچ ہو ہو سکتا ہے کہ تم میری بے وفائی اور بے رخی کو دیکھتے ہوئے کسی اور کو اپنا چکے ہو میں تمہارے بارے میں کچھ بھی نہیں جانتی ہوں کہ تم کیسی زندگی جی رہے ہو کیا کچھ کر رہے ہو تمہاری زندگی میں کون کون آیا ہے میں کچھ بھی نہیں جانتی ہوں اور نعمان میں اب تمہارے بارے میں بہت کچھ جاننا چاہتی ہوں کیونکہ اگر تم نے بھی مجھے تنہا چھوڑ دیا تو میں بالکل اکیلی رہ جاؤں گی خدا کے لیے مجھے بتاؤ کہ تمہاری زندگی کیسی گزر رہی ہے کون ہے تمہارے ساتھ سنگ چلتا ہے جس کے تم خواب دیکھتے ہو اور جو تمہارے خواب دیکھتا ہے مجھے بتاؤ سب کچھ میں بہت کچھ تمہارے بارے میں جاننا چاہتی ہوں۔ نعمان میری جان دیکھو تمہیں میرے پیار کی ضرورت تھی ناں دیکھو میں تمہاری ہوں صرف تمہاری۔ تم یہی کہا کرتے تھے کہ فروا میری جان تم جتنا مرضی مجھے رسوا کر لو جتنی مرضی مجھ سے

نفرت کرلو ایک دن تم میری بنو گی۔ دیکھو اب میں تمہاری بن گئی ہوں اب میرے دل میں تمہارے علاوہ اب اور کوئی نہیں ہے جو میری زندگی کے ساتھ وابستہ ہیں میں ان سب کو ایک ایسی سزا دوں گی کہ یہ سب بلبلا اٹھیں گے چاہے وہ میرا شوہر ہو میرا باپ ہو میرا بھائی ہو کوئی بھی ہو میں اب کسی کو معاف نہیں کروں گی اور بتاوؤں گی کہ اپنے ہی خون کو بیکار کر کے پھینکنے والو وہ ایک مرتبہ پھر تمہارے سامنے ہے اور ایک ایسے روپ میں سامنے ہے کہ جو بہت ہی گھناؤنا ہے نعمان میں کسی بھی معاف نہیں کروں گی معاف کروں بھی کیوں ان لوگوں نے مجھے ایک اذیت بھری زندگی دی ہوئی ہے ایسی زندگی جس کا تصور کر کے بھی میں کانپ جایا کرتی تھی میرے ساتھ انہوں نے جان بوجھ کر ایسا کیا ہے اور میں سب جانتی ہوں بوڑھے سے شادی کرتے وقت انہوں نے صاف الفاظ میں کہا تھا کہ آج کے بعد تمہارے لیے ہمارے گھر کے دروازے بند ہیں کبھی بھی لوٹ کر ہماری دہلیز پر نہ آنا۔

نعمان میں نے ایسا ہی کیا تھا کہ دوبارہ میں بہن بھائیوں ماں باپ کے دروازے پر نہیں گئی ہوں جس طرح انہوں نے مجھے اپنی زندگی سے نکال دیا تھا اسی طرح میں نے بھی ان کو اپنی زندگی سے نکال دیا تھا میں ان کے لیے مر گئی تھی اور وہ میرے لیے مر گئے تھے۔ لیکن نہیں مجھے ایک بار سب کا سامنا ہے جو لاوا میرے دل میں کئی سالوں سے ابل رہا ہے اس کی آگ میں مجھے ان سب کو جلانا ہے ان کو ایسی اذیت دینی ہے جو مجھے ملی ہے میں بری ہی سہی لیکن ان کی بیٹی تو تھی ان کی بہن تو تھی میں مانتی ہوں کہ میری خواہشوں نے مجھ سے میری عزت کھوئی تھی لیکن اس کا مطلب یہ تو نہ تھا کہ وہ مجھ سے رشتہ ناطہ توڑ دیتے۔ نعمان میں فاحشہ عورت نہیں ہوں صرف کسی ایک کے ساتھ چلتی پھرتی تھی کسی ایک کے ساتھ گھوما کرتی تھی اس نے مجھے یہی کچھ کہا تھا کہ میں اس کی ہونے والی بیوی ہوں اس لیے میں وہی کچھ کرتی تھی جو وہ چاہتا تھا نعمان وہ فیصل ہی تھا جو میری زندگی کا مالک بنا ہوا تھا جس کے میں خواب دیکھنے لگی تھی کیونکہ وہ میرے خوابوں کو پورا کرتا جا رہا تھا وہ سب کچھ مجھے دے رہا تھا جو مجھے چاہیے تھا میں اپنی زندگی میں ایک نکھار سا محسوس کرنے لگی تھی یوں لگنے لگا تھا کہ جو خواب میں دیکھتی آئی ہوں فیصل کے روپ میں وہ سب ہی خواب میرے پورے ہو گئے ہیں مجھے اس کی ضرورت تھی وہ میرا پیار بن گیا تھا میری چاہت بن گیا تھا میں رات کی تنہائیوں میں بھی جب وہ مجھے بلاتا تھا میں چلی جایا کرتی تھی کیونکہ وہی تو میری منزل تھی پھر وہ بلائے اور میں نہ جاؤں بھلا یہ کیسے ہو سکتا تھا۔ لیکن مجھے کیا پتہ تھا کہ اس کے دل میں کیا تھا جب اس کا دل مجھ سے بھر گیا جب اس نے جان لیا کہ میرا حسن پھیکا پڑ گیا ہے تب اسی شخص فیصل نے مجھے فاحشہ عورت کا نام دے دیا کہ نجانے میں پیسے کے لالچ میں کس کس کے پاس جاتی ہوں یہ اس کی باتیں نہ تھیں نشتر تھے جو میرے دل میں چل رہے تھے جو میری برداشت سے باہر تھے میں نے اس کے منہ پر تھوک دیا تھا اور کہا کہ ذلیل انسان میں فاحشہ عورت نہیں ہوں میں خود کو تمہاری بیوی کے روپ میں دیکھا کرتی تھی اور تمہارا ہر کہنا مانتی تھی کیونکہ تم کو اپنی منزل تصور کر چکی تھی میں نے تو تمہارے اپنوں کی ماریں کھائی ہیں ان کی لگائی ہوئی ہر پابندی کو توڑا ہے میری نظر میں اس وقت صرف تم تھے ان کی عزت نہ تھی کیونکہ میں جانتی تھی کہ تم ہی میری عزت ہو لیکن آج تم نے مجھے فاحشہ عورت کہہ دیا میرے جذبوں کی توہین کی ہے میری ان باتوں کو سن کر وہ آگ بگولہ ہو گیا اور میرے بالوں سے پکڑ کر مجھے خوب جھنجھوڑا اور میرے ایک تھوک کے بدلے میں اس نے کئی تھپڑ میرے منہ پر مارے اور چیخا تم فاحشہ عورت ہو تم کو پیسہ چاہیے ہاں صرف پیسہ تم پیسے کے لیے کچھ بھی کر سکتی ہو کسی کے پاس بھی جا سکتی ہو میرے ساتھ سب کو کرنے کو تیار ہو سکتی ہو تو کسی اور ساتھ تو تے میرے منہ پر تھوکا ہے اور میں تم کو اس چیز کی ایسی سزا دوں گا کہ تمہاری روح تک کانپ جائے گی اور پھر اس نے ایسا ہی کیا اس نے مجھے بہت عبرتناک سزا دی تھی اس نے اپنی یہ ذلت محسوس کی تھی مجھے میرے گھر میں لا پھینکا تھا اور میرے بہن بھائیوں ماں باپ کے سامنے کہہ دیا تھا۔

اپنی اس بیٹی کو سنبھالو جو نہایت ہی بدچلن ہے جو اپنا جسم بیچتی پھرتی ہے راتوں کو تمہارے گھر سے بھاگ کر نجانے

کہاں کہاں جاتی ہے اس کو کہیں بیاہ دو لیکن تم لوگ اسے بیاہ کر کیا کرو گے یہ تو نجانے کہاں کہاں۔۔۔ اف خدایا ایک ایسے انسان نے یہ سب کہہ دیا تھا جو مجھے اپنی بیوی کہا کرتا تھا جس کے اشاروں پر میں چلا کرتی تھی آج اس نے مجھے یہ سبق دے دیا تھا کہ عورت کو سب کچھ کر گزرنا چاہیے لیکن اپنی عزت کو نیلام نہ ہونے دینا چاہیے اس کے یہ الفاظ میرے لیے سزا بن گئے تھے کیونکہ پوری گلی والوں کو محلے والوں کو معلوم ہو گیا تھا کہ میں ایسا کچھ کر رہی ہوں میں اس بات کی قسم بھی نہ دے سکتی تھی کہ میں پاک ہوں ایسا کچھ بھی نہیں کیا ہے میرا دامن داغدار نہیں ہے ایسا کچھ بھی نہیں کہہ سکتی تھی۔ لیکن ایک بات میرے دل میں ضرور تھی کہ میں اس سے اپنی ذلت کا بدلہ لوں گی اور وہی کچھ اس کے ساتھ کروں گی جو اس نے میرے ساتھ کیا ہے۔

نعمان تمہیں دیکھنے کے بعد اور تمہاری آنکھوں میں اپنے لیے تڑپ کو دیکھ کر میں نے اندازہ لگا لیا ہے کہ تم ابھی تک میرے پیار کو دل میں لیے ہوئے ہو اور ابھی تک تمہیں میری تلاش ہے مجھے اس بات کی بہت خوشی ہوئی ہے لیکن اس کے باوجود بھی میں تمہاری زندگی کے بارے میں بہت کچھ جاننا چاہتی ہوں وہ سب کچھ جو تمہارے ساتھ بیت رہی ہے میں نے وہی کچھ لکھ دیا ہے جو میرے ساتھ ہوا ہے یہ مختصرا لکھا ہے کیونکہ میرا یہ چھوٹا سا گھر انسانوں سے بھرا ہوا ہے یہاں ایک نہیں کئی لوگ بستے ہیں سونے کے لیے ایک کمرہ بھی نہیں ہے جو ایک کمرہ ہے اسی میں سب سوتے ہیں لیکن تم کو اپنے بارے میں کچھ بتانا تھا سو بتا دیا ہے میں کل تمہارا انتظار کروں گی تم بازار میں آ جانا اور پھر میں تمہارے ساتھ کسی ایسی جگہ چلی جاؤں گی جہاں کوئی بھی نہ ہو وہاں جو میرے ساتھ ہوا ہے میں تم سے کہنا چاہتی ہوں اور جو جو تمہارے ساتھ بیتا ہے سب کچھ سننا چاہتی ہوں۔ اور میں جانتی ہوں کہ تم آج بھی میرے ہو کل کی طرح تمہارے دل میں میرے لیے ویسا ہی مقام ہے جو پہلے تھا۔ اگر تمہارے دل میں میرے لیے پیار نہ ہوتا تو تم دوبارہ کبھی بھی میری گلی میں نہ آتا مجھے ایک بے وفا لڑکی سمجھ کر بھول چکے ہوتے لیکن نہیں تم نے ایسا کچھ بھی نہیں کیا میری بے وفائی کے باوجود بھی تم میرے منتظر رہے ہو اور فون نمبر دینے کا بہت شکریہ میرے پاس اپنا موبائل نہیں ہے لیکن کوشش کروں گی کہ تمہارے لیے پیسے جوڑ جوڑ کر کہیں سے موبائل لے آؤں اگر نہ بھی لا سکی تو تم سے میں رابطہ ضرور کروں گی چاہے اس کے لیے مجھے بازار میں ہی کیوں نہ جانا پڑے میں تمہارے لیے سب کچھ کر گزروں گی اتنے سالوں بعد تم مجھے ملے ہو اور اب میں تم کو کبھی بھی کھونا نہیں چاہتی ہوں

نعمان ایک بات میں تم سے کھلم کھلا کر دینا چاہتی ہوں کہ جب سے تم کو میں نے دوبارہ دیکھا ہے میرے اندر جینے کی تمنا نے سر ابھارنا شروع کر دیا ہے اور اب مجھے کسی کا بھی کوئی خوف باقی نہیں رہا ہے پہلے میں اس وجہ سے یہ سب برداشت کرتی رہی ہوں کہ میں لوگوں کی نظروں میں بہت بری تھی لیکن اب میں جانتی ہوں کہ تم میرے ہو اور میں اب پورے اعتماد سے کہہ رہی ہوں کہ اس گھر میں اب میں تمہاری امانت بن کر رہوں گی کوئی بھی مجھے اب چھو نہیں سکے گا میں نے تم کو اپنا شوہر تسلیم کر لیا ہے اور اب اس گھر میں تمہاری بیوی بن کر رہوں گی اور دیکھنا جو میں نے کہہ دیا ہے اس پر میں پورا بھی اتروں گی زیادہ سے زیادہ مجھے میرا یہ نام نہاد شوہر جان سے ہی مار دے گا میں مر تو جاؤں گی لیکن اس کو تمہاری امانت میں خیانت نہیں کرنے دوں گی نعمان میری جان تم دوبارہ میری زندگی میں کیا آئے مجھے خزاں میں بہار دکھائی دینے لگی ہے یوں لگنے لگا ہے کہ میرا سونا آنگن پھر سے ہرا ہو گیا ہے آج میں بہت خوش ہوں بہت ہی خوش جانتے ہو میں آج رات ذرا بھی نہیں سو سکی ہوں تمہارا چہرہ میری نظروں کے سامنے گھومتا رہا ہے اور میں نے ایک ہی رات میں فیصلہ کر لیا ہے کہ اب میں تمہاری امانت ہوں بس اس میں ہی سب کچھ ہے۔ مجھ پر ہمیشہ اعتماد رکھنا میں کل کھل کر بہت کچھ تم سے کہنا چاہتی ہوں وہ سب کچھ جو میں خط میں نہیں لکھ سکی مجھے تمہارے ملنے کی آس رہے گی اور مجھے یقین ہے کہ تم بھی میری طرح مجھے ملنے کے لیے بے چین رہو گے۔ اب میں خط بند کرتی ہوں کیونکہ صبح کی اذانیں ہونے والی ہیں اور میں نے

اچھا یہ رات تمہارے نام کردی ہے یہ رات ہی پوری زندگی تمہارے نام کردی ہے اب میری زندگی کے تم ہی مالک ہو ہاں جان تم۔صرف تم۔میں کل تمہارا انتظار کروں گی۔

فقط صرف تمہاری۔فردا نعمان

فردا کا خط پڑھ کر میں گہری سوچوں میں ڈوب گیا اف خدایا میرا پور پور کانپ سا گیا اتنا کچھ اس کے ساتھ بیت گیا اور میں اس سے بے خبر رہا وہ میرا انتظار کرتی رہی اور میں اس سے دور رہا اف خدایا میں نے ایسا کیوں کیا زندگی میں انسان سے بھول ہو جاتی ہے۔اگر اس سے بھول ہو گئی ہے تو پھر کیا ہوا جوانی میں ایسی بھول ہو جاتی ہے اور پھر اس نے یہ سب کچھ شوق سے تھوڑی کیا تھا اس کو شادی کا لالچ دیا تھا اگر وہ اس کی سوچوں کو پڑھ لیتی تو شاید ایسا کبھی بھی نہ کرتی لیکن ساتھ ہی فریسہ کا چہرہ میری نظروں سے گھومنے لگا اسکا پیار میری نظروں سامنے گھومنے لگا اس کو میرا انتظار تھا وہ مجھے چاہتی تھی اس کے دل میں میرے علاوہ کسی کی بھی خواہش نہ تھی وہ میرے لیے اپنا سب کچھ لٹائے جا رہی تھی اور پھر اس کے پیار میں ذرا بھی کھوٹ نہ تھی بے لوث محبت تھی جو وہ مجھ سے کر رہی تھی میں اس کا دل کیونکر ٹھکراؤں فردا کا پیار میرا ماضی تھا اور فریسہ کا پیار میرے ساتھ ساتھ تھا زندگی کے اس موڑ پر اس نے میرا ساتھ دیا تھا جب میں بالکل بکھر گیا تھا۔جب مجھے اپنی زندگی کھوکھلی نظر آنے لگی تھی جب جینے کی امنگ میرے دل میں نہ رہی تھی تب وہ میری زندگی میں آئی تھی تب اس نے مجھے سنبھالا دیا تھا اور پھر میری زندگی کو نکھارتی چلی گئی تھی میں بھلا اس کو دھوکہ کیونکر دوں فردا نے اگر مجھ سے بے وفائی کی تھی تو اس کی سزا وہ بھگت رہی ہے اور میں اس کو اب کبھی بھی اپنے دل میں جگہ نہیں بنانے دوں گا بس میں اس کی زندگی کے بارے میں جاننا چاہتا تھا جو اس نے مجھے بتا دیا تھا اب مجھے اس کے پیار کی ضرورت نہیں ہے پیار کی ضرورت تب ہوتی جب میرے پاس پیار نہ ہوتا جب میں تنہا ہوتا اب سب کچھ میرے پاس ہے یہ ضروری نہیں ہے کہ اس کی ہر بات سچ ہو ہوسکتا ہے کہ وہ فیصل کے دوستوں سے بھی ملتی ہو ان کے ساتھ بھی گھومتی پھرتی رہی ہو کیونکہ اس کو دولت چاہیے تھی اس کے نزدیک پیار کچھ بھی نہ تھا دولت تھی اور وہ دولت کے لیے کچھ بھی کر سکتی تھی مجھے آنکھیں بند کر کے اس کی ہر بات کو نہیں مان لینا چاہیے اور اگر وہ ایسی نہ بھی ہو تو مجھے کیا ضرورت ہے اس کے لیے اپنی چاہنے والی کے دل کو توڑنے کی میں مانتا ہوں کہ وہ میرا پہلا پیار تھی اور فیصل بھی اس کا پہلا پیار تھا اگر وہ اس کے لیے آج انتقام بن سکتی ہے تو ہوسکتا ہے کہ کل وہ کسی اور کے پیچھے لگ کر مجھے بھی اپنا انتقام سمجھ بیٹھے۔میں اس کو آج کے بعد نہیں ملوں گا وہ میرا انتظار کرتی ہے تو کرے مجھے اس کے پاس جانے کی ضرورت نہیں ہے مجھے اس سے کچھ بھی لینا دینا نہیں ہے۔ہاں وہ میرے لیے اسی طرح غیر ہے جیسے وہ پہلے تھی میں ایک سرد آہ بھر کر رہ گیا۔

❀❀❀

اوہ میری جان کن سوچوں میں گم ہو۔میں نے اس کا فون اوکے کیا تو مجھے فریسہ کی آواز سنائی دی۔تم کہاں تھی صبح سے تم نے فون ہی نہیں کیا ہے۔میں نے شکوہ کیا تو وہ ہنس دی اور بولی واقعی دل سے یہ بات کہہ رہے ہو۔ہاں تو میں ہر بات دل سے ہی کہتا ہوں۔شکر ہے۔وہ مسکراتے ہوئے بولی میں یہی تو دیکھنا چاہتی تھی کہ میرے فون نہ کرنے سے تم کو میرے فون کا انتظار ہوتا ہے کہ نہیں ہے اب معلوم ہوا کہ اگر میں فون نہ کروں تو تم کو بے چینی سی لگی رہتی ہے۔اس کی یہ بات سن کر میں ایک سرد سی آہ بھر کر رہ گیا۔اف خدایا میں کب تک اس سے جھوٹ بولتا رہوں گا اس نے اپنے دل میں مجھے کتنا اہم مقام دے رکھا ہوا ہے اور ایک میں ہوں کہ ادھر ادھر جھانکتا پھر رہا ہوں میرے ایک الفاظ سے اس کو کتنی خوشی ہوئی ہے میں اس کے فون کا انتظار کر رہا تھا حالانکہ ایسا کچھ بھی نہ تھا میں تو فردا کے خط میں کھویا ہوا تھا اس کی زندگی کے بارے میں سوچ رہا تھا وہ تو صبح سے میری سوچوں میں آئی ہی نہ تھی میں نے دل سے فیصلہ کر لیا کہ نہیں اب میں کبھی بھی اس سے غلط بیانی نہیں کروں گا اگر میری وجہ سے اس کا دل ٹوٹ گیا تو پھر میرا بھی وہی حال ہوگا جو آج کل فریسہ کا ہے کیونکہ اس کو

بے وفائی کی کڑی سزا مل رہی ہے اور مجھے بھی ہوسکتا ہے کہ اس سے بھی بڑھ کر سزا ملے کیونکہ فردا کا پیار صرف میرے لیے ہے اور وہ ہر پل میرے ہی بارے میں سوچتی ہے میرے ہی خواب دیکھتی ہے دنیا حسن سے بھری پڑی ہوئی ہے اس کو کسی سے بھی کوئی بھی غرض نہیں ہے اس کے لیے میں ہی شہزادہ ہوں میں ہی اس کا راج کمار ہوں میں ہی اس کا دیوتا ہوں بھی کچھ میں ہی اس کا ہوں پھر میں اس کے الٹا کھیل کیوں کھیلوں کیوں ایک ایسی لڑکی کے بارے میں سوچوں جس نے نفرتوں کے سوا مجھے کچھ بھی نہ دیا تھا جس نے رسوائی کے سوا مجھے کچھ نہ دیا تھا میں مانتا ہوں کہ وہ میرا پیار تھی لیکن وہ میرا بیتا ہوا ماضی تھی اور ماضی کو بھول جانا ہی میرے لیے بہتر ہے اگر اپنے ماضی کو ساتھ ساتھ لے کر چلتا رہوں تو ہوسکتا ہے کہ میرا مستقبل تاریک ہو جائے۔اور پھر ہم نے وعدے کئے ہوئے تھے کہ ہم ماضی میں جو جو کچھ کر چکے ہیں ان باتوں کا دوبارہ دہرائیں گے نہیں میں اب خود ہی اپنا وعدہ توڑتا جا رہا ہوں خود ہی ماضی میں گھستا جا رہا ہوں۔مجھے اب سنبھل کر چلنا ہوگا میں نے دل میں پختہ فیصلہ کیا اور کہا۔

جان نعمان۔تم میرے لیے اتنی ہی اہم ہو جیسے رات کے لیے چاند۔دن کے لیے سورج۔میں بہت کچھ کہنے والا تھا کہ اس کے کھل کھلا کر ہنسنے کی آوازیں سنائی دیں واہ جی واہ میرا راج کمار تو شاعر بننے لگا ہے۔اس کی یہ بات سن کر میں بھی کھل کھلا کر ہنس دیا اور کہا اوہ یار مجھ سے تم سے سب فقرے ہی کھو لیے ہیں میں تو سوچ رہا تھا کہ آج وہ سب کہوں گا جو کسی نے بھی کسی کے لیے نہیں کہا ہوگا لیکن خیر چھوڑو۔سناؤ کہاں تھی صبح کی۔یار میرا گھر آج مہمانوں سے بھرا ہوا ہے چھوٹا بھائی کی منگنی ہو رہی ہے وہ لوگ آئے ہوئے ہیں یہ نہ سمجھنا کہ میں لوگوں کی موجودگی میں تم کو بھول گئی تھی یوں سمجھو کہ گھر کے کاموں میں اس قدر مگن تھی کہ خود کو بھی سنوارنے کا وقت نہ ملا ہے یہ کر وہ کر حالانکہ نوکر چاکر بھی ہیں لیکن اس کے باوجود بھی ماما حضور نے کہہ دیا کہ آج کچن کا کام میں سنبھالوں میرے پکے ہوئے کھانوں کے ہر طرف چرچے جو ہیں۔کیا کیا۔میں خوشی سے اچھلا۔تم پکا لیتی ہو۔لو جی بھی بھلا پوچھنے والی بات ہے اتنی اچھی کوکنگ کر لیتی ہوں کہ کھانے والا اپنی انگلیاں چاٹتا رہ جاتا ہے۔میں تمہارے لیے کھانے کے لیے لاتی ہوں جو جو میں نے آج پکایا ہے سب کچھ لے کر آؤں گی یوں سمجھو پہلے تم بعد میں مہمان۔نہیں یار میں پھر بھی تمہارے ہاتھ کا پکا ہوا کھانوں گا تم مہمانوں کی خدمت کرو۔نہیں میری جان اب ایسا نہ کہنا میں ابھی سب سے پہلے ہر چیز تمہارے لیے باہر نکال لیتی ہوں اس کے بعد باقی لوگوں کی باری آئے گی اب تم اس بارے میں کچھ بھی نہیں کہو گے۔ٹھیک ہے جی ٹھیک ہے میں نے اچھلتے ہوئے کہا کیونکہ میں جانتا تھا کہ وہ جو بات ایک بار کہہ دیتی تھی وہ پوری کرتی تھی یہی تو اس کی عادت اچھی تھی کہ وہ بات کر کے پیچھے نہ ہٹتی تھی۔میرے رفیعہ وہ بولی۔تم نے کیا سوچا ہے گاؤں جانے کا اگر نہیں جا سکتے ہو نہ جاؤ ہم لوگ کسی کرایے کے مقام میں رہ لیں گے ہوسکتا ہے کہ کل کو میرے گھر والے تم کو قبول کر لیں اگر یہ قبول کر لیں گے تو پھر سمجھ لینا کہ ایک بہت بڑی کوٹھی یہ ہم کو یا تو بنوا کر دے دیں گے یا خرید کر دے دیں گے۔کیونکہ میں ان سب کی لاڈلی ہوں اکلوتی ہوں پیاری سی ہوں سب ہی پیار سے مجھے گڈو کہتے ہیں۔اچھا گڈو جی میں نے ہنستے ہوئے کہا۔

اس کا مطلب ہے کہ آج تم بزی ہو آج ملاقات نہیں ہو سکتی ہے۔ارے ارے ایسا کیوں سوچ لیا تم نے جانتے ہو جس دن تم کو دیکھ نہ لوں وہ میرے لیے بہت کٹھن گزرتا ہے یوں لگتا ہے کہ میں ادھوری سی ہوں کوئی بہت بڑی چیز مجھ سے آج چھن گئی ہے میں کچن سے فارغ ہو گئی ہوں اور اب بس تمہارے لیے کھانا ڈال کر گھر سے نکلتی ہوں پہلے تم بعد میں یہ سب دونوں مل کر ایک ساتھ کھانا کھائیں گے جانتے ہو جب تمہارے ساتھ کچھ کھاتی ہوں تو یوں لگتا ہے کہ جیسے میرے جسم میں سکون سا ڈال دیا جاتا ہو بس تم میرا ویٹ کرو میں کچھ ہی دیر میں گھر سے نکلتی ہوں۔لیکن فریسہ تمہارے گھر میں مہمان۔۔میں کچھ کہنے والا تھا کہ اس نے فون بند کر دیا اور میں سمجھ گیا کہ وہ کچھ ہی دیر میں میرے پاس پہنچ جائے گی میں اٹھا اور نہایا دھویا دو بجے کا ٹائم تھا جب وہ میرے کمرے میں آ گئی اس کے ہاتھوں میں دو تین شاپر تھے جس میں برتن

تھے۔ ہائے میری جان اس نے مجھے دیکھتے ہی مسکراتے ہوئے کہا ہائے میں نے بھی مسکرا کر جواب دیا اور ساتھ ہی آگے بڑھ کر اس سے ہاتھ ملایا ہم جب بھی ملتے تھے ہاتھ ملاتے تھے اور ہمارے پیار میں کسی بھی قسم کی کھوٹ نہ تھی نہ کبھی اس نے اس سے آگے کچھ سوچا اور نہ ہی میرے دل میں کچھ ایسا کبھی خیال آیا ہمارا پیار جسمانی نہ تھی دلی تھا۔ اور یہی بات تھی کہ اس کے دل میں میرے لیے بہت بلند مقام تھا وہ اکثر کہتی تھی کہ نعمان تمہارے پاس آنے سے مجھے کسی بھی قسم کا کوئی بھی خوف نہیں ہوتا ہے کیونکہ میں جانتی ہوں کہ تم میری عزت کے محافظ ہو اور میں اسے یہی کہتا کہ میرے پاس آنے سے تمہارے دل میں کسی قسم کا کوئی بھی خوف ہونا بھی نہیں چاہیے کیونکہ میں نے تم کو اپنی عزت کہا ہوا ہے اور میں جانتا ہوں کہ عزت کیا چیز ہوتی ہے۔ اس نے کھانا ٹیبل پر رکھ دیا اور بولی آج تو بہت اچھے موڈ میں بالکل فریش لگ رہے ہو۔ ہاں جانی میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ تیرے آنے کی خوشی میں فریش خود بخود ہو جاتا ہوں میری اس بات پر وہ مسکرا دی اور بولی جی نہیں یہ غلط کہا ہے میں جیسے آج پہلے بار آئی ہوں کئی بار تو تم کو آ کر جگانا پڑتا ہے ایسے سوئے ہوتے ہو جیسے تمہارا دنیا میں کوئی ہو ہی نہ۔ اس کی بات سن کر میں ہنس دیا اور کہا ہاں شاید تم نے ٹھیک کہا ہے میری نیند ہی ایسی ہے جب سو جاتا ہوں تو پھر مجھے کسی بھی چیز کا کوئی بھی ہوش نہیں رہتا ہے میں ہوتا ہوں اور میری گہری نیند ہوتی ہے۔ ساتھ ہی میں نے شاپر سے برتن باہر نکالنے شروع کر دیئے۔

تم نے بتایا ہی نہ تھا کہ تمہارے گھر میں مہمان آنے والے ہیں وہ بولی۔ ہاں مجھے بھی صبح ہی پتہ چلا تھا ماما نے کہا تھا کہ میرے ماموں آ رہے ہیں نازیہ کا رشتہ دینے کے لیے کاشف کے لیے۔ بس پھر کیا تھا انہوں نے سب ہی کام میرے ذمہ ڈال دیئے۔ ماموں کو پتہ تھا کہ میں بہت اچھا پکا لیتی ہوں اس نے انہوں نے کہہ بھیجا تھا کہ ہم تو فریبہ بیٹی کے ہاتھوں کا کھانا کھانے آ رہے ہیں۔ ٹھیک ہے کہ آج ہم بھی تمہارے ہاتھ کا پکا ہوا کھانا کھا دیکھ لیتے ہیں کہ تم کیسا پکاتی ہو۔ واؤ ساتھ ہی میں نے کہا خوشبو تو بہت ہی اچھی ہے لگتا ہے واقعی ہی بہت ہی لذیذ بنایا ہے۔ اور واقعی اس نے ٹھیک کہا تھا جب میں نے کھانا کھانا شروع کیا تو یوں لگا جیسے اس سے پہلے میں نے زندگی میں کبھی بھی ایسا کھانا کھایا نہ فریبہ میری جان تم نے کمال کر دیا ہے اتنا لذیذ کھانا میں نے واقعی زندگی میں پہلی مرتبہ کھایا ہے۔ میری بات سن کر وہ مسکرائی اور بولی مان گئے ہو ناں پھر مجھے چلو لاؤ میرا انعام۔ اتنا کہہ کر اس نے اپنا ہاتھ میری طرف کر دیا لو جی یہ کیا بات ہوئی انسان کسی کی جھوٹی تعریف بھی نہ کرے۔ میری اس بات پر ہم دونوں کے قہقہے ہی گونجنے لگے وہ بولی بہت شریر ہو گئے ہو۔ چلو اب میں چلتی ہوں کل پھر ملاقات ہو گی اور جو بات میں نے کہی ہے اس پر عمل کرنا اگر تمہاری زمین نہ بھی فروخت ہوئی تو اس کی ذرا بھی ٹینشن نہ لینا۔ جب تک گھر والوں کو معلوم نہ ہو گا یا وہ ہم پر ناراض رہے تب تک ہم دونوں کسی کرایے کے مکان میں رہ لیں گے اور جب وہ مان گئے تو پھر دیکھنا سب کچھ ٹھیک ہو جائے گا وہ یقیناً ہمیں کوئی اچھا سا گھر لے کر دیں گے۔ میں نے کہا وہ تو ٹھیک ہے لیکن میں کوشش کروں گا کہ میری اپنی زمین بک جائے تاکہ اگر کسی مشکل کا سامنا کرنا پڑا تو کر لیں گے۔ ہاں یہ تو ہے لیکن اس کے باوجود اگر تم ایسا نہ کر سکے تو اس بات کی ذرا بھی ٹینشن نہ لینا خدا نے چاہا تو سب ٹھیک ہو جائے گا میں سب کچھ ٹھیک کر لوں گی کیونکہ میں جانتی ہوں کہ کوئی اور ساتھ دے یا نہ دے میری امی میرا ضرور ساتھ دے گی کیونکہ ہم ماں بیٹی ہمیشہ ایک ساتھ چلتی آ رہی ہیں ان کا اور میرا آپس میں بہت اتفاق ہے وہ اکثر مجھ سے کہتی ہیں کہ بیٹی میں تمہاری شادی اس سے کروں گی جس میں تمہاری رضامندی ہو اور میں یقیناً ان کو اپنی بات پر راضی کر لوں گی بس بڑے بھائی کا ڈر ہے وہ غصہ والا آدمی ہے اس سے مجھے سب سے زیادہ ڈر لگتا ہے اتنا مجھے اپنے باپ سے نہیں لگتا ہے جتنا مجھے اس سے لگتا ہے۔ لیکن وہ دل کا برا نہیں ہے وہ مجھ سے پیار بھی بہت کرتا ہے لیکن ہے وہ بہت ہی سخت انسان ہے خیر یہ تو سب گھروں میں چلتا ہے گھر میں ایک آدھ شخص سخت ضرور ہوتا ہے جس سے قدرتی خوف آتا ہے اب میں چلتی ہوں کل پھر ملوں گی۔

جان کل ہم نے لمبی ڈرائیو پر جانا ہے انہی سبز پہاڑوں پر جہاں ایک مرتبہ پہلے لے کر مجھے گئے تھے وہ جگہ مجھے بہت ہی اچھی لگی تھی جی چاہتا ہے کہ ہمارا اسی جگہ پر اپنا گھر ہو جہاں تمہارے اور میرے علاوہ کوئی تیسرا نہ ہو تم ہو میں ہوں اور ہمارا پیار ہو میں تم کو دنیا سے دور لے جانا چاہتی ہوں اس کی بات سن کر میں نے کہا۔ ہاں جان ایسا ہی کرتے ہیں وہ جگہ مجھے بھی بہت پسند ہے ایک مرتبہ میں دوستوں کے ساتھ وہاں گیا تھا اس لیے تم کو بھی لے کر چلا گیا تھا کہ تم بھی وہاں کے نظارے دیکھو دیکھنا کتنی پر سکون جگہ تھی ہر طرف ہریالے پہاڑ تھے اور سورج ڈوبنے کا منظر تو اف یوں لگتا تھا کہ جیسے یہ منظر ہمیشہ ہمارے سامنے رہے۔ میری باتیں سن کر وہ بولی ٹھیک ہے جان بہت جلد ہم جانے کا پروگرام بناتے ہیں اور جب پروگرام بنائیں گے تب میں تم کو ایک سرپرائز دوں گی۔ وہ کیا میں نے بے چینی سے کہا تو وہ بولی یہ وقت آنے پر بتاؤں گی بس کہہ دیا ناں کہ ایک بہت ہی سندر سرپرائز دوں گی اب میں چلتی ہوں اتنا کہہ کر اس نے برتن سمیٹے اور میرے کمرے سے باہر نکل گئی میں اس کو جاتا ہوا دیکھتا رہا اس کے جانے کے بعد میں نے ایک خوشگوار سانس لی اور پھر بیڈ پر لیٹ گیا بیڈ پر لیٹتے ہی فروا کا اداسیوں میں ڈوبا ہوا چہرہ میری نظروں سامنے گھوم گیا۔ وہ مجھ سے ایسی کون سی بات کرنا چاہتی ہے جس کے لیے اس نے کل مجھے بلایا ہے کوئی ایسی بات کرنا چاہتی ہے جو اس کی بربادی لے کر آئی تھی لیکن یہ سب تو اس نے مجھے فون پر بتا دی تھی پھر میرے جانے کا کیا فائدہ لیکن جذبات میں آ کر میں نے ایک بہت بڑی غلطی کر دی ہے اس کو فون نمبر دینے کی مجھے اس کو فون نہیں دینا چاہیے تھا اگر فریبہ کی موجودگی میں اس نے کال کر دی تو پھر میں کیا کروں گا مجھ سے بہت بڑی غلطی ہو گئی ہے لیکن اس نے ایسے الفاظ کیوں کہہ دیے ہیں کہ میں اب اس گھر میں تمہاری امانت ہوں مجھ پر اب صرف تمہارا ہی حق ہے تم ہی میرے شوہر ہو اور میں تمہاری بیوی ہوں۔ یہ بھلا کیسے ہو سکتا ہے کہ وہ میری بیوی بنے میں اب ایسا نہیں ہونے دوں گا ٹھیک ہے میرے نہ جانے سے اس کا دل ٹوٹتا ہے تو ٹوٹ جائے مجھے کوئی بھی فرق نہیں پڑے گا وہ بھی ایک سال تک میرا دل توڑتی آئی تھی اگر اب میں اس کا دل توڑ دوں گا تو کون سی قیامت آ جائے گی بس فیصلہ ہو گیا کہ میں اس سے ملنے کبھی نہیں جاؤں گا اب میں اس کے حسین جال میں کبھی نہیں پھنسوں گا وہ جو بھی ہے وہی ہے جو کبھی ہوا کرتی تھی اس کی زندگی اس کے ساتھ اور میری زندگی میرے ساتھ میں اب اس کے لیے اپنی چاہنے والی محبوبہ کو تو نہیں چھوڑ سکتا جو مجھے دنیا جہاں سے بڑھ کر چاہتی ہے جو میرے لیے اپنے ماں باپ، بہن بھائی عزیز و اقارب رشتہ دار یہاں تک کہ دولت بنگلہ سب کچھ چھوڑنا چاہتی ہے میں بھلا اس کو کیونکر دھوکہ دوں نہیں میں ایسا کبھی بھی نہیں کروں گا۔

یہی فیصلہ کر کے میں لیٹ گیا اور لیٹتے ہی مجھے نیند آ گئی میں کب سویا مجھے کچھ بھی خبر نہیں ہے اس وقت اٹھا جب آدھی رات سے زیادہ کا وقت ہو گیا تھا میں نے موبائل دیکھا تو اس پر فریبہ کی ایک سو ایک مس کال تھیں اف میں اتنی ساری کالیں دیکھ کر کانپ سا گیا اور سوچنے لگا کہ اب صبح ہوتے ہی میری شامت آ جائے گی وہ ضرور کہے کہ میں نے جان بوجھ کر اس کا فون نہیں اٹھایا ہے اور اسی بات پر ہماری بحث شروع ہو جائے گی بس یہ سب سوچنے کے بعد میں نے سچا ہونے کے لیے مس کال کر دی تاکہ صبح اگر وہ کہے گی تو میں کہہ دوں گا کہ میں جب سو کر اٹھا تھا تو فون کرتا رہا تھا لیکن تم گہری نیند سوئی ہوئی تھی لیکن مجھے حیرت اس بات کی ہوئی کہ میری مس کال کے جواب میں فوری طور پر اس کی کال آ گئی جو مجھے ریسیو کرنا پڑی میں نے اس کی ڈانٹ ڈپٹ سننے کے لیے خود کو تیار کر لیا۔ ہائے میری جان۔ میں نے دل پر ہاتھ رکھ کر کہا۔ جان کے بچے تم کہاں تھے وہ غصے سے بولی۔ میں نے کہاں جانا تھا بس لیٹا تھا تو آنکھ لگ گئی اور اب آنکھ کھلی تو دیکھا کہ تمہاری مس کال آئی تھی۔ کیا کیا۔ وہ چونکتے ہوئے بولی کیا کہا مس کال آئی تھی۔ تو اور کیا۔ میں نے جان بوجھ کر کہا دیکھو دیکھو میرا پارہ نہ چڑھاؤ ایک بار نہیں دو بار نہیں نا جانے کتنی بار میں نے فون کیا ہے لیکن تمہارا کوئی اتہ پتہ نہیں ہے کہ نواب صاحب ہیں کہاں۔ اچھا چھوڑو بتاؤ مہمان چلے گئے میں نے باتوں کا رخ بدلتے ہوئے کہا۔ میں جو پوچھ رہی

ہوں وہ بتاؤ تم کہاں تھے۔ بتایا ناں یار کہ سو گیا تھا بس بتاؤ مہمان چلے گئے۔ نہیں وہ سب سوئے ہوئے ہیں تھک گئی تھی کام کرتے کرتے یہ ماموں بھی ناں بس ایک بات ہی جانتے ہیں کہ عورتوں میں فارغ نہیں بیٹھنا چاہیے ہر وقت کسی نہ کسی کام میں لگے رہنا چاہیے۔ اس کی بات سن کر میں ہنس دیا اور کہا تم عورتیں قابو بھی ایسے ہی مردوں کے آتی ہو ورنہ تم تو چاہتی ہو کہ نوکر چاکر ہوں اور تمہارا بیڈ ہو جہاں پڑی رہو کوئی اٹھانے والا نہ ہو اور یہ تو دور کی بات تم عورتیں یہ چاہتی ہو کہ بس کوئی سوتے میں ہی تمہارے منہ میں کھانا ڈالتا رہے اور تم کھاتی رہو بس۔۔۔ جی نہیں میں تمہاری طرح نہیں ہوں کہ ادھر سوئی پھر سوئی پھر اٹھی پھر سوئی۔ میں تو تم پر حیران ہوں کہ تمہاری نیند ہی پوری نہیں ہوتی ہے جب بھی فون کیا ہے تم سوئے ہوئے ملتے ہو اتنا غصہ آ رہا تھا کہ تمہاری کیسی نیند ہے کہ ایک سو ایک بار فون کیا اور تم کو پتہ ہی نہیں چلا ہے میرے پاس کوئی تنکا بھی ہلا دے تو میری آنکھ کھل جاتی ہے۔

اس کی بات پر میں نے کہا ہاں میں نے بھی سنا ہے کہ ایسے لوگ بھی ہوتے ہیں جو گہری نیند بھی سو رہے ہوں تو ہلکی سی آہٹ پر اٹھ جاتے ہیں لیکن میری نیند ایسی نہیں ہے میں سویا تو پھر ایسا سویا کہ اپنا ہوش نہیں رہتا ہے کہ میرے پاس کیا کچھ ہوتا رہا ہے۔ اچھا اچھا یہ کوئی خوبی والی بات نہیں ہے جو تم بڑے فخر سے بتا رہے ہو۔ اچھا بابا ٹھیک ہے بتاؤ کل کیا کرنا ہے۔ کیا کرنا ہے وہی جو کہہ کر آئی تھی کل ہم نے جانا ہے انہی پہاڑوں پر جہاں کا سوچا تھا۔ ٹھیک ہے وقت پر آ جانا تمہیں پتہ ہے دو تین گھنٹے لگ جاتے ہیں وہاں پہنچنے میں۔ ہاں جانتی ہوں اور میں صبح جلدی آنے کی کوشش کروں گی میں نے امی سے کہہ دیا ہے کہ کل میں نے اپنی دوست کی سالگرہ پر جانا ہے اور رات وہاں ہی رکوں گی اور دوسرے دن واپس آؤں گی۔ ٹھیک ہے پھر تو بہت ہی مزا آئے گا۔ میں تمہارا انتظار کروں گا اب تم سو جاؤ۔ کیوں سو جاؤں تم سے باتیں کرنے کے لیے تو جاگ رہی تھی اور جب باتیں شروع ہوئی ہیں تو تم کہہ رہے ہو کہ سو جاؤں اگر دل نہیں چاہتا ہے تمہارا بات کرنے کو کہہ دو کہ میں فون بند کر دوں لیکن مجھے سونا نہیں ہے۔ ٹھیک ہے نہ سوؤ میں تو تمہاری بھلائی کے لیے کہہ رہا تھا کہ سو جاؤ تھکی ہوئی ہو گی۔

وہ بولی نعمان تم کچھ بھی نہیں جانتے ہو میں تم سے باتیں کر کے جو سکون محسوس کرتی ہوں وہ مجھے کسی اور بات میں نہیں ملتا ہے نیند تو جیسے مجھ سے روٹھ چکی ہے تم نے نجانے مجھے کیا کر دیا ہے کہ تمہارے بارے میں سوچتی رہتی ہوں تمہارا ہی چہرہ میری نظروں میں رہتا ہے میں تو خود ہی حیران ہوتی ہوں کہ یہ مجھے کیا ہو گیا ہے حالانکہ مجھے یاد ہے کہ کالج کے دور میں ہزاروں لڑکا نے مجھے اپنی طرف مائل کرنے کی کوشش کی تھی لیکن کسی کے ساتھ بھی بات کرنے کو جی نہیں چاہتا تھا ہر کوئی میری آنکھوں کی گہرائی میں اترنا چاہتا تھا لیکن میں سوچا کرتی کہ یہ پیار محبت سب فریب ہوتا ہے اس کا کوئی بھی وجود نہیں ہوتا ہے یہ خود کو دھوکہ دینے والی بات ہوتی ہے میں پیار کو محض مذاق کے نام سے جانتی تھی اور ایسا کرنا میرے لیے ضروری بھی ہو گیا تھا کیونکہ میری دو دوستوں کو اس مرض کا روگ لگ گیا تھا وہ کالج میں ہی دو لڑکوں کے ساتھ پیار کرنے لگی تھیں اور وہ لڑکے صرف ان سے ہی نہیں نجانے کس کس سے پیار کرنے لگے ان سے پیار کرنے کے باوجود بھی مجھ سے پیار کرنا چاہتے تھا میں نے ان سے کہا بھی تھا کہ لڑکوں کا پیار سچا نہیں ہے وہ تمہارے ساتھ شغل اور کھیل کر رہے ہیں ان کو تمہارے پیار کی ضرورت نہیں ہے وہ بھی چاہتے ہیں کہ اس کالج میں پڑھنے والی ہر لڑکی ان سے پیار کرے سب ہی ان کے آگے پیچھے گھومتی رہیں تو میری باتیں سن کر انہوں نے ایک ٹھنڈی سانس لی اور کہا ہاں ہم جانتی ہیں لیکن دل کے ہاتھوں مجبور ہیں وہ تو پیار کو مذاق سمجھ رہے ہیں لیکن ہم تو پیار کو مذاق نہیں سمجھ رہی ہیں ہم تو ان کو سچا پیار کرتی ہیں اور ان کی ایسی حرکتوں کے باوجود بھی ان سے نفرت نہیں ہوتی ہے بلکہ اندر ہی اندر سلگتی رہتی ہیں کہ وہ ایسا کیا چاہتے ہیں ہم میں کس چیز کی کمی ہے جو وہ دوسروں لڑکیوں سے حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ اور نعمان انہوں نے اپنی زندگی کو روگ لگا لیا یہاں تک کہ انہوں نے کالج چھوڑ دیا کیونکہ وہ سب ان سے برداشت نہ ہوتا تھا وہ ان کو کسی اور سے باتیں کرتے ہوئے نہیں دیکھ سکتی

تھیں۔ ان کی زندگی کو دیکھ کر مجھے لڑکوں سے اور زیادہ نفرت ہونے لگی تھی جو کبھی کبھی سوچا کرتی تھی کہ تنہائی کو ختم کرنے کے لیے کسی سے باتیں کرنا چاہیے ان کی زندگیوں کو دیکھ کر وہ خواہش بھی میں نے دل سے نکال دی اور نجانے وہ کون سا وقت تھا جب میں ہوٹل میں لڑکیوں کے ساتھ گئی تھی جہاں تم بیٹھے ہوئے تھے تم نے مجھے صرف پیسوں کے بارے میں کہا تھا کہ میرے پیسے گرے ہیں لیکن مجھے یوں لگا کہ جیسے میرے پیسے نہ گرے ہوں بلکہ میرا دل گر گیا ہو میں بار بار تمہیں دیکھنے لگی مجھے نہیں معلوم کہ تمہارے اندر ایسی کون سی بات تھی کہ تمہیں بار بار دیکھنے کو دل چاہنے لگا عجیب سی کنڈیشن ہو گئی تھی میری اور میں تم پر یہ سب ظاہر بھی نہ کرنا چاہتی تھی کہ تمہیں دیکھنے کے بعد میرے ساتھ ایسی کیفیت ہو گئی ہے بس اس کے بعد میرا کہیں بھی نہ لگا یوں لگتا جیسے میں اپنا کچھ کھو چکی ہوں بار بار ہوٹل میں آتی لیکن تم مجھے دوبارہ دکھائی نہ دیے نعمان ایسی حالت میری زندگی میں پہلی بار ہوئی تھی اور یہ ایسی حالت تھی کہ مجھے خود پتہ بھی نہیں رہی تھی میری دوستیں بھی حیران ہو رہی تھیں کہ یہ مجھے کیا ہو گیا ہر کوئی یہی کہتی کہ مجھے عشق کا روگ لگ گیا ہے لیکن یہ جان نہ پا رہی تھیں کہ مجھے عشق ہوا کس سے تھا کیونکہ انہوں نے مجھے کبھی بھی کالج میں کسی لڑکے سے بات کرتے ہوئے نہ دیکھا تھا لیکن میرا ہر وقت کھویا رہنا ان کے شک کو مضبوط کرتا گیا کہ میرے ساتھ ایسا کیا ہے۔ اور میں ان کو بتانا بھی نہ چاہتی تھی کیونکہ میں ان کو خود منع کرتی تھی کہ پیار محبت سب دھوکہ فریب اور دل لگی ہے اس کے علاوہ اس کا کوئی بھی وجود نہیں ہے لیکن تمہیں دیکھنے کے بعد جو کیفیت میری ہو گئی تھی میں اب ان کو کیا بتاتی لیکن کہتے ہیں ناں کہ پیار کرنے والوں کے چہروں پر سب کچھ عیاں ہو جاتا ہے انہوں نے بھی میری حالت دیکھ کر میرے چہرے پر بہت کچھ پڑھ لیا تھا اور جب میں بتایا تو انہوں نے اس بات کو پاگل پن کا نام دے دیا کہ یہ کیا بات ہوئی کہ کسی کو دیکھا اور اس کے بارے میں سوچنے لگی اس کے بارے میں جانتی تک نہیں کہ وہ کون ہے کیا کرتا ہے۔ میں نے کہا محبت خود ہی جان پہچان کر لیتی ہے بس مجھے یقین ہے کہ میں اس کو ضرور دیکھوں گی وہ مجھے ضرور ملے گا۔ اور پھر ایسا ہی ہوا کہ ایک روز تم ہوٹل میں مجھے دکھائی دیے تمہیں دیکھتے ہی میری خوشی کی انتہا نہ رہی خدا نے میری کتنی جلدی سن لی تھی بس میں اب اس موقع کو کسی بھی طرح ہاتھ سے جانے نہیں دینا چاہتی تھی میں نے لوگوں کی پرواہ کیے بغیر تم کو اپنا حالت دل بتا دیا حالانکہ چاہیے تو ایسا تھا کہ یہ کام تم خود کرتے لیکن مجھے کرنا پڑا اس کے علاوہ میرے پاس کوئی بھی چارہ نہیں تھا اور آج میں سوچتی ہوں کہ میرا فیصلہ غلط نہ تھا کیونکہ جس نے بھی تم کو دیکھا ہے اس نے ہی تمہاری تعریف کی ہے اور سب کے بقول میرا فیصلہ غلط نہیں ہے۔ اتنا کہہ کر اس نے ایک پرسکون سانس لی اور میں خود کو ہواؤں میں اڑتا ہوا محسوس کرنے لگا تھا کہ وہ میرے بارے میں ایسے جذبات رکھتی ہے اس نے مجھے اپنے من مندر میں بہت اہم مقام دیا ہوا ہے میں نے کہا۔

جان میں نے بھی تم کو دیکھا تھا تو مجھے بھی کچھ ہونے لگا تھا میرے دل میں بھی ایک بے چینی سی پھیلتی جانے لگی تھی جیسی حالت تمہاری تھی ویسی ہی میری تھی تمہیں دیکھنے کے بعد دل میں خواہش جنم لینے لگی تھی کہ کاش تم میری بن جاؤ۔ میری باتیں سن کر اس نے ایک خوشگوار سانس لی اور بولی ایسی باتیں تم نے پہلے کیوں نہ بتائی تھیں میں تو سمجھ رہی تھی کہ میری ہی ایسی حالت تھی تم کسی اور کے سہارے۔۔۔ یہ لفظ بولنے کے بعد وہ بولی نعمان میں جانتی ہوں کہ تم مجھ سے پہلے کسی اور کو چاہتے تھے اور میں نے تمہاری اس غلطی کو معاف کر دیا ہے لیکن اب یوں سمجھ لو کہ مجھ سے کچھ بھی برداشت نہ ہو گا۔ میں نے کہا ہاں تم ایسا سوچنا بھی نہ میں جانتا ہوں کہ میں ایک لڑکی کے عشق میں گرفتار ہو گیا تھا لیکن اس نے مجھے پیار نہیں دیا تھا بلکہ ہمیشہ مجھ سے دور رہنے کی کوشش کی تھی اس کی نظریں دولت پر تھیں وہ چاہتی تھی کہ وہ اس سے پیار کرے جس کے پاس گاڑی ہو دولت ہو بنگلہ ہو زندگی کی ہر آسائش موجود ہو بس وہی اس کا پیار ہو گا بس یہی اس کا پیار تھا میری بات سن کر وہ بولی۔

ہاں ایسی لڑکیاں بھی دنیا میں موجود ہیں جو دولت کو پیار سے زیادہ اہمیت دیتی ہیں میرا ایک بھائی ہے وہ بھی ایسی ہی

لائن پر چلا ہوا ہے اس کی زندگی کا مقصد لڑکیوں سے دوستی ہوتا ہے وہ ان کو اپنی گاڑی میں کبھی کہیں کبھی کہیں چکر لگاتا رہتا ہے اس کے نزدیک بھی پیار کوئی اہمیت نہیں رکھتا ہے یہ سب کھیل تماشہ ہوتا ہے آج کوئی اور کل کوئی اور اور ایسا کرنا اس کو اچھا لگتا ہے وہ صاف الفاظ میں کہتا ہے کہ وہ لڑکیوں میں دلچسپی کم لیتا ہے جبکہ لڑکیاں اس کی گاڑی کو دیکھ کر اس کے ماڈرن لباس کو دیکھ کر خود ہی اس کے پاس آنے لگتی ہیں اس کی خواہش کرنے لگتی ہیں وہ ایسی لڑکیوں پر بہت ہنستا ہے میں نے کہا۔

ہاں فرینہ میری جان تم نے ٹھیک کہا ہے ایسا ہی ہوتا ہے آج کل کے دور میں لڑکیوں کی یہی خواہش ہوتی ہے کہ اگر وہ کسی سے محبت کریں بھی تو ایسے لڑکے سے کریں جو اس کی ہر ضرورت کا خیال رکھ سکیں۔ میں نے زیادہ تر ایسی لڑکیوں کو ہی دیکھا ہے اور پھر میرے ساتھ ایسا واقعہ ہو چکا ہے میں کسی کے بارے میں کیا بات کروں اور جب تمہیں دیکھتا ہوں تو کبھی کبھی بہت حیران سا ہو جاتا ہوں کہ تم نے مجھ کیا دیکھا ہے میرے پاس اپنا مکان بھی نہیں ہے اور تم میرے لیے وہ سب کچھ کر رہی ہو جو میں نے کبھی سوچا بھی نہیں تھا۔ جان یہ بات درست ہے کہ میں نے کبھی خواب میں نہیں سوچا تھا کہ میری زندگی میں کوئی ایسی لڑکی آئے گی جو میری زندگی کو بدل دے گی جو میری پیار کے ساتھ ساتھ میری ہر ضرورت کا خیال بھی رکھے گی۔ پلیز نعمان چھوڑو ان باتوں کو میں یہ سب اگر کرتی ہوں تو اپنے شوق سے کرتی ہوں مجھے یہ سب کرنا بہت ہی اچھا لگتا ہے میں تو چاہتی ہوں کہ اگر میرے بس میں ہوتا تو میں آسمان سے چاند تارے توڑ کر تمہارے سامنے لا رکھتی ہر وہ کام کرتی جو لڑکیں مرد سے خواہش رکھتی ہیں۔ میرے اندر ایک جنون ہے تمہاری چاہت کا جنون تمہاری محبت کا جنون تمہارے بغیر میں خود کو ادھوری محسوس کرتی ہوں تم سے بات نہ ہو تو یوں لگتا ہے جیسے میرے پاس کچھ بھی نہ ہو پتہ نہیں تم نے مجھے کیا کر دیا ہے تمہارے ساتھ ہی میری خوشیاں اور تمہارے ساتھ ہی میری مسکراہٹیں ہیں تم نے مجھے کیا کر دیا ہوا ہے یہ میں نہیں جانتی ہوں۔ اس کی باتیں سن کر میں ایک مرتبہ پھر خود کو ہواؤں میں اڑتا ہوا محسوس کرنے لگا میں نے کہا جان جان بس کرو کیوں ایسی باتیں کر کے مجھے پاگل کرنے کا ارادہ ہے میری بات پر وہ ہنس دی اور بولی ہاں میں چاہتی ہوں کہ تم میرے لیے پاگل ہی رہو تمہیں میرے علاوہ کوئی بھی لڑکی دکھائی نہ دے اگر کوئی دکھائی دے تو اس کو اپنی بہن سمجھو اس کی باتیں سن کر میں نے کہا ہاں میں ایسا ہی چاہتا ہوں تمہارے علاوہ کسی کو بھی اپنے دل میں جگہ نہیں دینا چاہتا ہوں تم میری منزل ہو تم ہی میرا سب کچھ ہو تمہارے ہوتے ہوئے مجھے نہ تو کسی کی ضرورت ہے اور نہ ہی طلب ہے۔ شکر ہے جان تم نے میری روح کو روحی تسکین پہنچائی ہے آئی لو یو جان آئی لو یو سو مچ۔ تم واقعی بہت اچھے ہو بہت ہی اچھے تمہارے لیے اپنا گھر تو دینا بھی چھوڑ سکتی ہوں۔ نہیں میری جان ایسا نہیں کہتے ہیں تم ہو تو میری دنیا ہے اگر تم نہ رہی تو میں نے زندہ رہ کر کیا کرنا ہے۔

ہم رات بھر ایسی ہی باتیں کرتے رہے نہ اس کو نیند آ رہی تھی اور نہ ہی مجھے نیند آ رہی تھی وہ بھی چاہتی تھی کہ ہم ایسی ہی باتیں کرتے رہیں اور میں بھی چاہتا تھا کہ وہ بھی ایسی ہی باتیں کرتی رہے دونوں کی خواہش کو ہم دونوں پورا کر رہے تھے مجھے بھلا نیند کیسے آتی میں تو جی بھر کر سو چکا تھا ہاں اس کی مجھے فکر تھی کیونکہ وہ سارے دن کی تھکی ہوئی تھی میں نے کہا جان اب تم سو جاؤ دیکھو صبح ہونے والی ہو صبح کو سارا دن تم کام کرتی رہی ہو اور رات کو میں نے تمہیں جگایا ہوا ہے میری بات سن کر جان تم سے باتیں کر کے میں اپنی تھکاوٹ بھول جاتی ہوں تم میرے دل کو نہیں جانتے ہو تم کو بتایا ہے کہ تم سے باتیں کر کے روحانی خوشی مجھے ملتی ہے میں تو چاہتی ہوں کہ نہ دن کا احساس ہو نہ رات کا احساس ہو تم ہو اور میں ہوں اور ایسی ہی باتیں ہمارے درمیان ہوں جان تم نے مجھے بہت خوش رکھا ہوا ہے میں بتا نہیں سکتی ہوں۔ ارے نہیں بابا نہیں ایسا نہ کہو تم نے مجھے خوش رکھا ہوا ہے اگر میں پھر سے سب کچھ کہنا شروع کر دوں تو تم نے کہنا ہے کہ چھوڑو ایسی باتوں کو۔ ہاں جان وہ بات نہ کرنا جو ہمارے درمیان غیر پن لائے یوں سمجھو لو کہ میرا سب کچھ تمہارا اور تمہارا سب کچھ میرا ہے۔ ہاں یہ تو

ہے میں نے بھلا کب انکار کیا ہے۔ چلو اب سو جاؤ باقی سب باتیں صبح ہوں گی ٹھیک ہے یار تم بھی سو جانا ہاں میں بھی سونے لگا ہوں اتنا کہہ کر میں نے فون بند کر دیا۔

❀❀❀

آج تیسرا دن تھا مجھے اپنے گھر آئے ہوئے جی تو نہ چاہتا تھا گھر آنے کو کیونکہ مجھے یہاں سے ذلیل کر کے گھر سے نکالا گیا تھا گھر والوں کے لیے میں مر چکا تھا سات سال بعد آج میں نے گھر کی چار دیواری کو دیکھا تو ماں گھر میں ہی موجود تھی ابا بھی گھر میں تھے ماں تو خوش ہو رہے تھے جبکہ ابو کے چہرے پر غصے سے سلوٹیں پڑ رہی تھیں ان کو سارا منظر یاد آنے لگا تھا جو میں نے کیا تھا سب کچھ ان کو یاد آنے لگا تھا کیوں آیا ہے یہاں تیرا اس گھر میں کوئی بھی تعلق نہیں ہے میں نے تم کو عاق کر رکھا ہے سب لوگوں سے کہہ دیا ہے کہ ہمارا بیٹا مر چکا ہے ہمارے صرف تین ہی بیٹے ہیں چوتھا نہیں ہے ان کی باتیں سن کر میں نے ایک سرد آہ بھری اور کہا میں ایک کام آیا ہوں اس کے بعد چلا جاؤں گا یہاں سے۔ ہاں بتاؤ کیا کام ہے میں نے کہا آپ لوگ کہتے تھے کہ ہمارے دادا کی کچھ زمین پی تھیں جس کے ہمارے سارے رشتہ دار برابر کے حصہ دار تھے میں چاہتا ہوں کہ اس کو بیچ دیا جائے اور جو جو حصہ ملے وہ ہم لوگ استعمال کریں میری بات سن کر وہ ایک گہری سانس لیتے ہوئے بولے یہ سالوں پرانے مردے اکھاڑنے آیا ہے اب ایسا کچھ بھی نہیں ہو سکتا ہے کیونکہ تین چار پہلے میں گاؤں میں اپنے کزن یعنی تمہارے چاچا کے چلا گیا تھا اور باتوں باتوں میں نے اس سے بات کی تھی کہ میں چاہتا ہوں کہ مل ملا کر ہم سب رشتہ دار وہ زمین بیچ ہی دیتے ہیں وہ میری بات سن کر تمہارا چاچا خوش ہوا اور بولا میں تو تم لوگوں کو دو سال پہلے ہی کہتا تھا کہ یہ کام کرتے ہیں ہمیں یہ زمین کچھ بھی فائدہ نہیں دے رہی ہے اب تو لوگوں نے اس پر اپنے گھر بھی بنانے شروع کر دیے ہیں بالکل گاؤں کا حصہ ہے وہ زمین میں نے اک مرتبہ پٹواری سے بھی بات کی تھی اس نے کہا تھا کہ اگر تم سب رشتہ دار جو جو دادا کے اپنے ہیں مل کر چاہے لڑکیاں ہیں یا چاہے لڑکے میرے پاس آئیں اور سائن کریں تو میں وہ زمین نکلوا سکتا ہوں اور پھر اس پر تم لوگوں کا جتنا بھی خرچہ آئے گا وہ دینا ہو گا اس کے بعد چاہے رکھنا چاہے بیچ دینا میں نے ان سے خرچہ کی بات کی تھی تو اس نے جو خرچہ بتایا تو میں حیران رہ گیا کیونکہ مجھے لگتا تھا کہ یہ ایک پنگا ہو گا لیکن اگر اب تم چاہتے ہو کہ ہم یہ کام کریں تو ہمیں اس کے لیے سب رشتہ داروں کے پاس جانا ہو گا اور ان کو خرچہ بتانا ہو گا اس کے بعد بیچ دیں گے میں نے کہا یار میں تو اس بات پر حیران ہو رہا ہوں کہ گاؤں والوں نے اسے بیکار سمجھ کر اس پر مکان بنانا شروع کر دیے ہیں یہ تو اب ان کے ساتھ دشمنی والی بات ہو گی۔ ہاں یہ تو ہے میں کب کا کہتا تھا کہ ہم کو کچھ کرنا چاہیے لیکن میری کسی نے بھی نہ سنی سب رشتہ دار ہی خرچہ دینا نہ چاہتے تھا اور ۔۔۔ وہ چپ ہو گیا تو میں نے کہا نہیں یار میرا دل نہیں چاہ رہا ہے کیونکہ میں نے تو چلے جانا ہے اور تم لوگوں نے ادھر رہنا ہے اور میں نہیں چاہتا ہوں کہ بعد میں لوگ تمہارے دشمن بن جائیں۔ بس میں تو اب یہی سمجھ لوں گا کہ ہمارے دادا کی کوئی زمین تھی ہی نہیں۔ وہ بولا دیکھ جیسا کہتے ہو میں تو تیار ہوں میں نہ مانا اور نہیں رہنے دو اگر لوگوں نے مکان نہ بنائے ہوتے تو پھر کوئی اور بات تھی اب ایسا کرنا ان لوگوں کو تنگ کرنے برابر ہے اور پھر خرچہ اتنا آ رہا ہے کہ دو سو لگائیں گے اور سو ملے گا ایسی ہی بات ہے ناں ہاں بات تو ایسی ہی ہے لیکن پھر بھی جو کہو گے میں تیار ہوں میں نے کہا چھوڑو میں اب اس کام میں نہیں آؤں گا اور پھر دوسرے دن میں واپس کمرے میں چلا آیا۔

مجھے آج شدید دکھ ہو رہا تھا کہ جو میرے اپنے تھے وہ آج مجھے اپنے نہ لگے تھے صرف ایک ماں ہی تھی جو میرے لیے تڑپ رہی تھی لیکن باپ کی وجہ سے وہ بھی مجھے کھل کر مل نہ سکی تھی کتنے خون خشک ہو گئے تھے اپنوں کے خون اور پھر باپ کو میں جانتا تھا کہ ان کے جسم میں پتھر کا دل ہے انسانی دل نہیں ہے سات سال گزرنے کے باوجود بھی انہوں نے وہ بات کو یاد رکھا ہوا تھا کہ میں ان کے لیے بدنامی کا باعث بنا تھا اور شاید ان کی سوچ بھی سچ تھی کیونکہ میری وجہ سے ابو کو پولیس

پکڑ کر لے گئی تھی اپنوں کے سامنے رسوائی ہوئی تھی پورے خاندان میں یہ بات پھیل گئی تھی کہ میں ایسے کھیل رہا ہوں ہر روز کوئی نہ کوئی ایسا کام کر دیتا ہوں جو ہم سب کے لیے رسوائی کا باعث بنے مجھے خود سمجھ نہیں تھی کہ یہ سب میں کیا کر رہا ہوں کیوں ایک ایسی لڑکی کے لیے رسوا ہو رہا ہوں جو مجھے لفٹ تک نہیں کرواتی ہے بلکہ میری محبت کا مذاق اڑاتی ہے مجھے نہ صرف ماریں پڑواتی ہے بلکہ میری رسوائی پر قہقہے لگاتی ہے اس کو بہت مزا آتا تھا جب مجھے سر عام پیٹا جاتا تھا حالانکہ وہ خود ہی مجھ سے ایسے کام کرواتی تھی اور خود ہی بدنام کرتی تھی میں اس کی چالوں کو سمجھ نہ پاتا تھا کہ وہ کیا چاہتی ہے میں اس کی مسکراہٹ کو اپنے لیے پیار سمجھ لیتا تھا اور وہ کرتی تھی تو ایسے ہی تھی اکثر مجھے دیکھ کر وہ دروازہ پر کھڑی ہو جاتی تھی اور اگر میں گردن جھکا کر گزرنے کی کوشش کرتا تو چپکے سے کہہ دیتی واؤ میری جان آج تو آج تو ایسے جا رہا ہے جیسے میں اس کے لیے کچھ بھی نہیں ہوں کیا اسی کو پیار کہتے ہیں۔

اس کی باتیں سن کر میں چلتے چلتے رک جاتا اور کہتا کہ میں تو تمہارے لیے دیوانہ ہوا پھرتا ہوں لیکن ایک تم ہو کہ تمہارے اندر پتھر کا دل ہے تم کو شاید مزا آتا ہے کہ میں پیٹا جاؤں مجھے ہر کسی سے مار پڑے لیکن سوچ لو یہ ماریں یہ سزائیں میرے دل سے تمہارے پیار کو نکال نہ پائیں گی کیونکہ تم ہی میری پہلی محبت میرا پہلا پیار ہو میں تمہارے لیے کچھ بھی کر سکتا ہوں لیلیٰ مجنوں۔ ہیر رانجھا۔ اور سسی پنوں کی طرح تمہیں چاہتا ہوں میرے دل میں صرف تمہارا ہی نام لکھا ہوا ہے میری یہ باتیں سن کر وہ ہنس دیتی اور پھر کہتی میں چاہتی ہوں کہ میرا مجنوں میری محبت میں ایسا ڈوب جائے کہ اسے میرے علاوہ کچھ بھی نظر نہ آئے کسی اور کا سوچے بھی نہ اور پھر ساتھ ہی کہہ دیتی۔ نعمان میری جان تمہاری ایسی باتیں سن کر مجھے تم پر بہت زیادہ پیار آنے لگتا ہے اور جی چاہنے لگتا ہے کہ تم کو مل کر اپنا سارا پیار تم پر نچھاور کر دوں تم رات کو میں گھر کا دروازہ کھلا رکھوں گی اور تم رات کو آنا پھر چپکے سے چھت پر جا کر ملیں گے اور اس کی ایسی باتیں سن کر میں ایسا ہی کرتا تھا کہ اس رات اس کے گھر چلا جاتا تھا اور وہ پھر وہ مجھے دیکھ کر شور کر دیتی تھی کہ چور چور اور میں بھاگ بھی نہ پاتا تھا اور اس کے بھائیوں کے ہاتھوں میرا وہ حال ہوتا تھا کہ میرے ناک منہ سے خون بہنا شروع ہو جاتا تھا۔ اور وہ مجھے ایسے دیکھتی جیسے میں اس کا کچھ بھی نہ لگتا ہوں اور اس نے مجھے خود بلایا ہی نہ ہو میرے۔ بہن بھائی بھی مجھے کہتے کہ بھیا کہ تم ایسا کیوں کرتے ہو کیونکہ ہم سب کو ذلیل کرتے ہو تم اس گھر میں سب سے بڑے ہو اور ایسے ایسے رسوا کر رہے ہو کہ پورا خاندان ہم پر تھوک رہا ہے اور ابا کو جو حال ہے وہ اتنا کبھی بھی پریشان نہ ہوئے تھے جتنا تمہاری وجہ سے پریشان ہیں۔ وہ امی سے کہتے ہیں کہ میں اس بچے کی وجہ سے جگہ جگہ رسوا ہو رہا ہوں کسی کو بھی منہ دکھانے کے قابل نہیں رہا ہوں میں اس کو اپنے گھر میں کبھی بھی برداشت نہ کر سکوں گا اس کی وجہ سے مجھے سب کے سامنے پولیس کے ساتھ بھی جانا پڑا ایک بار نہیں دو تین بار جانا پڑا۔ اور پھر ان کو ٹھی والوں نے مجھ سے بدتمیزیاں کی ہیں ان کے بچوں نے میرا گریبان پکڑا ہے اتنا سب کچھ ہو جانے کے بعد بھلا وہ مجھے اپنا بیٹا کیسے تسلیم کر سکتے تھے ان کے نزدیک یہ بھی بات تھی کہ جو عادتیں ایک بار انسان کو پڑ جائیں وہ جاتی نہیں ہیں۔ اور واقعی ان کی بات ان کی سوچ درست تھی کہ میں فردا سے پیچھے ہٹا ہوں تو فریحہ سے محبت شروع کر دی ہے۔ خیر یہ سب تو ہوتا ہی رہتا ہے۔

میں کافی دیر تک ان کے بارے میں سوچتا رہا پھر اس بات کو دل سے نکال دیا کہ پانچ سال سے ان سے دور ہوں اور زندہ ہوں باقی کی زندگی بھی ان کے بغیر گزار لوں گا وہ لوگ بھی ہوتے ہیں جن کا کوئی بھی اپنا نہیں ہوتا ہے اگر انہوں نے مجھے اپنی ہر چیز سے عاق کر رکھا ہے تو پھر مجھے بھی اپنی زندگی اپنے مستقبل کے بارے میں سوچنا ہے ایسی سوچیں سوچتا جا رہا تھا کہ یکدم میرے نمبر پر فون آ گیا نمبر میری جان کا نہ تھا یہ کوئی اور نمبر تھا میں نے سمجھا کہ کوئی دوست ہوگا جو کال کر رہا ہوگا میں نے اوکے کیا تو دوسری طرف سے کسی لڑکی کی آواز سنائی دی آواز بہت دھیمی اور ٹوٹی بکھری اور روہانسی سی تھی۔ پوری دنیا کو چھوڑ کر تم پر اعتماد کیا تھا لیکن مجھے کیا پتہ تھا کہ جو لوگ مجبور ہوتے ہیں ان کا کوئی بھی اپنا نہیں ہوتا ہے وہ ہمیشہ

تنہائی بھری زندگی گزارتے ہیں اپنے دکھوں اپنے حالات سے خود ہی اکیلے لڑتے ہیں۔ آپ کون ہیں نے اس کو نہ پہچانا تھا تو اس نے میری بات سن کر ایک گہری سانس لی میں نے محسوس کیا کہ اس کے اس آہ بھرنے کا انداز بھی بہت ہی افسردہ سا تھا۔

ہاں واقعی یہ بات میں بھی نہیں جانتی ہوں کہ میں کون اور تم کو کیوں فون کیا ہے لیکن اتنا تو جانتی ہوں کہ ایک وقت تھا کہ تم میرا دم بھرتے تھے میرے لیے راتوں کو نہ سوتے تھے میرے ایک اشارے پر سب کچھ چھوڑ کر میرے پاس چلے آتے تھے چاہے اس کے لیے تم کو ماریں کھانے پڑتی لیکن تم رکتے نہ تھے۔ اوہ۔ فردا تم ہو۔ میں نے اس کو پہچان لیا۔ میری اس بات پر اس نے ایک بار پھر سرد سی آہ بھری۔ بہت انتظار کروایا ہے تم نے مجھے میں پورا دن بھرے بازار میں کبھی اس طرف اور کبھی اس طرف گھومتی رہی ہوں تم کو ڈھونڈ رہی ہوں کیونکہ میں جانتی تھی کہ تم میرا خط پڑھنے کے بعد میرے پاس ضرور آؤ بس دل کو ایک امید سی تھی اور کچھ نہ تھا اس ایک امید کے لیے میں کبھی ادھر اور کبھی ادھر گھومتی رہی تھی مجھے کیا پتہ تھا کہ تم بھی دوسرے لوگوں کی طرح ہو نعمان میں تم سے کچھ بھی نہ چاہتی تھی۔ مجھے تمہاری دولت چاہیے تھی اور نہ ہی کچھ اور بس اپنے دل کو بوجھ ہلکا کرنا چاہتی تھی وہ سب بتانا چاہتی تھی جو میرے ساتھ ہو چکا ہے لیکن شاید تمہارے پاس میرے لیے ٹائم نہ تھا لیکن خیر کوئی بات نہیں ہے میری قسمت جب ایسی ہے تو پھر مجھے کسی سے بھی کوئی بھی شکوہ کرنے کا کوئی بھی حق نہیں بنتا ہے ساتھ ہی اس کی سسکیاں گونجنے لگیں۔

پلیز فردا تم غلط سوچ رہی ہو مجھے کوئی مجبوری تھی میں یہاں نہ تھا اپنے ماں باپ کے پاس گیا تھا جو مجھ سے دور ہیں جانتی ہو کہ وہ مجھے اپنا بیٹا نہیں سمجھتے ہیں انہوں نے نہ صرف مجھے اپنی ذات سے دور کر رکھا ہوا ہے بلکہ ہر چیز سے عاق کر رکھا ہے اور یہ سب آپ کی وجہ سے ہوا ہے پانچ سال ہو گئے ہیں میں ان سے دور ہوں۔ ان کی شکلیں تک نہیں دیکھی ہیں کہ وہ کیسے ہیں۔ ہاں سچ کہا آپ نے جو اپنے ہوتے ہیں ان کی یاد ایک دن آتی ہی ہے اور ان کے پاس جانا پڑتا ہے تم بھی چلے گئے اچھا لگا ہے میں بھی ایک بار ان کے پاس گئی تھی میں نے ان کا ایڈریس کہاں سے لیا کیسے ان کو ڈھونڈا یہ الگ کہانی ہے بس اتنا یاد ہے کہ میں ان کے گھر کو تلاش کرنے کے بعد میں ان تک جا پہنچی تھی میں تمہارے لیے گئی تھی میں چاہتی تھی کہ جو غلطیاں میں کر چکی ہوں تمہارے قدموں میں سر رکھ کر ان کی معافی مانگوں لیکن تمہارے باپ کے دل میں نجانے کیا بات آ گئی کہ مجھے دیکھتے ہی وہ آگ بگولہ ہو گئے انہوں نے یہ نہ سوچا کہ میں ان کی بیٹیوں کے برابر ہوں انہوں نے بالوں سے پکڑ لیا اور کھینچتے ہوئے باہر دروازے تک لے گئے اور چیختے ہوئے بولے اب ہم سے کس بات کا بدلہ لینا ہے تمہاری وجہ سے ہم نے اپنا مکان چھوڑا تھا اور تم یہاں بھی آ گئی یہ میری آخری امید تھی جوان کے اس رویے نے توڑ دی میں رات کی تاریکی میں ان تک پہنچی تھی ہر طرف سناٹا تھا سڑکیں سنسان تھیں اور میں اندھیرے میں ڈوبے ہوئے راستوں پر چلتے ہوئے ان تک پہنچی تھی کیونکہ وہ رات میرے لیے بہت اہم تھی میں ان کی قید میں سے آزاد ہو کر آئی تھی میں جانتی تھی کہ اگر اب بھی میں تم کو اپنا نہ سکی تو پھر کبھی بھی نہ اپنا سکوں گی کیونکہ انہوں نے میرے لیے ایک بوڑھے کا انتخاب کر لیا تھا صبح میرا اس کے ساتھ نکاح کرنا تھا اور میں نہیں چاہتی تھی کہ میں تمہارے علاوہ کسی اور ساتھ جاؤں۔ جان جب سے فیصل نے مجھے دھوکہ دیا ہے تب سے میں تمہاری راہیں دیکھ رہی تھی! دو سال تک تم کو ڈھونڈتی رہی تھی کیونکہ میں جانتی تھی ایک تم ہی تھے جو مجھ سے سچا پیار کرتے ہو اور تمہارے علاوہ مجھے کسی کا بھی چہرہ اچھا نہ لگتا تھا اور پھر لگتا بھی کیسے مجھے مردوں سے نفرت ہو گئی تھی۔

اس نے ایک سرد سی آہ بھری پھر بولی نعمان۔ فیصل نے بتا دیا تھا کہ عورت گاجر مولی کی سی حیثیت رکھتی ہے جس کے ہاتھ میں لگی وہ ہی اسے کاٹ کھائے گا اور میں نہیں چاہتی تھی کہ کوئی مجھے گاجر مولی کی طرح کاٹ کھائے میں تو پہلے ہی کٹی ہوئی تھی اور اب اپنے ٹوٹے بکھرے وجود کو سمیٹتے ہوئے تمہاری تلاش میں تھی مجھے تمہاری ضرورت تھی ہاں نعمان صرف

تمہاری ضرورت تھی۔ تمہاری تلاش کے ساتھ ساتھ مجھے اس کی بھی تلاش تھی جس نے میری زندگی کو داغ لگایا تھا جس نے مجھے کو جز معمولی سمجھ کر کاٹ کھایا تھا میں نے ایک شیشی میں تیزاب ڈال رکھا تھا میں چاہتی تھی کہ وہ جہاں کہیں بھی مجھے دیکھائی دیا میں اس کا چہرہ گھناؤنا بنادوں گی اور اپنی ذلت کا بدلہ لوں گی میری زندگی کے دو مقصد تھے اس کی شکل کو بگاڑنا اور تمہاری تلاش کرنا میں نہیں چاہتی تھی کہ میری طرح لڑکیاں اس کے حسن پر اپنا سب کچھ لٹاتی رہیں اور اپنے چاہنے والوں سے دور ہوتی جائیں بس ہر روز میں رات ہوتے ہی نکل جاتی تھی سات آٹھ میں لے اس کے ساتھ گزارے تھے اور اس ذلیل نے مجھے اپنا گھر نہیں دیکھایا تھا بس یہی غلطی مجھ سے ہوگئی تھی کہ میں لے اس کا گھر نہ دیکھا تھا اگر دیکھا ہوتا تو ہوسکتا تھا کہ میں اپنی ذلت کا بدلہ اس سے اب تک لے چکی ہوتی لیکن میں ناکام رہی میرے اندر ایک لاوہ ابل رہا تھا ایسا لاوہ جو سب کچھ جلا کر راکھ بنا دیتا بس وہ ایک بار میرے قابو آجاتا پھر اس کے بعد میں جانتی تھی اس کے ساتھ میں نے کیا کچھ کر دینا تھا اتنا کہہ کر اس نے ایک سرد آہ بھری اور پھر بولی۔

نعمان جتنا میں نے تمہیں رسوا کیا تھا جتنا تمہیں ذلیل کیا تھا جتنا میں نے تمہاری محبت کا مذاق اڑایا تھا اتنا ہی تمہارے لیے میں خود بھی رسوا ہوئی تھی بلکہ اس سے بھی کئی گنا زیادہ بدنام اور ذلیل ہوئی تھی اپنوں کی نظروں سے گر گئی تھی لیکن مجھے اپنی رسوائی سے کوئی غرض نہ تھی میری زندگی کا ایک ہی مقصد تھا تمہاری تلاش جو میں کرتی جارہی تھی اور میں جانتی تھی کہ میرے گھر والے میرے ساتھ کیا کچھ کرتے تھے یہ سوچتی تھی تو کانپ جاتی تھی میرے جسم کا کوئی بھی حصہ ایسا نہ تھا جہاں ان کے دیئے ہوئے زخم نہ تھے فیصل کا دیا ہوا داغ ان کو یاد تھا اور مجھے بھی یاد تھا اور یہی وجہ تھی کہ میں اس کو ڈھونڈتی پھرتی تھی اس کو سزا دینا چاہتی تھی اس کو بتانا چاہتی تھی کہ کسی کی زندگی سے کھیلنے والوں کا انجام ایسا ہی ہوتا ہے اور پھر میں اس کے ساتھ ساتھ بھی تم کو تلاش کرتی رہی اور گھر والوں کو یقین تھا کہ میں باہر لوگوں سے ملنے جاتی ہوں کیونکہ میں دن کی روشنی میں نہ نکلتی تھی شام کی سیر کے بہانے جاتی تھی اور پھر ادھر ادھر گھومنے لگ جاتی تھی میری نظریں تم کو ڈھونڈتی رہتی تھیں لیکن نجانے تم کس جگہ چلے گئے تھے کہ مجھے دوبارہ دکھائی نہ دیئے تھے جو داغ میں نے خود کو لگایا تھا وہ داغ میں دھونا چاہتی تھی تم کو تمام حقیقت بتا کر ایک عزت بھری زندگی جینا چاہتی تھی اور تمہارے ساتھ مل کر اس بے غیرت سے اپنی رسوائی کا بدلہ لینا چاہتی تھی لیکن شاید یہ سب میری اپنی سوچ تھی تمہیں تلاش کرتے کرتے میں مایوس ہوتی چلی گئی ہارتی چلی گئی ۔ جب گھر والوں کو شک ہوگیا کہ میں راتوں کو گھر سے باہر غائب ہو جاتی ہوں تو پھر وہ سب میرے لیے اذیت بن گئے اور مجھے ایسی ہی سزائیں دینے لگے جو میں تم کو دلوایا کرتی تھی یعنی جو میں نے کیا تھا وہ میرے سامنے آتا جارہا تھا ہر روز میں کبھی باپ کے ہاتھ کبھی بھائیوں کے ہاتھوں اور کبھی ماں کے ہاتھوں پٹتی رہتی تھی لیکن مجھے اپنے زخموں کی پرواہ نہ تھی میں زخم سہنے کی عادی ہوگئی تھی اور مجھے تم اس لمحے بہت یاد آتے تھے تمہاری باتیں مجھے بہت یاد آتی تھیں کہ مجھے زخموں سے کوئی غرض نہیں ہے مجھے تمہاری ضرورت ہے۔ ہاں نعمان تم ٹھیک کہتے تھے وہی سب میں کہہ رہی تھی کہ میں مجھے اپنے زخموں سے کوئی غرض نہ تھی مجھے تمہاری ضرورت تھی۔ لیکن خیر یہ تو سب بیتی باتیں ہیں وہ سب باتیں ہیں جو تم بھول چکے ہو میں نے تو یہ سوچا تھا کہ تم مل گئے ہو میری زندگی میں کوئی خوشی آئے گی لیکن تم نے شاید مجھ سے اپنی ذلت کا بدلہ لینا تھا جو مجھے نہ مل کر لے لیا ہے۔ لیکن نعمان آج میں بہت پرسکون ہوں آج میں اپنے مقصد میں کامیاب ہوگئی ہوں لیکن یہ نہیں کہ میرے اندر لگی ہوئی آگ بجھ گئی ہے لیکن کچھ سکون مل گیا ہے فیصل رات کو مجھے دکھائی دیا تھا میں نے اس کا پیچھا کیا اور اس کو جا پکڑا تیزاب کی شیشی میرے ہاتھ میں تھی یہ میری عادت تھی کہ میں جب بھی باہر نکلتی تیزاب کی شیشی اپنے ہاتھ میں رکھتی تھی اس کا ایک اور بھی فائدہ تھا کہ اگر کوئی غلط نظر سے دیکھے تو اس سے اپنی عزت کو بچانے میں کام آسکتا تھا لیکن مجھے لوگوں کی فکر نہ تھی لوگوں سے لڑنا میں خوب جانتی تھی مجھے تو صرف اس سے بدلہ لینا تھا وہ مجھے مل گیا تھا اور میں لے اسے روک لیا تھا باتوں میں اسے پتہ بھی نہ چلنے دیا تھا کہ میں نے بوتل کا ڈھکن کھول دیا تھا جو میری چادر کے نیچے تھی اور پھر

یکدم میں نے اس پر انڈیل دیا وہ بری طرح تڑپا اور میں واپس بھاگ آئی۔ سات سال بعد وہ میرے قابو آیا تھا اور سات سال سے جو کچھ میں نے سوچا تھا وہ پورا کر دیا ہے۔

نعمان میں یہ نہیں کہتی کہ تم مجھ سے پیار کرو صرف اتنا چاہتی ہوں کہ تم اپنا آپ مجھے دکھا دیا کرو تمہیں دیکھ کر دل کو سکون مل جاتا ہے میرے اندر کے تمام درد ختم ہو جاتے ہیں شاید اتنا تم لے مجھے پیار نہ کیا تھا جتنا میں نے کیا ہے تم نے تو صرف دو سال مجھ سے پیار کیا تھا اس کے بعد غائب ہو گئے تھے لیکن میں نے پورے سات سال تک تم سے پیار کیا ہے اور کرتی آرہی ہوں ہر چہرے میں تمہارا چہرہ تلاش کرتی آرہی ہوں تم میرے پیار کی گہرائی میں کبھی بھی نہیں اتر سکتے ہو تم کو اپنا پیار یاد ہوگا لیکن میرا نہیں اور جب کہ مجھے تمہارا پیار بھی یاد ہے اور اپنا بھی اور میں یہی اندازہ لگاتی ہوں کہ تمہارا پیار میرے پیار کے سامنے کچھ بھی نہ تھا تم ذلیل ہو کر مجھ سے دور ہو گئے جبکہ میں رسوا ہو کر بھی تم کو تلاش کرتی رہی دیکھا کتنا فرق ہے تمہارے اور میرے پیار میں۔ نعمان میرا بیلنس ختم ہونے والا ہے تم نے جو ہزار روپے مجھے دیئے تھے میں نے ان کا موبائل سیٹ لے لیا تھا یوں سمجھ لو کہ جو میں استعمال کر رہی ہوں یہ تمہارا دیا ہوا ہے میں اس کو تمہاری نشانی سمجھ رہی ہوں مجھے اپنے پاس موبائل رکھنے کا شوق نہ تھا میں نے کس کو فون کرنے تھے کون تھا میرا جس سے میں نے باتیں کرنا تھی لیکن تمہیں دیکھ کر میرے دل میں یہ حسرت بھی پیدا ہوگئی تھی اور میں نے یہ سب بھی کر لیا ہے لیکن مجھے کیا پتہ تھا کہ تم مجھ سے اپنی رسوائی کا بدلہ لے رہے ہو اپنے زخموں کو بھولے نہیں ہو جو میری وجہ سے تم کو ملے تھے اور شاید میں اسی قابل تھی شاید میرے ساتھ ایسا ہی ہونا تھا۔

وہ باتیں کرتے کرتے ساتھ ساتھ روتی بھی جارہی تھی جتنی دیر تک وہ باتیں کرتی رہی تھی اتنی دیر سے ہی وہ روتی جارہی تھی اور ایسی میری بھی حالت تھی میری آنکھیں بھی بہہ رہی تھیں مجھے احساس ہونے لگا تھا کہ میں لے اس سے مل کر بہت بڑی غلطی کی ایک ٹوٹی بکھری لڑکی کو ایک زخمی کو لڑکی اور زخم نہیں لگانے چاہیے تھے اس کی بات ٹھیک تھی وہ سچ کہہ رہی تھی کہ میں اس سے اپنی رسوائی کا بدلہ لینے لگا تھا کہ اس نے مجھ سے کون سا پیار کیا تھا جو میں اس کے پیچھے بھاگوں جہاں وہ بلائے میں چلا جاؤں لیکن اس کی باتیں سن کر مجھے احساس ہونے لگا تھا کہ واقعی جو کہانی اس نے مجھے سنائی ہے واقعی میں رسوا ہو کر اس کو چھوڑ کر کہیں اور چلا گیا تھا اس کی خبر بھی نہ لی تھی اور ایک وہ تھی کہ میری وجہ سے رسوا ہوئی تھی اور اس کے باوجود بھی وہ میری تلاش میں تھی۔ میں نے اسے فوری کال کر دی اور کہا فروا سوری میں نے تم کو غلط سمجھا تھا میں نے یہی سمجھا تھا کہ تمہیں دولت سے پیار تھا تم کو میری ضرورت نہ تھی لیکن تمہاری باتیں سن کر مجھے یوں لگا ہے کہ جیسے تم کو صرف میری ہی تلاش ہے میں کل صبح تم سے ملنے کے لیے آؤں گا۔ واقعی نعمان۔۔اس لے یہ الفاظ ایسے کہے جیسے اس کی مرجھائی ہوئی امنگیں جاگ گئی ہوں ہاں سچ میں نے کہا اور فون بند کر دیا۔ اس کا فون بند ہوتے ہی فریسہ کی کال آگئی وہ بہت پریشان لگ رہی تھی بولی نعمان میں بہت پریشان ہوں۔ کیوں کیا ہوا ہے۔ میں بھی پریشان ہوگیا تو وہ بولی کسی بے غیرت لڑکی نے میرے بھائی کے چہرے پر تیزاب پھینک دیا ہے اس کا چہرہ بگڑ گیا ہے وہ یوں لگ رہا ہے کہ جیسے انسان نہ ہو بھوت ہو وہ ہسپتال میں ہے سب ادھر ہیں میں بھی جارہی ہوں۔

وہ بولتی جارہی تھی اور فروا کی باتیں مجھے یاد آتی جارہی تھی اور میں چونکتا جارہا تھا کیونکہ جس پر فروا نے تیزاب ڈالا تھا وہ شخص کوئی اور نہ تھا وہ فریسہ کا بھائی تھا میں نے دل کی تسلی کے لیے کہا۔ تمہارے بھائی کا کیا نام ہے وہ بولی فیصل کر نام سنتے ہی میرے دل کو ایک جھٹکا سا لگا۔ اس کے بعد کیا ہوا یہ سب جاننے کے لیے اگلا شمارہ ضرور پڑھیے۔

❀❀❀

خوبصورتی عذاب بن گئی

تحریر...... کشور کرن۔ پتوکی

میں بے ہوش ہو گئی جب ہوش آیا تو بقول اس صورت کے کہ میں دو دن بے ہوش رہی مگر جب ہوش آتا تو رضا سامنے کھڑا نظر آ جاتا کس کو قصوروار ٹھہراتی کس سے جا کر کہوں میرے پاس کیا بچا سب کچھ لٹ چکا تھا میں رونے لگی۔ ڈاکٹر نے تسلی دی نام پوچھا تو میں نے بتا دیا راحیلہ نام ہے میرا۔ بیٹی کہاں رہتی ہو۔ جی ہم ملتان میں رہتے ہیں مگر اب نہیں پتہ میں کہاں ہوں۔ وہ مسکرایا اور بولا۔ تم پنڈی کے ایک ہاسپٹل میں ہو مگر میں کہاں کیسے آئی؟ بیٹی یہ تو میں نہیں جانتا مگر اتنا ضرور جانتا ہوں ایک نوجوان تمہیں زخمی حالت میں لے کر آیا تھا یہ سن کر میں سوچ میں پڑ گئی کہ وہ میرا رضا ہو گا مگر رضا مجھے زخمی حالت میں چھوڑ کر کیسے جا سکتا تھا... دکھ درد سے بھرپور سلسلے وار کہانی

اس کہانی میں شامل تمام کرداروں اور مقامات کے نام فرضی ہیں۔

پیار میں جو چاہیں وہ مل جائے تو بہت خوشی ہوتی ہے۔ وہ خوشی آہستہ آہستہ ایک بار پریشانی کا سامنا ضرور کرتی ہے۔ ایک ایسی لڑکی کی داستان جو حالات سے لڑتے لڑتے ایک ایسے چوراہے پہ آ گئی ہے جس کی منزل پتہ نہیں کہاں ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ اس کی خوبصورتی اس کے لئے عذاب بن گئی اور ایسا عذاب بنا جس نے اسے تباہ کر کے رکھ دیا۔ ظالم سماج اس کا دشمن بن گیا۔ واہ میرے خدایا کسی کو اتنا حسن دیا اور زمانہ پیچھے پڑ گیا اور کسی کو اتنا عذاب دکھایا کہ لوگ اسے دیکھ کر توبہ کرتے ہیں۔

میں نویں میں پڑھتی تھی، میری منگنی میرے ماموں کے بیٹے سے ہوئی تھی منگنی کے وقت میری ایج چودہ سال تھی۔ ہماری کچھ زمینیں تھیں۔ دو بھائی اور دو بہنیں تھیں۔ دونوں بھائی بڑے ہیں میں تیسرے نمبر پہ ہوں، ایک سسٹر چھوٹی ہے۔ میرا اسکول گاؤں کے باہر تھا۔ میں پیدل جاتی۔ خدا نے مجھے بہت زیادہ حسن سے نواز رکھا تھا۔ بہت دلکش نقوش اور گہری آنکھیں تھیں، لمبے لمبے گھنے سیاہ بال، یوں جیسے میں انسان نہیں کسی پرستان کی پری ہوں۔ میں اپنی خوبصورتی پر فخر کیا کرتی تھی۔ میری خوبصورتی کی وجہ سے کئی لڑکیاں میری دوست تھیں مگر مجھے کسی سے نفرت نہیں آتی تھی۔ میرا ایک طریقہ تھا اسکول جانے آنے کا۔ میں نے نہ تو کبھی پیچھے مڑ کر دیکھا تھا اور نہ ہی ادھر ادھر کا جائزہ لیتی۔ اپنا سر جھکا کر جاتی اور آتی تھی۔ میری یہ عادت ایک ادھیڑ عمر آدمی کو پتہ نہیں کیوں اچھی لگی جو اکثر راستے میں اپنے گیٹ پر کھڑا ہوتا، وہ میرے باپ کی عمر کا تھا۔ میں محسوس کرتی کہ وہ مجھے بہت لالچی نظروں سے دیکھتا تھا۔ یہ قدرتی امر تھا کہ مجھے اس سے ڈر سا لگتا۔ ایک دن میں بریک ٹائم چھٹی لے کر آ گئی۔ میری طبیعت کچھ خراب تھی سو میں گھر

آنے لگی، وہی بابا اپنے گیٹ پر کھڑا ہوا تھا، میں بھی سی جا رہی جلدی جلدی چلنے لگی۔ مجھے محسوس ہوا کوئی میرے تعاقب میں ہے۔ سو گھبرا گئی کیوں کہ رستے میں کوئی نہیں تھا۔ اس کے علاوہ مجھے پورا یقین تھا کہ وہی ہو گا مجھے غصہ بھی بہت تھا اور اپنی عزت کا خوف بھی۔ خیر خدا کا نام لے کر چلتی جا رہی تھی اور سوچ رہی تھی کہ اگر پوری چھٹی کے ٹائم آتی تو ہو سکتا ہے اسے موقع نہ ملتا میرا پیچھا کرنے کا اب کیا ہو سکتا تھا۔ میں نہ تو واپس سکول جا سکتی تھی نہ ہی کسی کو بلا سکتی تھی کیونکہ وہ بوڑھا میرے بالکل قریب پہنچنے والا تھا۔ میرے دل کی دھڑکن بہت تیز ہو رہی تھی اور غصہ سے کانپ بھی رہی تھی اور یہ بات میرے ذہن میں منڈلا رہی تھی کہ وہ میرے ساتھ کیا کمینہ پن کرے گا۔ اتنے میں وہ تیز تیز قدموں سے میرے سامنے آ گیا، میرا رستہ روک کر بولا۔ مجھ سے شادی کرو گی، میرا جی چاہا کہ اس کی زبان نوچ لوں میں ایک بار تو لرز گئی غصے سے بولی۔ کمینے تم نے آخر اپنی گھناؤنی حرکت دکھا ہی دی شرم نہیں آتی نہ منہ میں دانت نہ پیٹ میں آنت اور تو کیا بکواس کر رہا ہے۔ تیرا دماغ خراب ہو گیا ہے میں ایک شریف خاندان کی عزت ہوں تم نے کیا سمجھا ہے مجھے۔ میں تمہیں چاہنے لگا ہوں، تمہیں دیکھوں تو پاگل ہو جاتا ہوں اور ایک بات کان کھول کر سن لو پیاری حسینہ میں تمہیں حاصل کر کے رہوں گا۔ یہ کہہ کر وہ تیز تیز قدموں سے آگے چلا گیا۔ میں رک گئی بھی جی چاہتا کہ واپس سکول چلی جاؤں مگر یہ سوچ کر آہستہ آہستہ چلنے لگی کہ اگر اب واپس سکول گئی تو سب کے دل میں کوئی نہ کوئی بات آ جائے گی کہ یہ بخار کا بہانہ بنا کر کسی کو ملنے گئی تھی۔ میں انہیں سوچوں میں ڈوبی چلتی رہی جب نظر اٹھا کے دیکھا کہ وہ ذلیل آدمی کہاں ہے تو اتنے میں وہ کہیں غائب ہو چکا تھا۔ میں گھر تو آ گئی مگر میری حالت بہت خراب ہونے لگی۔ میں نے اپنے بھائیوں اور ماں باپ کو بتانا بہتر سمجھا سب کچھ بتا دیا۔ میرے بھائی تو آگ بگولہ ہو گئے گھر میں کہرام مچ گیا۔ وہ اتنے غصے میں تھے کہ لگتا تھا مجھے کاٹ دیں گے۔ خیر وہ اس کمینے کی اپنی عزت پہ آنچ آنے کی وجہ سے جان لینے پر تل گئے۔ میری امی نے روک لیا کہ جس کے گھر میں ایک خوبصورت لڑکی رہتی ہو وہ کسی کو کچھ نہیں کہہ سکتا، ان کے سر جھکے ہوتے ہیں۔ تم پہلے اپنی بہن کو گھر سے نکالو پھر کسی کے گھر جانا اور سنو اس کا سکول جانا بند کر دو۔ میں یہ سن کر بہت روئی کہ میری تعلیم نامکمل رہے گی جبکہ مجھے پڑھنے کا بہت شوق تھا اور میرا اس میں کیا قصور۔ اگر قصور ہے تو خوبصورتی کا یعنی میرا حسن میرا دشمن بنتا جا رہا تھا۔ میں خود کو کوسنے لگی کہ کاش میں اس قدر حسین اور خوبصورت نہ ہوتی۔ دوسری لڑکیوں کی طرح معمولی شکل و صورت اور جسامت کی ہوتی۔ میرے اندر یہ کشش نہ ہوتی اور نہ ہی آنکھوں میں اتنی گہرائی ہوتی کہ میں نقاب میں بھی حسین دکھائی دیتی۔ میری خوبصورتی ہی آج میری خواہشات کی دشمن بن گئی تھی۔ جو کچھ سوچتی آ رہی تھی وہ سب کچھ دھرے کا دھرا رہ گیا تھا کیونکہ مجھ سے میرا سکول چھڑا لیا گیا میں گھر کے کاموں میں لگ گئی۔

مجھے دس دن ہوئے تھے سکول سے ہٹے ہوئے میرا ماموں آ گیا آتے ہی امی سے کہنے لگا۔ باجی ہم کب تک باپ بیٹا اپنے ہاتھ جلائیں گے کب تک باہر سے کھانا کھائیں گے، ہمیں تاریخ دے دو تو آپ کا احسان ہو گا۔ میرے گھر والے رضامند ہو گئے۔ سوری قارئین! میں اپنا نام بتانا تو بھول گئی تھی، میرا نام راحیلہ اور جو میرا منگیتر ماموں کا بیٹا اس کا نام رضا تھا۔ خیر میری شادی کی تاریخ رکھی گئی اور تیاریاں ہونے لگیں۔ ایک ماہ بعد شادی تھی۔ وہ ایک ماہ تو آنکھ جھپکنے سے گزر گیا۔ میری شادی ہو گئی۔ یہ شادی ہم دونوں کی پسند کی تھی، مجھے میرا پیار مل گیا، میں بہت خوش تھی۔ میری خوشی کی انتہا نہ رہی تھی۔ سکول

چھوڑنے کا جو دکھ تھا، شادی کے بعد وہ جاتا رہا۔ میں اپنے رضا کے ساتھ اس کی دلہن بن کر اس کے گھر چلی گئی۔ زندگی نے میری جھولی خوشیوں سے بھر دی۔ شادی کو ڈیڑھ ماہ ہوا تو میرا شوہر رضا ایک نئی کار لے کر آیا جو کہ اس نے مجھے شادی کی خوشی میں منہ دکھائی دینی تھی یعنی وعدہ کیا تھا اور ہم اسی کار میں کہیں جا رہے تھے۔ موسم خراب تھا ہم گاڑی میں موسم انجوائے کرتے پیار محبت کی باتیں کرتے چلے جا رہے تھے ملتان سے اسلام آباد بہت لمبا سفر ہے۔ ہم نے اپنی ضرورت کا سامان بھی ساتھ رکھا ہوا تھا۔ رات کا وقت تھا یعنی راستے میں رات ہوئی، اچانک گاڑی بند ہو گئی۔ ہم دونوں گھبرا گئے کہ اب کیا ہو گا۔ یہ نئی گاڑی اور سفر میں بند ہوئی، خدا خیر کرے۔ میرا دل گھبرانے لگا، یوں لگنے لگا جیسے کچھ ہونے والا ہے۔ ایک انجانا سا خوف میری رگ و پے پر سوار ہو گیا۔ میں بار بار گاڑی سے باہر ادھر ادھر جھانکنے لگی۔ رضا میری حالت سے بخوبی واقف تھے وہ سمجھ گئے تھے کہ میں کس قدر خوفزدہ ہوں۔ ایک گاڑی کا خراب ہو جانا، دوسرا موسم کا خراب ہونا، موسم اب سہانا نہ رہا تھا گرج چمک نے موسم کو خوفناک بنا دیا تھا۔ وہ بولے۔ راحیلہ میری جان ڈرنے کی ضرورت نہیں ہے میں تمہارے ساتھ ہوں۔ میں نے کہا۔ جان نئی گاڑی ہے آج اس میں ہمارا پہلا سفر ہے اور یہ سب مجھے یوں لگ رہا ہے جیسے کچھ ہونے والا ہے۔ وہ مسکرا دیا اور بولا۔ کچھ بھی ہونے والا نہیں ہے۔ وہ مجھے تسلیاں دینے لگے لیکن نجانے کیوں میرا دل کانپ رہا تھا۔ ایک رات کا وقت دوسرا بجلی کی گرج چمک میرا جسم خوف سے پسینہ پسینہ ہو رہا تھا۔ ایسے موسموں سے مجھے شروع سے خوف آتا تھا۔ جب بھی ایسے موسم آتے گرج چمک ہوتی تو میں کمروں کے دروازوں کو بند کر لیتی اور کسی نکر میں دبک کر بیٹھ جاتی۔ اب بھی گرج چمک کے ساتھ بارش ہو رہی تھی۔ ہم دونوں گاڑی میں بیٹھے رہے۔ ابھی ہم لاہور سے کافی پیچھے تھے کہ ایک لینڈ کروزر ہماری گاڑی کے برابر میں آ کر رکی، شیشہ گرا اور آواز آئی بھائی صاحب کیا بات ہے مدد چاہیے کیا؟ رضا بولے۔ ہاں گاڑی خراب ہو گئی ہے۔ جانا کہاں ہے؟ اس نے پوچھا۔ ہم نے اسلام آباد جانا ہے۔ اگر چاہو تو میرے ساتھ چلو میں بھی ادھر ہی جا رہا ہوں۔ تیز بارش کی وجہ سے گاڑی اس نے بالکل ساتھ لگائی تھی۔ رضا بولے دیکھو راحیلہ اس سے اچھا موقع اور نہیں ملے گا موسم خراب ہمیں لفٹ لینی چاہیے۔ ہاں چلو۔ میں نے بھی حامی بھر لی اور ہم بارش میں بھیگتے ہوئے گاڑی میں بیٹھ گئے۔ وہ آدمی ایک قوی ہیکل انسان تھا چالیس پینتالیس کی اس کی ایج ہو گی وہ بہت دہشت ناک تھا اس کی آنکھوں سے ایک بلا کی وحشت نظر آ رہی تھی۔ خاموشی کو توڑتے ہوئے بولا۔ صاحب آپ کا نام؟ میرا نام رضا ہے اور یہ میری وائف ہے۔ ابھی ڈیڑھ ماہ پہلے ہماری شادی ہوئی ہے۔ آپ لوگ کسی خاص مقصد کے لئے اسلام آباد جا رہے ہو۔ کیا مطلب؟ نہیں نہیں برا لگا سوری۔ دیکھو ابھی آپ یہ سب کیوں پوچھ رہے ہو؟ یار ویسے ہی پوچھ لیا تھا۔ سوری میں گھبرا رہی تھی خدا خیر کرے کچھ دیر خاموشی چھا گئی۔ رضا نے کہا۔ ہم تو گاڑی میں شاید رات گزارتے خراب موسم رات کا وقت اور گاڑی خراب ہونے کی پریشانی لگی ہوئی تھی۔ تو وہ آدمی ہنس کر بولا۔ اسی کو موسم کہتے ہیں اور شیشے میں سے میری طرف دیکھ کر ہنسا یعنی اس نے اپنا شیشہ میری طرف کیا ہوا تھا۔ رضا بولے۔ بھائی صاحب آپ ہمیں کہاں لے کر جاؤ گے تو بولا۔ میں تمہیں اپنے ڈیرے پر لے جاؤں گا۔ یہاں میری ایک حویلی ہے۔ شاندار قسم کی حویلی تم لوگ ادھر رات گزارنا کل تمہیں تمہاری گاڑی مل جائے گی اور چلے جانا۔ ہم خاموش رہے مجھے اس کی شکل بہت بھیانک لگ رہی تھی۔ مجھے اس سے شدید خوف آ رہا تھا۔ میں بار بار رضا کو دیکھتی اور اشاروں سے اسے بتا رہی تھی کہ میں بہت خوفزدہ ہوں۔ میں نے محسوس کیا کہ رضا بھی اب

ڈرنے لگے تھے لیکن ہم اب کچھ بھی نہ کر سکتے تھے کیونکہ باہر زوروں سے بارش تھی۔ ہم یہ بات دیکھ چکے تھے کہ اس نے گاڑی اصل سڑک سے ہٹا لی تھی اور کسی اور سمت ہمیں لے جا رہا تھا۔ وہ کہہ رہا تھا کہ ہم اس کی حویلی میں رات گزار لیں۔ میں اس کی آنکھوں کا مطلب سمجھ چکی تھی وہ کوئی اور کھیل کھیلنا چاہتا تھا کوئی ایسا کھیل جو بہت ہی بھیانک ہو جو دل کو لرزا دینے والا ہو۔ ایسی ہی سوچیں تھیں جو میرے دل و دماغ میں گردش کرتی جا رہی تھیں۔ میری زبان گنگ تھی۔ رضا بھی خاموش تھے یقیناً میری طرح اس کے دل میں بھی ایسی ہی سوچیں جنم لے کر اسے جھنجھوڑ رہی ہوں گی لیکن اس کے باوجود بھی وہ کچھ کچھ مطمئن سا دکھائی دے رہا تھا۔ شاید وہ ایک مرد تھا اور جانتا تھا کہ ہو سکتا ہے کہ وہ ان کے لئے کوئی فرشتہ ثابت ہو۔ گاڑی ایک طرف کو مڑی اور ایک کچے رستے پہ ہو گئی۔ آخر کچھ دیر کے بعد ایک بہت بڑی حویلی آ گئی۔ گیٹ پر پہنچتے ہی گاڑی نے وسل دی گیٹ کھلا اور گاڑی سیدھی اندر چلی گئی۔ ہمیں ایک بیڈ روم میں لے جایا گیا۔ ہم نے رستے کی تھکاوٹ دور کرنے کے لئے لیٹنا چاہا مگر دل میں ایک خوف طاری تھا میں نے رضا کو بتلایا کہ مجھے یہ شخص اچھا نہیں لگ رہا تھا۔ دیکھو اس وقت ہم اس کے گھر میں ہیں اس نے مشکل وقت میں ہماری مدد کی ہے۔ ابھی کچھ کھانے کو شاید ملے کیوں کہ ہم کھانے کے فوراً بعد دروازہ لاک کر کے سو جائیں گے۔ اتنے میں گرما گرم کھانے کی بہت سی چیزیں آ گئیں۔ کھانا لگ گیا ہم کھانے کے لئے بیٹھے ہی تھے کہ وہ بدشکل آدمی بھی آ گیا۔ سب کھانے لگے وہ بار بار میری طرف دیکھ کر رضا سے باتیں کرتا رہا۔ ایک خوف اس کی آنکھوں میں تھا اس کے دل میں کوئی شیطان تھا مجھے کوئی وحشی قسم کا محسوس ہو رہا تھا۔ رضا بولے۔ بھائی صاحب ہماری گاڑی کب تک ٹھیک ہو جائے گی۔ دیکھو میں نے ایک ڈرائیور بھیجا ہے وہ ٹھیک کر کے لے آئے گا۔ تم تھکے ہوئے ہو کھانا کھا کر آرام کرنا۔ اس کی باتیں سن کر محسوس ہوا کہ وہ کہیں چلا جائے گا جو کہہ رہا ہے تم لوگ کھانا کھا کر آرام کرنا مگر مکارانہ مسکراہٹ اس کے ہونٹوں پہ تھی۔ میرے رونگٹے کھڑے تھے۔ خوف کی وجہ سے وہ دیکھ رہا تھا میرا کچھ کھانے کو جی نہیں چاہ رہا آخر وہ بولا۔ رضا صاحب تمہاری وائف نے کچھ نہیں کھایا۔ یہ سن کر رضا بھی لرز گئے، میری طرف دیکھ میں باقاعدہ ایک التجا بھری نظر رضا پر ڈالی۔ رضا نے میری نظروں سے سوال پڑھ لیا۔ پوچھا بیگم کھانا کیوں نہیں کھاتی۔ میں نے کہا۔ میرا جی نہیں چاہ رہا۔ وہ سمجھ گیا کہ یہ ڈر رہی ہے۔ دیکھو میں جانتا ہوں تم جو تھک چکی ہو، جلدی کھانا کھاؤ میرا بھی سر درد کر رہا ہے ہم آرام کرتے ہیں۔ ہاں ٹھیک ہے میں نے کہا اتنے میں چائے آ گئی میں نے چائے ضرور پی مگر جلدی جلدی کہ وہ مسلسل میری طرف شیطانی نگاہوں سے گھور رہا تھا۔ میرے دل میں ایک ایسا خوف تھا جو ہر لڑکی کسی وحشی انسان کو دیکھ کر رکھتی ہے۔ میں یہ سوچ رہی تھی کہ کہیں یہ ہم دونوں کو کوئی نقصان نہ پہنچائے۔ ابھی دو ماہ بھی نہیں ہوئے ہم دونوں کی شادی کو اور پھر دو ماہ ہوتے ہی کیا ہیں نئی جوڑی کے لئے ویسے بھی خوشیوں کے پل بہت جلد گزرتے ہیں اور وہ دو ماہ تو ہم نے اپنی زندگی کی کوئی امنگ کوئی خوشی نہیں دیکھی تھی۔ ہم کو دنیا بھر کے انجوائے کے لئے نکلے تھے پھر ہم دونوں کو تو جیسے خدا نے بڑی فرصت سے بنایا تھا۔ ایسی جوڑی تھی کہ ہر ایک کے سامنے ایک مثال تھی جو کوئی دیکھتا بس دیکھتا رہ جاتا۔ ہمارے یا رضا کے خاندان میں ایسی جوڑی پہلے نہیں آئی تھی۔ ہم اپنی حفاظت کی دعائیں کرتے رہے میں تو اتنی دعائیں کر رہی تھی کہ ابھی کوئی بہانہ بنے اور ہم یہاں سے نکلنے کی کریں یا پھر یہ درندہ چلا جائے۔ خیر میں انہی سوچوں میں تھی کہ مجھے رضا نے کندھے پہ ہاتھ رکھ کر کہا۔ میڈم آؤ روم میں چلتے ہیں۔ میں نے ایک نظر اس کے چہرے پر ڈالی اور تیز تیز قدموں

سے رضا کے ساتھ کمرے میں آ گئی۔

کمرے میں داخل ہوتے ہی میں نے جلدی سے دروازے کو بند کرنے لگی یوں جیسے وہ ابھی کسی طرف سے آن دھمکے گا۔ رضا مجھے گہری نظروں سے دیکھ رہا تھا اور میں کمرے کی ایک ایک دیوار، کھڑکیوں کو دیکھ رہی تھی کہ کوئی کھڑکی یا دروازہ کھلا تو نہیں رہ گیا جس سے وہ اندر آ سکے۔ رضا بھی اب مجھے پریشان دکھائی دینے لگے تھے۔ منہ سے ہم دونوں کچھ نہ بول رہے تھے کیونکہ وہ مثال ہمارے سامنے تھی کہ دیواروں کے بھی کان ہوتے ہیں۔ دروازہ بند کر کے بھی سکون نہ ملا تو تب میں نے کمرے کے تمام لاک لگا دیئے اور کچھ سکون محسوس گیا۔ جب ہم لیٹے تو میں نے رضا سے کہا۔ دیکھو جان کوئی ایسا طریقہ ہو کہ ہم یہاں سے ابھی نکل جائیں۔ ہاں، مطمئن تو میں بھی نہیں ہوں۔ فکرمند لہجہ میں بولا۔ رات کے اس وقت ہم یہاں سے کسی صورت بھی نہیں نکل سکتے لیکن میں ہوں ناں تم آرام کرو میں تیرا رکھوالا تیرے پاس ہوں تو فکر کیوں کرتی ہے۔ میری جان کوئی میری لاش سے گزر کر تیرے تک آئے گا تو میرے کندھے پہ سر رکھ کر سو جا میٹھی نیند۔ ہم صبح ہوتے ہی یہاں سے روانہ ہو جائیں گے۔ رضا نے مجھے تسلی دیتے ہوئے کہا لیکن ایسی صبح ہی نہ ہوئی کہ میں مسہری میں سوئی اور کانٹوں سے الجھتی ہوئی اٹھی۔ ہم سو گئے تقریباً بارہ بجے تھے کہ دروازہ کھٹکا میرا دل ہل گیا میں نے آنکھیں بند رکھیں مجھے بہت نیند آئی ہوئی تھی۔ مجھے اتنا پتہ ہے کہ کوئی بولا۔ رضا دروازہ کھولو۔ باہر سے آواز سنائی دی تو رضا نے دروازہ کھولا۔ کسی کی آواز آئی تمہیں صاحب بلا رہے ہیں۔ میں گھبرا گئی۔ رضا نے مجھے کہا۔ تم سو جاؤ میں آتا ہوں۔ میں لیٹی رہی مجھے کیا پتہ تھا میں لٹنے والی ہوں میرا سب کچھ ختم ہونے والا ہے، میرا پیار میرا شوہر میرا رضا اب دوبارہ میرے پاس آئے گا کہ نہیں۔ میں انتظار کرتی کرتی سو گئی۔ میں تو خواب میں بھی رضا کے پاس تھی ہوا میں اڑتی پھرتی ہوں۔ اچانک کسی نے آ کر کمبل ہلایا میں سمجھی رضا آ گیا۔ میں نے آنکھیں کھول کر دیکھا تو وہی بھیانک شکل میرے سامنے کھڑی تھی۔ میں نے ادھر ادھر دیکھا مگر رضا نہیں تھا۔ میں نے اسے چار پانچ آوازیں لگائیں مگر پتہ نہیں رضا میری فریاد کیوں نہیں سن رہا تھا۔ میری آواز میرے کان پھاڑتی رہی میرا چیخنا میرے کبھی کام نہ آیا۔ اس کمرے کی دیواروں کو ٹکرا کر میری آواز میرے کانوں میں پڑ رہی تھی۔ میں نے اپنے آپ کو سمجھایا کہ وقت نے ہمیں گھیر لیا ہے جس سے ہم کبھی بھی اپنا آپ بچا کر نہیں نکل سکتے۔ میں زور زور سے رونے لگی اتنے میں وہ آگے بڑھا اور میرے دونوں کندھوں سے پکڑ کر بولا۔ تم جیسی نجانے کتنی چڑیاں میرے پنجرے میں پھڑ پھڑا کے مر گئی ہیں میں تمہیں کبھی نہ لاتا رات کو ہی بھیج دیتا مگر کیا کروں تیرا حسن تیرا دشمن بنا ہے میں تجھے دیکھتے ہی پاگل ہو گیا تھا۔ آؤ میرے پاس میرے غصے کی انتہا نہیں تھی بھڑک اٹھی کمینے اگر تم میں شیر کی دہشت ہے تو ہمیں کھول کر دیکھ اپنی طاقت اس کے ساتھ ہی میں نے اس کے منہ پر تھوک دیا۔ میری یہ حرکت اس کے لئے انتقام بن کر میرے سامنے آ گئی اور میں کر بھی کیا سکتی تھی کتنا چیختی کتنا شور کرتی کس کو بلاتی پتہ نہیں میرے رضا کو انہوں نے کہاں رکھا ہوا تھا۔ کمینے میرا شوہر کہاں ہے بتا؟ اور یہ بتا ہم نے کیا بگاڑا ہے تیرا جو تو یہ سلوک کر رہا ہے۔ وہ بولا۔ تم نے میرا نہیں اپنا آپ بگاڑا ہے نہ خوبصورت ہوتی نہ میں تمہیں دیکھتا اور تیرا شوہر دوسرے کمرے میں آرام کر رہا ہوتا۔ میں نے بھاگنا چاہا مگر اس کی طاقت جانوروں کی طرح تھی۔ میں ہل نہ سکی اس نے میرے تھوکنے کی وجہ سے اپنا آپ بدل لیا اور میرے بالوں سے پکڑ کر کھینچتا ہوا دوسرے کمرے میں لے گیا جہاں میرا رضا اچھی طرح رسیوں میں جکڑا ہوا تھا۔ اس کے منہ میں کپڑا ڈال کر منہ باندھ دیا گیا تھا وہ بہت

تڑپ رہا تھا میرے لئے مگر اپنے آپ کو کیسے کھولتا کیا کرتا میں نے اسے پکارنا چھوڑ دیا کہ اس کی حالت دیکھی نہیں جا رہی تھی۔ وہ کتا میرے قریب آیا اور مجھے دبوچ لیا۔ میں نے اپنی پوری طاقت ضائع کر دی آہستہ آہستہ میری طاقت ماند پڑنے لگی میری طرح میرا رضا بھی رو رہا تھا۔ اس کے آنسو گرتے رہے میں دیکھتی رہی روتی رہی فریادیں کرتی رہی۔ اس ظالم نے اپنی پوری طاقت مجھ پہ میرے رضا کے سامنے آزمائی میں تو کسی کام کی نہ رہی کچھ نہ کر سکی اس کو مارا پیٹا نوچا مگر اسے کوئی اثر نہ پڑا جیسے وہ ایک لوہے کا انسان ہو۔ آخر مجھ پہ بے ہوشی چھانے لگی میری آنکھوں کے آگے دھندی چھانے لگی پھر مجھے نہیں پتہ کیا ہوا۔ میں کہاں ہوں لیکن یہ آواز میرے کانوں میں ضرور گونجی کہ کل صبح تیری گاڑی آ جائے گی تم دونوں جا سکتے ہو۔ اب کیا ہو سکتا تھا کہاں جا سکتے تھے ہم اب تو وہ ایک نیکی کر دیتا ہم دونوں کو نہ سہی مجھے مار دیتا تاکہ میں رضا کے سامنے نہ آ سکوں لیکن مجھے جب ہوش آیا تو رضا اسی طرح بندھا ہوا تھا میں نے التجا بھرے لہجے میں دیکھا اور دوڑ کر اسے کھولا۔ وہ مجھ سے نفرت کے بجائے مجھے اپنے پہلو میں دبوچ کر بہت پھوٹ پھوٹ کر رویا یعنی ہم دونوں روتے رہے بے بس تھے ظالم درندے کی قید میں تھے۔ باہر دیکھا تو کوئی نظر نہ آیا۔ ہم دونوں ایک دوسرے کا ہاتھ تھام کر باہر بھاگے ڈر رہے تھے کوئی پیچھے سے گولی نہ مار دے۔ رضا نے میرا ہاتھ تھاما ہوا تھا۔ روتے رہے بھاگتے رہے جب گیٹ پر پہنچے تو سامنے ہماری گاڑی کھڑی تھی۔ رضا نے ادھر ادھر دیکھا مگر کوئی نظر نہ آیا ہم دونوں گاڑی میں بیٹھ گئے اپنے آپ کو قابو کیا رضا نے گاڑی سٹارٹ کی اور وہاں سے نکلے۔ ہم ہر طرف سے اپنے آپ کو محفوظ سمجھ رہے تھے مگر اس کتے نے ہمارے آگے ایک اور دریا بنا دیا ایک اور موت کھڑی کر دی ایک اور گڑھا کھود دیا۔

ہم دونوں زندہ لاشیں بنے ہوئے جا رہے تھے قسمت ہمارا ساتھ نہ دے رہی تھی۔ روتے رہے چلاتے رہے مگر وقت ہمارا نہ بن پایا۔ ہمیں وقت نے دھوکا ہی دیا وقت ہم سے یہ دنیا چھیننے کی پوری کوشش کر رہا تھا۔ ہم اپنے بے جان بتوں کو لے کر آگے بڑھ رہے تھے کہاں جانا تھا کہاں منزل تھی کس کے پاس جانا تھا کس طرف جانا تھا ہمیں کوئی پتہ نہ تھا۔ کچھ فاصلے پر جا کر میں نے کہا۔ رضا اب میں تیرے قابل نہیں ہوں، اچھا کرو تو مجھے دھکا دے دو۔ یہ سن کر اس نے گاڑی روک دی مجھے گلے سے لگا کر بولا۔ راحیلہ اس میں تیرا کیا قصور ہے، تو نے کیا کیا ہے جو تم ایسا کہہ رہی ہو۔ گناہ تو میرا ہے میں نہ تمہیں اس کی گاڑی میں لے کر بیٹھتا نہ ہم یہاں آتے نہ یہ سب ہوتا۔ تم میری نظر میں وہی ہو اور میں نے دیکھ لیا ہے تیرا حوصلہ تو نے کیا کچھ نہیں کیا اپنے آپ کو بچانے کے لئے مر تو مجھے جانا چاہئے جو جوان خون ہو کر اپنی ایک بیوی کی حفاظت نہ کر سکا، ایک بے غیرت کی طرح دیکھتا رہا اپنی عزت کو۔ میری طاقت ختم ہو چکی تھی تمہیں بچانے کے لئے میں گناہگار ہوں تیرا جو چاہے سزا دے سکتی ہو۔ نہیں نہیں ایسا مت کہو میں بولی۔ رضا ہم کہاں جا رہے ہیں ہمیں پولیس سٹیشن جانا چاہئے اس وحشی کو سزا دلوانے کے لئے ہاں کچھ کرتے ہیں مگر آپ یہ بتاؤ پولیس کو گواہی چاہئے ہوتی ہے ثبوت چاہئیں مگر ہم دونوں پہ کون یقین کرے گا اتنے میں ہماری گاڑی ہچکولے کھانے لگی۔ اس کے بریک فیل ہو گئے جیسے اس کمینے نے جان بوجھ کر کروائے تھے۔ گاڑی کا ہینڈل بھی ٹھیک طرح سے کام نہیں کر رہا تھا۔ ہم چیخنے لگے ابھی دن پوری طرح نہیں ہوا تھا گاڑی قابو سے باہر ہو گئی اب تو خدا ہے جو ہمیں بچا سکتا۔ شاید خدا نے ہم جیسے گناہگاروں کے لئے اپنی دنیا میں کچھ نہیں چھوڑا تھا۔ خدا ہمیں اس زمین پر آزما رہا ہو۔ میں دعائیں مانگ رہی تھی یااللہ میرے رضا کو زندگی بخش دینا بے شک میری موت ہو جائے پھر کیا ہوا جو خدا کو منظور تھا گاڑی

لڑکھڑاتی ہوئی ایک کھائی سے جا گری اس کے بعد نہ جانے ہم کس دنیا کی سیر کو نکل گئے مجھے کچھ خبر نہیں تھی۔ جب میری آنکھ کھلی تو میں ہسپتال میں تھی، میرے رضا کا کوئی پتہ نہ تھا کہ کہاں ہے۔ میرے پاس ایک ادھیڑ عمر عورت بیٹھی تھی جو کوئی غریب لگتی تھی مگر اتنی بھی نہیں خیر میں نے پوچھا۔ آنٹی میں کہاں ہوں بولی۔ میں صدقے جاؤں بیٹی تم ہسپتال میں ہو۔ پر میرا شوہر؟ وہ بھی آتا ہوگا تم بے فکر رہو۔ میں نے ادھر ادھر کا جائزہ لیا سب روم والی عورتیں لڑکیاں مجھے دیکھتی مگر میں تو ایک کالے منہ والی گناہوں کی گٹھری تھی اتنا کچھ ہونے کے بعد بھی خدا نے میری شکل نہ بدلی۔ کاش اگر ایسا ہوتا تھا تو میرا چہرہ بگڑ جاتا ہر کوئی مجھ سے نفرت کرتا مگر میرے جسم کو کچھ زخم تھے جن پر پٹیاں لگی ہوئی تھیں۔ میرا دماغ چکرا رہا تھا اور اس آدمی کی دہشت اور مکارانہ نظریں میرے سامنے آنے لگیں۔ پھر میرا رضا اسی طرح روتا ہوا رسیوں میں جکڑا ہوا منہ پر کپڑا باندھا ہوا میری آنکھوں کے آگے آ گیا۔ میں نے آنکھیں بند کر لیں مگر وہ سین کیسے ہٹتا پھر جب گاڑی ہچکولے لیتے ہوئے نظر آئی تو میری چیخ نکل گئی۔ وہ عورت ڈاکٹر ڈاکٹر کرتی ہوئی بھاگی پھر مجھے نہیں پتہ کیا ہوا۔

میں بے ہوش ہو گئی جب ہوش آیا تو بقول اس عورت کے کہ میں دو دن بے ہوش رہی مگر جب ہوش آتا تو رضا سامنے کھڑا نظر آ جاتا کس کو قصوروار ٹھہراؤں کس سے جا کر کہوں میرے پاس کیا بچا سب کچھ لٹ چکا تھا میں رونے لگی۔ ڈاکٹر آئے تسلی دی نام پوچھا تو میں نے بتا دیا راحیلہ نام ہے میرا۔ بیٹی کہاں رہتی ہو۔ جی ہم ملتان میں رہتے ہیں مگر اب نہیں پتہ میں کہاں ہوں۔ وہ مسکرایا اور بولا۔ تم چنڈی کے ایک ہاسپٹل میں ہو مگر میں کہاں کیسے آئی؟ بیٹی یہ تو میں نہیں جانتا مگر اتنا ضرور جانتا ہوں ایک نوجوان تمہیں زخمی حالت میں لے کر آیا تھا یہ سن کر میں سوچ میں پڑ گئی کہ وہ میرا رضا ہوگا مگر رضا مجھے زخمی حالت میں چھوڑ کر کیسے جا سکتا تھا۔ خدایا خیر کرنا رضا کو ملا دے پھر پھر میری دعا کیسے قبول ہوتی ایک گناہگار تھی میرا تو دنیا میں سانس لینا بھی مجھے اچھا نہیں لگ رہا تھا مگر مجھے جینا تھا اس کتے سے اپنی عزت کا اور رضا کا بدلا لینے کے لئے مگر میں اکیلی کیا کرتی کیسے لیتی اپنا انتقام کون کرے گا مجھ پہ اعتبار لیکن میں ہمت نہیں ہاروں گی میں اس کا یا تو قتل کروں گی یا اپنی اور رضا کی موت کے بدلے میں پھانسی کے پھندے تک لے جا کر ہی دم لوں گی۔ مجھے چھٹی ملی تو وہ عورت اپنے گھر لے گئی۔ وہ گھر میں اکیلی رہتی تھی میں نے کہا۔ آنٹی یہ آپ کا گھر ہے۔ بولی۔ جی یہ میرا گھر ہے میرا ایک بیٹا ہے جو پرائیویٹ جاب کرتا ہے۔ میں نے خود کو سنبھالنے کے لئے کچھ دن وہاں رہنا مناسب سمجھا تقریباً پندرہ دن بعد اس عورت کا بیٹا آ گیا میں سہم سی گئی مگر وہ ایک نیک عورت کا بیٹا تھا ماں کو سلام کیا اور مجھے بولا۔ آپی کیسی ہو تو مجھے کچھ سکون سا ملا کہ اس کے دل میں میری عزت بہن کی طرح ہے۔ ٹھیک ہوں بھائی آپ سنائیں۔ جی شکر ہے خدا کا۔ پھر اپنی ماں سے بولا۔ امی جب سے آپی آئی ہیں میرے کاروبار میں اضافہ ہوتا گیا بہت پیسے کما لایا ہوں امی میرا ایک لاکھ کا بانڈ لگا ہے جس کا چیک میرے پاس ہے۔ ماں ہمارے گھر میں خوشیاں آنی شروع ہو گئی ہیں مگر میری ایسی اچھی قسمت تو نہ تھی جسے یہ تعریف کر رہا تھا۔ خیر میں نے خاموشی بہتر سمجھی۔ میرے اندر انتقام کی آگ بھڑکتی رہی۔ میں نے دوسرے دن کہا۔ بھائی! آپ مجھے میرے گھر پہنچا دو۔ وہ دونوں ماں بیٹا لرز گئے کہ عورت کے پاس بیٹی نہ تھی وہ مجھے بیٹی بنا چکی تھی اور اس لڑکے کے پاس بہن کی کمی پوری ہو گئی تھی۔ میری زندگی میں کیسے کیسے موڑ آ رہے تھے پتہ نہیں میری خوبصورتی میرے ساتھ کیا کرنے والی تھی۔ میرا جینے کا مقصد صرف انتقام تھا مگر میں اپنی آگ میں کسی کو جلانا نہیں چاہتی تھی۔ وہ لڑکا

جو میرا بھائی بنا تھا میرے پاس بیٹھا پوچھنے لگا۔ آپی آپ لوگ کہاں جا رہے تھے، اس کا یہ پوچھنا تھا کہ میں الجھنوں میں کھونے لگی۔ میری آنکھوں میں اس بے غیرت کی جھلکیاں نظر آنے لگیں۔ مجھے کچھ سمجھ نہیں آ رہی تھی میں کہاں سے شروع کروں اسے کیا بتاؤں۔ وہ دونوں ماں بیٹا مسلسل میری طرف دیکھ رہے تھے اور میری آنکھوں سے آنسو گرنے لگے۔ آخر عورت بولی۔ بیٹی تیرے رضا کی کمی تو ہم پوری نہیں کر سکتے اگر اگر اس کے علاوہ تمہیں کوئی پرابلم ہے تو بتا ہم ہیں ناں۔ بھائی بولا۔ آپی پلیز بتا کیا ہوا ہے کہاں جا رہے تھے تم دونوں۔ تو میں نے بتانا شروع کر دیا۔ ہم ملتان سے اسلام آباد جا رہے تھے، موسم خراب ہونے لگا لیکن ہم چلتے رہے، راستے میں گاڑی خراب ہو گئی۔ وہ دونوں سنتے رہے میں سناتی رہی، روتی رہی میری سانس پھولنے لگی۔ وہی منظر میرے سامنے آنے لگا میرا رضا گرتے آنسوؤں سے دیکھ رہا تھا میں اس کی درندگی کی قید میں تھی تڑپ رہی تھی رو رہی تھی پھر بتاتی رہی میں نے گاڑی میں آنے تک کا پورا واقعہ سنا دیا اور بتایا کہ ہم دونوں اب پولیس سٹیشن جا رہے تھے کہ یہ حادثہ ہوا جس نے میرا رضا بھی مجھ سے چھین لیا اور آپ تو جانتے ہو وہ اس وقت کہاں ہو گا۔ ہمارا حادثہ کس جگہ پہ ہوا پلیز مجھے وہاں لے چلو میں اپنے شوہر کو ڈھونڈوں گی۔ میری باتیں سن کر ماں نے گلے لگا لیا بولی۔ بیٹی جو تیرا نصیب تمہاری خوبصورت جوڑی کو کسی کی نظر کھا گئی ہے۔ جہاں تک ہو گا ہم تیرے ساتھ چلیں گے۔ چلو بیٹا گاڑی لے کر آؤ ہو سکتا ہے ہم اس کمینے شخص کو ڈھونڈنے میں کامیاب ہو جائیں مگر اس کے بارے میں کچھ جانتے ہوتے تو پولیس کو اطلاع دیتے پولیس تک پہنچنے سے پہلے ہمارا اس شخص کے بارے میں جاننا ضروری تھا سو ہم نکل پڑے راستے میں میں روتی جا رہی تھی ماں نے مجھے اپنے کندھے سے لگایا ہوا تھا میرے پاس کوئی شناخت نہ تھی کہ اس آدمی کی حویلی کہاں ہے کیوں کہ ہم رات کو ہی آئے اور نکل گئے تھے۔ اگر دن ہوتا تو مجھے کچھ پہچان ہوتی وہ راستے میں پوچھتے گئے بیٹی وہ راستہ بتا دینا جو اس کی حویلی میں جاتا ہو مگر میں کیا بتاتی مجھے تو ایسے لگ رہا تھا کہ جیسے وہ آدمی پتہ نہیں ہمیں کس دنیا میں لے گیا تھا۔

مجھے راستے میں کوئی بھی ایسی جگہ نظر نہ آئی جس طرف وہ ہمیں لے گیا تھا۔ چلتے چلتے ہم اسی جگہ پہنچ گئے جہاں ہمارا حادثہ ہوا تھا۔ میری گاڑی ٹوٹی پھوٹی الٹی پڑی ہوئی تھی۔ بہت سا خون بھی سوکھا ہوا تھا جو مجھے نہیں پتہ میرا تھا یا پھر میرے رضا کا اور وہ دیکھ کر مجھے چکر آنے لگے میں لڑکھڑاتی ہوئی بھاگی گاڑی کی طرف ہو سکتا ہے اس میں میرا رضا ہو مگر وہ خالی تھی میں اپنا سر پکڑ کر بیٹھ گئی اور پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔ میرا رضا مجھے کیونکہ چھوڑ گیا کیا پتہ اسے مجھ سے نفرت ہو گئی ہو۔ کاش وہ مجھے کہیں سے آواز دے۔ بیگم میں آ گیا ہوں۔ میں کافی دیر روتی رہی پھر ماں نے میرے کندھے پر ہاتھ رکھا، بھائی نے میرے سر پہ ہاتھ رکھا حوصلہ دیا اور بتایا کہ ہم جا رہے تھے تمہاری گاڑی کے پیچھے ہماری گاڑی تھی جب ہم نے دیکھا کہ گاڑی گری ہے تو فوراً بھاگے تمہاری سانس چل رہی تھی مگر رضا کوئی معمولی حادثے کا شکار نہیں تھا، وہ بالکل نہیں پہچانا جا رہا تھا کہ انسان ہے یا کچھ اور کوئی مدد آس پاس نہیں تھی ہم نے سب سے پہلے آپ کو بچانا چاہا اور خدا کا شکر ہے کہ آپ ہمارے ساتھ ہو۔ اللہ نے آپ کو نئی زندگی دی ہے اور ہمیں ایک پیاری سی بہن۔ میری ماں بھی اکثر اکیلی بیٹھی روتی رہتی تھی کہ خدا ایک بیٹی دے دیتا اور پتہ نہیں کس وقت کی دعا قبول ہو گئی ہے۔ بھائی تو یہ بات کہہ کر چپ ہو گیا مگر میرے دل میں رضا کی تلاش تھی، میں اپنا رضا کہاں سے لاؤں کس کو کہوں کہ میں رضا کے بغیر نہیں جی سکتی۔ رضا کہاں ہو تم کہیں سے تو بھاگتے ہوئے نظر آ جاؤ کہیں سے تو آواز دو۔ رضا میں پاگلوں کی طرح تجھے ڈھونڈ رہی ہوں تم نے تو میرا ساتھ عمر

بھر دینے کا وعدہ کیا تھا۔ تم تو دو ماہ میں مجھے چھوڑ گئے ہو تمہیں یاد نہیں آتی کیا میرے دن اور راتیں روتے ہوئے گزر جاتی ہیں جن آنکھوں میں تم نے خوشی کے خواب سجائے تھے اب ان میں اشکوں کے سوا کچھ نہیں ہے کچھ بھی اچھا نہیں لگتا کوئی بھی اچھا نہیں لگتا میں ان آنکھوں کے ساون کو کیسے بجھاؤں یہ جلتا ہے مجھے میری پلکوں پہ ہر وقت نمی رہتی ہے۔

ہر پل ہی رلاتا ہے آنکھوں کا یہ ساون
احساس دلاتا ہے آنکھوں کا یہ ساون
محفل میں پکارا ہے تنہائی میں ڈھونڈا ہے
تجھے ڈھونڈ نہیں پاتا ہے آنکھوں کا یہ ساون
ہم تیری راہوں میں ذروں میں بکھر گئے
تجھے پانا چاہتا ہے آنکھوں کا یہ ساون
مجھے مار نہ لاوارث مجھ پہ سب حق تیرا
تجھے اپنا بناتا ہے آنکھوں کا یہ ساون
کاجل کی گھٹا میری قطروں میں برس گئی
اب تھم نہیں پاتا ہے آنکھوں کا یہ ساون
ہم اس کو چھپا نہ سکے اور آنسو بہا نہ سکے
پر برسنا چاہتا ہے آنکھوں کا یہ ساون

رضا کے لئے میں اتنی بے بس تھی کہ کھانا پینا چھوڑ دیا تھا۔ میری صحت اتنی ماند پڑ گئی تھی میرا خوبصورت چہرہ خزاں کے سوکھے پتوں کی طرح مرجھایا رہتا میں رو رو کر نڈھال ہو گئی۔ بھائی اور ماں نے مشکل سے مجھے سنبھالا اور گھر لے آئے۔ کافی دنوں تک میں بے سدھ پڑی رہی مگر مجھے جینا تھا اگر موت آنی ہوتی تو رضا کے ساتھ ہی آ جاتی۔ پتہ نہیں ابھی مجھے کن دکھوں کا سامنا کرنے کے لئے خدا نے زندہ رکھا تھا پر میرا جینے کا مقصد بس اس آدمی کو ڈھونڈنا تھا میں نے اپنے دل سے وعدہ کیا اگر زندہ رہی تو ضرور اپنے رضا اور اپنی عزت کا بدلا لوں گی۔

میں نے اپنے آپ کو چینج کرنا شروع کر دیا اور اس کے ساتھ ساتھ جو بننا سنورنا تھا وہ بھی ختم کر دیا۔ کسی کے لئے نہیں اپنے آپ کے لئے جینا تھا۔ پھر میں کس کو دکھاتی بج سنور کے میرا دیکھنے والا تو منہ موڑ گیا اور میرا حسن ہی میری خوبصورتی میری دشمن بن گئی تھی۔ پہلے ایک بوڑھا جو سکول کے سامنے کھڑا رہتا پھر اس نے بھی کہہ دیا کہ اگر مجھے تم سے غرض ہے تو تیرے حسن کی وجہ سے۔ خدایا اگر مجھے حسن دینا تھا تو قسمت بھی دیتا میرا نصیب اچھا لکھتا میرے مقدر میں میرا پیار لکھتا یہ میرا قصور نہ تھا کہ میں خوبصورت ہوں اگر کسی خوبصورت کو زمانے میں یہ سب کچھ ملتا ہے تو خدایا کسی کو بھی خوبصورتی نہ دینا۔ بس عزت دے جو کہ میں کھو چکی ہوں صرف عزت ہی نہیں میں نے تو سب کچھ کھو دیا ہے جو ابھی تک میں سنبھال نہ پائی تھی۔ ابھی تو ہم نے نئی زندگی کا آغاز ہی کیا تھا، خوشیوں میں قدم رکھا ہی تھا کہ پریشانیوں نے داخل ہونا شروع کر دیا۔ دکھوں نے میری خوشیوں کا راستہ روک لیا اور مجھے کھینچ کر دکھوں میں لا پھینکا، مجھے بالکل خوشیاں راس نہ آئیں۔ غم میرا مقدر بننے لگے اور حسن میرا دشمن بننا شروع ہو گیا۔ پھر حالات بدلنے لگے۔

وہ عورت جو مجھے اپنی بیٹی سمجھتی تھی میری ماں کے روپ میں نظر آنے لگی۔ وہ جوان لڑکا جسے دیکھتے ہی میرا دل ڈر سا گیا تھا مگر وہ ایک وفادار بھائی ثابت ہوا۔ میں رضا کو بھول تو نہ سکی مگر اس کی یاد نے میری خوشیاں اس ظالم زمانے سے ختم کر دی تھیں۔ میں اور کہیں جا نہ سکتی تھی۔ میرے بھائیوں نے شادی کے تیسرے دن کہا تھا۔ آج کے بعد ہمارے گھر کی طرف منہ نہ کرنا۔ اس کی وجہ وہ بوڑھا تھا جو سکول سے واپسی پہ ملتا تھا اس نے میری شادی کی وجہ سے بھائیوں سے دشمنی لے لی مگر یہ میرا قصور نہ تھا۔ بھائیوں کا دروازہ میرے لئے بند ہو چکا تھا اس بات کا پتہ میرے سسر کو لگا اس نے بھی ہمارے ساتھ رہنے سے انکار کر دیا تھا، وہ ہم دونوں کو چھوڑ کر الگ ہو چکا تھا اور پھر رضا اس کا اپنا بیٹا ہوتا تو شاید وہ ایسا نہ کرتا۔ اس سسر نے رضا کی ماں سے دوسری شادی کی تھی اس وقت رضا چھوٹا سا بچہ تھا اس لئے سوتیلا باپ ہونے کے ناطے اس کا فرض تھا کہ وہ رضا کی شادی کرے جیسے ہی اس نے یہ بوجھ اپنے سر سے اتارا تو الگ ہو گیا۔ اب میرا اس دنیا میں رضا کے علاوہ کوئی نہ تھا جس کے پاس میں جاتی۔ سب رشتے ہوتے ہوئے بھی میں ایک لاوارث لڑکی تھی جو ایک بیگانے گھر میں محفوظ تھی۔ خیر زندگی کی گاڑی رکنا مناسب نہ سمجھا یہ چلتی رہی اور میں اسے دھکا لگاتی رہی۔ میں اس گھر میں رچ بس گئی مگر اس ظالم درندے کی شیطانی نگاہیں میرے سامنے رہتیں۔ میرے رضا کے گرتے آنسو بار بار مجھے تڑپاتے رہتے مجھے ہمیشہ رضا کا انتظار رہتا۔ ایک دن وہی ماں کام کرتے ہوئے چولہے پر گر گئی تو اس کی آنکھیں ضائع ہو گئیں۔ میں اور بھائی بہت پریشان ہوئے جب ڈاکٹروں نے کہا کہ اس کی بینائی چلی گئی ہے اس پر اب کوئی دوائی اثر نہیں کرے گی اگر چاہو تو نئی آنکھیں لگ سکتی ہیں ہم سب ٹینشن میں تھے۔ پیسے کا انتظام بھی نہیں تھا جو پاس تھے وہ ویسے ہی علاج پر لگتے رہے۔ بھائی بھاگ دوڑ کر رہے تھے ماں کی آنکھوں کے آپریشن کے لئے میرے پاس بھی کچھ نہ تھا جو دیتی۔ انہوں نے مجھ پر احسان کیا تھا میرا علاج کروا کے میں اس احسان کا بدلہ چکانا چاہتی تھی مگر کیسے میرے پاس کیا تھا جو میں انہیں دیتی۔ ان کی حفاظت خدمت کر سکتی تھی جو باپ کی جائداد تھی بھائی ہڑپ کر گئے جو سسر کی تھی وہ خود سانپ بن گیا۔ میں ابھی اس ماں کے لئے کیا کرتی گھر میں سارا دن پریشانی چھائی رہتی کچھ پیسے جمع ہونے لگے ہم بہن بھائی کو امید لگنے لگی کہ اب ماں دوبارہ دیکھ سکے گی۔ ماں نے پتہ نہیں اس بیٹے کے لئے کتنی مشکلوں کا سامنا کیا ہو گا اور اس کا کچھ بھی نہیں دیکھا تھا وہ اس کی خوشیوں کے لئے سدا دعائیں کرتی تھی۔ مجھے تو ابھی تین چار ماہ ہوئے تھے تو میرے سامنے وہ ہر وقت دعائیں کرتی رہتی تو میں محسوس کرتی کہ اس کا بیٹا ہی اس کے لئے سب کچھ ہے۔ آج وہی بیٹا اس کے لئے اتنا تڑپ رہا تھا۔ ماں ماں ہوتی ہے اور اولاد اولاد اگر نیک ہو تو پھر بھائی نے اپنے مالکوں سے پیسے قرضے کے طور پہ لئے آپریشن کی رقم پوری ہو گئی ہم ماں کو لاہور لے گئے ایڈمیشن کروانے کے چار دن بعد آپریشن تھا۔ میں نے بھائی سے کہا کہ میں گھر جانا چاہتی ہوں مجھے یہاں خوف آنے لگا ہے۔ بھائی بولے۔ آپی کل صبح میں آپ کو چھوڑ آؤں گا، آج کی رات گزار لو۔ سو میں نے ساری رات جاگ کے ڈر ڈر کے گزاری صبح ہوتے ہی میں نے کہا۔ بھائی آپ تو جانتے ہو میری پریشانی کا سبب اس لئے میں یہاں نہیں رہوں گی۔ اگر وہ میرا اپنا بھائی ہوتا تو کہتا ماں کے پاس کون رہے گا تمہیں گھر جانے کی پڑی ہے مگر وہ کسی طور پہ مجھے پریشان نہیں دیکھنا چاہتا تھا اور کسی بھی حالت میں مجھے کھونا بھی نہیں چاہتا تھا۔ مجھے اپنے اوپر دکھ بھی ہو رہا تھا اور خوف بھی تھا کہ ان لوگوں نے میرے لئے کیا نہیں کیا مگر میں اس ماں کے پاس پانچ دس دن نہیں رہ سکتی ڈر اس بات کا تھا کہ کہیں کوئی اور مصیبت میرے اوپر نہ آ پڑے اس

لئے میں گھر جانا چاہتی تھی۔ سو بھائی نے پوری تیاری کی ہوئی تھی امی کے آپریشن کی بولا۔ چلو آپی میں تمہیں گھر چھوڑ آتا ہوں پھر میرے لئے نکلنا مشکل ہو جائے گا اور تم دھیان سے رہنا گھر میں کسی بھی طرح کی کوئی پریشانی نہ لینا۔ اب ہم امی کے آپریشن کے بعد ہی ملیں گے۔ پھر ہم لوگ گھر آ گئے میں نے بھائی کو کھانا کھلا کے بھیجا اور بہت سی دعائیں بھی کیں۔ بھائی چلا گیا میں نے دروازہ بند کر دیا اور اکیلی روتی رہی اپنے رضا کی یادوں سے لپٹ کر۔ میرے پاس اس کا کیا تھا یادوں کے سوا۔ اگر میں بھی ان کی یادوں سے بھی منہ موڑوں تو وہ کیا سوچیں گے مگر یادوں کے سہارے تو میں تھی۔ پتہ نہیں میرے اپنے بھائی مجھے یاد کرتے ہوں گے یا نہیں پتہ نہیں کوئی مجھے ملنا چاہتا ہے یا نہیں لیکن میرا خون تو جوش مارتا ہے اپنوں کو ملنے کے لئے مگر میرا ملنا بھی انہوں نے بند کر دیا تھا۔ میرے پاس کچھ نہ تھا یہاں تک رضا کی کوئی تصویر بھی نہ تھی لیکن اس کی تصویر تو میرے دل میں میری آنکھوں میں ہمیشہ رہے گی مجھے خوشیاں دکھانے والا خود چھپ گیا تھا۔ کون دکھائے گا مجھے خوشیاں اب کون دے گا سہارا مگر مجھے کسی کے سہارے کی ضرورت نہ تھی نہ ہے میں اپنا بدلہ لینے کے بعد خود چلی جاؤں گی اپنے رضا کے پاس۔ ادھر میں اکیلی ہوں ادھر وہ اکیلا ہے مگر ایک بار وہ کتا گھناؤنی خونی آنکھوں والا میرے سامنے تو آئے کتے جیسا حشر کروں گی اس کا۔ اس کا نام لیتے ہی اس کی شیطانی نظریں میرے سامنے آنے لگتیں اور میرا خون کھولنے لگتا۔ میرے دل میں ایک انتقام کی آگ لگ جاتی اور میرا خود پر قابو نہیں رہتا۔ خیر میں انہی سوچوں میں ہر وقت ڈوبی رہتی۔

آج ماں کا آپریشن تھا میں دعائیں یا اللہ اس ماں کو آنکھیں دے دو، کتنی حسرتیں ہیں اس کے دل میں اپنے بیٹے کی خوشیوں کی اور پھر میری دعائیں قبول ہو گئیں شام کو بھائی آیا اس کے ہاتھ میں ایک نیوز پیپر تھا بہت خوش تھا وہ میں نے پوچھا۔ بھائی کیسا رہا امی جان کا آپریشن۔ مبارک ہو آپی ماں کا آپریشن کامیاب ہو گیا۔ شکر ہے خدا کا کہ اس نے ماں کو آنکھوں جیسی نعمت دوبارہ بخشی اور آپ جانتی ہو ایک خدا کا نیک بندہ آ گیا تھا جس نے اپنی آنکھیں دے دیں اور تو پھر اس کا احسان ہوا ناں ہم پر۔ میں نے کہا۔ ہاں۔ آپی اس کا آپریشن ناکام ہو گیا تھا اس پیپر پر اس کی تصویر ہے۔ اس آدمی کا ایکسیڈنٹ ہوا تھا اس کی جان کو خطرہ تھا اس نے اپنی آنکھیں دے کر نیکی کما لی۔ میں بہت خوش ہو رہی تھی خوش کیسے نہ ہوتی وہ ماں بن چکی تھی میری اور میری تمام خوشیوں کا خیال رکھتی تھی اور کبھی مجھے گھر کے کام بھی نہیں کرنے دیتی تھیں۔ بھائی نے نیوز پیپر رکھا اور واش روم میں چلا گیا۔ میں نے اس آدمی کو دیکھا تو میری سانسیں اکھڑنے لگیں خدایا یہ کیا ہو گیا ہے میرا دشمن اب میری ماں کے روپ میں مجھے دیکھے گا، جسے میں ڈھونڈنا چاہتی تھی وہ میرے پاس چل کر آ گیا۔ میں دیکھتے ہی چلا اٹھی۔ بھائی نہیں نہیں اس کی آنکھیں مت لینا یہ میرا دشمن ہے۔ میری آواز سن کر بھائی دوڑے آئے۔ کیا ہوا آپی کھل کر بتاؤ کیا بات ہے تم کیوں چیخی، کون آیا تھا؟ میں پھوٹ پھوٹ کر رو رہی تھی۔ بھائی پریشانی کے عالم میں ادھر ادھر دیکھ کر مجھ سے پوچھنے کی کوشش کر رہا تھا اور میں روتی جا رہی تھی۔ میرا خود پر قابو نہیں تھا۔ خیر بھائی نے مجھے سہارا دے کر کھڑا کیا پوچھا۔ کیا بات ہے آپی ماں کی خوشی کی خبر سن کر تم خوش نہیں ہوئی بجائے کہ تم خوش ہوتی الٹا رونا شروع کر دیا، مجھے وجہ بتا رونے کی میں تیری خوشی کے لئے کچھ بھی کروں گا لیکن تیرے آنسو برداشت نہیں ہوتے پلیز بتاؤ کیا بات ہے۔ میں کیا بتاتی میرا دکھ کیا ہے کیا بتاتی کہ میرا دشمن میری ماں کے روپ میں میرے سامنے رہے گا۔ میں کیا بتاتی کہ یہ آنکھیں نکلوا کر کوئی دوسری آنکھیں لگواؤ، میں کیا بتاتی

مجھے ان آنکھوں سے دشمنی ہے۔ میں تو سوچ کر پاگل ہوتی رہی میری خوشی ایک بہت بڑے غم میں بدل گئی۔ میں کیا کرتی ماں کو چھوڑوں یا پھر دنیا کو۔ سوچوں میں ڈوبی رہی روتی رہی بھائی پوچھتا رہا۔ آخر میں نے خود کو قابو کیا اور تصویر نکال کر دکھائی اس کی آنکھیں لگوائی ہیں کیا بھائی بولا۔ جی اس نے اپنی ماں کو آنکھیں دی ہیں اس کی وجہ سے آج ہماری ماں ہمیں دوبارہ دیکھنے کی خوشی حاصل کرے گی۔ یہ ہے اور یہ ہے ہمارے لئے فرشتہ بن کر آیا جس نے میری ماں کی دنیا روشن کر دی۔ ہمیں تو اس کے پاؤں چومنے چاہئیں۔ بھائی کی باتیں سن کر میرا کلیجہ پھٹ رہا تھا میرا حلق سوکھ رہا تھا اب میں کیا چھوڑوں ماں چھوڑوں یا گھر لیکن میں کیا بتاؤں ماں کی آنکھیں مجھ سے برداشت نہیں ہوتیں۔ میں نے بھائی سے کہا۔ دیکھا بھائی یہ نیک انسان نہیں ہے، یہ انسان کی شکل میں فرشتہ نہیں درندہ ہے، ظالم ہے اور میری عزت اور میرے رضا کا قاتل ہے اس نے میری عزت ختم کی اسی نے میرے رضا کی زندگی چھینی۔ اس نے مجھ سے میرا شوہر چھین کر مجھے سہاگن ہونے سے پہلے بیوہ بنا دیا۔ اسی نے اجاڑی میری زندگی اسی نے برباد کی میری دنیا اسی ظالم نے مجھ سے میرا سب کچھ چھین لیا ہے۔ بھائی آپ میرا بوجھ پتہ نہیں کیسے برداشت کیا تھا کہاں کہاں سے پیسہ لے لے کر لگاتے رہے اور آج میں ہوں کہ ماں کی روشنی کی دشمن ہوں لیکن اس میں میرا بھی قصور نہیں آپ کا بھی نہیں بس بات صرف اتنی ہے کہ میں وہ آنکھیں بھول نہیں سکتی اور وہ آنکھیں دیکھ کر مجھے بھڑکاتی رہیں گی میں وہ برداشت نہیں کر سکتی۔ ماں کو مبارک باد دینا اور مجھے میرے حال پر چھوڑ دو میں آپ کی احسان مند ہوں کہ آپ نے میرے لئے اتنا کچھ کیا اور احسان فراموش ہوں کہ آپ لوگوں کی خوشی میں خوش نہ ہوئی۔ بھائی نے مجھے جھنجوڑا بولا۔ دیکھو مجھے ایک بہن ملی ہے وہ آپ کے روپ میں۔ جسے تم جیسی بہن کی ضرورت تھی اور ماں کو بیٹی ملی ہے جو دعائیں کر کر کے لی ہے۔ میں نہ تو ماں کا دکھ اور نہ آپ کی جدائی برداشت نہیں کروں گا۔ تم بھی یہیں رہو گی اور ماں بھی، اب کیا ہو سکتا ہے وہ پھر ہم دونوں بہن بھائی بہت روئے کوئی تسلی دینے والا نہ تھا، کوئی چپ کروانے والا نہ تھا، کوئی دکھ بانٹنے والا نہ تھا۔ خیر ہم نے ایک دوسرے کو چپ کروایا بھائی کو کھانا دیا بھائی کھا کر چلے گئے، میں روتی رہی۔ آج مجھے ذرا بھی خوشی نہ تھی کہ ماں کی آنکھیں بن گئیں، ماں مجھے دیکھے گی، دکھ اس بات کا تھا کہ اگر ماں مجھے دیکھے گی تو ان نگاہوں سے وہی درندگی بھری وہی عزت کی بھوکی آنکھیں وہی شیطانی آنکھیں پتہ نہیں کتنی معصوم لڑکیاں نظروں کے سامنے سے گزر کر اس کی حوس کا شکار بنی ہوں گی۔ پتہ نہیں کن کن کو ان آنکھوں نے برباد کیا ہوگا میری طرح۔ میری سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا تھا۔ ماں کو دیکھنے کی بے چینی بھی تھی اور ان آنکھوں سے بچنے کی کوشش بھی تھی۔

ایسا پلٹا وقت مجھ بے بس پہ آج
نہیں جا بھی نہیں سکتی اور رہ بھی نہیں سکتی
کیسے لگاؤں تالا اپنی اس زباں کو
جو چپ رہ بھی نہیں سکتی کچھ کہہ بھی نہیں سکتی

میں ایک زندہ لاش تھی جو دنیا کا ہر ظلم سہہ کر زندہ تھی۔ مجھے دنیا نے وہ رشتے دیئے تھے جو میں کھونا نہیں چاہتی تھی۔ میں اب سوچوں میں تھی اب ماں کو ماں سمجھوں دوست سمجھوں یا دشمن کیا کروں۔ خیر کیا ہو گا کیا کرنا تھا میری پوری رات گزر گئی دن کا پتہ ہی نہ چلا کہ آیا اور مجھے بتائے بغیر جانے والا تھا۔ مجھے دنیا کی کوئی خبر نہیں تھی۔ خیر تین دن بعد ماں کی پٹی کھلنی تھی، ماں کو مبارک باد دینے جاؤں یا ان آنکھوں

میں تیزاب ڈالنے۔ اس ظالم کی آنکھیں زندہ تھیں مگر میری ماں کے چہرے پر اگر آنکھوں کو برا کہتی تو ماں کو صدمہ ملتا وہ دنوں تک میری سوچیں مجھ پر وار کرتی رہیں میں سوچوں میں گھری رہی روتی خود کو قابو کرتی اپنی قسمت پر آنسو بہاتی خود کو بہلاتی رہی۔ آج تیسرا دن تھا میری ماں کی آنکھوں کی پٹی کھلنی تھی، مجھے جانا تھا مگر ہمت نہیں تھی۔ بھائی آیا لینے کے لئے اور بولا آپی آپی چلو ماں تجھے بہت مس کر رہی ہے آؤ میں آپ کو لینے آیا ہوں تم جلدی کرو میں کپڑے بدل لوں۔ میں انکار بھی نہ کر سکی جانے کو تیار بھی نہ تھی۔ بھائی نے تین چار بار کہا مگر میں نہ اٹھی آخر بھائی بولا۔ دیکھو آپی ماں کی خواہش ہے کہ وہ سب سے پہلے آپ کو دیکھے۔ میں ان کا بیٹا ہوں مگر وہ اپنی نئی آنکھوں کے ساتھ آپ کو دیکھنا چاہتی ہیں۔ تم ان کی خواہش کو پورا کر دو۔ وہ بے چینی سے آپ کا انتظار کر رہی ہے۔ کوئی پتہ نہیں ڈاکٹر کس وقت آ جائیں اور پٹی کھل جائے۔ تم دیر مت کرو چلو اٹھو میں تمہارے درد کو جانتا ہوں مگر آپ ماں کو مایوس مت کرنا کسی قسم کی پریشانی والی بات نہ بتانا وہ روئیں گی تو خدا نہ کرے ان کی بینائی پر کوئی اثر پڑے۔ دعا کرو کہ وہ ہمیں دیکھ سکیں۔ مجھ میں ہمت نہ تھی مگر میں تیار ہو گئی۔ ٹھیک ہے بھیا تم نہا لو، میں بھی تیار ہو جاتی ہوں۔ تھینکس آپی مجھے یقین تھا کہ تم ہم دونوں ماں بیٹے کی خوشیوں کے لئے سب کچھ کرنے کو تیار ہو جاؤ گی۔ میں نے ایک سرد آہ بھری۔ اب اس کی بات کا میں کیا جواب دیتی۔ اسے کیا کہتی کہ میں نے دل پر کس قدر وزنی پتھر رکھ کر اس بات کی حامی بھری ہے۔ یہ بات تم بھی جانتے ہو کہ جن آنکھوں کو دیکھنے کی تم ضد کر رہے ہو۔ وہی آنکھیں میری بربادی لئے ہوئے ہیں۔ انہی آنکھوں نے میرے محبوب میرے رضا کو موت کی گھاٹ اتارا ہے۔ انہی آنکھوں نے مجھے در بدر بھٹکنے پر مجبور کیا ہوا ہے۔ انہی آنکھوں نے مجھ سے میری منزل کھوئی ہوئی ہے۔ وہ اندر باتھ روم میں نہانے کے لئے چلا گیا تھا اور میں سوچوں میں کھوئی ہوئی تھی اور پھر یہ سوچ کر اٹھ گئی کہ راحیلہ یہ تمہارے سگے تو نہ سہی لیکن سگوں سے بڑھ کر انہوں نے تمہیں مقام دیا ہوا ہے۔ سگوں سے بڑھ کر چاہت دی ہوئی ہے ان نیک خویش کی خاطر اپنے درد کو۔ اپنے درد اپنی بربادی کو بھول جا اور اس کے ساتھ چل پڑ۔ ہاں اٹھ اس کے ساتھ چل پڑے دل و دماغ اس گونج کے ساتھ ہی میں اٹھی اور آئینہ کے سامنے جا کھڑی ہوئی۔ اپنا چہرہ دیکھ کر ایک مرتبہ پھر سے رو پڑی۔ اتنا کچھ بیت جانے کے باوجود بھی چہرے میں وہی چمک، وہی کشش اور وہی خوبصورتی جھلکتی دکھائی دی۔ اف خدایا کیوں دیا مجھے اتنا حسن جو میری خوشیوں کا قاتل بن گیا ہے۔ مجھ سے میرا حسن چھین لے اور میری خوشیاں واپس کر دے۔ میں رو دی اور روتی ہی رہی۔ میں آہستہ سے ہٹ گئی۔ مجھے اپنے آپ سے گھن آنے لگی تھی۔ اپنی خوبصورتی سے خوف آنے لگا تھا۔ میں ذرا بھی تیار نہ ہوئی بس چادر سے اپنا چہرہ اور بدن ڈھانپ لیا۔ بھائی نہا کے باہر نکل آیا۔ اس کے چہرے پر خوشی محو رقصاں تھی۔ ماں کی کھوئی بینائی کی واپسی پر اس کے چہرے پر سرخی ناچ رہی تھی۔ بولا۔ آپی آج میں بہت خوش ہوں، حد سے زیادہ خوش ہوں۔ اسے خوش دیکھ کر میں بھی مسکرائی اور کہا۔ چلو بھیا چلیں دیر ہو رہی ہے۔ ہم گھر سے نکلے اور سیدھے ماں کے پاس پہنچ گئے وہاں جا کر ایک اور منظر نظر آیا میری اس ماں کے پاس میرا سسر بھی تھا۔

(راحیلہ جب ہسپتال میں پہنچی تو وہاں اس نے اپنی منہ بولی ماں کے پاس اپنے سسر کو کھڑا دیکھا تو اس کے ذہن میں اپنی اور سسر کے متعلق کیا کیا خیالات آئے ..... یہ سب جاننے کے لئے اگلی قسط ضرور پڑھئے!)

زخم لمحے

......ملک عاشق حسین ساجد۔ ہیڈ بکائی

رات ہی کے اندھیرے میں اپنا سامان وغیرہ اٹھایا اور بغیر بتائے کسی کو وہاں سے چلا گیا۔ کافی لوگ جمع تھے حیرانگی و مایوسی کی ملی جلی کیفیت میں اپنے اپنے خیالات کا اظہار کر رہے تھے۔ بہت ہی نیک اور کامل تھا جس کے دم اور دعا سے کافی مریض اور سائلین تندرست اور مرادیں حاصل کر چکے ہیں۔ خدا معلوم ایسی کیا وجہ اور مجبوری تھی جس کے پیش نظر عامل بابا نے اس جگہ کو چھوڑ کر کہیں دوسری جگہ کا انتخاب کیا ...ایک دکھ بھری کہانی

اس کہانی میں شامل تمام کرداروں اور مقامات کے نام فرضی ہیں۔

زخم لمحے ہیں اس کہانی میں
کتنے صدمے ہیں اس کہانی میں
کچھ اجالوں کا اس میں قصہ ہے
کچھ اندھیرے ہیں اس کہانی میں

محبت بھی کیا عجیب چیز ہے جس سے ہوتی ہے تو بس ہو ہی جاتی ہے۔ اس نام سے کون واقف نہیں، کس سے اس کا واسطہ نہیں پڑا، کون ہے جو اس کی لذت سے ناآشنا ہے۔ اب تک لفظ "محبت" پر مختلف ذرائع سے لکھا پڑھا اور دکھایا جا چکا ہے اور یہ سلسلہ روز قیامت تک جاری رہے گا۔ ڈرامے، فلمیں، کہانیاں اور شاعری کے ذریعے محبت کا تذکرہ مختلف انداز میں کیا جا رہا ہے۔ کوئی محبت کی شیرینی میں خود کو دنیا کا خوش قسمت ترین فرد سمجھتا ہے تو کوئی اس کی تلخی کو موت کے برابر قرار دے کر بدنصیب کہلاتا ہے۔ میرے خیال میں جن لوگوں کو محبت راس آ جانے پر جو کامیابی ملتی ہے اس کی کوئی مثال نہیں۔ کامیاب محبت یقیناً خوش بخت لوگوں کو ہی ملتی ہے، جن کے نزدیک زندگی بہت اہمیت رکھتی ہے۔ بقول شاعر

محبت کے دم سے یہ دنیا حسیں ہے
محبت نہیں ہے تو کچھ بھی نہیں ہے

اس کے برعکس جنہیں محبت میں ناکامی کا سامنا کرنا پڑے یا جو لوگ محبت سے محروم رہ جاتے ہیں ان کی زندگی بے کیف و سرور اور بے معنی سی محسوس ہوتی ہے۔ زیست کا ہر پل صدیوں جیسا محسوس ہوتا ہے، ہر وقت کی آہیں، سسکیاں اور پچھتاوے ان کا مقدر بن جاتے ہیں۔ خود کو دھرتی پر بوجھ محسوس کر کے زندگی سے مایوس ہو جاتے ہیں، ہجر کی آگ من کو جھلساتی رہتی ہے۔ اسی طرح کبھی نہ ختم ہونے والا روگ اپنا لیتے ہیں۔ اسی کیفیت کو شاعر نے کیا خوب لکھا ہے۔

محبت روگ ہے ولدا
ایندے وچ غم ای غم ملدا

اسی طرح ہر کوئی اپنی اپنی محبت کا رونا روتا رہتا ہے۔ محبت کے بارے میں ہر کسی کی اپنی اپنی رائے، سوچ اور نظریہ ہے۔ تاہم یہ بات اٹل ہے کہ محبت کے نام سے ہر انسان کسی نہ کسی حوالے سے وابستہ ضرور ہے۔ کوئی بھی اس حقیقت سے انکاری نہیں۔

میں نے بھی محبت کی تھی، دل و جان سے۔ میں نے بھی کسی کو چاہا تھا مگر اس ہستی نے مجھے توڑ کر دل

کی گہرائیوں سے چاہا تھا شاید مجھ سے زیادہ اُس نے مجھ سے محبت کی تھی۔ تاہم ہماری بے لوث محبت مثالی تھی۔ زندگی کے شب و روز ایک ساتھ گزار رہے تھے۔ زندگی کا ہر ایک لمحہ ایک دوسرے کے نام کیا تھا۔ ہماری محبت کا ہر لمحہ خوبصورت زندگی کا احساس دلاتا تھا۔ وقت کے بے رحم تھپیڑوں نے ہمیں ایک دوسرے سے ہمیشہ کے لئے جدا کیا تو میرے زخموں پر تو گزرتے وقت نے مرہم عنایت کر دیا مگر میرے محبوب کی زندگی میں کبھی نہ ختم ہونے والا روگ دے دیا۔ خوشیاں چھین کر خزاں رسیدہ لمحات اس کی قسمت میں لکھ دیئے گئے۔ ہماری محبت معاشرے کی جھوٹی انا پے قربان ہو گئی۔ ظالم سماج نے اپنی من مانی کے تحت ہماری زندگی کی تمام رعنائیاں اور مسرتیں نگل لیں۔ دکھ تو اسی بات کا ہے کوئی نہ چاہتے ہوئے بھی حالات و واقعات سے سمجھوتہ کر کے پرامن زندگی گزارنے کا ہنر اپنا لیتا ہے تو کوئی مقدر کا لکھا سمجھ کر خود کو کانٹوں کی سیج کے حوالے کر کے مایوسی کی چادر اوڑھ کر تنہا زیست کا سفر روگ کی صورت اختیار کر لیتا ہے۔

آیئے میں آپ کو اپنی زخم لمحے کہانی سناؤں جس کی بازگشت آج بھی میری سماعت سے ٹکراتی رہتی ہے۔ جہاں شگفتہ و شیریں لمحات سے مزین زندگی کے شب و روز گزرا کرتے تھے اب وہاں کسی عزیز ترین ہستی کے سنگ بیتے زخم لمحے ہی اب زندگی کا کل اثاثہ ہیں۔

وصل امکان میں نہیں شاید
زخم گہرے ہیں اس کہانی میں

کاشف اس کا نام تھا مگر پیار سے اسے سب کاشی کہتے تھے۔ کاشی میرے ابو کے کزن کا بیٹا تھا۔ اسی طرح اس کی امی اور میری امی آپس میں بھی کزن تھیں۔ ایک ہی خاندان اور رشتہ داری کی وجہ سے ہمارا ایک دوسرے کے ہاں کافی آنا جانا تھا۔ ہمارے گھر بھی ایک دوسرے کے آمنے سامنے تھے اور ہمارا بچپن بھی تقریباً ایک دوسرے کے ساتھ ہی گزرا تھا۔ ہماری بستی میں ایک چھوٹی سی مسجد تھی جہاں بستی کے سبھی لڑکے اور لڑکیاں اکٹھے ہی دینی تعلیم حاصل کرتے تھے۔ اس مسجد میں ہمارے استاد محترم ایک شاہ صاحب تھے جو دوسرے گاؤں سے روزانہ صبح کے وقت مختلف جگہوں پر پڑھانے گھر سے روانہ ہوتے تھے۔ ہماری بستی کا نمبر پہلا ہوا کرتا تھا۔ شاہ صاحب جہاں بہت ہی قابل اور پوری دلچسپی سے پڑھاتے تھے وہاں طبیعت کے سخت مزاج اور اصول کے کھرے تھے۔ جس کو سبق یاد نہ ہوتا تو اس کی خیر نہیں ہوتی تھی، سخت سزا دی جاتی تھی۔ یہی وجہ تھی کہ اکثریت طلباء و طالبات کو روزانہ کا سبق اچھی طرح سے یاد رہتا تھا۔ جو ایک دن بغیر چھٹی لئے مسجد جاتا اسے دس سوٹیاں ہاتھ کی سیدھی و پشت جگہ پہ کھانا نصیب ہوتی تھیں۔ ہاتھ کئی دنوں تک درد کی شدت سے ورم زدہ سا رہتا تھا۔ تقریباً کوئی بھی طالب علم پہلے تو چھٹی نہ کرتا تھا اگر کوئی مجبوری بھی ہو جاتی تو اس کے والدین میں سے کوئی ایڈوانس چھٹی لے لیتا تھا۔ کسی کام یا مجبوری کی وجہ سے شاہ صاحب پڑھانے نہیں آ سکتے تھے تو اپنی جگہ اپنے چھوٹے بھائی کو پڑھانے کے لئے بھیج دیا کرتے تھے۔ ہمارے چھوٹے استاد محترم بڑے استاد سے بالکل برعکس معمولات و مزاج کے تھے۔ پڑھاتے تو معیار سے تھے مگر مزاج کے نرم اور حسن اخلاق جیسی صفات کے مالک تھے۔ کسی بچے یا بچی کو سبق بھول جاتا یا کوئی غیر حاضری کرتا تو خندہ پیشانی سے درگزر کر جاتے تھے۔ اسی طرح ہمارے بڑے استاد محترم "وڈے پیر سائیں" اور چھوٹے استاد محترم "نکے پیر سائیں" کے نام سے مشہور و معروف تھے۔

ابھی ہم سو رہی ہوتیں تھیں کہ کاشی کی اونچی آواز سماعت سے ٹکراتی۔ بچو! جلدی تیاری کر کے دینی تعلیم حاصل کرنے کے لئے مسجد روانہ ہو جائیں۔ اکثر ایسا بھی ہوتا تھا کہ کوئی بچہ مسجد فوری طور پر نہ پہنچ سکتا یا اسے کچھ دیر ہو جاتی تو کاشی پیر سائیں کا حکم بجالاتے ہوئے اسے لینے آ جاتا۔ ایسا کئی بار میرے ساتھ بھی ہوا تھا۔ کاشی مسجد کے باہر اعلان کر رہا ہوتا تو تقریباً ہر طالب علم

اس سے اشاروں ہی اشاروں سے پوچھنے کی کوشش کرتا کہ آج وڈے پیر سائیں آئے ہیں یا چھوٹے؟ اگر وہ اشارے سے ہاتھ اونچا کر کے بڑے پیر سائیں کا کہتا تو زبان گنگ، ہونٹ خشک اور وجود پر خوف کی کپکپی طاری ہو جاتی تھی۔ آہستہ سے چلتے ہوئے مسجد کے اندر مخصوص جگہ پہ پیر سائیں کو جھک کر سلام کہتے اور اپنی جگہ بیٹھ کر پڑھنے میں مصروف ہو جاتے۔ اگر کاشی ہاتھ کے اشارے سے نیچے ہاتھ لے جاتے تو چہرے پر خوشگوار کیفیت نمودار ہو جاتی، طبیعت ہشاش بشاش سی ہو جاتی اور خوشی خوشی مسجد میں داخل ہو کر سلام کہنے کے بعد پڑھائی میں مصروف ہو جاتے۔ ایک روز امی نے مجھے گھر روک لیا تھا، کچھ مہمان گھر میں آ رہے تھے، اسی لئے امی کے ساتھ معاونت کر رہی تھی۔ اتفاق سے چھٹی بھی نہ لے سکے تھے۔ اگلے روز کاشی پیر سائیں کے لئے امی سے لسی لینے آیا۔ دو لڑکیاں ساتھ والے گھر سے آ گئی تھیں کہ اکٹھے ہی مسجد چلیں۔ میں منہ ہاتھ دھو رہی تھی۔ ساتھ والی لڑکی کے پوچھنے پر کاشی نے بتایا کہ نکے پیر سائیں آئے ہیں۔ کاشی لسی لے کر چلا گیا تھا۔ امی نے کہا۔ چل مسجد، میں تیرے ساتھ چلتی ہوں تاکہ کل کی غیر حاضری کی وجہ سے پیر سائیں کے ہاتھوں مار نہ کھانی پڑے۔ نہیں امی! آپ کے وہاں جانے کی ضرورت نہیں کیونکہ آج نکے پیر سائیں آئے ہیں، کچھ نہیں ہوگا۔ انکار کی صورت میں امی سے میں نے کہا۔ سلام ہو پیر سائیں! مسجد کے اندر داخل ہوتے ہی میں نے نکے پیر سائیں سے کہا۔ مگر وہاں تو وڈے پیر سائیں بیٹھے تقریباً میرا ہی انتظار کر رہے تھے۔ میرے پیروں تلے سے زمین نکل گئی۔ تو گویا کاشی نے جھوٹ بولا تھا۔ میں نے دل ہی دل میں سوچتے ہوئے کہا۔ سلام کا جواب دیئے بغیر وڈے پیر سائیں غصے کی حالت میں مجھ پر برس پڑے۔ ہاں رانی! دیر سے آنا تو اب تیرا معمول ہی بن گیا ہے۔ پہلے یہ بتا کل مسجد کیوں نہیں آئی تھی؟ میری تو زبان ہی گنگ ہو گئی تھی، مارے خوف کے سیدھی بات ذہن میں نہیں آ رہی تھی کہ کیا جواب دوں اور کیا نہ دوں۔ آج تجھے ایسی سزا ملے گی کہ پھر کبھی غیر حاضری نہیں کرے گی۔ چل ہاتھ سیدھے کر۔ میں نے حکم بجالاتے ہوئے ہاتھ سیدھے کیئے تو لکڑی کی بنی سوٹی سے مجھے دس سوٹیاں ماری گئیں۔ میری چیخیں جو درد کی وجہ سے نکلیں تھیں پیر سائیں کا دل موم نہیں کر سکی تھیں۔ درد کی شدت سے میرے ہاتھوں نے حرکت کرنا چھوڑ دیا تھا۔ بڑی مشکل سے اپنے آنسوؤں کو ضبط کرنے میں کامیاب ہوئی تھی۔ سبق جو اچھی طرح سے یاد نہیں رہا تھا اس کی سزا الگ سے ملی تھی۔ میں نے ادھر اُدھر نگاہ دوڑائی کاشی مسجد میں نظر نہیں آ رہا تھا، شاید پیر سائیں نے اسے کہیں پہ کام کے لئے بھیج دیا تھا۔

آنسو بن کے ٹپک رہی ہے آنکھوں سے رخسار تک
کسی کی یاد اتنا رلائے گی کبھی سوچا نہ تھا

میں سوچ رہی تھی کہ کاش کاشی میری سزا کے وقت موجود ہوتا تو دیکھتا کہ اس کے جھوٹ کی وجہ سے مجھے کتنی اذیت سے دوچار ہونا پڑا ہے۔ چھٹی ہوئی تو سبھی بچے اور بچیاں اپنے اپنے گھروں کو روانہ ہو گئے۔ میں نے اپنے گھر کی چار دیواری عبور نہیں کی تھی کہ کہیں سے کاشی پیر سائیں کی گھوڑی کے لئے چارہ لیتے ہوئے ٹکرایا۔ اور بولا۔ چھٹی ہو گئی ہے رانی! میں نے ناراضگی کے عالم میں سر کو اثبات میں ہلا کر جواب دیا۔ ہاں۔ چھ سات کلوگرام کا سر ہلا رہی ہو لیکن آدھ چھٹانک کی زبان نہیں استعمال کر رہی۔ اس نے مذاق کے انداز میں پوچھا۔ مگر تم کو اس سے کیا...... میں نے شکوے بھرے الفاظ میں مزید کہا۔ کاشی! آج تم نے میرے ساتھ اچھا نہیں کیا، جھوٹ بول کر جو سزا دلوائی ہے ناں پیر سائیں سے یاد رکھنا۔ اف ہو، میں نے تو ایسے ہی کہہ دیا تھا کہ نکے پیر سائیں آئے ہیں۔ وہ بھی اس لئے کہ تمہارے ساتھ دو لڑکیاں اور مسجد کے لئے جو آ رہی تھیں۔ تجھے پیر سائیں نے مارا ہے کیا؟ بے قراری کے عالم میں وضاحت کے بعد مجھ سے پوچھا۔ ہاں مارا ہے۔ یہ دیکھو میرے ہاتھ۔ میں نے رو دینے والے انداز میں اپنے

ورم زدہ لال ہاتھ اس کے آگے کر دیئے۔ یہ تو بہت برا ہوا رانی۔ معافی چاہتا ہوں کہ میری وجہ سے تجھے سخت مار کھانا پڑی۔ میرے دونوں ہاتھوں کو اپنے ہاتھوں میں لے کر اپنائیت بھرے انداز میں کہا اور دیکھتے ہی دیکھتے اگلے لمحے اپنے دونوں ہاتھ ہماری چار دیواری والے بڑے گیٹ کے ساتھ کی پکی اینٹوں پر زور زور سے مارنے لگا۔ تکلیف تیرے ہاتھوں کو میری وجہ سے پہنچی ہے تو سلامت میرے ہاتھ بھی نہیں رہنے چاہئیں۔ نہیں ایسا نہیں کرو کاشی۔ جو اس قدر اپنے ہاتھوں کو اذیت میں مبتلا کر رہے ہو جو ہوا سو گزر گیا۔ بہت افسوس ہے ایسا بھی کیا کرتے ہیں بھلا۔ شدت احساس سے آگے بڑھ کر میں نے اسے روکتے ہوئے کہا۔ کاشی کے ایک ہاتھ سے خون رسنے لگا تھا۔ شاید نوکیلی اینٹ کا کچھ حصہ اس کے دائیں ہاتھ کی ہڈی کو توڑ کر اندر پیوست ہو گیا تھا۔ زخم اور شدت کرب کاشی کے چہرے سے عیاں ہو رہا تھا جیسے وہ اپنی تسکین سمجھ رہا تھا۔ کس قدر محبت کرتا تھا کاشی مجھ سے۔ میرے ہاتھ تو بہت جلد ٹھیک ہو گئے تھے مگر اس کے ہاتھ پر کئی دنوں تک مرہم پٹی لگی دیکھی تھی میں نے۔

مسجد سے فارغ ہونے کے بعد ناشتہ وغیرہ کر کے قریبی تین کلومیٹر کے فاصلے پر ہائی سکول پڑھنے چلے جاتے۔ میرا سکول پہلے آتا تھا، واپسی پر ہم دونوں اکٹھے ہی گھر آتے تھے۔ بستی کی سبھی لڑکیوں سے میں منفرد مزاج کی تھی جس کا زیادہ تر اٹھنا بیٹھنا کھانا پینا اور پڑھنا لکھنا سب کاشی کے ساتھ ہی ہوتا تھا۔ اپنی اس خوشگوار و پر کیف زندگی میں میں بے حد خوش و خرم تھی۔ ابھی میں نویں جماعت میں تھی کہ امی نے حکم صادر کر دیا کہ اب تم جوان ہو گئی ہو آج کے بعد تیرا سکول جانا بند۔ میں نے بہت کوشش کی تھی کہ کسی طرح اپنی تعلیم جاری رکھ سکوں مگر میری تمام کوششیں اور اپیلیں ناکام ہو گئیں۔ مجھے معلوم تھا امی کے حکم کے پس پردہ ابو جی کا فرمان تھا اور یہ فرمان کسی صورت نہیں زائل ہو سکتا تھا۔ ابو اصول کے پابند اور مزاج کے پکے تھے۔ اپنی اسی مستقل مزاجی کے نام سے صرف برادری ہی میں نہیں پورے علاقے میں معروف تھے۔ سکول ڈیوٹی میں بھی ایماندار، محنتی اور فرض شناس جانے پہچانے جاتے تھے۔ کسی کو یہ جرأت نہیں تھی کہ وہ ابو کے سامنے اپنی من مانی کر سکے۔ مگر یہ میری خوش بختی تھی کہ میں نے امی کے ذریعے ابو سے یہ بات منوائی تھی۔ گھر میں ہی میٹرک کی تیاری کاشی کے تعاون سے جاری رکھ سکی تھی۔ کاشی نے ہر طرح سے میری راہنمائی کی تھی۔ اس نے میٹرک کرنے کے بعد قریبی بیس کلومیٹر دور ایک شہر کے کالج میں داخلہ لے لیا تھا۔ ہفتہ پندرہ دن بعد گھر آتے ہی میٹرک کی تیاری میں میرے ساتھ ساتھ رہتا۔ ایک سچے دوست اور مخلص ساتھی کی حیثیت سے۔ اپنے محبوب کی قربت کے لمحات بھی کیا خوب ہوتے ہیں، اس کا اندازہ مجھے ان دنوں ہوا تھا۔ اگست کا مہینہ تھا، آسمان پر گھرے بادل چھائے ہوئے تھے جو برسنے کے لئے بے تاب نظر آ رہے تھے۔ امی کہیں گئی ہوئی تھیں میں برآمدے میں بیٹھی پڑھائی میں کاشی سے گائیڈ لے رہی تھی۔ بارش برسنے لگی تھی۔ میں باہر تندور پر کوئی چیز ڈھانپنے کے لئے گئی تاکہ تندور گیلا ہونے پر خراب نہ ہو جائے۔ بارش میں اچانک تیزی آ گئی تھی، دوڑتی ہوئی برآمدے کے قریب پہنچی تو پاؤں پھسلنے پر لڑکھڑا سی گئی۔ گرنے ہی والی تھی کہ بھاگ کر کاشی نے مجھے تھام لیا۔ میری طرح اس کے کپڑے بھی بھیگ گئے تھے زندگی میں پہلی مرتبہ ہم ایک دوسرے کے قریب ہوئے تھے۔ ہماری سانسوں میں آج تک وہ حنا کی خوشبو مہک رہی ہے لبوں سے نغمے مچل رہے ہیں، نظر سے مستی چھلک رہی ہے

کاشی کالج سے جب تک گھر نہ آتا ہر لمحہ اس کی یاد میں تڑپتے ہوئے گزرتا۔ مجھے ایسے لگتا جیسے میرا جینا، مرنا اسی کے لئے وقف ہے۔ اس کے بغیر زندگی بے معنی اور فضول سی لگتی۔ چلتے پھرتے، اٹھتے بیٹھتے، سوتے جاگتے ہر جگہ ہر پل کاشی کا خیال دل و دماغ پر حاوی رہتا۔ ہر لمحہ اسی کے خیالوں میں کھوئی رہتی۔ اسی کے بارے سوچتی رہتی۔ فضاؤں میں خلاؤں میں پھولوں میں آبشاروں میں کاشی کا عکس دکھائی دیتا اور میری زندگی بھی تو کاشی کے نام سے منسوب ہو گئی تھی۔ اس کے ساتھ تادم زیست ساتھ ساتھ جینے اور مرنے کے عہد و پیمان ہوئے تھے۔ اس کے ہوتے ہوئے زندگی سہانی محسوس ہوتی تھی اور اس کے برعکس اس کے بغیر زندگی بے کیف و بے معنی اور بوجھ سی لگتی۔ کبھی سوچتی اگر کاشی میری زندگی میں نہ آس کا تو پھر میرا کیا بنے گا۔ کیسے اس کے بنا تنہا جی سکوں گی۔ جب کاشی مجھے ملتا تو کبھی گلے شکوے دہراتی، اپنی محبت کا اظہار کرتی اور جب میں ناراض ہو کر کہتی۔ کاشی! تم خود غرض ہو، سنگدل ہو، تمہیں میری محبت کا ذرہ بھر بھی احساس نہیں۔ تمہارے بغیر زندگی کا ہر پل صدیوں جیسا بھاری معلوم ہوتا ہے۔ کیوں اتنا تڑپاتے ہو مجھے۔ کم از کم پندرہ دن بعد تو گھر آ جایا کرو۔ کاشی کا جواب ہوتا۔ امتحان سر پر ہیں اسی لئے آنے میں تاخیر ہو جاتی ہے ورنہ تم کیا سمجھتی ہو رانی کہ میں وہاں خوش رہتا ہوں تمہارے بغیر۔ کہیں بھی دل نہیں لگتا میرا ہر جگہ۔ ہر لمحہ تمہاری ہی محبت میں مستغرق رہتا ہوں، بس گنتی کے چند روز باقی ہیں۔ امتحان سے فارغ ہوتے ہی تجھے مانگنے کے لئے اپنے والدین کو تمہارے گھر بھیجوں گا تم میری عزت بن کر میرے گھر آ جاؤ گی تو میرا گھر خوبصورت اور جنت کا ٹکڑا دکھائی دے گا۔ زندگی حسین اور پرسکون ہو جائے گی۔ چاہت و پیار بھرے پر کیف لمحات سے مزین دلکش نظارے ہوں گے۔ ہر سمت بہاریں ہی بہاریں رقص کرتی نظر آئیں گی۔ خلوص و محبت پر مشتمل کاشی کے الفاظ میری روح میں سرایت کر جاتے۔ خوشی کے مارے میرے قدم زمین پر کہیں ٹکتے تھے۔ خود کو دنیا کی خوش بخت لڑکی تصور کرتی۔ ایسے لگتا تھا جیسے خداوند کریم نے کائنات ہمارے لئے تخلیق کی ہو۔ خوابوں، خیالوں اور انہی سرشار کر دینے والی سوچوں میں کاشی کے ساتھ ہواؤں میں اڑتا محسوس کرتی۔

کیوں تو اچھا لگتا ہے، وقت ملا تو سوچیں گے
تجھ میں ایسا کیا دیکھا ہے، وقت ملا تو سوچیں گے
موسم، خوشبو، باد صبا، چاند، شفق اور تاروں میں
کون تمہارے جیسا ہے، وقت ملا تو سوچیں گے

اور کبھی سوچتی کہ محبت ایک دلفریب جذبے کا نام ہے۔ دل کی گہرائیوں میں جنم لینے والا یہ مدھر نغمہ جب لبوں کے ساز سے ہم آہنگ ہوتا ہے تو من کا سارا موسم اس کی لے کے تاروں پر رقص کرتا ہے۔ اس سے زندگی کا وجود قائم ہے۔ محبت کے بغیر انسان کا ہر جذبہ بیکار ہے۔ اپنے اندر انسان سچی محبت کا جذبہ رکھے تو امر ہے۔ محبت میں اظہار اور عمل کا اپنا ایک خاص حسن ہے۔

زندگی کے شب و روز انتہائی مسرت آمیز اور مسرور کن گزر رہے تھے۔ اللہ کے کرم، میری محنت اور کاشی کے تعاون سے میں نے میٹرک بہترین نمبروں سے پاس کر لی تھی۔ اپنی اس کامیابی پر دلی خوشی اور ذہنی سکون ملا تھا۔ اللہ کے حضور سجدے میں گر گئی۔ شکرانے کے نفل ادا کرنے کے بعد کاشی اور اپنی کامیابی زندگی کے لئے دعائیں مانگیں کہ اے اللہ تو دلوں کے راز بہتر جانتا ہے کاشی اور میں ایک دوسرے کو دل و جان سے چاہتے ہیں، ہمیں ایک کر دینا۔ اے مالک میری اس اپیل کی شنوائی کرنا۔ مگر کہاں، ہمارے مقدر میں ایک ہونا کب لکھا تھا۔ ہم نے جو چاہا یا جو سمجھا تھا، معاملہ اس کے برعکس نکلا تھا۔ ہماری محبت ظالم سماج کے نام نہاد اصولوں کی بھینٹ چڑھ گئی تھی۔ ہمارا پیار جل کر راکھ کا ایک ڈھیر بن گیا تھا۔ ہم نے جو ایک دوسرے کے ساتھ زندگی گزارنے کے خواب دیکھے تھے وہ ادھورے رہ گئے تھے۔ ہمارے ارمانوں کے تاج محل زمین بوس ہو کر اپنے نام و نشان کے ساتھ دفن ہو گئے تھے اور ہم اپنی اپنی جگہوں پر اپنی ناکام محبت کا ماتم کرتے رہ گئے تھے۔

سزا بن جاتی ہیں گزرے وقت کی یادیں اکثر
نجانے کیوں چھوڑ جانے کے لئے مہربان ہوتے ہیں لوگ

کاشی کے والد جنہیں میں خالو کہتی تھی، ان کے اور میرے ابو کے درمیان زمین کے معاملہ میں خاصی تو

تو اور میں میں ہوگئی۔ ایک ہی خاندان سے تعلق رکھنے اور آپس میں گہری رشتہ داری ہونے کے باوجود ابو اور خالو کے درمیان علیحدگی ہوگئی۔ اس نفرت و حقارت بھری جنگ نے جہاں دو بھائیوں کو جدا کر دیا وہاں کاشی اور میری محبت کو بھی اپنی لپیٹ میں لے لیا تھا۔

یاد رکھو تو دل کے پاس ہیں ہم
بھول جاؤ تو فاصلے ہیں بہت

میری حالت بیماروں جیسی ہوگئی تھی۔ کھانا پینا برائے نام اور زندہ رہنا ایک عذاب سا بن گیا تھا۔ کوئی چیز اچھی نہیں لگتی تھی نہ کہیں دل کو قرار آتا تھا۔ ہر پل اداس گزرتا تھا۔ زندگی کی ساری رعنائیاں مایوسی میں بدل گئی تھیں۔ انسان اگر خوش ہو تو اداس چیز بھی اسے خوبصورت اور پرکیف نظر آتی ہے۔ اس کے برعکس اگر انسان کے اندر کا موسم غم زدہ ہو تو ہنستی مسکراتی کائنات کا رنگ اسے پھیکا اور ماحول سوگوار سا نظر آتا ہے۔ زندگی کی اسی کیفیت کو محسوس کرتا وہی لوگ جانتے ہیں جو اس سے گزر رہے ہوں۔ شاید ناصر کاظمی نے اسی لئے تو کیا خوب منظر کشی کی ہے کہ

دل تو اپنا اداس ہے ناصر!
شہر کیوں سائیں سائیں کرتا ہے

اسی طرح قدرت کے حسین مناظر مجھے نوحہ کناں محسوس ہوتے نظر آتے تھے۔ سن افسردہ آنکھیں پرنم اور دماغ پریشان سے ہو گئے تھے۔ مختلف قسم کی سوچیں اور خیالات مجھے گھیرے رہتے۔ ہر وقت کی ذہنی ٹینشن اور ڈپریشن دل و دماغ پر سوار رہتی۔ اسی مذکورہ کشمکش میں وقت گزرنے لگا۔

خاصے دن گزر گئے تھے کاشی سے ملاقات نہیں ہوئی تھی، دل اس کی یاد میں دکھی تھا۔ کبھی سوچتی کاشی بھی تو میری طرح پریشان ہوگا خالو سے ان کی زیادتی کا احتجاج کیا ہوگا، ناکام ہونے پر دل کو روگ لگا لیا ہو گا۔ پھر خیال ذہن میں آتا جھگڑے وغیرہ تو ہمارے بزرگوں کے درمیان ہوئے تھے ہمارا اس میں تو کوئی قصور نہیں تھا، ہمارا ملن کیوں متاثر ہوا تھا۔ اسی تناظر میں کاشی تو ہمارے گھر آ سکتا تھا اپنی من موہنی شکل دکھا کر پیاسے دلوں کو تو میٹھے بولوں سے سیراب کیا جا سکتا تھا۔ پھر یہ خیال آتے ہی ٹھنڈی آہیں بھر کر صبر کر لیتی کہ شاید وہ بھی اپنے بڑوں کے سامنے مجبور و بے بس ہو گا، آنے والے سہانے وقت کے انتظار میں خود کو حالات کے دھارے پر چھوڑ دیا ہو گا۔ ہماری بستی میں ایک رشتہ دار کی شادی تھی، دل بے قرار کو کچھ تسلی ہوئی تھی کہ رشتہ دار ہونے کی وجہ سے کاشی اہل خانہ سمیت اس شادی کی تقریب میں ضرور آئے گا اس بہانے اس سے ملاقات متوقع تھی۔ ہم شادی میں شرکت کے لئے تیاری کر رہے تھے کہ ابو جان کا حکم ملا۔ اس شادی میں ہم نہیں جا رہے۔ لہٰذا اس خیال کو دل سے نکال کر گھر کے کام کاج کو جاری رکھو کیونکہ اس شادی میں سلطان اپنی فیملی کے ساتھ آیا ہوا ہے۔ جس تقریب یا جگہ پر سلطان آئے گا میں کسی صورت فیملی کو لے کر وہاں نہیں جاؤں گا۔ میں جانتی تھی ابو جو فیصلہ کر لیں اس پر نظر ثانی نہیں کریں گے۔ اصول کی پاسداری اور ذہنی معمولات سے میں آگاہ تھی۔ ابو نے خالو سلطان کے ہاتھوں اپنے حریف کے سامنے شکست کھائی تھی، غم و غصہ ابو کے ذہن پر تا حال سوار تھا۔ اس معاملے پر امی نے اتنا کہا تو انہیں بھی کھری کھری سنا دی۔ امی نے ابو کو سمجھا دینے والے انداز میں قائل کرنے کی کوشش کی۔ دیکھیں آپ اپنے معاملات پر حق بجانب ہیں۔ سلطان بھائی نے واقعی ہمارے ساتھ اچھا نہیں کیا ہم ان کے ہاں خوشی، غمی میں جائیں گے اور نہ وہ ہمارے ہاں آئیں گے۔ برادری والوں کو پابندی نہ لگائیں، وہ تو ہر کسی کے تعلق دار ہیں۔ اس طرح تو مزید ہماری رسوائی ہوگی۔ امی نے کسی حد تک درست رائے دی تھی مگر ابو نے ان کی ایک نہ سنی صرف اتنا کہا۔ سبھی کو معلوم ہے زیادتی کس کی ہے جو میرے ساتھ مخلص نہیں رہ سکتا کسی اور کا کیسے ہو سکتا ہے۔ میرا ضمیر مطمئن ہے جو بھی پروگرام یا جو بھی کچھ ہوگا برادری میں یا کہیں اور ہم اس میں رہیں گے یا وہ لہٰذا آئندہ سوچ سمجھ کر رہنا ہے بس۔ ابو بھی اپنی جگہ

حق بجانب تھے۔ خالو نے تو کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی سبھی راستے صلح کے یا نرم گوشے کے بند کروا لے تھے۔ ہاں البتہ کاشی کسی طرح خالو کو لے کر ہمارے گھر لے آتے، غلطی تسلیم کرتے شاید گھر آئے دشمن سے بھی برا سلوک نہ کرنے کے طور پر ابو مان جاتے۔ میں نے یہ رائے امی کو دی۔ امی نے میری بات کی تائید کرتے ہوئے آمادگی ظاہر کی کہ وہ کاشی یا اس کی ماں سے یہ بات منوائیں گی۔ شادی والوں کو ہماری صورت حال کا علم ہوا کہ ہم لوگ شادی پر نہیں آ رہے تو چند معززین برادری کو لے کر شام کو ہمارے گھر ابو کو لینے آ گئے۔ ابو نے اپنے تحفظات پیش کئے مگر کوئی صورت ایسی نظر نہ آئی کہ ابو کو راضی کیا جا سکے۔ ایک شرط پر ہم آنے کے لئے تیار ہیں۔ سلطان کو شادی سے نکال دیں ورنہ کسی بھی صورت ہم نہیں آ رہے۔ چلو آئندہ ہم ایسا ہی کریں گے۔ سلطان سے ہمارے رابطے ختم سمجھیں۔ اس وقت وہ ہمارے گھر آئے بیٹھے ہیں کسی صورت ہمیں زیب نہیں دیتا کہ گھٹیا قسم کا سلوک کریں اس طرح تو کوئی اپنے دشمنوں کے ساتھ بھی نہیں کرتا۔ ایک بزرگ نے اپنا مشورہ دیا تو دوسرے نے مذکورہ مشورے کے جواب میں کہا۔ جب سلطان کا کوئی ایسا پروگرام ہوا تو ہم آپ کا ساتھ دیں گے۔ وہ آپ کو منانے آئے گا، سب کے سامنے معافی مانگے گا تو ٹھیک ورنہ وہ اکیلا ہی رہے گا لیکن اس وقت آپ شادی میں چلیں، آگے جو ہوگا سو دیکھا جائے گا۔ بھائیو! آپ کے آنے کا شکریہ مگر میرا ضمیر گوارا نہیں کرتا جہاں سلطان موجود ہو وہاں میں بھی جا بیٹھوں، خدانخواستہ کوئی بھی گڑبڑ ہو سکتی ہے۔ سلطان نے میری خاصی بے عزتی کی ہے بہت رسوائی ہوئی ہے میری۔ اسے سامنے دیکھ کر شاید شیطان کے اکسانے پر.... شادی کا ماحول نہ خراب ہو جائے۔ اس وقت تو نہیں پھر ایسا کوئی موقع آیا تو دیکھا جائے گا۔ ابو نے بات ختم کی تو وہ لوگ مایوس ہو کر چلے گئے۔ رہی سہی امید کاشی سے ملنے کی دم توڑتی ہوئی نظر آئی۔ مگر یہ امید باقی رہی کہ ہو سکتا ہے شادی والے لوگ ہی پنچایت کی شکل میں خالو سلطان کو ہمارے گھر صلح کے لئے لے آئیں۔ شام ڈھلی، رات گزری، دن ہوا مگر کچھ بھی نہ ہوا۔ شادی کے ہنگامے اختتام پذیر ہو گئے تو آس کا آخری دیا بھی بجھ گیا۔

آج بھی تو نہ آیا، شام ڈھلتی رہی
دل سلگتا رہا اور میں جلتی رہی

شادی ختم ہونے کے اگلے روز صبح کے وقت ناشتہ وغیرہ کرنے کے بعد میں گھریلو کام میں مصروف تھی کہ خالہ اور کاشی آ گئے۔ امی دوسرے کمرے میں تھی، خالہ کو سلام کرنے کے بعد کاشی سے سلام دعا کی۔ خالہ امی کے پاس دوسرے کمرے میں چلی گئیں۔ ہم دونوں اکیلے رہ گئے۔

سناؤ کیسی ہو رانی؟ کاشی نے مجھے بغور دیکھتے ہوئے کہا۔ زندہ ہوں، دیکھ نہیں رہے ہو۔ غموں کے سمندر میں ڈبو کر پوچھتے ہو کہ میں کیسی ہوں دکھی لہجے میں عالم بے بسی نمایاں دیکھ کر کاشی لاجواب سا ہو گیا۔ مگر یہ کیا ہوا کاشی تمہیں؟ اس کے ہاتھ پر مرہم پٹی کو لگا دیکھ کر حیرت سے میں نے پوچھا۔ اس نے کوئی جواب نہ دیا۔ عالم بے خودی میں صرف دیکھے جا رہا تھا میں نے دوبارہ پوچھا تو اس نے نفی میں سر ہلاتے ہوئے جواب دیا۔ کچھ نہیں، بس وہی پرانا زخم ہے۔ تو گویا ابھی تک یہ ٹھیک نہیں ہو سکا۔ میں نے بے قرار ہو کر پھر پوچھا۔ میرے دل و دماغ کو ایک جھٹکا سا لگا۔ ہوا تھا اور کئی بار ہوا ہے۔ جب یہ خشک ہونے لگتا ہے تو پھر سے اسے تازہ کر لیتا ہوں خود کو سزا دے کر، تکلیف ہوتی ہے تو تمہاری یاد کے اس لمحے میں کھو جاتا ہوں۔ کیوں کرتے ہو ایسا؟ میں نے رو دینے والے انداز میں پوچھا تو کاشی بولا۔ میری ہی غلطی کی وجہ سے تمہارے نرم و نازک ہاتھ وڈے پیر سائیں کی سوئی کا نشانہ جو بنے تھے۔ میں آج تک خود کو معاف نہیں کر سکا ہوں اور شاید زندگی کی آخری سانسوں تک۔ بس کرو کاشی خدا کے لئے چپ ہو جاؤ ورنہ میرا دل پھٹ جائے گا۔ وعدہ کرو آئندہ ایسا ہرگز نہیں کرو گے۔ میں رو پڑی تھی کاشی

سے کہتے ہوئے۔ ٹھیک ہے تم اگر میری زندگی کا قیمتی اثاثہ ختم کر دینا چاہتی ہو تو میں آئندہ ایسا نہیں کروں گا۔ حالانکہ میں نے سوچ کے تہیہ کر رکھا تھا کہ جب تک تم مجھے ہمیشہ کے لئے مل نہیں جاتیں میں یہ کام جاری رکھوں گا۔ کاشی سرِ تسلیم خم کر دینے والے انداز میں بولا۔ دیکھو، کاشی! یہ جذباتی وابستگی کا دوسرا نام ہے۔ جو تم کر رہے ہو تم عملی طور پر اپنی سوچ اور ذہن سے کام لے سکے ہو۔ خالو کی بہت بڑی زیادتی ہے جسے وہ کسی صورت تسلیم نہیں کر رہے۔ تم انہیں احساس دلا کر اوب کے ہاں سے آ کر معاملات سنوار سکنے میں اپنا کردار ادا کر سکتے ہو۔ تم اگر اپنی محبت کو اپنی زندگی میں مستقل شامل کرنا چاہتے ہو تو اپنے والد یعنی خالو کو قائل کرو۔ کسی بھی طرح ان کے درمیان صلح کی کوشش کرو۔ اپنا حق جتلاؤ۔ منت سماجت کرو، چاہے انفرادی یا اجتماعی طور پر۔ میرے خیال میں تم خالہ کو بھی اپنے مشن میں شامل کر لو تو امید ہے ابو اور خالو کے درمیان صلح نامہ ہو کر ہمارے ملاپ کی کوئی عملی صورت وجود میں آ جائے۔ میں نے لیکچر سا دے ڈالا تھا۔ جسے امی اور خالہ بھی سنتے ہوئے آ گئی تھیں۔ امی نے میری تائید کی تو انہوں نے آمادگی ظاہر کی کہ وہ بہت جلد ایسا ہی کرنے میں اپنی کوششیں تیز کر دیں گے۔ ادھر امی نے بھی اپنی طرف سے تعاون کا یقین دلایا کہ وہ بھی ہر ممکن ثالثی کا کردار ادا کرنے میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھیں گی۔ وہ لوگ چلے گئے تو ہم نے سکھ کا سانس لیا کیونکہ ہمیں خدشہ کھائے جا رہا تھا کہ اگر ان کے ہوتے ہوئے ابو آ جاتے تو پتہ نہیں کیا سے کیا ہو جاتا۔ اللہ کا شکر کہ ابو باہر نہیں گئے ہوئے تھے ورنہ خالہ اور کاشی سے نامعلوم کیا سلوک کرتے۔

میرے دل کی دھڑکنوں پھر تیرا پیار کم نہ ہو گا
میں بھول جاؤں تجھ کو یہ بھی ستم نہ ہو گا

کافی دن خاموشی سے گزر گئے تھے، زندگی میں ایک ٹھہراؤ سا آ گیا تھا۔ کوئی مثبت صورت واضح نظر نہیں آ رہی تھی، دل ہی دل میں اللہ سے دعائیں کرتی رہتی۔ اے اللہ کسی طرح ابو اور خالو کے دلوں میں ایک دوسرے کی محبت ڈال دے نفرت و رنجش کی جگہ، پہلے والی چاہت و اپنائیت پیدا کر دے اور ہم دونوں یعنی کاشی اور مجھے ہمیشہ کے لئے ایک کر دے۔ جہاں کوئی دکھ یا پریشانی نہ ہو بلکہ خوشیاں اور سکھ ہوں، ایک دوسرے کا ساتھ نصیب ہو، محبت ہو پیار ہو۔ مگر دعائیں تو قسمت والوں کی قبول ہوتی ہیں دل کی مرادیں ہر کسی کو نصیب نہیں ہوتیں۔

کسی کے ایک آنسو سے ہزاروں دل تڑپتے ہیں
کسی کا عمر بھر رونا یونہی بے کار جاتا ہے

گرمیوں کی ایک تپتی ہوئی دوپہر تھی، میں کھانا تیار کر رہی تھی۔ امی اور ابو باہر برآمدے کے ساتھ آم کے درخت کے نیچے بیٹھے باتیں کر رہے تھے۔ خالہ اور خالو برادری کے چند معززین کے ساتھ ہمارے گھر آ گئے۔ میرے دل کی دھڑکن پتہ نہیں کیوں تیز ہو گئی تھی۔ خوشی کی وجہ سے یا پھر خدانخواستہ معاملات مزید بگڑ جانے کے اندیشے سے کیونکہ مجھے ابو کے مزاج اور نفسیات کا علم تھا۔ تاہم دل ہی دل میں معاملات سلجھ جانے کی اللہ سے دعائیں مانگتی رہی۔ پانی وغیرہ تو پلا دو رانی بیٹی! سخت پیاس لگی ہے۔ خالو نے مجھے مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ جی اچھا۔ میں نے احترام اور اپنائیت سے جواب دیا۔ امی نے مشروب بنانے کا کہا اور ابو کے ساتھ آہستہ آہستہ آواز کے ساتھ کچھ کہنے لگیں۔ شاید ابو کو وقت و حالات کی نزاکت کا احساس دلا رہی تھیں کہ آج کوئی غصہ یا جھگڑے والا تاثر نہیں دینا۔ ویسے بھی گھر آئے مہمان کی عزت کی جاتی ہے مہمان اپنا ہو یا کوئی دوسرا۔ تم اپنی باتیں اپنے پاس رکھو میں سب سمجھتا ہوں کہ ان مہمانوں سے کیسے بات کرنی ہے۔ دوسرا یہ مہمان بھی نہیں یہیں کے رہنے والے ہیں۔ ابو نے امی کی بات کو کاٹتے ہوئے قدرے نیچے میں کہا۔ اف خدایا! تو رحیم و کریم ہے ابو کے دل میں نرم گوشہ ڈال دے۔ میں نے دل میں دعا کی۔ مشروب وغیرہ میں نے ان لوگوں کے سامنے ٹیبل پر رکھ دیا۔ مشروب باری باری سبھی پینے لگے۔ خیر و عافیت وغیرہ پوچھنے کے بعد خالو کے ساتھ آئے ہوئے ایک بزرگ نے ابو کے سامنے اپنے آنے کا مقصد بیان کرتے ہوئے کہا۔ ماسٹر صاحب! ہم سب آپ کے پاس ایک امید لے کر آئے ہیں۔ سلطان احمد سے آپ ناراض ہیں۔ سلطان اپنی تمام غلطیوں اور زیادتیوں کی معافی مانگنے اور صلح کرنے آپ کے گھر ہمیں لے کر آیا ہے۔ لہٰذا آپ سلطان کو صدقِ دل سے معاف کر دیں۔ دوسرا یہ کہ سلطان اپنے بیٹے کاشی کے لئے آپ کی بیٹی رانی کا رشتہ بھی مانگنے آئے ہیں۔ دوسرے بزرگ ساتھی نے اس کے ساتھ اپنا مدعا بیان کرتے ہوئے کہا۔ ماسٹر صاحب! معاف کر دینے والوں کو خدا بہت پسند کرتا ہے، سلطان ویسے بھی آپ کا اپنا ہے۔ ہم اس نیک کام کی غرض سے آپ کے ہاں آئے ہیں۔ سلطان اپنے کئے پر شرمندہ ہے اور آئندہ کے لئے رشتوں کے بندھن میں اپنی زیادتیوں کا ازالہ کرے گا۔ تیسرے بزرگ ساتھی نے خالو کو اشارہ کیا کہ سلطان اٹھو اور ماسٹر صاحب سے معافی مانگو اور آئندہ بھائی بھائی بن کر رہنا۔ خالو اپنی جگہ سے اٹھ کر ہاتھ جوڑتے ہوئے ابو کے پاس جانے ہی والے تھے کہ ابو بول اٹھے۔ نہیں نہیں اب اس کی ضرورت نہیں سلطان احمد! میرے گھر آ گئے ہو یہ بڑی بات ہے۔ ہاتھ جوڑ کر پاؤں پڑنے کا میں قائل نہیں۔ میں تمہیں معاف کرتا ہوں مگر اپنی بیٹی رانی کا رشتہ میں نہیں دے سکتا۔ میں جہاں چاہوں گا اس کی بہتری کا سوچ کر کروں گا۔ لہٰذا آپ سب بھی مجھے اس کا پابند نہ کریں۔ معذرت کے طور پر ابو نے بات ختم کر دی۔ چلو ٹھیک ہے، آپ بہتر سمجھ سکتے ہیں۔ رشتے کے معاملے میں ہم بعض نہیں ہیں۔ پہلے والے بزرگ نے کہا تو دوسرے نے بھی اپنی رائے کے انداز میں ابو سے کہا۔ اگر سلطان کی اچھائیاں ہوں گی، ان کے رویے اچھے ہوں گے تو آپ کے دل میں بھی عزت بڑھے گی ہو سکتا ہے آگے چل کر آپ دونوں راضی ہو جائیں، رشتے کے معاملے میں متفق ہو جائیں۔ یہ احسان کیا کم ہے کہ آپ نے ہمارے آنے کا بھرم رکھ لیا ہے۔ کھانا وغیرہ کھا کر سب لوگ چلے گئے۔ وقتِ رخصت امی نے خالہ سے کہا۔ صلح ہو گئی ہے اب ان شاء اللہ کاشی اور رانی کے رشتے کی بات بھی پکی ہو جائے گی۔ میں ماسٹر صاحب کو کچھ روز بعد قائل کرنے کی کوشش کروں گی۔ اس کے بعد آپ کو پیغام بھجوا دوں گی۔ آپ کے آنے میں سارا کام ٹھیک ہو جائے گا۔ آپ بے فکر رہیں۔ ٹھیک ہے، آپ اپنی طرف سے کوششیں جاری رکھنا، مناسب وقت میں ہم دوبارہ آئیں گے، خدا حافظ۔ خالہ نے اجازت لیتے ہوئے امی سے کہا۔ صلح کی خوشی نے میری امیدوں کو سہارا دے دیا تھا مگر پھر ابو کی سخت مزاجی اور اصول پسندی کے تاثر سے ساری امیدیں دم توڑتی نظر آئی تھیں۔ تاہم خوشی و غمی کی ملی جلی کیفیت نے میرے اندر ایک عجیب سی بے قراری پیدا کر دی تھی۔

کبھی کبھی تو رو پڑتی ہیں یونہی آنکھیں
اداس ہونے کا کوئی سبب نہیں ہوتا
اور میں اپنے دل کو یہ کیسے سمجھاؤں
کہ کسی کو چاہنے سے کوئی اپنا نہیں ہوتا

ایک روز صبح کے وقت امی اور ابو کی بحث سننے میں آئی، امی کہہ رہی تھیں۔ رانی اور کاشی ایک دوسرے کو چاہتے اور پسند کرتے ہیں اس میں حرج ہی کیا ہے جو۔۔۔ کیوں کرتے ہیں ایسا، اسی لئے کہ ہم نے ایک دوسرے کے ہاں آنے جانے میں آزادی دے رکھی ہے اسی لئے کہ ہم نے رانی پر اعتماد کیا ہے، پڑھایا لکھایا ہے۔ ابو امی کو لاجواب کرنے پر تلے ہوئے تھے۔ اس میں احسان کرنے والی بھی کوئی بات نہیں۔ والدین اپنی اولاد کے لئے ایسا ہی کرتے ہیں۔ ہم نے فرض سمجھ کر اگر ایسا کیا ہے تو کوئی معرکہ سرانجام نہیں دیا۔ رہی بات اعتماد کی تو رانی نے ہمارے اعتماد کو ٹھیس بھی تو نہیں پہنچائی۔ زندگی اس نے گزارنی ہے، جہاں وہ خوش رہے ہمیں کیا اعتراض ہو سکتا ہے۔ کسی کو پسند کرنا کوئی برائی اور گناہ تو نہیں۔ امی بھی کہاں ہار ماننے والی تھیں۔ امی نے ہر ممکن ہر طریقہ آزمانے کی کوشش کی تھی مگر ابو

کسی صورت نہیں مانے تھے۔ میں بہتر سوچ سکتا ہوں رانی کے لئے، اس سے بھی اچھا رشتہ ڈھونڈ کر طے کروں گا جہاں میرا دل اور ضمیر دونوں مطمئن ہوں ...نے۔ اس کے لئے آپ کی بھی رائے شامل ہوگی اور ...بھی ان لوگوں نے ہمارے ساتھ بہت زیادتیاں کی ...۔ ابو نے دل کی بات زبان پر لے آئی تو امی نے ...ے میں کہا۔ زیادتیاں کی ہیں تو معافی بھی تو مانگ چکے ہیں۔ اس کا مقصد ہے آپ نے دل سے معاف نہیں کیا۔ کر چکا ہوں معاف مگر سلطان اپنی مرضی سے نہیں آیا تھا، نہ دلی طور پر شرمندہ ہو کر آیا تھا، رانی کا رشتہ لینے کے مقصد سے آیا تھا۔ یوں سمجھو سلطان آیا نہیں بلکہ لایا گیا تھا ایک پلاننگ کے تحت۔ اگر اپنی زیادتیوں کی معافی مانگنا مقصود ہوتا تو اس وقت رشتے کی بات زبان پر نہ لاتا۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ بغیر سوچے سمجھے ہم فوراً رانی کا رشتہ ان کو دے دیں۔ دیکھیں، آپس میں اس طرح کے معاملے ہو جاتے ہیں۔ صلح ہونے پر پھر کیوں منفی سوچیں، ہمیں اپنی اولاد کے لئے سوچنا ہے۔ اولاد ہی کی خاطر بہتر کرنا اور مثبت کردار ادا کرنا ہے۔ ہماری مرضی سے اولاد کی خوشیاں اور مستقبل متاثر ہو سکتے ہیں۔ کاشی پڑھا لکھا نوجوان ہے، خوبصورت اور سمجھدار ہے، سب سے بڑھ کر ہمارا اپنا ہے۔ امی نے بات ختم کرتے ہوئے دلی پیش کی مگر ابو پر ذرہ بھر بھی اثر نہ ہوا۔ مجھے لیکچر دینے کی ضرورت نہیں، ہماری صلح کو رانی کے رشتے سے مشروط نہ کرو۔ میں نے جو کہہ دیا ہے لہٰذا مزید کچھ کہنے کی ضرورت نہیں۔ مگر ماسٹر صاحب ..... امی نے مزید کچھ کہنا چاہا تو ابو سخت لہجے میں بول اٹھے اور یہ کہہ کر چلے گئے کہ اپنے مشورے اپنے پاس رکھو۔ اگر کسی نے میرے خلاف کوئی سازش یا اپنی من مانی کرنے کی کوشش کی تو مجھ سے برا کوئی نہ ہوگا۔ ابو نے گویا حتمی طور پر اپنا فیصلہ دھمکی کے انداز میں سنا دیا تو میرے اندر جو سپنوں کا تاج محل بنا تھا چکنا چور ہو گیا۔ شدت کرب سے میں نے اپنا ہونٹ دانت کے ذریعے کاٹ لیا تھا جس سے آگ و خون کی ہولی میرے وجود میں برپا ہو گئی تھی۔ جی چاہا کہ اپنا سر پھوڑ دوں یا اپنی زندگی کا خاتمہ کر دوں۔

میری کشتی کا اب خدا حافظ
غم کے ریلے ہیں، اس کہانی میں

میں کسی نتیجے پہ نہیں پہنچی تھی امی جان میرے کمرے میں خود کو گھسیٹتے ہوئے داخل ہوئیں۔ میری کیفیت کو سمجھتے ہوئے کہ میں نے سب کچھ میاں بیوی کی بحث اور گفتگو کو سن لیا ہے۔ میرے ساتھ چارپائی پر بیٹھ گئیں اور میرے شانے پر اپنا دایاں ہاتھ رکھتے ہوئے کچھ کہنے کے لئے لب ہلائے۔ رانی بیٹی! جی امی! کہتے ہوئے میں نے امی کی طرف دیکھا ان کے چہرے پر مایوسی کے آثار نمایاں تھے۔ میں گلے لگ کر پھوٹ پھوٹ کر رو پڑی کئی لمحے یونہی گزر گئے۔ روتے روتے میری ہچکی بندھ گئی۔ رانی بیٹی! میں نے تو ہر طرح سے تمہارے ابو سے بات منوانے کی کوشش کی مگر وہ تو کچھ سننے کے لئے تیار بھی نہیں نظر آتے۔ امی! میں نے ایسا کیا جرم کیا ہے جس کی مجھے سزا دی جا رہی ہے، کاشی کو پسند کیا ہے، کوئی گناہ تو نہیں کیا۔ میں مر جاؤں گی مگر کسی اور کے ساتھ شادی نہیں کروں گی۔ سسکتے ہوئے میں امی سے کہے جا رہی تھی۔ نہیں، رانی بیٹی ایسا نہیں کہتے، حوصلہ رکھو، اللہ بہتری کرے گا۔ امی مجھے حوصلہ دیئے جا رہی تھیں اسی کشمکش میں کافی دیر گزر گئی۔ باہر دروازے پر دستک ہونے پر امی اٹھ گئیں۔ تھوڑی دیر بعد واپس آئیں تو کافی گھبرائی ہوئی پریشان لگ رہی تھیں۔ میرے پوچھنے پر امی نے بتایا کہ ماسٹر صاحب، تیرے ابو کو دل کا دورہ پڑا ہے۔ بستی والے انہیں قریبی ایک پرائیویٹ ڈاکٹر کے پاس اٹھا کر لے گئے ہیں۔ یا اللہ خیر۔ میرے منہ سے دعائیں کلمات نکلے۔ امی نے کچھ کپڑے ابو کے زیر استعمال والے، کچھ رقم اور بستر وغیرہ اٹھایا اور باہر موٹر سائیکل پر کھڑے ابو کے ایک شاگرد کے ساتھ اس کے پیچھے بیٹھ کر مجھے کچھ نصیحتیں کر کے ابو کے پاس چلی گئیں۔ یعنی میں گھر رہوں۔ پریشان نہ ہوں اللہ تعالیٰ سے ابو کی صحت یابی کے لئے دعا کروں۔ کسی تسلی بخش

صورت حال کے پیش نظر جلد ہی لوٹ آ جائیں گے۔ کچھ دیر پہلے جہاں میں ابو کے سخت رویے پر ناراض ہو کر روہانسو ہو رہی تھی۔ اب ابو کے بارے تکلیف کا سن کر بے حد پریشان ہو گئی تھی۔ باوضو ہو کر اللہ کے حضور سجدے میں گر کر دعائیں مانگنے لگی۔ اے خداوند کریم! تو جانتا ہے، ابو کے بغیر ہمارا کوئی نہیں، انہیں جلد صحت یاب کر کے نئی زندگی دے دے۔ اگر ابو کو کچھ ہو گیا تو ہمارا کیا بنے گا۔ تجھے اپنے محبوبؐ کا واسطہ میری دعا قبول کر لے۔ اے خدا میری فریاد سن لے۔ میں سارا دن پریشان اور بے چین رہی اور کسی کے آنے کی شدت سے منتظر رہی کہ کوئی آئے اور ابو کی صحت یابی کی نوید لے کر آئے۔ شام کو امی گھر آئیں تو ابو بھی ان کے ساتھ تھے۔ فوری علاج، ہماری دعاؤں اور اللہ کے کرم سے ابو کی حالت تسلی بخش تھی۔ ڈاکٹر نے انہیں کئی روز کے لئے مکمل آرام کا مشورہ دیا تھا اور تاکید کی تھی کہ میڈیسن کے استعمال کے ساتھ انہیں ہر طرح خوش بھی رکھا جائے۔ میرے دل سے نکلی دعائیں قبول ہونے پر مجھے خوشی ہوئی تھی۔ مگر کاشی کو مانگنے کے لئے دعاؤں کا رزلٹ ابھی باقی تھا۔ بجھی بجھی سی کیفیت کو ابو نے جان لیا تھا۔ ایک روز ابو نے مجھے اپنے پاس بلایا اور بڑے پیار اور سکون کے ساتھ بولے۔ رانی بیٹا! میں کافی دنوں سے دیکھ رہا ہوں، تم مضطرب اور سہمی سہمی سی رہنے لگی ہو۔ میں تمہارا باپ ہوں اور کوئی باپ اپنی اولاد کے لئے برا نہیں سوچتا۔ ہم نے جس انداز سے تمہاری تربیت و پرورش کی ہے اور جو اعتماد تم پر کیا ہے اس پر پورا اترنے کے لئے تمہیں دل و جان سے ہمارے فیصلے کو قبول کرنا چاہئے اور خود کو والدین کی رضامندی پر ڈھالنا بھی ہوگا۔ اگر مجھے اپنا باپ سمجھتی ہو اور میری عزت کی لاج رکھنا چاہتی ہو تو کاشی کے بارے سوچنا ترک کر دو۔ میں جس جگہ تمہارا رشتہ کروں گا دیکھ لینا تمہیں اس پر کبھی فخر ہوگا اور ہر طرح سے تمہاری زندگی مطمئن اور پرسکون گزرے گی۔ اس کے باوجود اگر تم نے میرے فیصلے اور رضامندی کے خلاف کوئی قدم اٹھایا یا اس کے برعکس سوچا تو پھر شاید تم اپنے باپ کو زندہ نہ دیکھ سکو۔ یہی میری مرضی، حکم اور التجا ہے۔ اب تمہاری مرضی ہے جو فیصلہ کرو ہو سکتا ہے تمہیں میری یہ باتیں ناگوار گزریں مگر مستقبل میں میری ترجیحات پر نہ صرف ناز کرو گی بلکہ اسے سراہتے ہوئے دعائیں بھی دو گی۔ وگرنہ شاید تم خدانخواستہ ساری زندگی بذات خود ایک عذاب میں مبتلا رہو گی اور پچھتاوے کی آگ تمہیں اپنی غلطی کا احساس دلاتی رہے گی۔ رانی بیٹا! میری مانو ان لوگوں کا خیال دل و دماغ سے نکال دو، ٹھنڈے دل و دماغ سے سوچو اور وہی کرو جو میں چاہتا ہوں۔ ابو کی باتیں میرے لئے پراثر ثابت ہوئیں۔ ان کی باتوں سے کاشی کے بارے میرے جذبات ماند پڑ گئے۔ میری مرضی کاشی کو حاصل کرنا ضرور تھا مگر ابو کا زندہ رہنا میرے لئے سب کچھ تھا۔ ہو سکتا ہے ابو ٹھیک کہتے ہوں اور یقیناً والدین اولاد کے لئے مثبت ہی سوچتے ہیں۔ کاشی میری محبت تھا اس کے بغیر بھی زندہ رہنا بہت مشکل لگ رہا تھا۔ مگر ابو نے ایک جملہ ایسا بولا تھا جسے سن کر میں لرز اٹھی تھی کہ کاشی کو اپنانے میں میں ابو کی زندگی گنوا سکتی تھی۔ ذہنی الجھن اور اسی کشمکش میں میرا دماغ صحیح کام نہیں کر رہا تھا۔ مگر شام تک میں اس نتیجے پر پہنچ چکی تھی کہ اپنی محبت کو ابو کی مرضی اور زندگی پر قربان کر دیا تھا۔ تو ہاں بیٹا! کیا سوچا ہے تم نے؟ ابو نے سر پر دست شفقت رکھتے ہوئے پوچھا۔ ابو! میرے لئے آپ ہی سب کچھ ہیں۔ سر تسلیم خم کرتے ہوئے اور پرسکون لہجے میں کہتے ہوئے سب اختیار ان کو دے دیا۔ جیتی رہو، رانی بیٹا! خدا کرے سدا سکھی رہو۔ خوشیاں اور کامیابیاں تمہارا مقدر ہوں اور کوئی غم یا پریشانی تمہارے نزدیک نہ آئے۔ فرط مسرت سے ابو نے میرے ماتھے کو بوسہ دیتے ہوئے دعا دی۔ کچھ ہی دنوں بعد ابو کی طبیعت بحال ہو گئی تھی، اب وہ زمینوں پر بھی جانے لگے تھے۔ زندگی معمول پر آ گئی تھی۔ دو ماہ بعد میری شادی کمال سے ہو گئی۔ کمال کا شمار ابو کے لائق شاگردوں میں ہوتا تھا۔ وہ گزشتہ تین،

سال سے دوبئی میں اپنا کاروبار کر رہے تھے۔ دو ماہ کی چھٹی پر پاکستان گھر آئے تو اپنے اہل خانہ کے ہمراہ ہمارے گھر ابو سے ملنے آئے۔ مجھے دیکھنے کے بعد اُن لوگوں نے ابو سے میرے رشتے کی بات کی۔ ابو نے امی کے مشورے سے اور مجھے اعتماد میں لینے کے بعد ہاں کہہ دی۔ کمال صرف اچھے شوہر ہی ثابت نہیں ہوئے تھے بلکہ مخلص انسان کے روپ میں میری زندگی میں آئے تھے۔ میرا ہر طرح سے خیال رکھتے اور بہت ہی محبت کرتے تھے۔ کمال کی خوبصورت شخصیت اور کامیاب شوہر کے پیش نظر کافی نارمل اور خوش تھی۔ کمال مجھے اپنے ساتھ واپس دوبئی لے جانا چاہ رہے تھے۔ پیسہ انسان کے پاس ہو تو کیا کام نہیں ہوسکتا۔ شبانہ روز کی کوشش سے میرا ویزہ اور کاغذات وغیرہ مکمل دستیاب ہو گئے تھے۔ امی اور سسرال والوں نے نیک دعاؤں کے ساتھ ہمیں رخصت کیا۔ دوبئی، ایک ترقی یافتہ اور خوبصورت خطہ جہاں رہتے ہوئے مجھے کسی قسم کی کوئی پریشانی یا اُلجھن نہیں ہوئی تھی۔ شادی کے بعد خود میرا جی بھی یہی چاہ رہا تھا کہ اب جہاں کمال کا بسیرا ہو، میرا ساتھ بھی اسی کے ساتھ ہو کیونکہ میں نہیں چاہتی تھی کہ ان سے ہزاروں میل دور رہوں جہاں خدانخواستہ کوئی بھی ایسا مسئلہ پیدا ہوسکتا تھا جس کا اثر ہماری ازدواجی زندگی پڑتا۔ اب چونکہ کمال میرے مجازی خدا تھے لہٰذا میں ان کی ملکیت ہوتے ہوئے کسی اور کے بارے سوچنا گناہ سمجھتی تھی۔ اب میرا سب کچھ کمال ہی تھے۔ پہلے پہل تو کبھی کبھار امی، ابو کی یاد ستاتی، یا اپنے دیس کا خیال اداس کرتا، مگر پھر جلد ہی اپنے گھر کی خوشگوار فضا میں کھو جاتی۔ جہاں کوئی دوسرا خیال دل و دماغ سے دھندلا جاتا اور یا پھر کاشی کا تصور آ جاتا تو کمال کی شخصیت اس پر غالب آ جاتی اور یوں پھر چند لمحوں بعد میں اپنی رنگین دنیا میں مستغرق ہو جاتی۔

دو سال بعد اللہ نے ہمارے آنگن میں ایک ننھی منی شاہ سے نوازا تو گھر کی خوشیوں میں اضافہ ہو گیا۔ دن کو جب پہلے کمال کام پر چلے جاتے تھے تو اس کے بغیر بوریت سی محسوس ہوتی۔ اب شاہ کے آنے سے یہ بوریت ختم ہو گئی تھی۔ سارا دن شاہ کی دیکھ بھال اور اس کے ساتھ ہمکلام ہوتے ہوئے گزر جاتا۔ کمال بھی دن کو اپنے کام کی وجہ سے تھکے ہارے گھر لوٹتے تو شاہ کی مسکراہٹ اور رفاقت سے تر و تازہ ہو کر کھل اٹھتے۔ ہم نے پاکستان میں اپنے امی ابو اور پیاروں کو شاہ کی آمد کا بتایا تو خطوط کے ذریعے مبارکبادوں کے ڈھیر لگ گئے۔ کوئی پوچھتا شاہ کس کی شکل پر گئی ہے، کسی کا کہنا ہوتا کہ رنگ کیسا ہے۔ اسی طرح ہر کوئی اپنا اپنا سوال اظہار کرتا۔ پاکستان سے میرے والدین اور کمال کے گھر والوں کا اصرار بڑھتا چلا جا رہا تھا کہ ہم لوگ اب پاکستان آ جائیں، بہت یاد ستاتی ہے۔ خود میرا جی بھی یہی چاہ رہا ہوتا کہ اب ہمیں ضرور اپنے دیس جانا چاہئے۔ میں نے اس کا اظہار کمال سے کیا تو ان کا کہنا ہوتا۔ نہیں رانو! اتنی جلدی بھی کیا ہے ابھی ہمیں بہت کچھ کرنا ہے۔ اپنے بھائی کی شادی کرنی ہے، اس سے پہلے اپنے نئے مکانات بنوانے ہیں، کچھ قرض اتارنا ہے، کم و بیش پانچ چھ سال بعد پاکستان جائیں گے۔ کمال کا جواب سن کر میں لاجواب ہو جاتی کسی حد تک کمال ٹھیک ہی تو کہتے تھے۔ اسی طرح ہمیں دوبئی میں رہتے ہوئے چھ برس بیت گئے تھے۔ شاید ابھی ہم وطن واپس نہ جاتے مگر کمال کے والد جنہیں میں انکل کہتی تھی، ان کی طبیعت بہت زیادہ خراب ہو جانے کے باعث ہمیں فوری پاکستان آنا پڑا۔ انکل شدید شوگر میں مبتلا تھے جنہیں قریبی شہر میں ایک اچھے سے ڈاکٹر کے پاس علاج معالجے کے لئے لے جایا گیا۔ انکل کے ساتھ کمال اور میری ساس یعنی آنٹی دیکھ بھال کی خاطر گئے ہوئے تھے۔ سبھی گھریلو افراد انکل کے بیمار ہو جانے پر بہت پریشان تھے۔ میرے امی ابو تک یہ خبر پہنچی تو فوراً ہی چلے آئے تقریباً چار دن انکل کے ساتھ رہنے کے بعد واپس اپنے گھر چلے گئے۔ تقریباً پندرہ بیس دن کے بعد انکل کی طبیعت سنبھلی تو سب کی جان میں جان آئی اور خدا کا شکر ادا کیا۔ حالات معمول پر آئے تو گھر

والوں کی اجازت کے ساتھ ...؟..... پھولے نہیں سما رہے تھے۔ کبھی میرا ماتھا چومتے، کسی لمحے شاہ کو پیار کرتے تو کبھی فرخ کو گود میں لے لیتے۔ ان کی دعاؤں کا ثمر تھا کہ میں ایک کامیاب گھریلو عورت کے روپ میں ان کے سامنے مسرور کن زندگی گزار رہی تھی۔ کمال بھی ان کو بہت عزیز تھے اور خود کمال بھی اپنے سگے والدین سے بڑھ کر میرے ماں باپ کی عزت و خدمت کرتے تھے۔ سارا دن گزارنے کے بعد امی ابو شام کو اپنے گھر واپس چلے گئے اور ہمیں اگلے کچھ روز تک اپنے ہاں آنے کا کہہ گئے اور ہم نے اگلے ہفتے تک آنے کی انہیں یقین دہانی کرا دی۔ ہمارے گھر رشتہ داروں اور مہمانوں کی آمد کا سلسلہ کم ہوا تو نئے مکانات کی تعمیر کا سلسلہ بھی شروع ہو گیا۔ کمال چاہتے تھے کہ مکانات کی تعمیر کا کام مکمل ہو جانے پر جمال کی شادی کی تاریخ طے ہو گی۔ کچھ روز گزر جانے کے بعد میں نے کمال سے اپنے میکے جانے کی خواہش کا اظہار کیا تو انہوں نے ہاں کہتے ہوئے تیار ہو جانے کا کہا۔

تقریباً بارہ تیرا سال گزر جانے کے بعد آج میں اپنے آبائی گھر میکے جا رہی تھی۔ کمال کار ڈرائیونگ پر تھے۔ شاہ اُن کے ساتھ فرنٹ سیٹ پر اور میں ننھے فرخ کو گود میں لئے پچھلی سیٹ پر بیٹھی تھی۔ ہم سب خوشگوار موڈ کے ساتھ باتیں کرتے محو سفر تھے۔ میرے سسرال سے میکے جانے کا سفر کوئی پچاس سے زائد کلو میٹر تک کا تھا۔ جوں جوں فاصلہ کم ہوتا اور منزل قریب ہوتی گئی میرے دل کی دھڑکنیں بھی تیز ہوتی گئیں۔ آہستہ آہستہ کیوں نامعلوم میری شگفتگی سنجیدگی میں تبدیل ہوتی جا رہی تھی۔ میں پتہ نہیں کن خیالوں میں گم اپنے ماضی کی حسین شیریں اور تلخ یادوں میں گم تھی کہ کمال کی آواز نے مجھے چونکا دیا۔ کہاں گم اور کیا سوچ رہی ہو رانو؟ اوں، ہونہہ..... کچھ نہیں، بس بہت عرصہ بعد جو اپنے آبائی دیس جا رہی ہوں۔ گزرے وقت کی تبدیلیوں کا جائزہ لے رہی ہوں۔ کتنا واضح فرق دکھائی دے رہا ہے ماضی اور حال میں۔ میں نے دائیں بائیں ماحول پر نظر دوڑاتے ہوئے جواب دیا۔ ہاں، یہ تو ہے اور شاید مستقبل میں اس سے بھی مختلف ہو۔ کمال نے میری تائید کرتے ہوئے کہا۔ میں ماضی کی حسین تلخ و شیریں یادوں میں کھوئی اپنے بچپن کے دیس جاتے ہوئے کچھ زیادہ ہی سیریس ہو گئی تھی۔ ہماری منزل اب چند کلو میٹر باقی رہ گئی تھی۔ میں نے دیکھا، اپنے گھر سے سکول تک کے تین کلو میٹر کے فاصلے میں جو کبھی کچی سڑک، بارش آ جانے پر ایک چھپڑ نالے کی صورت اختیار کر لیتی تھی اب وہ پکی روڈ بن گئی تھی۔ جس پر ہماری کار اب آہستہ آہستہ چلی جا رہی تھی۔ تقریباً ایک گھنٹے کا سفر اب دس منٹ تک محدود ہو کر رہ گیا تھا۔ ایک پکی عمر کی عورت کے لفٹ مانگنے پر کمال نے کار اس کے قریب جا کر روکی اور پوچھا۔ جی ماں جی حکم؟ بیٹا! اگر آپ اس بستی میں جا رہے ہیں تو مجھے ساتھ لے چلیں، چلتے چلتے تھک سی گئی ہوں، مہربانی ہو گی تمہاری۔ ماں جی نے اپنے ساتھ رکھے ہوئے سامان کو اٹھاتے ہوئے التجا کی۔ جی ضرور اندر آ جایئے۔ کمال نے انکساری سے کہا۔ پھر میرے دروازہ کھولنے پر ماں جی اندر میرے ساتھ آ کر بیٹھ گئیں۔ شکریہ کے الفاظ کہنے کے ساتھ دعائیں دینے لگیں۔ ماں جی کے اندر میرے ساتھ بیٹھنے پر مجھے پہچاننے میں ذرا بھی دیر نہ لگی۔ وہ سکھاں مائی تھی جسے بستی والے چھوٹے بڑے ماسی (خالہ) سکھاں کہتے تھے۔ اس کی بستی میں ایک چھوٹی سی دکان ہوا کرتی تھی جس میں زیادہ تر نسوار اور بیڑہ وغیرہ یعنی دوسرے لفظوں میں منشیات کا سامان جسے ہم تمباکو نوشی بھی کہتے ہیں ہوتے تھے۔ بستی کے بوڑھے اور کم و بیش جوان بھی ان مذکورہ اشیاء کو نشے اور شوق میں استعمال کرتے تھے۔ آپ خالہ سکھاں ہیں ناں۔ کیا حال ہیں آپ کے؟ میں نے چہرے سے اپنا نقاب ہٹاتے ہوئے بڑے خلوص سے پوچھا۔ جی بیٹا آپ نے سچ کہا، آپ کون ہیں؟ اتنا کہتے ہوئے اگلے لمحے خود ہی بول اٹھیں۔ ارے آپ تو رانی بیٹی ہیں۔ کہاں رہی ہیں اتنے سالوں اور ماشاءاللہ یہ آپ کے

میں اور بچے ہیں، مبارک ہو۔ حیرت و خوشی کے ملے جلے انداز میں کمال اور بچوں کی طرف دیکھتے ہوئے بڑی اپنائیت کے ساتھ ایک ہی سانس میں ڈھیر سارے سوالات کر ڈالے تھے۔ میں نے مختصراً اپنے اور کمال کے ساتھ بچوں کے بارے بتایا تو خالہ سکھاں بے حد خوش ہوئیں۔ شاہ کو پیار کیا اور فرخ کو تو گود میں لے کر چومنا شروع کر دیا۔ ماشاء اللہ بڑے پیارے بچے ہیں۔ خدا آپ سب کو آباد اور سلامت رکھے۔ دعائیہ الفاظ میں خالہ بولیں۔ تو میں نے ان کی دکانداری کے بارے پوچھا۔ آپ کی دکان کا کیا حال ہے۔ بیڑہ، نسوار اور تمباکو نوشی بھی چل رہی ہو گی۔ ہاں دکان تو اب بھی ہے رانی بیٹی مگر اب بیڑہ اور نسوار نہیں ہے کوئی لیتا بھی نہیں اب...... ہماری کار اب بستی کو جانے والی سولنگ نما سڑک پر چل نکلی تھی۔ سب ماحول نیا نیا سا دکھائی دے رہے تھا۔ بڑی حیرت انگیز تبدیلیاں رونما ہو چکی تھیں۔ وہ کچھ اینٹوں سے بنی چھوٹی سی مسجد جہاں ہم پیر سائیں سے پڑھنے جایا کرتی تھیں اب پختہ اینٹوں اور سنگ مرمر کے ساتھ جدید طرز پر بنی جامع مسجد قدرت کا حسین شاہکار لگ رہی تھی۔ جسے دیکھ کر دل سے بے اختیار نکلا "سبحان اللہ"۔ سکھاں خالہ کی زبانی معلوم ہوا کہ اب عیدین بھی اسی مسجد میں پڑھی جاتی ہیں اس مسجد میں اب تو خاصی تعداد دور دراز سے پڑھنی آتی ہے۔ اچھا خالہ ہمارے اساتذہ کرام بڑے اور چھوٹے پیر سائیں کیسے ہیں۔ اسی طرح اپنی اپنی طرز انداز میں پڑھاتے ہیں یا؟ رانی بیٹی! وڈے پیر سائیں تو کب کے وفات پا گئے ہیں۔ نکے پیر سائیں آج کل کافی عرصہ سے بیمار، اپنے گھر ہیں۔ یہاں تو اب حافظ غلام فرید پڑھاتا ہے جوان پیر سائیں سے قرآن مجید پڑھا تھا۔ اپنے دونوں پیر سائیں کے بارے سن کر صدمہ سا ہوا۔ اللہ بڑے پیر سائیں کی مغفرت کرے، اور چھوٹے پیر سائیں کو صحت دے۔ میں نے دل ہی دل میں دعا کی۔ وہ برگد کا گھنا، لمبا درخت جس کے نیچے بیٹھ بستی کے بچے، جوان اور بوڑھے مختلف کھیل کھیلتے تھے۔ گرمیوں میں یہ برگد کا درخت بستی والوں کی پناہ گاہ کے طور پر استعمال ہوتا تھا جس کی گھنی میٹھی گہری چھاؤں میں قصے کہانیاں ہوا کرتی تھیں اور اسی کے نیچے ہی سب لوگوں کا وقت خوش گپیوں میں معروف گزرتا تھا۔ اب اس برگد کے درخت کو جگہ جگہ سے کاٹ کر لوگ اپنی اپنی ضروریات کے طور پر لیک گئے تھے۔ ایک دو جگہ کچھ سبز ٹہنیاں موجود تھیں مگر نہ ہونے کے برابر اس کی جگہ اب ایک کمرہ بن چکا تھا جو ہوٹل کی صورت اختیار کر چکا تھا۔ بستی کے جوان اس میں ٹی وی سکرین پر نظریں جمائے اپنے پسندیدہ چینل اور فلمیں وغیرہ دیکھنے میں معروف تھے۔ ایک کپ چائے کے بدلے سارا دن اسی جگہ پر گزار دیتے تھے۔ خالہ سکھاں ماضی اور حال کی تبدیلیوں کی تفصیل بتا رہی تھیں اور میں ان کی باتیں سنتے اپنے ماضی میں تصور کی دنیا میں پہنچی ہوئی تھی۔ میں نے دیکھا ہوٹل کے پچھلے حصہ برگد کے درخت کی موٹی ٹہنی پہ پینگھ (جھولا) جس پر ہم جھولتی تھیں اس کے اب خالی دو چھوٹے چھوٹے رسے کے ٹکڑے لٹک کر اپنی یاد دلا رہے تھے۔ ایک گہری ٹھنڈی سانس لے کر ہم رکی، کار سے نیچے اتر آئے، کچے مکانات کے بدلے سبھی رہائشیوں کے پختہ مکانات نئے انداز کے ساتھ بستی کے حسن میں اضافہ کر رہے تھے جس کی چھتوں پر ٹی وی انٹیناؤں نے اپنا مسکن بنایا ہوا تھا۔ ہمیں بستی میں داخل ہوتا دیکھ کر لوگ حیرت زدہ تھے کہ ہم کون ہیں، کہاں جا رہے ہیں۔ مرد کمال سے مصافحہ کرتے اور عورتیں مجھ سے ملتے ہوئے خیریت وغیرہ پوچھ رہی تھیں اور خالہ سکھاں ہمارا تعارف وغیرہ کرائی جا رہی تھیں۔ اکثر لڑکیاں، عورتیں مجھے پہچان رہی تھیں باقی کے مردوں اور جوانوں کو اس وقت معلوم ہوا جب ہم اپنے گھر داخل ہوئے کہ ہم کون لوگ ہیں۔ ارے یہ تو رانی ہے۔ ماسٹر صاحب کی بیٹی جو اپنے شوہر اور بچوں کے ساتھ آئی ہے۔ ایک جوان کی ہلکی سی آواز میری سماعت سے ٹکرائی جو اپنے ساتھ والے کسی بندے سے کہہ رہا تھا۔

امی ابو ہمیں دیکھ کر بے حد خوش ہوئے تھے۔ شاہ،

اور فرخ کو باری باری ایک دوسرے سے بڑھ کر گود میں لے کر پیار کر اور پیار دے رہے تھے۔ میرے پیر تو خوشی کے مانند زمین پر نہیں ٹک رہے تھے۔ عورت اپنے گھر میں لاکھ خوش و خرم، شوہر اور بچوں کے ساتھ زندگی گزار رہی ہو اپنے میکے میں آنے کی خوشی اس کی ایک عجیب طرح کی منفرد ہوتی ہے۔ میرا بھی یہی حال تھا۔ بستی کی اکثر رشتہ دار لڑکیاں، عورتیں مجھ سے ملنے چلی آئیں۔ کافی دیر تک یہ سلسلہ چار رہنے کے بعد کم ہوا۔ کھانا کھانے کے بعد کمال ابو کے ساتھ چہل قدمی کرنے اور مسجد میں نماز پڑھنے چلے گئے۔ میں چائے بنانے لگی۔ باتوں ہی باتوں میں، میں نے امی سے پوچھا۔ امی خالہ و خالو کیسے ہیں۔ آنا جانا تو ہو گا اور کاشی کی شادی کہاں ہوئی تھی کتنے بچے ہیں اس کے؟ بیٹی کیا بتاؤں۔ تمہارے خالو نے آہستہ آہستہ اپنی ساری زمین بیچ دی۔ صرف گھر والی بچی ہے۔ اس کا بھی سودا ہونے لگا ہے۔ تمہاری خالہ اکثر بیمار رہتی ہے۔ کاشی کی جدائی نے اس کی آنکھوں کی بینائی بھی لے لی ہے۔ بس ایک زندہ لاش کی مانند بستر مرگ پر پڑی زندگی کے دن پورے کر رہی ہے۔ کیا مطلب امی؟ میں سمجھی نہیں۔ بڑے دکھ کے ساتھ امی نے بتایا تو بے صبری کے عالم میں میں نے دوبارہ پوچھا تو امی نے بتایا جسے سن کر مجھ پر سکتہ سا طاری ہو گیا۔ وہی تو بتا رہی ہوں ناں۔ کاشی نے کسی جگہ بھی شادی نہیں کی تھی۔ آٹھ دس سال ہوئے ہیں گھر کو چھوڑ کر نا معلوم کہاں چلا گیا جو آج تک واپس نہیں آیا پتہ نہیں کہاں اور کس حال میں ہو گا، کچھ پتہ نہیں۔ مجھے ایسے لگا جیسے کسی نے میرا دل مٹھی میں بند کر لیا ہو۔ اپنی محبت کو حاصل نہ کرنے کا دکھ لے کر دل برداشتہ ہوتے ہوئے کہاں کہاں کی خاک چھان رہا ہو گا۔ اندر سے ٹوٹ پھوٹ کا شکار، کرب و الم کا احساس لئے نجانے کس حال میں زندگی کے شب و روز گزار رہا ہو گا۔ اف میرے خدایا دونوں ہاتھوں سے میں نے اپنا سر تھام لیا تھا۔ جو انہی سوچوں کی وجہ سے چکرانے لگا تھا۔ وہ تھا تو میرا اپنا کوئی غیر تو نہ تھا۔ میں اس قدر سنگدل اور خود غرض تو نہ تھی کہ اس کے بارے میں یوں جان کر سکون سے بیٹھی رہتی۔ ہمارا لڑکپن و بچپن تقریباً ایک ساتھ ہی تو گزرا تھا۔ سچ ہے کوئی بھی عورت چاہے کس مقام پر ہی خوشحال کیوں نہ ہو اپنی پہلی محبت کو زندگی کی آخری سانسوں تک فراموش نہیں کر سکتی۔ ممی! مجھے چائے دیں ناں۔ شاہ ہاتھ میں خالی چائے کا کپ لئے آئی تو میں خیالوں و سوچوں کی دنیا سے واپس لوٹ آئی۔ اسی دوران کمال اور ابو بھی نماز پڑھ کر واپس آ گئے تھے۔ چائے پینے کے ساتھ ساتھ طویل باتوں کا سلسلہ رات گئے تک جاری رہا۔ اگلے روز ہم سرشام وہاں سے رخصت ہو کر اپنے گھر آ گئے۔ کئی روز گزر گئے تھے۔

گزشتہ تین دنوں سے میرا فرخ دودھ نہیں پی رہا تھا۔ ہر وقت وقفے وقفے سے روتا رہتا تھا۔ قریبی ڈاکٹر سے چیک اپ اور علاج بھی کرایا جو سود مند اور بہتر ثابت نہیں ہو رہا تھا۔ فرخ جو سب کی آنکھ کا تارا تھا اس کی وجہ سے سب کو پریشانی لاحق ہو رہی تھی۔ اسی فکر میں آنٹی کو کسی نے بتایا کہ ساتھ والے گاؤں میں ایک ملنگ بابا اللہ والا ہے جس کے دم، پھونک سے اکثر بیمار بچے صحت یاب ہو چکے ہیں۔ میں بڑی سی پھول دار چادر اوڑھے فرخ کو کندھے سے لگائے آنٹی کے تعاقب میں آگے بڑھ رہی تھی۔ رکشے نے ہمیں پسماندہ علاقے کی ایک کچی گلی میں جا اتارا۔ قریب ہی اس عامل بابا کی کٹیا تھی جہاں ہمیں فرخ کو دم جھاڑ کرانا تھا اور بھی لوگ گلی میں شاید ادھر ہی جا رہے تھے۔ پیپل کے بوڑھے پیڑ تلے علی بابا کا مسکن تھا۔ پیپل کے نیچے چار سو ٹاٹ سے بچھے تھے۔ ایک طرف عورتیں اور دوسری طرف مرد حضرات جمع تھے۔ گھاس پھونس کی بنی جھونپڑی کے دروازے پر چھوٹی سی چارپائی پڑی تھی۔ جہاں چند برقع پوش خواتین بیٹھی تھیں ہم بھی وہیں جا رکیں مگر وہاں ہمارے بیٹھنے کو جگہ نہ تھی، ہم ایک طرف کھڑی ہو گئیں۔ مجھے یہ سب بڑا عجیب سا لگ رہا تھا۔ زندگی میں پہلی بار میں کسی عامل بابا اور دم جھاڑ کرنے والے کے ہاں گئی تھی۔ بابا جی جھونپڑی کے اندر تھے۔

باری باری مریضوں اور سائلوں کو اندر بلایا جاتا ایک ادھیڑ عمر شخص ہمیں کھڑا دیکھ کر قریبی گھر سے چارپائی لے آیا اور ہمیں اس پر بیٹھنے کی دعوت دی۔ ہم نے تشکر آمیز نگاہوں سے اس اجنبی کو دیکھا اور دل ہی دل میں اسے دعا بھی دے ڈالی۔ ہماری باری خواتین ہونے کی وجہ سے جلد ہی آ گئی۔ اندر صف بچھی تھی جائے نماز پر وہ نورانی سی صورت گلے میں بڑے بڑے منکوں والی تسبیح ڈالے آلتی پالتی مار کر سر جھکائے بیٹھی تھی۔ کافی خوبصورت داڑھی جس میں جگہ جگہ سفید بال اس کی شخصیت کی خوبصورتی میں اضافہ کر رہے تھے اور سر پر سادہ سی ٹوپی بجی تھی چہرے کے دائیں بائیں لمبے سیاہ اور کچھ سفید بال لٹک رہے تھے۔ دروازے میں ہی ہم نے جوتے اتارے اور اس بابا کے قریب میں جا بیٹھیں۔ جی کیا مسئلہ ہے؟ عامل بابا نے آنٹی کو جھکتے ہوئے پوچھا۔ پہلے تو مجھے اس کی مانوس سی آواز نے چونکا دیا۔ پھر اس کا چہرہ غور سے دیکھا تو مجھ پہ سکتہ سا ہو گیا۔ آنٹی نے فرخ کو مجھ سے لے کر اس کے آگے کیا۔ اس نے فرخ کو پکڑنے کے لئے ہاتھ پھیلائے تو اس کے دائیں ہاتھ پہ گہرے کسی زخم کا واضح داغ دکھائی دیا جس نے اس کی مزید شناخت کرانے میں مدد دی۔ یہ ہمارا بچہ روتا بہت ہے۔ ماں کا دودھ بھی کم پیتا ہے۔ اکثر اسہال اور ماؤ سنگ کی شکایت بھی رہتی ہے جو دوا دارو سے ٹھیک نہیں ہو پائی پھر خود ہی چند روز بعد ٹھیک سا ہو جاتا ہے اس لئے بہت کمزور سا ہو گیا ہے۔ آنٹی اسے فرخ کی بیماری کا حوالہ دے رہی تھیں۔ اس نے مجھے دیکھا تو پھر اگلے ہی لمحے اس کی نگاہیں مجھ پر جم سی گئی تھیں۔ میرے سر سے چادر ڈھلک گئی تھی اور بالوں کی ایک بڑی سی لٹ میرے رخسار پر لٹک سی آئی تھی۔ حیرت سے میرے لب کھلے اور آنکھیں پھٹی سی گئیں۔ میں اس عامل بابا کو آس پاس کے ماحول سے بے خبر ہو کر دیکھے جاتی تھی۔ آخر آنٹی نے مجھے کہنی مار کر احساس دلایا کہ میں اپنی چادر ٹھیک کر لوں۔ میں نے چونک کر خود کو سنبھالا۔ اسی دوران وہ آنکھیں موندے

کچھ پڑھنے میں مگن رہا۔ میں جھکے ہوئے سر سے، آنکھیں اوپر چڑھائے اسے دیکھے جا رہی تھی۔ میں اندر ہی اندر چیخ پڑی۔ وہ کاشی ہی تھا جو میری محبت میں جانے کہاں کہاں کی خاک چھان کر رہا تجھے کی طرح فقیر بن کر اس بہروپ میں آ پہنچا تھا۔ میری روح بین کرنے لگی۔ وصل کا مزہ ہی کچھ ہوتا ہے جو ہجر کے ماروں کو نصیب ہوتا ہے۔ ان کی بے قراری فراق کے لمحوں کو مزید جاں گسل بنا دیتی ہے۔ وصل قرار کا دوسرا نام ہے جو سکون قلب و جاں کو ظاہر کرتا ہے۔ اگر وصل میں بھی تشنگی کا احساس باقی رہے تو محبت میں فریب کی بو واضح محسوس ہوتی ہے۔ جن کے دل آزردہ ہوں وہ کب سکھ سانس لیتے ہیں۔ ذہنی یادوں سے دامن بچا کے ویران جگہوں میں خود کو ماحول میں ڈھال کر جب زندگی یاد الٰہی میں گزار رہے ہوں، ایسے میں کوئی بھونچال آ جائے تو سمجھ نہیں آ رہی ہوتی کہ کیا کیا جائے میرا دل جیسے دھڑکنا بھول گیا۔ انجانے میں جب کوئی اپنا جیون آ مل جائے تو دل سوکھے پتے کی طرح لرزنے لگتا ہے۔ اگر سود و زیاں، حساب کتاب اور اتار چڑھاؤ میں محبت کی ناؤ ڈولنے لگے تو وصل کے جاں فزا لمحے، خزاں رت کی چادر اوڑھ کر محبت آمیز لمحوں کو اداسیوں کے نوکیلے کانٹوں سے زخمی کر ڈالتے ہیں۔ وصل کے گلاب لمحے ویسے بھی مختصر لگتے ہیں۔ اگر وہ بھی تشنگی کے زرد پھول بھر جائیں تو دل و دماغ میں آگ ہی بھڑکتی ہے۔

تو جس دن کرے گا یاد میری محبت کو
تو بہت روئے گا، خود کو بے وفا کہہ کر

قدرت نے ہمیں ملایا بھی تھا تو کس روپ میں۔ اف اس نے کیا حالت بنا رکھی تھی اپنی۔ میرا جی چاہ رہا تھا کہ چیختی ہوئی اس سے لپٹ جاؤں اور اس سے پوچھوں کہ اس نے کیا حال بنا رکھا ہے اپنا۔ کیوں کیا ہے اس نے ایسا؟ میری روح، میرا نفس توڑ کر کلبلاتی ہوئی پسلیوں سے باہر آ رہی تھی، میں لمبی لمبی سانسیں لیتی ہوئی خود پر بمشکل قابو ڈالے بیٹھی تھی۔ اس نے فرخ کے

چہرے پر جھک کر پھونک ماری، ہلکی سی ترچھی نظروں سے مجھے دیکھا اور آنٹی کو تین تعویذ اٹھا کر دیئے کہ انہیں پانی میں ڈال کر تین دن بچے کو پلاتی رہنا۔ اور ہاں جی اگلے دو دن بھی آپ نے بچے کو دم کرانے کے لئے آنا ہوگا۔ قریب ہی بیٹھی ایک جوان لڑکی نے آنٹی سے کہا۔ اس کا مطلب ہے سائل کو تین روز تک آنا پڑتا ہے یہاں۔ میں نے دل ہی دل میں سوچا۔ آنٹی نے سو کا نوٹ اسے دینا چاہا مگر اس نے لینے سے انکار کر دیا۔ جب ہم واپسی کے لئے اپنے جوتے پہن رہی تھیں اس نے یاس و حسرت بھری نگاہوں سے مجھے دیکھا، ٹھنڈی سانس لی اور پھر اگلے سائل کی طرف متوجہ ہو گیا۔ دروازے سے نکلتے ہوئے میں نے آخری بار پلٹ کر دیکھا۔ اس کا رخ تو ہماری طرف تھا مگر پلکیں بند تھیں جیسے اپنے اندر اٹھنے والے آنسوؤں کے سیلاب کو روک لینا چاہتا ہو۔

دل تھا میرا امیر مقدر غریب تھا
مل کر اس سے بچھڑنا نصیب تھا
چاہ کر بھی کچھ نہ کر سکے ہم
عمر بھی جلتا رہا اور سمندر قریب تھا

میں سوں کر کے ناک کھینچا اور بوجھل بوجھل قدموں سے آنٹی کے پیچھے پیچھے چل دی۔ دکشہ میرے زخم زخم وجود کے سنگریزے سمیٹ کر گھر پہنچا۔ وہ دن اور رات میں نے کانٹوں پر لوٹتے ہوئے بسر کی۔

صبح آنٹی ادھر جانے کے لئے تیار ہوئیں تو میں نے جانے سے انکار کر دیا۔ مگر کیوں بیٹی؟ بچے کو اچھا خاصا افاقہ ہوا ہے۔ ہمیں ضرور جانا چاہئے۔ آنٹی نے اصرار کرتے ہوئے کہا تو میں نے رندھی آواز میں کہا۔ آپ فرخ کو لے کر چلی جائیں آنٹی، میری طبیعت کچھ ٹھیک نہیں ہے۔ پھر خود ہی فرخ کو لے کر چلی گئیں۔ میں کیسے وہاں جاتی اس سے سامنا کرنے کی مجھ میں طاقت ہی نہ رہی تھی۔ ہمارے سامنا کرنے سے کوئی ایسی بات یا جملہ اور یا پھر کسی تاثرات سے آنٹی کچھ محسوس کر سکتی تھیں۔ خدانہ کرے ہمارا راز عیاں ہو جاتا تو کیسے خود کو سنبھال کر حالات کو کنٹرول میں کرتی۔ لہٰذا میں نے نہ جانے ہی میں عافیت سمجھی۔ آنٹی جلد ہی لوٹ آئیں۔ آپ جلدی آ گئیں آنٹی۔ میں نے بے صبری سے پوچھا۔ ہاں بیٹا کیا بتاؤں وہ عامل بابا تو آج وہاں تھا نہیں۔ کیا مطلب آنٹی؟ بے قرار ہو کر دوبارہ میں نے پوچھا۔ عامل بابا کی جھونپڑی خالی پڑی تھی۔ رات ہی کے اندھیرے میں اپنا سامان وغیرہ اٹھایا اور بغیر بتائے کسی کو وہاں سے چلا گیا۔ کافی لوگ جمع تھے حیرانگی و مایوسی کی ملی جلی کیفیت میں اپنے اپنے خیالات کا اظہار کر رہے تھے۔ بہت ہی نیک اور کامل تھا جس کے دم اور دعا سے کافی مریض اور سائلین تندرست اور مرادیں حاصل کر چکے ہیں۔ خدا معلوم ایسی کیا وجہ اور مجبوری تھی جس کے پیش نظر عامل بابا نے اس جگہ کو چھوڑ کر کہیں دوسری جگہ کا انتخاب کیا۔ آنٹی بتا رہی تھیں اور مجھے یوں لگ رہا تھا جیسے ریت کی بھری مٹھی لمحہ بہ لمحہ خالی ہوتی جا رہی ہو۔ میرا دل بیٹھتا جا رہا تھا۔ میں لڑکھڑاتی ہوئی اندر پہنچی اور اوندھے منہ بیڈ پر گر گئی۔ پھر میرے اندر کے سارے زخم جاگ گئے اور ایک ایک زخم لمحے کی یاد خون کے آنسو بن کر بہنے لگے۔

○□○

غزل

پوچھا کس نے حال کسی کا تو رو دیئے
پانی میں عکس چاند کا دیکھا تو رو دیئے
نغمہ کسی نے ساز پہ چھیڑا تو نہیں دیا
مگر کسی نے شاخ سے توڑا تو رو دیئے
اڑتا ہوا غبار سر راہ دیکھ کر
انجام ہم نے عشق کا سوچا تو رو دیئے
بادل فضا میں آپ کی تصویر بن گئے
سایہ کوئی خیال سے گزرا تو رو دیئے
رنگ شفق سے آگ شگوفوں میں لگ گئی
ساغر ہمارے ساتھ چھلکا تو رو دیئے

ایم شہزاد سلیم خان

دو کنارے

تحریر.....شازیہ چوہدری۔ شیخوپورہ

سارا عالم ایسے خواہش کی تکمیل کا دور تھا جیسے بھی ہو بچپن بھولتا نہیں۔ جن میں فکریں نہیں ہوتیں، ذمہ داریوں کا احساس نہیں ہوتا، ذرا سا رو لیں تو جہاں سب کچھ مل جاتا ہے جہاں سے بھی لو مل گیا جہاں چاہو سر لیا۔ کہتے ہیں وقت کبھی ایک جیسا نہیں رہتا جہاں عبداللہ چاچا کی میرے ابا سے اتنی پرانی کئی سالوں کی دوستی کے درمیان رنجش کی پتلی سی لکیر نمودار ہوئی اور پھر اس کے کنارے بڑھتے ہوئے دور سے دور تک ہو گئے اور ان کی بیچ کی دوستی کو کھانے لگے

اس کہانی میں شامل تمام کرداروں اور مقامات کے نام فرضی ہیں۔

رگوں میں لہو منجمد کر دینے والی وہ سرما کی رات بادلوں کی رم جھم میں گزری نہ تو میری آنکھوں میں نیند آئی اور نہ ہی رات کی آنکھ لگی۔ بجلی کڑکتی تو کھڑکیوں اور روشندانوں سے ایک لہر کمرے کو بھر کر چکا چوند کر جاتی۔ قندیل کی طرح چمکتا دیا رات بھر میرے ساتھ جاگتا رہا۔ میں کمرے میں تنہا بالکل اکیلے تھی صرف میرا انسانی وجود تھا۔ کمرے کی حالت بھی بہت خستہ تھی پرانا سا پلنگ جس پر پرانا سا بستر جو کسی ٹھٹھرے بدن کو ڈھانپنے کے لئے بھی ناکافی تھا، ایک کونے میں پڑا لکڑی کا جھولا جس میں میلے کپڑوں کے سوا کچھ نہیں تھا، دو کرسیاں جو بھی ٹوٹی پھوٹی تھیں، لکڑی کے میز پہ موم بتی پگھلی ہوئی، لکڑی کے سٹینڈ پر رکھے دو بڑے بڑے بکس جن کے ڈھکن پچک گئے تھے۔ دور سے بجلی کڑکتی تو در و دیوار لرز جاتے اور کانوں میں سناٹے چھا جاتے۔ چھت پر گرتی بوندوں کی رفتار کسی حد تک بڑھ جاتی اور کبھی تھم تھم کر گونجنے لگتی، مٹی کی مہک رات بھر سانسوں میں سمائی رہی۔ شام کو یہاں پہنچی تھی، ہمسائیوں نے مجھ سے میرے آشیاں لٹنے کی داستان سنی کھانا کھلایا یہاں تک کہ خالہ نے دلاسہ دیا کہ تم میری بیٹی کی طرح ہو میرے پاس رک جاؤ مگر اتنے برس گھر سے دور رہ کر دل نے گوارا نہ کیا کہ ایک پل اور دور رہوں۔ رات بھر اپنی بھولی بسری یادوں میں الجھے رہے بادلوں کا طوفان گزرتا رہا ماضی کا لمحہ لمحہ کڑکتی بجلی سے بیدار ہو کر میری تنہائی کو بہلاتا رہا۔ وقت کیسے رات بھر گزرا پتہ ہی نہ چلا مگر اک پل بھر کے لئے بھی آنکھ نہ لگی جیسے ہر لمحہ کچھ کہہ رہا تھا۔

تنہا ہوں کبھی تو ہمیں ڈھونڈ لینا
اس دنیا سے نہیں اپنے دل سے پوچھ لینا
آپ کے پاس ہی رہتے ہیں ہم
یادوں سے نہیں، ساتھ گزرے لمحوں سے پوچھ لینا

میرا باپ خدا بخش گاؤں کے بڑے آدمی عبداللہ کا گھریلو ملازم بلکہ اتنے اعتماد والا انسان بنا ہوا تھا کہ عبداللہ دوست کی طرح صلاح مشورہ کر لیا کرتا تھا اس لئے حویلی میں کوئی پردہ نہ تھا۔ عبداللہ کی مہربانی پہ ہی ہمارا گھر چلتا تھا کہہ لیں حویلی کے ٹکڑوں پہ پل کر جوان ہوئی تھی۔ عبداللہ کی بیٹی رانو میری دوست تھی بلکہ دونوں ایک سکول میں پڑھ کر جوان ہوئیں۔ میری پڑھائی کا

تمام خرچہ عبداللہ چاچا پورا کرتے اور ابا سے کہتے دیکھنا ایک دن پڑھ کر ضرور تیرا نام روشن کرے گی۔ بچپن کا سارا زمانہ ہٹ دھرمیوں کا موسم تھا اپنی من مانیاں کرنے کا زمانہ تھا۔ رانو کی ماں رانو کو پیدا کرنے کے بعد خالق حقیقی سے جا ملی اور اس کی پرورش بھی میری ماں نے میری طرح کی۔ سارا ذمہ ماں پہ تھا۔ رنگ روپ جوانی میں ایک دوجے سے بڑھ کر نہ پتا کون سی چاچا عبداللہ کی بیٹی اور کون سی خدا بخش ملازم کی۔ سارا عالم ایسے خواہش کی تکمیل کا دور تھا جیسے بھی ہو بچپن بھولتا نہیں۔ جن میں فکریں نہیں ہوتیں، ذمہ داریوں کا احساس نہیں ہوتا، ذرا سا روئیں تو جہاں سب کچھ مل جاتا ہے جہاں سے بھی لو مل گیا جہاں چاہو سو لیا۔ کہتے ہیں وقت کبھی ایک جیسا نہیں رہتا جہاں عبداللہ چاچا کی میرے ابا سے اتنی پرانی کئی سالوں کی دوستی کے درمیان رنجش کی پتلی سی لکیر نمودار ہوئی اور پھر اس کے کنارے بڑھتے ہوئے دور سے دور تک ہو گئے اور ان کی بیچ کی دوستی کو کھانے لگے۔ دو گہرے دوست غلط فہمیوں کا شکار ہوتے چلے گئے یہاں تک کہ ایک وقت آیا کہ ہمیں حویلی چھوڑ کے جانا پڑا مگر میں کیسے رانو سے جدا ہوتی مجھے خود پتہ نہ تھا جیسے ایک جسم میں دل اور دھڑکن کو جدا کر دیا کسی نے۔ گھر سے نکلتے وقت رانو کی آنکھیں خاموش میرا چہرہ دیکھ رہی تھیں جیسے بول رہی ہوں رک جا نشو نہ جا مگر میں مجبور تھی ابا کے فیصلے پہ بہرحال ہم لوگ شہر آ گئے اور یہاں پہ ابا نے ایک فیکٹری میں ڈرائیور کی نوکری کر لی اور مجھے بھی ایک کالج میں داخلہ دلوا دیا۔ وقت گزرتا گیا مگر مجھے پل پل اپنے بیتے دنوں کی یاد آتی رہی۔

یہی وہ عمر تھی جس میں نئی منزل کا تعین ہوتا ہے۔ خدا بخش جیسے باپ کے اصولوں سے سمجھوتہ کرتے ہوئے ہمہ تن گوش تعلیم میں مگن رہی میں فطرتاً ذہین واقع ہوئی تھی اور پڑھائی میں خاصی تیز تھی بھی میرے اس شوق کو دیکھتے ہوئے ابا نے میری تعلیم کو مزید جاری رکھنے کو کہا تھا۔ ان کا قطعی ذہن نہ تھا کہ میں نوکری کروں بلکہ معاشی اور معاشرتی باتوں سے آگاہی دلاتا تھا۔ وقت تیزی سے گزرتا گیا کالج میں نت نئی فرینڈ اور کلاس فیلو کے ساتھ اپنی ماضی کی یادوں سے کچھ حد تک نکل گئی۔ ابا نے کالج آنے جانے کے لئے رکشہ گھر لگوا دیا کہ پیدل اکیلے آنا جانا ٹھیک نہیں روز کی طرح وقت پر رکشہ گھر آ جاتا اور میں چلی جاتی۔ آج بھی آیا اور کالج اتارتے سے انور نے کہا۔ باجی واپسی پر میں لیٹ ہو جاؤں گا مگر اپنے چھوٹے بھائی کو بھیج دوں گا وہ آپ کو پہچانتا ہے خود ہی گھر چھوڑ کر آئے گا۔ میں نے کہا۔ ٹھیک ہے مگر لیٹ نہ ہو۔ چھٹی کے ٹائم پہ جب گیٹ پہ آئی تو وہ نہ ٹائم پہ آیا، میں نے کافی دیر انتظار کیا جب دیکھا اب یہاں کھڑے ہونے کا کوئی فائدہ نہیں تو پیدل چلنے لگی۔ کچھ دور ہی گئی تھی کہ پیچھے سے موٹر سائیکل نے ایک دم بریک لگائی میں اچانک پیچھے مڑ کر سہم گئی۔ ہیلو نشو جی! آیئے میں تمہیں گھر پہنچا دوں۔ میرے کلاس فیلو شہزاد نے مجھے اپنی طرف متوجہ کیا۔ نہ۔ نہیں میں یونہی پیدل چلی جاؤں گی۔ میں نے گردن جھکا کر بے نیازی سے کہا اور آگے چلنے لگی۔ مگر نشو جی! اس میں حرج ہی کیا ہے۔ میں آپ کی طرح سنگ دل نہیں پر اس قدر بے رحم بھی نہیں اور پھر یہ میرا اخلاقی فرض بنتا ہے۔ میرا یہ مطلب نہیں شہزاد! لوگ باتیں بنائیں گے اور پھر ابا نے دیکھ لیا تو اچھا نہیں لگتا۔ یہ تو تمہاری مرضی پر منحصر ہے، بہرحال اتنا ضرور کہوں گا کہ اس قدر کھلے ماحول میں اتنی باریکی۔ میں سہم تو پہلے گئی تھی مگر اس وقت ایسی صورت میں اس کے خلوص کو بھی نہ ٹھکرا سکی اور خاموشی سے اس کے خلوص کو دیکھتے اس کے پیچھے موٹر سائیکل پر بیٹھ گئی۔ ابھی گھر سے کچھ فرق پہ تھے کہ میں نے اس کو موٹر سائیکل روکنے کو کہا۔ آپ کی مرضی نشو جی! مگر میرا ارادہ تو گھر کے باہر اتارنے کا تھا مگر آپ..... آپ کی بات اپنی جگہ شہزاد مگر ..... اس کے آگے فقرہ چھوڑ دیا۔ یوں اس نے بریک لگائی اور خدا حافظ بول کر آگے بڑھی۔ جب تھوڑا آگے جا کر دیکھا میں نے مڑ کے تو شہزاد وہیں کھڑا میری طرف دیکھ کر مسکرا رہا تھا۔ اس کی اس ادا نے میرے پورے وجود میں ہلچل مچا دی اور میں رات بھر اسی سوچ میں غرق رہی۔

زندگی کے ہر موڑ پہ کچھ اس طرح آزمایا گیا مجھے
زندگی دے کر پھر زندگی کے لئے ترسایا گیا مجھے

وقت گزرنے لگا لیکن پتہ نہیں کیوں پہلی بار ایسے لگا جیسے میرے من میں اک عجیب سی خواہش جنم لے رہی ہے۔ میں جس قدر خیالوں کو من سے فراموش کرنے کی کوشش کرتی اسی قدر زیادہ وہ میرے اعصاب پر سوار ہونے لگے۔ میں نے کتنی بار ہی اسے گھر کے سامنے تو کبھی رکشے کے قریب سے گزرتے دیکھا اور جانے کیوں ہر بار اسے دیکھتے ہی میرے دل کی دھڑکنیں بڑھ جاتیں۔ دراصل اس خاموش پیغام کی آگ دونوں طرف لگی تھی۔ شہزاد بھی دل ہی دل میں چاہنے لگا جس کی دستک میرے دل کو مل گئی تھی اور دیکھتے ہی دیکھتے خاموشی اک دن پیغام الفت بن گئی۔ کالج ٹائم کے بعد میں لائبریری سے باہر نکل رہی تھی تو اچانک شہزاد مجھ سے ٹکرا گیا اور میرے ہاتھ سے کتابیں گر گئیں۔ سوری! اصل میں کہیں اور خیال تھا میں نے آپ کو دیکھا ہی نہیں۔ ایک دم گھبراتے لہجے میں شہزاد نے کہا۔ کوئی بات نہیں میں جھک کر اٹھانے لگی تو وہ بھی اٹھانے لگ پڑا لیکن کچھ پل میں بہت سی باتوں کا سوال جواب جیسے آنکھوں ہی آنکھوں میں ہوا مگر لب خاموش رہے اور میں کتابیں سمیٹ کر گیٹ کی طرف بڑھی جب پیچھے مڑ کر دیکھا تو وہ وہیں کھڑا مسکرا رہا تھا میری طرف دیکھ کر اور میں آگے چل پڑی۔ گھر پہنچنے تک اسی کا خیال بار بار ذہن میں گھومتا رہا۔ گھر آ کر کتابیں اپنے کمرے میں رکھیں اور منہ دھو کر آ کر لیٹ گئی۔ امی نے آواز دی نشو بیٹا کھانا کھا لو مگر میں نے کہا بھوک نہیں۔ ذہن جیسے ایک جگہ پہ ہی رک گیا۔ میں نے اپنے کمرے کا دروازہ اٹھ کے بند کیا اور اپنی نوٹ بک اور کتاب لے کر بیٹھ گئی۔ ابھی کتاب کھولی تھی کہ بیچ میں پڑا کاغذ دیکھ کر حیران ہو گئی ارے یہ کیا جب کھولا تو آنکھیں ایک جگہ جم گئیں ہائے اللہ یہ کیسے؟

مجھ سے وعدہ کرو مجھے رلاؤ گے نہیں
حالات جو بھی ہوں مجھے بھلاؤ گے نہیں

ان چند لائنوں میں ہر بات دل کی بیان کر دی میرے ہاتھ کانپنے لگے اور بڑی پریشانی اس بات سے تھی یہ میری کتاب میں کیسے پھر اچانک خیال آیا کہ جب وہ مجھ سے ٹکرایا اور کتابیں اٹھاتے سے کتاب میں رکھ دیا۔ بڑی گل اے۔ مسکراہٹ کے ساتھ میرے منہ سے یہ بات نکلی۔ بس پھر کچھ پریشان اور کچھ اطمینان کہ اس کا بھی وہی حال ہے جو میرا ہے۔ اگلی صبح کالج گیٹ پر وہ میرا انتظار کر رہا تھا میں جیسے ہی رکشے سے اتری وہ میری طرف دیکھنے لگا جیسے ہی پاس سے گزری ایک پل بھی اس نے آنکھ نہ جھپکی جیسے میرے چہرے سے اندازہ لگا رہا ہو کہ وہ خط اس نے پڑھا یا نہیں۔ لیکچر لینے کے بعد کینٹین میں بھی میں اپنی فرینڈز کے ساتھ تھی وہاں پہ بھی وہ صرف مجھے نوٹ کرتا رہا اور میں نظریں نیچے کر لیتی۔ آخر کب تک ایسا چلتا آخرکار چھٹی ٹائم میں جانے لگی تو دیکھا کہ اپنی موٹر سائیکل پہ کھڑا میرا انتظار کر رہا تھا۔ اتنے میں میرا رکشہ آ گیا میں بیٹھی اور چلنے لگی تو وہ وہیں تھا میرا دل نہ مانا اور شہزاد کو تنگ کرتی کیوں کہ وہ صرف میرے چہرے سے اندازہ چاہتا تھا۔ میں آخرکار اس کی طرف دیکھ کر مسکرائی تو اس کے بھی چہرے پہ جیسے رونق آ گئی اور اس نے جلدی سے موٹر سائیکل سٹارٹ کی اور میرے رکشے کے پیچھے بڑھا اور پاس آ کر thanks بولا اور آگے بڑھ گیا۔ یہاں سے ابتدا ہوئی میری محبت کی مگر شاید قسمت میں نہ لکھا تھا۔ اس خاموش دستک کے پروان چڑھنے کا دریا کے ان دو کناروں کی طرح میری اور شہزاد کی محبت تھی جو کبھی ملتے نہیں۔ دل ہی دل میں بس جہاں میں اور بھی بہت کچھ ہوتا ہے۔ ہمارے ساتھ بھی یہی ہوا۔ دل پہ پتھر رکھ لیا اس محبت کو دل میں دفن کر لیا پہلی محبت مل جائے یہ سبھی کی قسمت نہیں ہوتی اور بھلائی جائے ممکن ہی نہیں۔

نہ میری کوئی منزل ہے نہ کنارہ
تنہائی میری محفل اور یادیں میرا سہارا

زندگی اس دریا کے دو کناروں کی طرح بن گئی جو کبھی آپس میں مل نہیں سکتے۔ بس اک دوجے کو دیکھتے ہی رہ جاتے ہیں۔

□✲□

اک خواب کی تکمیل

جیسا کہ آپ جانتے ہیں کہ ہمارے سب کے ہمدرد اور درد دل رکھنے والے ہمارے محسن شہزادہ عالمگیر اس دنیا میں نہیں رہے۔ وہ ایک ایسے انسان تھے جن کے دل میں انسانیت کے لئے بہت درد تھا اسی درد کی وجہ سے ان کے دل میں کئی ایک خواہشات پیدا ہوئیں کہ غریب لوگوں کے لئے کوئی ایسا کام کیا جائے جس سے انسانیت کو فائدہ ہو۔ ان خواہشات اور جذبات کو عملی جامہ پہنانے کے لئے انہوں نے کئی ایک پروجیکٹ سوچ رکھے تھے ان میں سے ایک پروجیکٹ "یتیم بچوں کے لئے سکول" کا قیام تھا۔ اس سکول کی تعمیر کے لئے انہوں نے ایک ماسٹر پلان تیار کیا ہوا تھا جس کو عملی جامہ پہنانے کا اللہ تعالیٰ نے انہیں موقع نہیں دیا۔ معزز قارئین! شہزادہ عالمگیر کے اس پروجیکٹ کو، اُن کے خواب کو تعبیر دینے کے لئے ہم اس سکول کی تعمیر شروع کرنا چاہتے ہیں تاکہ انسانیت کی فلاح اور لوگوں کو مفت علاج فراہم کیا جائے۔ اس پروجیکٹ کو ہم اکیلے تو عملی شکل نہیں دے سکتے اس میں آپ لوگوں کی مدد بھی ہمیں چاہیئے۔ لہٰذا مخیر حضرات سے دردمندانہ اپیل ہے کہ دکھی انسانیت کی فلاح و بہبود کے لئے دل کھول کر امداد فراہم کریں تاکہ اللہ تعالیٰ کے محبوب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد کے مطابق کہ "علم حاصل کرنا ہر مرد و عورت پر فرض ہے" کی روشنی میں اس کارِ خیر میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیں اور اللہ تعالیٰ اور اس رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خوش کریں اور شہزادہ عالمگیر صاحب کے اس خواب کی تکمیل کر کے ان کی روح کو تسکین پہنچائیں۔ دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ شہزادہ عالمگیر صاحب کو آخرت میں اعلیٰ سے اعلیٰ مقام عنایت فرمائے۔ آمین!

آپ اپنے عطیات درج ذیل اکاؤنٹ نمبر میں بھیج سکتے ہیں۔

شہزادہ التمش عالمگیر۔ اکاؤنٹ نمبر 0073200265573 2 سلک بینک

جواب عرض پزل نمبر 02

اس پزل کے سوالات کے جواب دیجئے اور انعام جیتئے

صحیح سوالات کے جواب نیچے دیے گئے خانوں میں تلاش کریں۔ تھوڑی سی کوشش کرنے سے آپ ان حروف کو ملا کر جواب ڈھونڈ سکتے ہیں۔ زیادہ سے زیادہ کوپن بھیجیں اور انعام حاصل کریں۔

1- اسے بارش میں ---- سب سے اچھا لگتا ہے۔
2- اس کی چاہت میں اتنا ---- تھا کہ ڈوب جانے کو جی چاہتا ہے۔
3- ہر کسی کو ---- سننا بہت اچھا لگتا ہے۔
4- وہ اس لاغر تھا کہ چلتے چلتے ---- جاتا۔
5- محبوب کی ---- بے موت مار دیتی ہے۔

حل تلاش کریں

ن	ب	ہ	ی	ا	ن	گ	؛	ھ	ا	ن				
	و		ن		س		ہ		ر		ش		ر	
				ی	م	ت	ذ	ع	ک	ف	ی	و	ر	
					ٹ	ک	ی	ر	ب	ھ				
ا	ف	ج	ب	ے	و	ہ	ی	ف	ی	ا	ہ			

انعامات کی تفصیل

اوّل انعام : 50,000 روپے نقد
دوم انعام : 25,000 روپے نقد
سوم انعام : 10,000 روپے نقد

قواعد وضوابط: (1) چار سوالات کے صحیح جواب ضروری ہیں۔ (2) ایک سے زیادہ صحیح حل والے کوپن موصول ہونے کی صورت میں بذریعہ قرعہ اندازی انعام نکالا جائے گا۔ (3) سب سے زیادہ حل والے کوپن بالترتیب اوّل، دوم سوم قرعہ اندازی میں شامل ہوں گے۔ (4) اصل کوپن کو ہی قرعہ اندازی میں شامل کیا جائے نہ کہ فوٹو کاپی یا ہاتھ سے لکھا ہوا۔ (5) صحیح جواب ہمارے پاس موجود ہے وہی درست تصور کیا جائے گا۔ (6) جیوری کا فیصلہ حتمی اور آخری ہوگا اور ناقابل چیلنج ہوگا۔

کوپن

جواب عرض پزل نمبر 02

پزل کے سوالات کے جوابات تلاش کر کے اس کوپن پر لکھ کر کاٹ کر ہمراہ قومی شناختی کارڈ کی فوٹو کاپی ارسال کریں۔ سب سے زیادہ کوپن والے امیدوار کو قرعہ اندازی میں شامل کیا جائے گا۔

1-________ 2-________ 3-________
4-________ 5-________

نام:________ شناختی کارڈ نمبر:________
مکمل پتہ:________ فون نمبر:________

محبت برباد کرتی ہے

تحریر..... منیر رضا- ساہیوال

چاہتوں کا سلسلہ بڑھتا گیا آخر کار محبت کے بندھن کو شادی کا روپ لینا پڑا۔ نبیلہ اپنے شوہر انور سے بے حد محبت کرتی تھی، محبت کے پہلوؤں سے بڑھتے ہوئے بات شادی تک آ گئی۔ نبیلہ ایک امیر گھرانے سے تعلق رکھتی تھی جبکہ انور خوبصورت ضرور تھا مگر مالی حالات سے وہ کمزور تھا ۔۔ ایک سچی کہانی

اس کہانی میں شامل تمام کرداروں اور مقامات کے نام فرضی ہیں۔

یہ کہانی مجھے اسلام آباد سے پوسٹ کی گئی، مجھے امید ہے شہزادہ التمش میرا اور قارئین کا دل نہیں توڑیں گے۔ آیئے قارئین نبیلہ کی کہانی اس کی زبانی سنئے۔

میں اپنے ماں باپ کی اکلوتی بیٹی تھی۔ میں نے اکیلی ہونے کے ناطے گھر کے لاڈ پیار سے خوب فائدہ اٹھایا۔ زندگی کو خوب انجوائے کیا، کالج کے دنوں میں میری سب فرینڈز زیادہ تر میرے ساتھ رہتیں کیونکہ میں زیادہ فضول خرچ تھی۔ ایک دن اتفاقاً سکول بس پر جانا پڑا۔ اس میں ایک خوش پوش لڑکا سوار تھا۔ وہ کوئی اور نہیں میرے دل کا چور نکلا۔ میں کالج چلی گئی، سارا دن اس کے خیالوں میں گزر گیا۔ میں نے کسی بھی پیریڈ کو اٹینڈ نہ کیا اور چھٹی ہوتے ہی گھر چلی آئی۔ گھر میں بھی بیتابی کا عالم میری جان لینے پر تیار تھا۔ آخر خدا خدا کر کے رات گزری، صبح ہوتے ہی میں نے ماں سے کہا کہ آئندہ سے میں بس پر جاؤں گی۔ ٹیکسی کے اخراجات بڑھ رہے ہیں۔ ماں نے میری بات مان لی۔ میں جلدی سے بس شاپ پر پہنچ گئی۔ اتنے میں بس بھی آ گئی، میں نے سوار ہوتے ہی اس خوش پوش لڑکے کو تلاش کیا مگر مجھے نظر نہ آیا۔ وہ آگے فرنٹ سیٹ پر بیٹھا تھا۔ اچانک مجھے پریشان کر دیا اور کھڑا ہو کر آواز دینے لگا۔ ہیلو جی آپ آگے سیٹ پر بیٹھ جائیں، بس میں بہت بھیڑ ہے۔ میں نے سیٹ پر بیٹھتے ہی اس کا نام پوچھا۔ شاید اس موقع پر نام پوچھنا ٹھیک تھا۔ اس نے بتایا میرا نام انور ہے۔ میں فرسٹ ایئر کا سٹوڈنٹ ہوں۔ وہ تو مجھ سے بھی زیادہ فاسٹ نکلا۔ اتنے میں اس نے میرا نام پوچھا۔ جی میرا نام نبیلہ ہے اور میں بھی فرسٹ ایئر کامرس کی سٹوڈنٹ ہوں۔ میرے ساتھ والی سیٹ خالی تھی۔ میں نے انور سے بیٹھنے کو کہا۔ شاید وہ پہلے ہی اس انتظار میں تھا۔ یہ سفر اتنا لمبا تو نہ تھا مگر دلچسپ ضرور تھا۔ ایک اجنبی کے ساتھ یہ میرا پہلا سفر تھا۔ اچانک بدن میں کپکپی سی ہونے لگی۔ میں سیٹ سے کھڑی ہوئی انور شاید جان چکا تھا کہ میں سیٹ سے کیوں اٹھی۔ وہ بھی کافی گم صم بیٹھا تھا۔ اتنے میں میرا شاپ آ گیا۔ اترتے ہوئے انور نے کہا۔ پھر کب ملاقات ہوگی؟ میں نے کہہ دیا۔ خدا نے چاہا تو کل اسی وقت۔ مجھے کچھ تسلی سی ہوگئی کہ انور بھی مجھ میں دلچسپی رکھتا ہے۔

اب پڑھائی میں دل بالکل نہیں لگ رہا تھا سارا دن کالج ٹائم بے کار گزرا۔ اب سوچا کل انور سے اس کا سیل نمبر لوں گی۔ خیر کالج سے واپسی پر میں نے انور کا انتظار کیا مگر وہ کہیں دکھائی نہ دیا گھر کے کام کاج پہلے میں سنبھالتی تھی مگر اب ماں سے کہہ دیا کہ امتحان قریب ہیں۔ میں اب پڑھنا چاہتی ہوں۔ میری ماں پہلے ہی
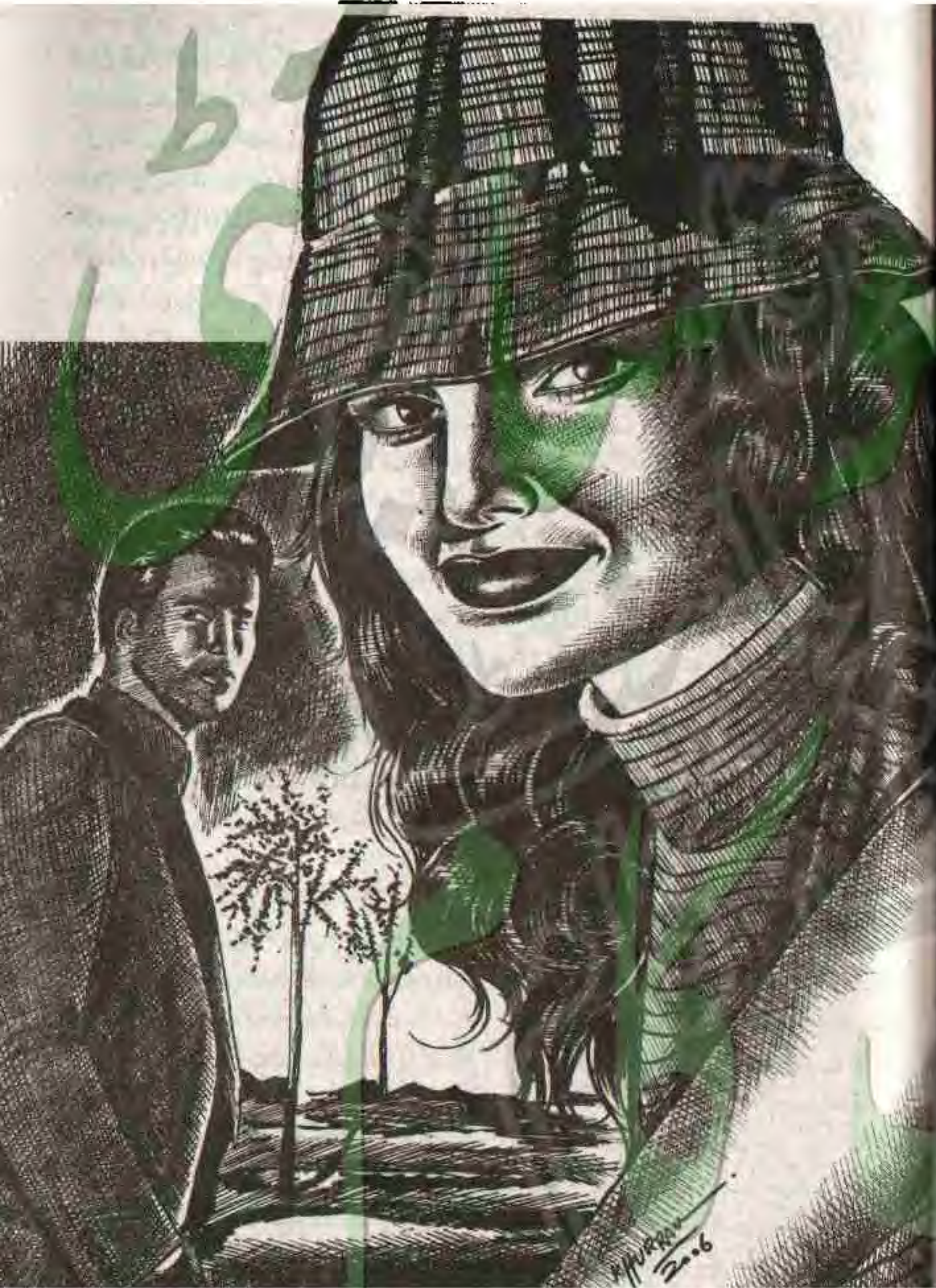
یہی چاہتی تھی کہ میں پڑھوں مگر میرے والد کافی سخت مزاج تھے مگر انہوں نے کبھی بھی میری کوئی بات نہ ٹالی۔ رات کے سمے میں نے اپنے کمرے کی کنڈی لگائی اور سو گئی کیونکہ صبح مجھے جلد اٹھنا تھا۔ صبح میں جلد اٹھی اور سکول کی تیاری کی۔ ہمارے کالج کا ماحول سکول کی طرح تھا۔ بس سٹاپ پر پہنچی اتنے میں بس آ گئی انور پہلے ہی میرا انتظار کر رہا تھا اور ایک سیٹ خالی چھوڑ کر دوسری پر خود بیٹھا تھا۔ میں وہاں اس کے پاس جا کر بیٹھ گئی۔ ہیلو نبیلہ آپ کیسی ہیں۔ تمہیں کیا بتاؤں میں تمہیں جب نہ دیکھوں تو مجھے چین نہیں آتا۔ نبیلہ میں تم سے بہت پیار کرنے لگا ہوں۔ مجھے کچھ پتہ نہیں چلا یہ کب ہو گیا۔ اتنے میں انور نے میرا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لے لیا۔ میں تو پہلے ہی اسے دل دے بیٹھی تھی۔ انور میں بھی تم سے بہت پیار کرتی ہوں۔ ہم نے ایک ساتھ جینے مرنے کی قسمیں کھائیں۔ اتنے میں میرا اسٹاپ آ گیا۔ انور بھی میرے ساتھ اتر آیا۔ نبیلہ میں بھی آج تمہارے ساتھ تمہارے کالج جاؤں گا۔ انور میں تم سے کچھ کہنا چاہتی ہوں، تم ہمارے کالج میں ایڈمیشن کیوں نہیں لیتے۔ نبیلہ حقیقت یہ ہے میں تم سے کہنا نہیں چاہتا میں تمہارے کالج کا خرچ افورڈ نہیں کر سکتا۔ اتنی سی بات، میں تمہارا داخلہ کراتی ہوں۔ نہیں نبیلہ ابھی گھر کے حالات ٹھیک نہیں۔

قارئین انور بھی یہی چاہتا تھا کہ کسی امیر لڑکی سے دوستی ہو جائے تو وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہو گیا۔ کہانی نیا رخ لیتی ہے۔ دوسرے روز نبیلہ نے گھر سے دس ہزار روپے لا کر انور کو دیئے کہ وہ اپنا داخلہ کروائے۔ انور یہ لو دس ہزار روپے ہیں تم اب میرے کالج میں ایڈمیشن کراؤ گے۔ نہیں نبیلہ میں ابھی اپنی ماں کا علاج کرانا چاہتا ہوں۔ انور تم نے مجھے بتایا کیوں نہیں کہ تمہاری ماں بیمار ہے۔ نبیلہ میں تمہیں پریشان نہیں کرنا چاہتا۔ اس میں پریشانی والی کون سی بات ہے۔ چلو ابھی چلتے ہیں۔ نہیں اب تم اپنی کلاس اٹینڈ کرو اور میں میڈیسن دے کر آتا ہوں۔ نبیلہ نے انور کو اپنا فون نمبر دیا کہ مجھے فون کر لینا۔

ٹھیک دو بجے انور نے کال کی۔ نبیلہ بھی آ گئی انور نے کہا۔ نبیلہ کیوں نہ آج ڈسکو کلب چلیں۔ نبیلہ بھی تیار ہو گئی وہ اس بات سے بے خبر تھی کہ انور ایک ان پڑھ اور نشے باز لڑکا ہے۔ اس نے نبیلہ کی معصومیت سے خوب فائدہ اٹھایا۔ قارئین آیئے ایک بار پھر نبیلہ کی زبانی اس کی داستان سنتے ہیں۔

ہم کلب چلے گئے۔ میرا تو اتفاقاً جانا ہوا کیا خوب رنگینیاں تھیں، لڑکیاں لڑکے ناچ گانے میں مگن تھے۔ اتنے میں ویٹر ہمارے پاس آیا۔ جی سر کیا لیں گے۔ نارمل وسکی اور پیپسی لے آئیں۔ ہم نے پیپسی پی مگر میں اس بات سے بے خبر تھی کہ اس میں شراب ملی ہوئی تھی۔ مجھے ذائقہ کچھ کڑوا لگا مگر انور کے بار بار اصرار پر میں نے پی لی۔ آہستہ آہستہ مجھ پہ مستی سی چھانے لگی۔ میں بھی گانے ناچنے میں مگن ہو گئی۔ یہاں تک کہ رات کے بارہ بجنے کو آ گئے۔ اتنے میں میں نے انور سے کہا۔ چلو گھر چلتے ہیں تو آگے سے انور نے کہا۔ اب کافی دیر ہو چکی ہے۔ چلو یہاں کمرے میں ٹھہر جاتے ہیں۔ انور نے کمرہ رات کے لئے بک کروایا۔ ہم کمرے میں چلے گئے اتنے میں ویٹر نے بیل دی اور آرڈر لے گیا۔ برگر کے ساتھ پیپسی تھی۔ ہم نے برگر کھائے، پیپسی پینے کے بعد مجھ پہ عجیب سی کیفیت طاری ہونے لگی۔ میں خود سے باہر ہو گئی۔ ہم دن ہوتے ہی گھر چلے گئے کیونکہ اتوار کی چھٹی تھی۔ دوسرے روز میں کالج نہ گئی۔ انور نے مجھے فون کیا۔ ہیلو نبیلہ آپ کالج نہیں آ رہی ہو۔ نہیں انور آج پاپا کے کچھ مہمان آ رہے ہیں اور پاپا نے مجھے کہا ہے تم کالج سے چھٹی کر لو۔ نبیلہ میں سمجھ چکا ہوں تمہارے پاپا تمہاری شادی کرنا چاہتے ہیں اور میں تمہارے بغیر نہیں رہ سکتا۔ انور تم پریشان مت ہونا، تمہارے علاوہ میری زندگی میں کوئی نہیں آ سکتا۔ اچھی بات ہے ورنہ وہ بھی مارے جائیں گے۔ انور تم ایسی باتیں کیوں کرتے ہو، ایسا کبھی نہیں ہو گا۔ اتنے میں پاپا کے مہمان آ گئے، انہوں نے چائے وغیرہ پینے کے بعد میری شادی کی بات کی تو پاپا نے مجھے آواز دی۔ نبیلہ کیا تم میری پسند کو

اپنی پسند سمجھو گی۔ پاپا جان آپ جو کہیں بہتر ہے مگر میں آپ سے سوچنے کا ٹائم لیتی ہوں۔ اتنے میں مہمان چلے گئے۔ میں نے اپنے پاپا سے کہا۔ پاپا جی میں آپ سے کچھ کہنا چاہتی ہوں۔ میں ایک لڑکے سے لو کرتی ہوں اور اس سے شادی کرنا چاہتی ہوں۔ پاپا پہلے تو حیران ہوئے پھر مجھ سے کہا۔ کل اسے مجھ سے ملواؤ۔ میں نے انور کو فون کر دیا کہ تم کل میرے گھر چلے آؤ۔ مگر کہانی ایک نئے موڑ پر تھی۔ میری خوشیاں غم کی لپیٹ میں آ گئیں ایک ہی لمحہ میں دنیا بدل گئی۔ میرے جینے کا مقصد ہی ختم ہو گیا۔ قارئین ہوا کیا کہ میرے والد صاحب کی طبیعت اچانک خراب ہو گئی اور پلک جھپکتے ہی وہ خالق حقیقی سے جا ملے۔ صبح کا دن میرے لئے بھیانک تھا۔ پاپا کی کمی اب شاید عمر بھر پوری نہ ہو پائی۔ رفتہ رفتہ حالات پہ قابو پایا۔ پاپا کی پنشن سے گھر کے اخراجات چلنے لگے۔ ماں اب اس فکر میں تھی کہ میری شادی کے بعد اپنی بڑی بہن کے پاس ساہیوال چلی جائے۔ کچھ ہی دنوں بعد انور سے میری شادی ہو گئی۔ ماں نے مجھے دو مرلے کا مکان لے دیا اور پہلا مکان بیچ کر ساہیوال چلی گئیں۔ پہلے تو انور میرے ساتھ بہت خوش تھا مگر آہستہ آہستہ جیسے روپیہ پیسہ ختم ہوتا گیا۔ انور کا رویہ بدلتا گیا۔ اچانک ایک دن میری حالت بہت خراب ہو گئی۔ میں نے چیک اپ کروایا۔ تو معلوم ہوا، میں پیٹ سے ہوں۔ انور یہ سنتے ہی بھڑک اٹھا۔ تم مجھ سے دھوکا کرتی رہی اور اپنے عاشقوں سے ملتی رہی۔ یہ بچہ میرا نہیں ہے۔ انور نے مجھے بہت مارا۔ میری حالت اور ہی خراب ہوتی گئی۔ انور صبح اٹھتا کام پر جانے کے بجائے جواخانہ چلا جاتا۔ تب جا کے مجھے معلوم ہوا کہ میں نے کتنی بڑی غلطی کی ہے۔

تجھ سے اور کچھ نہیں چاہیے میری عمر رواں
میرا بچپن، میری گڑیا، میرے جگنو لا دے مجھ کو

آخر کار وہ دن بھی آ گیا کہ گھر میں کھانے کو ایک دانہ تک نہ تھا۔ آخر میں نے ہمسائیوں کے ہاں کام کرنا شروع کر دیا جس سے وہ مجھے دو وقت کی روٹی اور دو ہزار روپیہ دیتے۔ انور آہستہ آہستہ گھر کا سامان بیچنے لگا۔ اگر میں پوچھتی تو مجھے ڈانٹ دیتا۔ میری حالت اور ہی خراب ہو گئی۔ خدا بھلا کرے میری ہمسائی کا جس نے مجھے سنبھالا۔ میرے گھر میں روز آتی جاتی۔ وہ دن بھی ہوا، مجھے بیٹا پیدا ہوا انور تو ہر وقت آگ بگولے رہتا تھا مگر اب مجھے یہ امید لگ گئی تھی کہ میری زندگی شاید خوشیوں سے بھر جائے۔ چار ماہ گزر گئے زندگی بھوک پیاس سے شب و روز جنگ کر رہی تھی۔ حالات بگڑتے ہی جا رہے تھے۔ قسمت کی دیوی مجھ پر مہمان کی طرح رہی۔ شاید یہ میری بھول تھی کہ میں نے اپنے باپ کا دل دکھایا تھا۔

اب ہوا معلوم
تنہائی میں جلنا پڑتا ہے
آنسوؤں کی برسات لئے
طوفانوں سے الجھنا پڑتا ہے
اب ہوا معلوم
کبھی اونچی نیچی راہوں کو
بالکل ہی ہموار سمجھنا پڑتا ہے
خوشیوں سے دور غموں کے ساتھ چلنا پڑتا ہے۔
اب ہوا معلوم
زندگی کتنی دشوار ہے
ان راستوں میں کتنی دیوار ہے
محبت میں کتنا انتظار ہے
اب ہوا معلوم
کوئی روٹھ جائے تو کیا ہوتا ہے
دل کتنا تڑپا کتنا سلگتا ہے
ہجر کی آگ میں کتنا جلتا ہے
اب ہوا معلوم

مجھے آج وہ دن یاد آئے جب میں کالج کے دنوں میں خوش تھی۔ میری سہیلیاں مجھے روکتی تھیں کہ میں لڑکوں سے دور رہوں مگر میرا مقدر مجھ سے روٹھ گیا۔

ایک روز انور نے مجھ سے گھر کے کاغذات مانگے، میرے نہ دینے پر اس نے مجھے خوب مارا۔ اتنے میں میری پڑوسن دوڑی اور مجھے اپنے گھر لے گئی۔ میری مرحوم

بہی کی جسمانی زخم تو تاب لا گئے مگر جو زخم میری روح کو لگے تھے وہ شاید کبھی تاب نہ لا سکیں۔

میرے زخموں پہ مرہم لگانے آئے کوئی
میری اندھیری شام کا دیا جلانے آئے کوئی
بہت کچھ کھویا ہے محبت کے سفر میں
میرا بچپن ہی مجھے رلانے آئے کوئی
نجانے رات بھر نیند کیوں نہیں آتی
مجھے اپنی آغوش میں سلانے آئے کوئی
مجھے اپنی آغوش میں سلانے آئے کوئی
وہ کہتے ہیں ہمیں محبت کرنا نہیں آتی
محبت کیا چیز ہے ہمیں سکھانے آئے کوئی
حالات گردش سے ہم دور چار ہیں رضا
ہماری منزل کے لئے دعا کے ہاتھ اٹھانے آئے کوئی

مجھ پہ ایک بار پھر قیامت ٹوٹی، میرا بیٹا مجھ سے ہمیشہ کے لئے جدا ہو گیا۔ والد کی وفات کے بعد اب بیٹے کی جدائی مجھے گھائل کر گئی۔ ادھر ساہیوال میں میری ماں کو سب معلوم ہو گیا کہ میری زندگی غموں سے دوچار ہے۔ انور ہر روز پڑوسن کے گھر آتا۔ اب تو بات اور بھی بگڑ چکی تھی انور کے ساتھ ایک لڑکی روزانہ آتی، میں نے اسے بہت سمجھایا اس کا نام شازیہ تھا۔ افسوس سے کہنا پڑ گیا وہ انور کی پہلی بیوی تھی اور رشتہ میں کزن ان کے دو بچے بھی تھے۔ یہ سب جاننے کے بعد میرے اوسان خطا ہو گئے۔ اے خدایا اب کیا کروں، اس جال سے نکلنے کا کوئی راستہ دکھا۔ میں نے اپنی پڑوسن سے جگہ کی بات کہ میں اپنا مکان بیچ کر ساہیوال جانا چاہتی ہوں۔ مکان میں سامان تو نہیں بچا کہیں ایسا نہ ہو میں جگہ سے بھی ہاتھ دھو بیٹھوں۔ وہ میری بات گئی، اس نے خریدار لگوانے شروع کر دیئے۔ انور کو بھی معلوم ہو گیا کہ میں مکان بیچ رہی ہوں۔ اس نے مجھے دھمکی دی اگر میں نے مکان بیچا تو وہ مجھے چھوڑ دے گا۔ مگر اب تو میں یہی چاہتی تھی کیونکہ اس کا ظلم و ستم روز بروز بڑھتا جا رہا تھا۔

ایک بار پھر میری زندگی میں قیامت کا منظر انور نے مجھے چھوڑ دیا۔ اب میں بالکل تنہا ہو کر رہ گئی۔ میں نے اپنی پڑوسن کو کم قیمت پر مکان بیچ دیا اور بس سٹینڈ کی طرف چل پڑی۔ انور کو معلوم ہو گیا کہ میں نے مکان بیچ دیا ہے، اس نے میرا پیچھا کیا۔ میں بس میں آ کر بیٹھ گئی اور نقاب کر لیا کہ شاید وہ مجھے نہ پہچان سکے۔ پھر دل میں خوف سا بیٹھ گیا کہ کہیں وہ مجھ پر الزام نہ لگا دے کہ میں نے چوری کی ہے۔ میں بس کی سیٹوں میں چھپ گئی۔ ڈرائیور کو میں ساری حقیقت سنا چکی تھی۔ اتنے میں بس چلنے کا ٹائم ہو گیا۔ میں نے خدا کا شکر ادا کیا اور سیٹ پہ بیٹھ کر ساہیوال آ گئی اور آتے ہی اپنی ماں کے گلے لگی۔ میرے اشک وھمنے کا نام ہی نہیں لے رہے تھے۔ میری ماں بات کرتے ہوئے رو پڑی۔ اب زندگی دور حاضر میں خوش ہو کر گزر رہی ہے۔ میں نے اپنا ماضی بھول کر نئی زندگی کا آغاز کیا ہے اور جواب عرض کو اپنا ہمسفر بنا لیا ہے مگر مجھے جواب عرض کے قاری بہت اچھے لگتے ہیں۔ میں آج ہوں تو تنہا مگر اب ایسے ہمسفر کی تلاش ہے جو میری زندگی کو کوئی رنج نہ دے اور میرے ماضی پر طعنہ و ملامت نہ کرے۔ مجھے ایک دکھی انسان کی تلاش ہے۔ عنبیر رضا بھائی کا اور شہزادہ التمش عالمگیر کا تہہ دل سے شکریہ ادا کرتی ہوں۔

قارئین یہ تھی دکھی نبیلہ کی کہانی۔ خدا انہیں صبر دے۔ آمین!

■★■

اقوال زریں

- بزدلی دراصل یہ ہے کہ آپ حق کے لئے آواز نہ اٹھائیں۔
- انسان کا سب سے بڑا بوجھ اس کا غصہ ہے۔
- تمہاری عقل ہی تمہارا استاد ہے۔
- کوئی خوبی انصاف سے زیادہ عظیم نہیں ہے۔
- تجسس ذہین لوگوں کی مستقل خصوصیت ہے۔
- جس دل میں قوت برداشت ہو وہ کبھی شکست نہیں کھاتا۔
- اپنے آپ کو پرکھے بغیر زندگی بسر کرنا بے معنی سی بات ہے۔

☆......احمد نواز مجسم- چندور بالا

محبت کا نشان

......امداد علی عرف ندیم عباس تنہا- میر پور خاص

وقت گزرتا رہا اس نے مجھ سے وعدہ لیا کہ ہر روز موبائل پر بات کروں گی میں نے بھی اس کی بات مان لی۔ میں مجبور ہو گئی اگر میں نہ مانتی تو وہ جاتا ہی نہیں۔ اس طرح چھ ماہ کا عرصہ گزر گیا اور ہماری محبت چلتی رہی اب ہم ہر ماہ ایک بار ضرور ملتے تھے۔ ہماری محبت میں کوئی بھی ایسی بات نہیں تھی کہ مجھے وہ برا لگتا۔ اتنا عرصہ گزر جانے کے بعد بھی اس نے مجھے ہاتھ نہیں لگا تھا اس لئے مجھے اس کی محبت پر اعتبار بھی تھا۔ ہم ہر ماہ میں ایک بار ضرور ملتے اور ہر روز رات کو موبائل پر بات بھی ہو جاتی تھی --- ایک درد بھری سچی کہانی

اس کہانی میں شامل تمام کرداروں اور مقامات کے نام فرضی ہیں۔

کہتے ہیں کہ زندگی میں کبھی بھی کسی پر اعتبار نہیں کرنا چاہئے کیونکہ وہ انسان آپ کو ایا تنہا اور اکیلا چھوڑ دیتا ہے جس پر آپ کو اپنی جان سے بھی زیادہ اعتماد ہو۔ میری اس کہانی میں یہ صاف ظاہر ہوتا ہے کہ کبھی بھی کسی پر اعتماد نہیں کرنا چاہئے۔ یہ کہانی ایک ایسی لڑکی کی ہے جس نے محبت کی اور عمر بھر کا نشان اسے ملا۔ اس لئے محبت کا نشان میری کہانی کا نام بھی ہے۔

مجھے بھی یاد رکھنا جب لکھو تحریر وفا محسن
کہ میں نے بھی لٹایا ہے محبت میں سکون اپنا

میرا نام رانی ہے اور یہ اُن دنوں کی بات ہے جب میں آٹھویں کلاس میں پڑھتی تھی۔ میں ایک گاؤں میں رہتی تھی۔ میرے دو بھائی اور ایک بہن بھی ہے۔ میرے ابو پڑھے لکھے اور عزت دار شہری تھے اس لئے ہم سب کی تعلیم پر خاص طور پر توجہ دیتے تھے۔ زندگی پرسکون اور بہت ہی اچھے طریقے سے گزر رہی تھی۔ آٹھویں کلاس کے پیپرز ہو رہے تھے میں اپنی تیاری میں مصروف تھی، مجھے ایک لڑکا ملا جو ہر صبح میرے اسکول جانے سے پہلے مجھے ملتا اور عجیب سی نظروں سے میری طرف دیکھتا رہتا۔ مجھے وہ بہت ہی بور لگا لیکن اس نے مجھ سے کوئی بات نہیں کی۔ ہر روز کا یہ معمول بن گیا میں بہت پریشان تھی کہ یہ کون ہے اور مجھ سے کیا چاہتا ہے۔ ایک دن اس نے مجھے ایک خط دیا اور خاموشی سے چلا گیا۔ میں نے ادھر اودھر دیکھا کہ مجھے کوئی دیکھ تو نہیں رہا مگر اس وقت مجھے کسی نے بھی نہیں دیکھا۔ میں نے خط اپنی کتاب میں رکھا اور اسکول چلی گئی۔ واپسی پر وہ پھر مجھے ملا اور بولا کہ جواب دو میں نے کوئی بات نہیں کی اور اپنے گھر چلی گئی۔ خط کی تحریر کچھ اس طرح سے تھی۔

میری پیاری رانی! آپ یہ سوچتی ہو کہ میں کون ہوں اور ہر روز آپ کو کیوں دیکھتا ہوں تو میری جان میرا نام شہریار ہے اور میں اپنی خالہ کے گھر آیا ہوں۔ جس دن سے آپ کو دیکھا ہے میں آپ کا ہو گیا ہوں۔ میں جانتا ہوں کہ آپ مجھ سے نفرت کرتی ہو لیکن میں آپ سے محبت کرتا ہوں۔ دل اور جان سے آپ کو چاہتا ہوں۔ خدا کے لئے میری محبت کا جواب محبت سے دینا آپ کا چاہنے والا شہریار۔

میں نے خط پڑھا اور اپنی ماں کو دے دیا اور بتایا کہ یہ لڑکا ہر روز مجھے راستے میں ملتا ہے اور مجھے بڑی ہی خوفناک نظروں سے دیکھتا ہے۔ میری ماں نے وہ خط ابو کو دیا جب ابو نے وہ خط پڑھا تو اس کو پہلے تو بہت ہی غصہ آیا مگر پھر اس نے مجھے کہا کہ تم پریشان مت ہونا میں اس کی طبیعت صاف کرتا ہوں۔ میرے آٹھویں کلاس کے پیپر کے بعد چند دن کی چھٹیاں تھیں میں بھی گھر میں بالکل فارغ تھی ابو نے اس کے گھر والوں سے بات کی انہوں نے اپنے لڑکے کو برا بھلا کہا اور ابو سے معافی مانگی۔ پہلے ہی ہمارا اور ان کا قبیلہ آپس میں دشمن تھے اس لئے وہ لڑکا بھی کچھ دن تو خاموش رہا لیکن پھر ایک دن اچانک ہی وہ میرے سامنے آیا اور بولا کہ میں تم سے محبت کرتا ہوں اگر تم نے انکار کیا تو میں خود بھی مر جاؤں گا اور تجھے بھی مار دوں گا اور مجھے ایک موبائل فون دیا اور چلا گیا۔ میں نے اب ڈر کی وجہ سے کسی کو بھی کچھ نہیں بتایا۔ موبائل آف کر دیا اور بڑی پریشانی میں پورا دن گزرا اور جب رات ہوئی تو میرے سب گھر والے بڑے سکون کی نیند سو گئے مگر مجھے نیند نہیں آ رہی تھی۔ مجھے ڈر تھا کہ وہ میرے گھر والوں کو کوئی نقصان نہ دے اس لئے میں نے کسی کو کچھ بھی نہیں بتایا۔ رات کو دو بجے جب میں نے موبائل آن کیا تو اس کی کال آئی اور اس نے مجھے کہا کہ رانی تم میری زندگی ہو میں تمہارے بغیر نہیں رہ سکتا اس لئے پلیز میری محبت کو غلط مت سمجھو پلیز میں تم سے پیار کرتا ہوں اب اگر تم نے اپنے گھر والوں کو بتایا تو اچھا نہیں ہو گا اس لئے میری محبت کا جواب سوچ کر دینا میں کل رات کو پر فون کروں گا۔ میں پوری رات سوچتی رہی کہ کیا وہ محبت کرتا ہے مجھ سے یا صرف مجھے تنگ کر رہا ہے۔ کروٹیں بدلتے ہوئے رات گزر گئی میں صبح اٹھی نماز فجر کے بعد سو گئی اور امی سے کہا کہ آج میں سکول نہیں جاؤں گی۔ میں سارا دن اس کے بارے میں ہی سوچتی رہی آخر دل نے یہ فیصلہ کیا کہ چلو ایک بار اس کو آزماتے ہیں اس کی محبت میں شاید سچائی ہو اور یہ دو قبیلوں کی برسوں پرانی دشمنی دوستی میں بدل جائے یہ سوچ کر میں نے بھی اس سے پیار کرنے کا فیصلہ کیا اور رات کو دو بجے اس کی کال آئی تو اس نے کہا رانی کیا سوچا آپ نے تو میں نے کہا کہ I lov you too اور اس طرح ہماری محبت کی کہانی شروع ہو گئی۔

وقت کبھی بھی کسی کا انتظار نہیں کرتا۔ وقت اپنی رفتار سے چل رہا تھا اور ایک دن اس نے مجھ سے کہا کہ میں اپنے گھر والوں کو راضی کروں مگر یہ ممکن نہیں تھا ہر روز موبائل پر ہماری بات ہوتی رہتی تھی اور اب مجھے اس پر اعتبار بھی ہو گیا ہر روز وہ خود ہی مجھے کال کرتا رہتا تھا۔ میں نے اس سے کہا تو پہلے تم خود اپنے گھر والوں کو ہمارے گھر بھیجو تو اس نے اپنی فیملی والوں کو ہمارے گھر بھیج دیا۔ اتنے لوگ جب ہمارے گھر آئے تو گھر والے بھی پریشان ہو گئے کہ یہ تو دشمن ہیں آج ہمارے گھر کیسے۔ خیر ان کے آنے سے ابو نے ان کو اپنی آنے کے بارے میں پوچھا کہ آپ لوگ آج ہمارے گھر کس طرح آئے ہو۔ تو انہوں نے بتایا کہ ہم رانی کا رشتہ لینے آئے ہیں تو میرے بھائی اور ابو دونوں نے بڑے غصے سے کہا کہ آپ لوگ اگر ہمارے گھر میں نہ ہوتے تو آپ کو جان سے مار دیتا مگر یہ غلطی دوبارہ مت کرنا میں اپنی بیٹی کو زندہ جلا دوں گا مگر آپ کو نہیں دوں گا۔ اس لئے آپ چلے جاؤ اور پھر کبھی اپنی شکل مت دکھانا۔ وہ لوگ بھی دھمکی دے کر گئے کہ اگر رانی ہمارے گھر کی بہو نہ بنی تو ہم بھی کسی اور کی نہیں ہونے دیں گے۔

اے خدایا یہ کیا ہو گیا میں نے کیا سوچتی رہی مگر ہو گیا گیا۔ اب تو میرا گھر سے نکلنا بھی بند ہو گیا میرے موبائل کا کسی کو بھی پتہ نہیں تھا کیونکہ ہمارے گھر میں اگر کسی کو بھی پتہ ہوتا تو وہ مجھے بہت مارتے اس لئے میں نے چھپا کر رکھا تھا۔ مجھے بھی ڈر لگا کہ اب کیا ہو گا۔ رات کو دو بجے کال آئی میں ریسیو کی اور اس نے مجھے کہا کہ تم تیار ہو جاؤ میں آپ کو یہاں سے دور لے جاؤں گا ہم کورٹ میرج کر لیں گے پھر یہ دونوں خاندان ہمارا

کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔ مگر میں نے صاف انکار کیا کیونکہ میرے خاندان کی عزت کا سوال تھا میں نے اس کو کہا کہ میں مرجاؤں گی مگر گھر والوں کی اجازت کے بغیر گھر سے ایک قدم بھی نہیں رکھ سکتی۔ اس نے مجھے بہت مجبور کیا مگر میں نے صاف انکار کیا اور کہا کہ یہ نہیں ہوسکتا تم مجھے بھول جاؤ اور اپنا موبائل بھی لے جانا میں آپ سے کوئی بھی رشتہ نہیں جوڑ سکتی۔ شہریار نے مجھے کہا کہ میرے دل کی رانی میں ہر قیمت پر تجھے ضرور حاصل کروں گا اور اس نے ایک اور کوشش کی اب کی بار اس نے لوگوں کو بلایا جس میں دونوں قبیلوں کے بڑے بزرگ بھی شامل تھے سب کے سامنے اس نے کہا کہ میں رانی سے پیار کرتا ہوں اور مجھے رانی چاہئے ورنہ میں اسے بھی مار دوں گا اور خود کو بھی۔

انہوں نے یہ فیصلہ کیا کہ آج کے بعد شہریار اور اس کے خاندان کا کوئی بھی آدمی ہمارے گاؤں کی طرف نہیں آئے گا۔ اس فیصلے کے مطابق اب وہ ہمارے گاؤں بھی نہیں آسکتا تھا۔ مجھے بھی اس سے پیار تھا مگر میں مجبور تھی۔ ایک دن اس نے مجھے کسی طریقے سے پیغام بھیجا کہ موبائل آن کرو اور رات کو دو بجے کال کروں گا۔ میں بھی اس کی آواز سننے کو بیقرار تھی۔ ہماری اس محبت کو دو سال ہوچکے تھے میرا اسکول جانا تو پہلے ہی بند تھا اب اس کا پیغام ملا تو میں نے فیصلے کے بعد موبائل بھی پکا بند کر دیا تھا مگر جب اس کا پیغام ملا تو میں نے آن کیا اور اس نے ایک ایس ایم ایس مجھے سینڈ کیا کہ وہ رات کو دو سے تین بجے کے درمیان مجھ سے ملنا چاہتا ہے میرے گھر پر۔ تو میں نے بھی ایس ایم ایس کیا کہ وہ بہت مشکل ہے۔ اس نے کہا کہ جو ہوگا دیکھا جائے گا میں آپ کا دیدار کرنا چاہتا ہوں تو میرا دل بھی بیقرار تھا اس کے لئے میں بھی تیار ہوں آپ ضرور آنا مگر دیکھ بھال کر کوئی آپ کو دیکھے گا تو گولی بھی مار سکتا ہے۔ اس نے کہا کہ رانی میری جان تو تم ہو مجھے کچھ نہیں ہوگا اور وہ رات کو دو بجے آیا ہمارے گھر کی چاردیواری کے ساتھ میں بھی اس کا انتظار کرنے لگی۔

وہ آیا اپنے ایک دوست کے ساتھ میرے لئے کچھ سامان بھی لے کر آیا چوڑیاں وغیرہ میں نے اس کے ساتھ ایک گھنٹے تک بات چیت کی کہ ہمارا ملنا اب ممکن نہیں ہے اس لئے شہریار تم مجھے بھول جاؤ خدا کے لئے تم اگر کسی نے دیکھا تو ہم دونوں کی موت یقینی ہے پلیز تم دوبارہ مت آنا میں نے اس کو اپنی قسم دے کر واپس کر دیا اور وہ چلا گیا۔

وقت گزرتا رہا اس نے مجھ سے وعدہ لیا کہ ہر روز موبائل پر بات کروں گی میں نے بھی اس کی بات مان لی۔ میں مجبور ہوگئی اگر میں نہ مانتی تو وہ جاتا ہی نہیں۔ اس طرح چھ ماہ کا عرصہ گزر گیا اور ہماری محبت چلتی رہی اب ہم ہر ماہ ایک بار ضرور ملتے تھے۔ ہماری محبت میں کوئی بھی ایسی بات نہیں تھی کہ مجھے وہ برا لگتا۔ اتنا عرصہ گزر جانے کے بعد بھی اس نے مجھے ہاتھ نہیں لگا تھا اس لئے مجھے اس کی محبت پر اعتبار بھی تھا۔ ہم ہر ماہ میں ایک بار ضرور ملتے اور ہر روز رات کو موبائل پر بات بھی ہوجاتی تھی۔ وہ ہر بار مجھے یہ کہتا تھا کہ تم میرے ساتھ کورٹ میرج کرلو مگر میں انکار کرتی رہی مجھے بھی اس پر اعتبار تھا مگر میں اپنے خاندان کی عزت کی وجہ سے کورٹ میرج نہیں کرسکتی تھی۔ بہرحال وقت گزرتا گیا اور ہمیں ایک دوسرے سے محبت بڑھتی گئی۔ ایک دن اس نے مجھے کہا کہ میں تم سے ملنا چاہتا ہوں مگر میں نے کہا کہ ابھی پانچ دن پہلے تو ہم ملے تھے تو اس نے بہت اصرار کیا کہ میں آپ کا دیدار کرنا چاہتا ہوں پلیز مجھے ضرور ملنا میں رات کو تین بجے آپ کے گھر ضرور آؤں گا ہم تو پہلے بھی ملتے تھے لیکن ہماری ملاقات کا صرف اس کے ایک دوست نور کو پتہ تھا جو اس کے ساتھ آتا تھا باقی میری فیملی کو اور کسی بھی دوسرے آدمی کو پتہ نہیں تھا کہ ہم ملتے ہیں۔ اس نے ضد کی تو میں بھی مان گئی اس نے وعدہ کے مطابق دو سے تین بجے آنا تھا مجھے ان کا انتظار تھا۔ وہ آیا دیوار پر جب وہ مجھے نظر آیا تو وہ شہریار نہیں کوئی اور تھا۔ میں نے پوچھا تم کون ہو شہریار کیوں نہیں آیا تو اس نے کہا کہ شہریار نے مجھے بھیجا ہے۔ وہ

خود نہیں آیا ہے۔ وہ آیا تھا مگر دیوار کے پیچھے تھا مجھے وہ نظر تو نہیں آیا مگر میں نے اس کی آواز سنی تو کہا کہ وہ کہتا ہے کہ تم دیوار پر آجاؤ ہمارے ساتھ چلو مگر میں نے کہا یہ نہیں ہوسکتا میں یہ کام نہیں کرسکتی وہ اس کا دوست نور ہی تھا میں نے کہا بھائی نور اس کا بتاؤ کہ میں اس سے پیار کرتی ہوں مگر کورٹ میرج نہیں کرسکتی میں نور سے بات کر رہی تھی کہ شہریار اوپر دیوار پر آیا اور اس نے ایک بوتل ہاتھ میں پکڑی ہوئی تھی میرے اوپر پھینک دی اور بھاگ گیا۔ وہ کوئی کولڈ ڈرنک نہیں تھی تیزاب کی بوتل تھی۔ جونہی میرے اوپر تیزاب گرا میں اتنی زور سے چلائی کہ سارے گھر والے دوڑ کر میرے پاس آگئے میں بے ہوش ہوگئی جب مجھے ہوش آیا تو میں اپنے علاقے کے مقامی ہسپتال میں ایک بیڈ پر تھی۔

میرا چہرہ جل گیا تھا میری شکل بالکل خراب ہوگئی تھی۔ شہریار نے مجھے زندہ ہی مار دیا تھا۔ میری حالت ایسی تھی کہ میں اب زندہ رہنے کا سوچ بھی نہیں سکتی تھی مگر سب گھر والے حوصلہ دیتے رہے اور میرا علاج چلتا رہا۔ میں نے اپنی محبت کے بارے میں یہ کبھی سوچا بھی نہیں تھا کہ وہ میرے ساتھ اس طرح بھی کرسکتا ہے میں نے امی کو سب کچھ سچ بتایا کہ میں اس سے پیار کرتی تھی اور اس سے ملتی بھی تھی لیکن اس نے مجھے ایک ایسا زخم دیا جو عمر بھر مجھے یاد رہے گا۔ اپنی محبت کا نشان وہ میرے چہرے پر دے گیا۔ میرا علاج ہوتا رہا اب میرا چہرہ دوبارہ اس طرح ہوگیا ہے پلاسٹک سرجری سے مگر جو زخم دل پر لگا کے گیا وہ اس کو میں کیا کروں آج مجھے دو سال بعد پتہ چلا کہ وہ زندہ ہے اور اس نے شادی بھی کرلی ہے اور اب خوشگوار زندگی گذار رہا ہے مگر میں کیا کروں۔ قارئین آپ ہی بتاؤ کہ اس نے مجھے کیونکر برباد کیا میری کیا غلطی تھی میں تو اس سے پیار کرتی تھی اور اس نے مجھے عبرت کا نشان بنا دیا اس لئے آج میں زندہ تو ہوں مگر اس لاش کی طرح کاش کہ میں شہریار سے محبت نہ کرتی تو آج میری یہ حالت نہ ہوتی۔ میری کہانی آپ کو اچھی لگی یا نہیں لیکن یہ ایک حقیقت ہے شہریار نے مجھے برباد کردیا۔

پیارے دوستو! یہ بھی میری تحریر کی ہوئی کہانی محبت کا نشان رانی کے ساتھ جو بھی ہوا اچھا نہیں ہوا۔ خدا تعالیٰ رانی کو صبر عطا فرمائے اور پڑھنے والے دوستوں سے گذارش ہے کہ محبت ضرور کرو مگر محبت کو عبرت کا نشان مت بناؤ۔

غزل

اپنے ہاتھوں سے کہیں میرا نام لکھ دینا
تم دعا مت مانگنا صرف دعا لکھ دینا
اس قدر زمانے نے کر دیا بدنام مجھ کو
زندہ رہوں تو جینے کی سزا لکھ دینا
میں روٹھے ہوئے دوست کو مناؤں کیسے
روٹھنے والے یہ میری خطا لکھ دینا
جدا ہو کے تجھ سے جی لیں گے
ان مخملی ہاتھوں سے اپنی اک دعا لکھ دینا
تم کہتے تھے تیرے بنا جی نہ سکیں گے
اکیلے کیسے جی رہے ہو اتنا ضرور لکھ دینا

☆... علی نواز مزاری۔ گھوٹکی

غزل

پوچھا کسی نے حال کسی کا تو رو دیئے
پانی میں عکس چاند کا دیکھا تو رو دیئے
نغمہ کسی نے ساز پہ چھیڑا تو نہیں دیا
غنچہ کسی نے شاخ سے توڑا تو رو دیئے
اڑتا ہوا غبار سر راہ دیکھ کر
انجام ہم نے عشق کا سوچا تو رو دیئے
بادل فضا میں آپ کی تصویر بن گئے
سایہ کوئی خیال سے گزرا تو رو دیئے
رنگ شفق سے آگ شگوفوں میں لگ گئی
ساغر ہمارے ساتھ چھلکا تو رو دیئے

☆......ایم شہزاد سلیم خان

ہوئے ہم جن کے لئے برباد

......آسیہ چغتائی - لالہ موسیٰ

میرے پاس کسی شے کی کمی نہ تھی چاہنے والا شوہر خوبصورت رہائش، گاڑی، نوکر چاکر غرض کہ اب میں خود کو دنیا کی خوش قسمت ترین عورت سمجھتی تھی کہ تبھی یہ راز کھلا کہ میں اتنی بھی خوش قسمت نہیں ہوں جتنی خود کو سمجھتی ہوں۔ میری خوشیاں عارضی ثابت ہوئیں یا پھر میری خوشیوں کو کسی کی نظر لگ گئی ..... ایک دردبھری داستان

اس کہانی میں شامل تمام کرداروں اور مقامات کے نام فرضی ہیں۔

قارئین! میرا نام آسیہ چغتائی ہے اور میں "جواب عرض" کی نگری میں بالکل نووارد ہوں۔ اس سے پہلے میری کہانیاں "برباد محبت" اور "انتہائے عشق" "جواب عرض" کی زینت بن چکی ہیں۔ آپ لوگوں نے پسند کیا جس سے میرا حوصلہ بڑھا اور میں نے سوچا کہ کیوں ناں قارئین کے ساتھ جڑے ہوئے اس ناطے کو اور مضبوط کیا جائے۔ اسی نظریے کے پیش نظر آپ کی پیاری سی بزم میں ایک نئی کاوش کے ساتھ آسیہ چغتائی حاضر خدمت ہے۔ اس کاوش کا نام میں نے "ہوئے ہم جن کے لئے برباد" رکھا ہے۔ یہ ایک سچی کہانی ہے جو مجھے ٹوبہ ٹیک سنگھ سے محترمہ نائلہ نے بھجوائی ہے۔ آیئے نائلہ کی کہانی اسی کی زبانی سنتے ہیں۔

میرا نام نائلہ ہے اور میرا تعلق ٹوبہ ٹیک سنگھ شہر سے ہے۔ جب میں پیدا ہوئی تو ہمارے گھر میں بڑی خوشیاں منائی گئیں اور مجھے بچپن سے ہی میرے تایازاد شیراز سے منسوب کر دیا گیا جو مجھ سے تقریباً دو سال بڑا تھا۔ جب ہماری منگنی ہوئی اس وقت میں پالنے میں تھی اور شیراز پاؤں پاؤں چلنا سیکھ رہا تھا۔

ہمارے دادا دادی ابھی زندہ تھے اس لئے ہم ایک ہی گھر بلکہ ایک ہی چھت کے نیچے رہتے تھے۔ ہمارے گھر میں بڑی محبت و آشتی تھی۔ جب تک دادا دادی زندہ رہے ہم سارے لوگ ایک ہی گھر میں رہتے رہے کسی نے کبھی بٹوارے کا سوچا تک نہ تھا۔ ان کی وفات کے بعد تایا ابو نے ساتھ والا گھر خرید لیا اور ہمیں پرانے والا گھر دے دیا۔ اس گھر کا وراثتی حصہ میرے ابو کو فروخت کر کے ساتھ والے گھر شفٹ ہو گئے کیونکہ تایا ابو کا خیال تھا کہ اب بچے بڑے ہو رہے ہیں اس لئے کشادہ رہائش ہونی چاہئے۔ بٹوارے کا معاملہ بڑی خوش اسلوبی سے طے پا گیا تھا اس لئے دلوں میں عزت پہلے کی طرح قائم رہی اور ہماری فیملیز کا آپس کا سلوک بھی برقرار رہا۔

یہ ان دنوں کی بات ہے جب میں میٹرک میں اور شیراز ایف اے کی تیاری کر رہا تھا۔ امتحان نزدیک تھے وہ روز شام کو کتابیں لے کر چھت پر چلا جاتا اور ادھر میں اپنی چھت پر آ جاتی۔ ہم پڑھنے کے علاوہ خوب ہنسی مذاق بھی کرتے تھے۔ صائمہ میری کلاس فیلو اور بہت ہی اچھی دوست تھی اور ہمارے

پڑوس میں ہی رہتی تھی۔ ہم اکٹھے اسکول جاتے تھے اکثر اسکول کا کام بھی مل کر ہی کرتے۔ کبھی میں اس کے گھر چلی جاتی اور کبھی وہ ہمارے گھر آ جاتی۔ شیراز کی چھت سے ہم دونوں کے گھر کے آنگن نظر آتے تھے۔ جب وہ چھت پر ہوتا تو میں اکثر خود بھی چھت پر چلی جاتی اور اگر چھت پر کسی وجہ سے نہ جا پاتی تو میں بہانے بہانے سے آنگن میں گھومتی تاکہ شیراز کو نظر آتی رہوں۔ اکیلی دیکھ کر وہ بھی مجھے متوجہ کرنے کے لئے کنکر آنگن میں پھینکتا جس کا مطلب ہوتا تھا کہ وہ چھت پر ہے اور میرا انتظار کر رہا ہے لہٰذا میں بھی چھت پر چلی جاتی پھر ہم منڈیر کے پاس کھڑے ہو کر دیر تک باتیں کرتے۔

ایک دن میں اور شیراز یونہی باتیں کر رہے تھے کہ شیراز نے میری توجہ صائمہ کی طرف مبذول کروائی کہنے لگا۔ دیکھو تمہاری سہیلی کیا کر رہی ہے؟ صائمہ اس وقت اپنا صحن دھو رہی تھی۔ شیراز مجھ سے کہنے لگا۔ تم کو پتہ ہے اس وقت صحن دھونے کا کیا مطلب ہے؟ نہیں معلوم۔ میں نے کہا۔ اس کا مطلب ہے کہ وہ زیادہ سے زیادہ آنگن میں رہے۔ تم دیکھ لینا کہ وہ دیر تک فرش دھوئے گی کیونکہ اسے معلوم ہے کہ کوئی اسے دیکھ رہا ہے۔ میں نے شیراز سے کہا۔ تم لڑکے اسی طرح کی باتیں کرتے ہو جبکہ صائمہ ایسی لڑکی نہیں ہے۔ شیراز بولا۔ ارے ساری لڑکیاں اسی طرح کی ہوتی ہیں، شرط لگا لو مجھ سے اگر میں اس کو خط لکھوں تو وہ خوش ہو کر مجھے اس کا ہاں میں جواب ضرور دے گی یعنی کہ وہ میرے پیار کا جواب پیار سے ضرور دے گی۔ میں نے بھی اس کی پکی سہیلی ہونے کے ناطے شیراز سے شرط لگا لی کہ اگر صائمہ نے تجھے مثبت جواب دیا تو جو کہو گے ٹریٹ تم کو دوں گی۔ Done۔ اتنی دیر میں صائمہ نے اوپر دیکھا میں ایک جانب تھی اس کو نظر نہیں آ سکتی تھی مگر شیراز اسے دکھائی دے رہا تھا۔ تبھی شیراز نے اسے اشارے سے کہا۔ صائمہ I love you اور ایک فلائنگ Kiss اس کی طرف اچھالی۔ میں یہ دیکھ کر حیران رہ گئی کہ صائمہ نے بھی اسے ویسے ہی Kiss کی اور شیراز کی طرف اچھال دی۔ میں حیران ہونے کے علاوہ کافی محظوظ بھی ہو رہی تھی مگر مجھے شیراز پر پورا بھروسا تھا اور دوسرا میں یہ ثابت کرنا چاہتی تھی کہ میری سہیلی کوئی ایسی ویسی لڑکی نہیں ہے۔ اگلے دن شیراز نے صائمہ کو خط لکھا جس کی تحریر یوں تھی۔

مائی سویٹ صائمہ! ہمیشہ پھولوں کی طرح مسکراتی رہو۔ صائمہ جی! کچھ دنوں سے میرے اندر ایک عجیب سی بے چینی ہے، دل کی تمنا ہے کہ بس ہر وقت تجھے دیکھتا رہوں، آنکھوں کے ذریعے دل کی پیاس بجھاتا رہوں، تم ہر وقت میرے سامنے رہو۔ صائمہ جی! شاید اسی کو ہی پیار کہتے ہیں اسی لئے میں آج آپ کے سامنے اپنے پیار کا اظہار کرتا ہوں اس امید پر کہ آپ مجھے مایوس نہیں کرو گی۔ آج میں آپ سے کہہ دینا چاہتا ہوں کہ صائمہ جی مجھے آپ اچھی لگتی ہو۔ صائمہ جی! میں آپ سے پیار کرتا ہوں I love you Saima۔

تم کو دیکھا نہ تھا تو کوئی آرزو نہ تھی
جب سے تم کو دیکھا ہے تیرے طلبگار ہو گئے

اس امید کے ساتھ کہ آپ میرے پیار کا جواب پیار سے ہی دو گی ان آنکھوں کو انتظار کے لمحات سونپ کر اب اجازت چاہوں گا۔ والسلام آپ کا دیوانہ شیراز

شیراز نے خط لکھ کر مجھے پڑھایا اور پوچھا کہ کیسا لکھا ہے۔ میں خط پڑھ کر ہنس دی اور کہنے لگی۔ شیراز تم تو پیدائشی عاشق لگتے ہو۔ واہ کیا الفاظ چنے ہیں کوئی بھی سخت سے سخت دل دوشیزہ تمہارے اس خط کے آگے ٹھہر نہیں سکتی۔ واہ عاشق میاں تمہاری کیا بات ہے میں نے اسے طنز کیا۔ اس نے خط کو تہہ کر کے جب صائمہ کے صحن میں سامنے آئی تو پھینک دیا۔ صائمہ نے خط اٹھایا اور اندر چلی گئی۔ صائمہ کی یہ

ادا دیکھ کر میں گم صم ہو گئی یقین نہیں آتا تھا کہ وہ یوں بھی ردعمل کا مظاہرہ کرے گی۔ میرا خیال تھا کہ وہ خط پڑھ کر غصے میں آ کر خط کے پرزے پرزے کر ڈالے گی اور پھر غصے میں آ کر شیراز کو گھورے گی اور کھری کھری سنائے گی۔ کیونکہ وہ جانتی تھی کہ شیراز میرا منگیتر ہے اور ایک اچھی سہیلی ہونے کے ناطے مجھے اس سے یہی امید تھی۔ اتنے میں مجھے شیراز نے آواز دی کہاں گم ہو اور کن سوچوں میں کھوئی ہو؟ وہ بولا۔ میں نہ کہتا تھا سبھی لڑکیاں ایسی ہی ہوتی ہیں۔ اب ہار گئی ہو ناں شرط؟ جی نہیں میں شرط نہیں ہاری میں نے اپنی شرمندگی مٹانے کے لئے کہا۔ مجھے یقین ہے میری سہیلی ایسی نہیں ہے اگر اس نے آپ کو Smile دے دی ہے تو اس کا ہرگز مطلب یہ نہیں کہ وہ تم پہ مرمٹی ہے۔ میرے اس جواب پر شیراز بولا۔ تو اچھا پھر اور آزما لیتے ہیں۔ شیراز کو مجھے ستانے میں شاید مزہ آ رہا تھا۔ میں نے جان چھڑانے کے لئے کہہ دیا۔ اچھا ٹھیک ہے۔ شیراز کے اس خط کا جواب صائمہ نے کچھ یوں دیا۔

میرے سپنوں کے راج کمار مائی سویٹ شیراز!

تمہارے خواب سجانے میں لطف آتا ہے
اپنا آپ جلانے میں لطف آتا ہے
خدا سے جب بھی مانگتی ہوں تجھ کو
مجھے اپنے ہاتھ اٹھانے میں لطف آتا ہے
تیری یاد میں بس جاگتے رہیں شب بھر
خود اپنی نیند چرانے میں لطف آتا ہے
تیری ذات سے ہے بے پناہ پیار مجھے
تمہارے ناز اٹھانے میں لطف آتا ہے

جان جی! میرا اپنا حال بھی آپ سے مختلف نہیں ہے کسی کام میں دل نہیں لگتا۔ دل چاہتا ہے کہ بس ہر پل تمہارے سامنے رہوں تمہیں دیکھتی رہوں۔ میں کتنے دنوں سے بہت پریشان تھی کہ آپ سے اپنی محبت کا اظہار کیسے کروں۔ آپ نے اظہار کر کے میری مشکل کو آسان بنا دیا۔ Thank you Jan G. I love you too. آپ کی صائمہ

صائمہ نے لیٹر لکھ کر شیراز تک پہنچا دیا۔ شیراز نے لیٹر پڑھا اور دل ہی دل میں بہت خوش ہوا۔ مذاق مذاق میں شیراز نے ایک دو بار مجھ سے اس لیٹر کا تذکرہ بھی کیا لیکن صائمہ میری سہیلی ہونے کے باوجود بڑی پکی نکلی اس نے کبھی مجھ سے ایسی بات نہیں کی۔ اس کے بعد میں مطمئن ہو گئی کہ چلو جو بات مذاق سے شروع ہوئی تھی وہ ختم ہو گئی ہے لیکن حقیقت میں یہ بات ختم نہیں ہوئی تھی بلکہ اب تو شیراز نے بھی مجھ سے رازداری شروع کر دی تھی۔ اب شیراز اور صائمہ کے درمیان باقاعدگی سے لیٹر بازی ہونے لگی اور ان دونوں کے درمیان محبت پروان چڑھنے لگی اور پھر چوری چھپے ملاقاتیں بھی ہونے لگیں وہ کسی نہ کسی بہانے گھر سے باہر ایک دوسرے سے ملنے لگے۔ اسی دوران میں نے میٹرک اور شیراز نے ایف اے کر کے بی اے میں داخلہ لیا۔ میرے ساتھ صائمہ نے بھی میٹرک کر لیا اور پھر ہم نے ایف اے میں داخلہ لے لیا۔ اب تو ہم آزادی سے سب کچھ کر سکتے تھے۔ لہٰذا اب شیراز اور صائمہ کے لئے باہر ملنا کوئی مشکل نہ تھا۔ چنانچہ اگلے دو سال ان لوگوں نے خوب انجوائے کیا۔ اسی دوران شیراز نے بی اے کر کے ایم اے میں داخلہ لے لیا اور میں نے ایف اے کے بعد بی اے میں جبکہ صائمہ کے گھر والوں نے اس کا کالج آنا بند کر دیا کیونکہ صائمہ کے لئے اب ایک بہت ہی اچھا رشتہ آیا تھا۔ لڑکے کا اپنا اچھا خاصا بزنس تھا اور لڑکے والوں کا کہنا تھا کہ ہم نے کون سی نوکری کروانی ہے لہٰذا آپ صائمہ کا کالج بند کر دیں اور شادی کی تیاری کریں۔ جب صائمہ کو اس سارے واقعہ کا علم ہوا تو وہ بہت پریشان ہوئی لہٰذا اس نے شیراز کو سارا معاملہ بتانے کے لئے ایک لیٹر لکھا۔

اے میرے ہمسفر ہمیشہ خوش رہو سلام محبت! کے بعد عرض ہے کہ میں بہت پریشان ہوں کیونکہ

میرے گھر والوں نے اچانک ہی میرا کالج جانا بند کر دیا ہے اور میرا رشتہ ایک جگہ طے کر رہے ہیں اس سے پہلے کہ میرا رشتہ طے ہو جائے۔ شیراز پلیز کچھ کر لو اپنے والدین کو میرے گھر رشتے کے لئے بھجوا دو تاکہ ہمارا رشتہ طے ہو سکے۔ پلیز شیراز جلدی کچھ کرنا ورنہ بعد میں پچھتاوے کے علاوہ کچھ ہمارے ہاتھ نہیں آئے گا اگر میری شادی کہیں اور کر دی گئی تو میں جیتے جی مر جاؤں گی اور شیراز پلیز مجھے مرنے سے بچا لو اگر کچھ نہ کر سکے تو پھر......!

خط، تصویریں، پھول، کتابیں
تجھ کو ساری دے دی ہیں
اک امانت باقی ہے بس
تیرے قرب میں گزرے لمحے
آ کر مجھ سے لے جانا

آپ کی صائمہ

شیراز نے لیٹر پڑھا تو بڑا بے چین ہوا لہٰذا اس نے اپنی امی جان سے یہ بات کرنے کا تہیہ کر لیا۔ اس کی مراد جلد ہی بھر آئی اس نے امی جان کو اکیلا پا کر کہا کہ امی جان میں آپ سے ایک بہت ضروری بات کرنا چاہتا ہوں۔ اس کی امی نے جواب دیا۔ جی میرے چاند بولو کیا کہنا چاہتے ہو۔ اس پر شیراز بولا۔ امی جان وہ صائمہ ہے ناں اس کا رشتہ طے ہو رہا ہے؟ تو اچھی بات ہے ناں بیٹا اللہ اس کے نصیب اچھے کرے۔ امی بولیں۔ پر امی میں چاہتا ہوں کہ آپ میرے لئے اسے مانگ لیں کیونکہ ہم ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں۔ شیراز کا اتنا کہنا تھا کہ زور کا تھپڑ اس کے منہ پہ پڑا اور اس کی امی غصے میں چلائیں، تمہیں شرم نہیں آئی ایسے کرتے ہوئے تمہیں معلوم ہے ناں تمہاری منگنی بچپن ہی سے طے کر دی گئی ہے کیوں خاندان میں دراڑیں ڈالنے پر تلا ہوا ہے۔ خبردار جو آئندہ اس لڑکی کا نام اپنی زبان پہ لائے۔ ہمارے خاندان میں آپس میں اس قدر محبت ہے کہ تیرا رشتہ کہیں اور ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ بہرحال قارئین! یہ رشتہ نہ ہوا اور صائمہ کی شادی کسی امیر زادے سے ہو گئی اور چند مہینوں کے بعد میری شادی بھی شیراز سے ہو گئی۔ شادی کے بعد شیراز ایسے بزنس میں مگن ہوئے کہ اپنا عشق وشق سب بھول گئے انہیں کسی بات کا ہوش نہ رہا۔ تین سالوں میں شیراز کا بزنس خوب چمک اٹھا اور وہ اپنے حلقے میں ایک جانی پہچانی شخصیت بن گئے۔ دولت چونکہ اب گھر کی باندی تھی اس لئے اب شیراز کا اپنے علاقے میں خوب اثر و رسوخ تھا۔ اب شیراز نے ایک پوش علاقے میں ایک عالیشان بنگلہ بھی لے لیا تھا اور اب ہم پرانا گھر چھوڑ کر نئے والے بنگلے میں شفٹ ہو گئے تھے۔ میرے پاس کسی شے کی کمی نہ تھی چاہنے والا شوہر خوبصورت رہائش، گاڑی، نوکر چاکر غرض کہ اب میں خود کو دنیا کی خوش قسمت ترین عورت سمجھتی تھی کہ کبھی یہ راز کھلا کہ میں اتنی بھی خوش قسمت نہیں ہوں جتنی خود کو سمجھتی ہوں۔ میری خوشیاں عارضی ثابت ہوئیں یا پھر میری خوشیوں کو کسی کی نظر لگ گئی۔

ہوا کچھ یوں کہ ایک شام میں چھت پر کھڑی تھی کہ میں نے شیراز کی گاڑی کو آتے دیکھا اور ہمارے گھر سے تقریباً پانچ گھر پہلے شیراز نے گاڑی روکی اور اس میں سے ایک لڑکی اتری اور گھر کے اندر چلی گئی اور شیراز گاڑی لے کر گھر آ گئے۔ میں نے شیراز کو بالکل یہ محسوس نہیں ہونے دیا کہ میں نے انہیں کسی لڑکی کے ساتھ دیکھا ہے۔ پہلے ہی کی طرح انہیں ویلکم کیا جتنی دیر میں شیراز چینج کر کے آتے میں نے ان کے لئے چائے بنائی پھر ہم دونوں نے مل کر چائے پی اور خوش گپیوں میں مصروف ہو گئے۔ ہمیں یہاں بیٹھے کافی دیر ہو چکی تھی شیراز بولے نائلہ آج بہت تھکا ہوا ہوں ایسا کرو کہ کھانا لگوا دو تاکہ آج جلدی سو جائیں۔ میں نے انہیں اوکے کہا اور ڈائننگ ٹیبل پر کھانا لگوانے لگی۔ جب ڈائننگ ٹیبل پر کھانا چن دیا گیا تو میں نے شیراز سے کہا۔ شیرازی آ جائیں (میں پیار سے شیراز کو شیرازی کہہ کر پکارتی

تھی) ہم نے مل کر کھانا تناول کیا اور شیراز بیڈ روم کی طرف چلے گئے اور میں ڈائننگ ٹیبل سے برتن اٹھوانے لگی۔ برتنوں کا کام Finsh کروانے کے بعد میں نے چائے بنائی اور بیڈ روم کی طرف چل دی۔ جب بیڈ روم پہنچی تو شیراز سو چکے تھے۔ میں نے اپنی چائے ختم کی اور میں بھی لیٹ گئی۔ لیٹتے ہی دوبارہ وہ لڑکی والی فلم میرے دماغ میں چلنے لگی۔ لاکھ کوشش کی دل کو سمجھایا کہ یہ میری آنکھوں کا دھوکہ بھی ہو سکتا ہے شیراز ایسے نہیں ہیں لیکن سب فضول میرا دل کوئی بھی دلیل ماننے کو تیار نہیں تھا۔ ساری رات اسی کشمکش میں کروٹیں بدلتے گزر گئی۔ صبح طبیعت بہت بوجھل تھی میری آنکھوں نے میری رات کا فسانہ سنا دیا تھا کیونکہ شیراز نے مجھے دیکھتے ہی کہہ دیا تھا نائلہ کیا آپ رات کو سوئی نہیں ہو۔ میں نے سر درد کا بہانہ بنا کر کہا کہ اس وجہ سے رات کو نیند نہیں آئی تو اس پر وہ بولے۔ مجھے جگا لیتیں میں آپ کو ڈاکٹر کے پاس لے جاتا۔ میں نے جواب دیا۔ آپ تھکے ہوئے تھے اس لئے آپ کو جگانا مناسب نہیں سمجھا۔ ویسے میں نے درد کی گولی کھا لی ہے اور اب بالکل ٹھیک ہوں، آپ جلدی سے تیار ہو جائیے میں آپ کے لئے ناشتہ لگواتی ہوں۔ مگر وہ بولے آپ بس لیٹی رہو میں ناشتہ خود ہی کر لوں گا تم آرام کرو۔ کہتی ہو تو میں آفس سے چھٹی کر لیتا ہوں اور آپ کے پاس ہی رہتا ہوں مگر میں نے انہیں کہا کہ میں بالکل ٹھیک ہوں بس آپ تیار ہو جائیں اس طرح شیراز باتھ لینے چلے گئے، باتھ لینے کے بعد انہوں نے تیاری کی ناشتہ کیا اور آفس چلے گئے۔

غیر کے دل میں آج گھر کر کے
آ گئی خوشی ہے ہم کو دربدر کر کے

شیراز آفس چلے گئے اور میں دوبارہ انہی سوچوں میں گم ہو گئی۔ ایک دم میرے ذہن میں ایک آئیڈیا آیا میں کام کرنے والی اماں کو بلایا اور اسے کہا کہ اماں جاؤ فلاں گھر میں پتہ کر کے آؤ کہ کون رہتا ہے۔ اماں چلی گئی اور جلد ہی واپس آ گئی۔ اماں نے آ کے بتایا کہ وہاں کوئی صائمہ میڈم رہتی ہیں۔ یہ سننا تھا کہ میرے پاؤں تلے سے زمین نکل گئی کہ صائمہ یہاں رہتی ہے اور شیراز سے باقاعدہ رابطے میں ہے۔ دونوں آج بھی پہلے کی طرح ملتے ہیں۔ یہ سوچ کر میں چکرا کر گر گئی۔ نوکروں نے فوراً شیراز کو فون کر کے گھر بلا لیا اور وہ مجھے فوراً ہاسپٹل لے گئے۔ تقریباً دو گھنٹے بعد میں تقریباً نارمل ہو چکی تھی۔ شیراز نے بہت پوچھا کہ نائلہ آپ کو کیا ٹینشن ہے لیکن میں نے انہیں ٹال دیا اور ہم واپس گھر آ گئے اور زندگی دوبارہ پرانی روٹین سے چلنے لگی اور میں نے دل کو سمجھانے کی کوشش کی کہ اے میرے دل ..... ناداں ابھی ضد نہ کر ..... ابھی ضد نہ کر، دل بے خبر ...... کہ پس ہجوم ستم گراں ...... ابھی کون تجھ سے وفا کرے؟ ...... ابھی کس کو فرصتیں اس قدر ...... کہ سمیٹ کر تیری کرچیاں ...... تیرے حق میں خود سے دعا کرے ....

ابھی ضد نہ کر دل بے خبر ...... کہ تہہ غبار غم جہاں کہاں کھو گئے تیرے چارہ گر ...... کہ راہ حیات میں رائیگاں ...... کہاں کھو گئے تیرے ہم سفر ...... ابھی غمگساروں کی چوٹ سہہ ...... ابھی کچھ نہ سن ابھی کچھ نہ کہہ ...... ابھی ضد نہ کر دل بے خبر ...... ابھی ضد نہ کر میرے بے نوا ...... ابھی ہو سکے تو تجی میرے ...... سبھی خواب راکھ میں دفن کر ...... ابھی ہو سکے تو یہ سوچ لے ...... کہ طلوع اشک سے پیشتر ...... کہیں درد ہے تو ہوا کرے ...... کوئی چوٹ ہے تو کھلا کرے ...... کبھی یوں بھی ہو کہ سر افق تیرے دکھ کا چاند دمک اٹھے ...... کوئی نیں خود سے چمک اٹھے ...... ابھی ضد نہ کر دل بے خبر ...... کسی شہر زخم فروش میں ...... کوئی زخم خود سے خرید کر ...... کبھی عکس خود سے کھرچ کبھی ...... کسی آئینے پہ نہ دید کر ...... کبھی یوں بھی جشن طرب منا ...... کبھی اس طرح سے بھی عید کر ...... ابھی ضد نہ کر دل بے خبر ...... ابھی ضد نہ کر دل بے خبر۔

ایک دن میں بازار سے شاپنگ کر کے واپس آ

رہی تھی کہ میں نے شیراز اور صائمہ کو ایک ڈیپارٹمنٹل سٹور سے باہر نکلتے دیکھا دونوں ہاتھوں میں ہاتھ ڈالے بہت خوش دکھائی دے رہے تھے۔ میں نے ڈرائیور سے گاڑی روکنے کو کہا۔ میری آنکھوں کے سامنے وہ دونوں قریبی ہوٹل میں گھس گئے اور میں گھر واپس آ گئی اور آج شیراز سے دوٹوک بات کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ تقریباً دو تین گھنٹے بعد شیراز بھی گھر آ گئے۔ بڑے خوش لگ رہے تھے ان کو اس طرح خوش دیکھ کر مجھے اور غصہ آنے لگا۔ میں نے آتے ہی شیراز کو آڑے ہاتھوں لیا۔ میں نے شیراز کے آتے ہی سوالوں کی بوچھاڑ کر ڈالی کہاں سے آ رہے ہیں جناب؟ شیراز بولے۔ آفس سے۔ کون سے آفس سے؟ اور یہ آج کل کس کے ساتھ گل چھرے اڑاتے پھر رہے ہو؟ وہ کون ہے جس کے ہاتھوں میں ہاتھ ڈالے سرعام پھرتے رہتے ہو؟ میں نے ایک ہی سانس میں شیراز سے کئی سوال کر ڈالے۔ اس پر شیراز بولے۔ اگر تم کو معلوم ہو ہی گیا ہے تو سنو وہ صائمہ ہے، تمہاری سہیلی اور میرا پہلا پیار جس کو میں کبھی نہیں بھول سکا۔ میں صائمہ سے پیار کرتا تھا پیار کرتا ہوں اور پیار کرتا رہوں گا اور ہاں سنو نائلہ صائمہ نے میری خاطر طلاق تک لے لی ہے اس لئے میں عنقریب صائمہ سے شادی کر رہا ہوں۔ صائمہ سے شادی کے لئے تمہیں مجھے چھوڑنا ہو گا۔ ہاں شیراز کب دے رہے ہو مجھے طلاق؟ آپ طلاق دے رہے ہو یا پھر مجھے ہی کچھ کرنا پڑے گا۔ میں اپنا سامان پیک کیا اور اپنے والدین کے گھر آ گئی۔ شیراز نے مجھے بہت سمجھانے کی کوشش کی مگر میں اپنی ضد پر قائم رہی بالآخر چند دنوں بعد مجھے طلاق کے کاغذ موصول ہو گئے اور چند مہینوں کے بعد ہی شیراز نے صائمہ سے شادی کر لی اور وہ دونوں اپنی زندگی بڑی ہنسی خوشی گزار رہے ہیں جبکہ میں زمانے کی ٹھوکروں میں ہوں۔ آج میں سوچتی ہوں کہ کاش! میں شیراز کی بات مان جاتی، کاش! میں طلاق کی ضد نہ کرتی، کاش! میں اپنا گھر نہ چھوڑتی، کاش! میں اپنے غصے کو کنٹرول کرتی اور کمپرومائز کر لیتی کیونکہ قارئین! اب میرے لئے اس گھر کے تمام دروازے بند ہو چکے ہیں اور اپنی اس بربادی کی میں خود ذمہ دار ہوں کیونکہ کہتے ہیں ناں کہ واپسی کے لئے کوئی نہ کوئی دروازہ ضرور کھلا رکھنا چاہیے۔

پیارے قارئین! یہ تھی نائلہ کی دکھ بھری داستان میں آج سوچتی ہوں کہ نائلہ کی بربادی کا ذمہ دار کون ہے؟ اس کے والدین جنہوں نے بغیر رائے لئے بچپن میں ہی نائلہ اور شیراز کو آپس میں منسوب کر دیا۔ بغیر یہ سوچے سمجھے کہ بڑے ہو کر ان کی ذہنی ہم آہنگی ہو گی بھی کہ نہیں یا پھر یہ ہماری اپنی پیدا کردہ ذات پات کی جھوٹی شان وشوکت۔ والدین کو معلوم ہو گیا تھا کہ شیراز صائمہ سے محبت کرتا ہے اور شادی بھی کرنا چاہتا ہے لیکن ایک بار پھر ہٹ دھرمی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اسے خاندان کی جھوٹی رسموں میں جھونک دیا گیا۔ کاش! والدین اپنی مرضی سونپنے سے پہلے اپنی اولاد کی خوشیوں کو بھی اہمیت دے دیا کریں تاکہ پھر سے کسی نائلہ کا گھر نہ برباد ہو۔ پھر سے کسی شیراز کو اپنی محبت کے حصول کے لئے اپنی بیوی کو نہ چھوڑنا پڑے۔ پیارے قارئین! میں آج بھی جب اس حقیقت کو سوچتی ہوں تو میری آنکھوں سے نیند کوسوں دور چلی جاتی ہے، رات بھر صرف یہ سوچتی ہوں کہ اے کاش! ہمارے والدین ہمیں اپنی جھوٹی شان و شوکت اور جھوٹی رسموں کی بھینٹ چڑھانے سے پہلے تھوڑا سا ہمارے بارے بھی سوچ لیا کریں۔ اے کاش! کیونکہ اس حقیقت کا درد آج بھی میرے دل میں کروٹیں بدلتا رہتا ہے میں کراہ اٹھتی ہوں اور اکثر راتیں جاگ کر گزار دیتی ہوں۔

اب آخر میں کچھ اپنی محبت کے لئے ایک غزل کے چند اشعار۔

جسے عکس عکس گنوا دیا
کبھی رو برو تھی میرے لئے
جسے نقش نقش مٹا دیا

کبھی چارسو تھی میرے لئے
جو حد نظر سے بھی دور ہے
کبھی کوبکو تھی میرے لئے
جو تپش ہے موج سراب کی
کبھی آپ جو تھی میرے لئے
جسے آپ لکھتا ہوں خط میں اب
کبھی صرف تو تھی میرے لئے

جان جی خواب بہت میٹھے اور نرم ہوتے ہیں بہت ملائم جبکہ حقیقتیں بہت تلخ ہوتی ہیں، بہت تند، بہت تیز اور کبھی کبھی بہت عریاں ...... حقیقتوں کی تہہ میں بکھری ہوئی کڑوی سچائیوں کے ڈائقے سے مانوس ہونا پڑتا ہے کیونکہ میری جان تم سے دور ہو کر آہستہ آہستہ میری زندگی ختم ہوتی جا رہی ہے۔ تم سے دور ہو کر لمحہ لمحہ میری زندگی سسکتی جا رہی ہے۔ آہستہ آہستہ میری ہمت دم توڑ رہی ہے مرنے سے پہلے یہ بے قرار آنکھیں تمہیں آنکھیں میں بھرنا چاہتی ہیں۔ لوٹ آؤ میرے پریتم لوٹ آؤ اور مجھے اپنے بازوؤں کے مضبوط حصار میں لے لو۔

قارئین! میری یہ سٹوری آپ کو کیسی لگی اپنی قیمتی رائے سے ضرور نوازیے گا۔ مجھے آپ کی قیمتی رائے کا انتظار رہے گا۔

غزل

پتھر بنا دیا مجھے رونے نہیں دیا
دامن بھی تیرے غم میں بھگونے نہیں دیا
تنہائیاں تمہارا پتہ پوچھتی رہیں
شب بھر تمہاری یاد نے سونے نہیں دیا
دل کو تمہارے نام کے آنسو عزیز تھے
پلکوں پہ کوئی خواب پرونے نہیں دیا
ناصر یوں اس کی یاد چلی ہاتھ تھام کے
میلے میں اس جہان کے کھونے نہیں دیا

☆......عابد قریشی- ساہیوال

صنم

پھولوں سے نازک ہیں تمہارے ہاتھ صنم
اب تم ہو گئی ہو جوان صنم
چار دن کی زندگی ہے اظہار محبت کر لو
دیکھو ہم بھی ہیں نادان صنم
کرو محبت کی باتیں یا کوئی شکوہ
سچ پوچھو تو تم ہی ہو میری جان صنم
صدیوں پہ امید لگائے بیٹھے ہیں
کسی روز میرے بھی بنو تم مہمان صنم
روح کو تمہارے بن بے چینی رہتی ہے
تم ابھی اس سے ہو نادان صنم
اپنا ہاتھ جس دن عامل کو دکھایا
وہ بھی دیکھتے ہی ہو گیا پریشان صنم
دیکھنا ہاتھ کی لکیریں بھی بدل جائیں گی جگر
بس تم مجھ پہ ہو جاؤ مہربان صنم

☆......عامر سہیل جگر راجپوت بھنی- سمندری

عمر بیت گئی

دیا ہم نے بھی جلایا تھا پیار کا
لیکن بے رحم ہواؤں سے نہ بچا سکے
غلطی کی ہم نے جو یار بنایا شیشے کا
پتھروں سے بچایا تو گھر میں نہ سجا سکے
کہتے ہیں ڈھونڈنے خدا مل جاتا ہے
ہم ایک مٹی کے پتلے کو بھی نہ پا سکے
داغ اس کی رسوائی کے مٹ تو گئے لیکن
اس کی بے وفائی کا داغ ہم عمر بھر نہ مٹا سکے
شام سے گرتے ہیں اس کی یادوں کے دلدل میں
رات کیسے گزرتی ہے ہم کسی کو بھی نہ بتا سکے
کون آیا کون گیا سب بھول گئے ہم سانول
عمر بیت گئی اس بے وفا کو دل سے نہ بھلا سکے

☆ آصف سانول- چشتیاں

مقروضِ وفا

تحریر.....خورشید زوہیب۔ آزاد کشمیر

نہیں عدنان میری عزت ابھی محفوظ ہے۔ کیا فائدہ آج ہے کل نہیں رہے گی۔ پلیز عدنان کچھ کرو۔ ایمان میں اپنی جان بھی تم پر قربان کر سکتا ہوں مگر میں کیا کروں مجھے کچھ سمجھ نہیں آ رہی۔ میں عدنان کے قدموں میں بیٹھ گئی۔ عدنان میری عزت تمہارے ہاتھ ہے، نہیں تو خودکشی کر لوں گی۔ نہیں ایمان میں نے ہمیشہ تم سے محبت کی ہے تمہاری جگہ اس دل میں ہے جانوں میں تمہیں اور عدنان نے مجھے گلے لگا لیا میں بچوں کی طرح رونے لگی پھر عدنان مجھے حوصلہ دے کر چلا گیا..... ایک دکھ بھری داستان

اس کہانی میں شامل تمام کرداروں اور مقامات کے نام فرضی ہیں۔

میرے کزن نے مجھے کال کی۔ ہیلو ایمان تم فوری طور پر مجھ سے ملو۔ کیوں؟ میں نے لاپروائی سے پوچھا۔ مجھے ضروری بات کرنی ہے۔ لیکن میرے پاس تمہارے لئے ٹائم نہیں ہے مسٹر عدنان۔ ایمان سمجھنے کی کوشش کرو میں تم سے ضروری سلسلے میں بات کرنا چاہتا ہوں۔ میں نے کال ڈراپ کر دی۔

عدنان دوبارہ کال کرنے لگا۔ میں شروع سے ہی عدنان سے نفرت کرتی تھی اور عدنان جنون کی حد تک مجھ سے محبت کرتا تھا مگر میں تو اپنے من کے مندر میں زیاب کو بسا رکھا تھا۔ جتنا پیار مجھ سے عدنان کرتا تھا اس سے بھی زیادہ پیار میں زیاب سے کرتی تھی۔ بار بار عدنان کی کال مجھے ڈسٹرب کر رہی تھی تو میں نے موبائل ہی آف کر دیا۔ میں جانتی تھی عدنان محبت میں مجھ سے انتہا کی حد تک چاہتا ہے مگر میں عدنان کو اس پیار کے بدلے سوا نفرت کے کچھ نہیں دیا تھا۔ میں نے جب عدنان کو اپنے گھر میں دیکھا تو مجھے کوئی خاص حیرت ہرگز نہیں ہوئی کیونکہ عدنان اکثر میرے گھر آتا رہتا تھا۔ اس میں ایسی ویسی سوچنے کی کوئی بات نہیں تھی مگر لگتا ہے عدنان مجھ سے کچھ کہنا چاہتا تھا لیکن نہ تو وہ بھائی کے سامنے ایسی کوئی بات کر سکتا تھا نہ ہی ایسی بات کرنے کی یا مجھے بھلانے کی ہمت تھی۔ عدنان بے حد پشیمان تھا اس پشیمانی کے عالم میں اس نے موبائل نکال کر کچھ دیکھنے لگا۔ کبھی وہ موبائل کی سکرین کو دیکھتا، کبھی نظریں اٹھا کر مجھے دیکھتا۔ دیکھتے ہی دیکھتے اشکوں کے قطرے عدنان کے رخساروں کو چوم کر زمین پر جا گرے۔ مجھے خیال آیا آج کوئی نہ کوئی بات ضرور ہے جو عدنان نے مجھے اس طرح فون کیا اور پھر فون کے یاد آتے ہی مجھے خیال آیا عدنان نے میرا نمبر کہاں سے لیا ہے۔

میں یہ سوچ کر ہی آگ بگولہ ہو گئی کہ عدنان کے پاس میرا نمبر کہاں سے آیا اس گھٹیا دو ٹکے کے انسان نے مجھے کال کرنے کی جسارت کیسے کی مگر بھائی کے گھر ہوتے ہوئے میں کچھ کہہ نہیں سکتی میں بھائی کے جانے کا ویٹ کرنے لگی۔ مجھے امید تھی کہ عدنان آج ہمارے گھر رہنے کا ارادہ رکھتا ہے۔ دوسرا مما کا لاڈلہ تھا۔ مما واپس

کب جانے دے گی اور گاؤں تو اس کا سات آٹھ کلومیٹر دور تھا۔ یہ باتیں سوچ کر میں مطمئن ہوگئی۔ عدنان کے ہاتھ میں موبائل دیکھ کر مجھے خیال آیا میرا موبائل تو بند ہے۔

میں نے نمبر آن کیا تو عدنان کے دو میسج ملے۔ ایمان میں نے بہت ضروری بات کرنی ہے پلیز مجھ سے ملو۔ ایمان آپ مجھ سے نفرت کرتی ہیں مگر میں جو کچھ آپ کو بتانا چاہتا ہوں وہ پلیز پلیز پلیز اک بار سن لو۔ پلیز ایمان میں بہت ڈسٹرب ہوں۔ میسج پڑھ کر میں نے عدنان کی طرف دیکھا جو میرے بھائی کے ساتھ باتیں کر رہا تھا۔ بھائی عدنان سے کہہ رہا تھا مجھے کوئی غزل سناؤ لیکن عدنان اس موڈ میں نہیں تھا۔ عدنان شاعری تو نہیں کرتا تھا البتہ بہت باذوق انسان تھا، بہت اچھی اچھی شاعری اس نے یاد کر رکھی تھی۔ شہر کے تمام شعراء سے اس کا رابطہ تھا۔ یار عدنان کچھ سنا دو۔ پلیز یار ارسلان مجھے آج کچھ یاد نہیں آ رہا۔ اچھا اپنا موبائل دکھاؤ۔ نہیں آج موبائل بھی نہیں دیکھنا مجھے۔ کیوں؟ بس نہیں دیکھنا اور نہیں دیکھنا اور نہیں دیکھنا۔ بھائی کافی ضد کر رہا تھا مگر عدنان موبائل نہیں دے رہا تھا حتیٰ کہ بھائی چھیننے کے لئے تیار ہوگیا۔ میں کھڑی یہ تماشا دیکھ رہی تھی مگر بھائی موبائل چھیننے میں ناکام ثابت ہوا۔ بھائی کو غصہ آیا کیوں کہ اس سے قبل ایسا کبھی نہیں ہوا تھا۔ عدنان کی کمزوری شاعری ہے۔ ارسلان بھائی نے کہا۔ ایمان میں بھی اب دیکھنا عدنان کو خورشید زوہیب کا نمبر نہیں دوں گا۔ یہ زوہیب کون ہے؟ ہمارے ضلع کا نیا شاعر۔ جھوٹ بولتے ہو تم، تمہارے پاس زوہیب کا نمبر نہیں ہو سکتا۔ اگر میں ابھی بات کر کے دکھاؤں تو۔ تو مان جاؤں گا۔ پہلے عدنان کے منہ پر جو بارہ بجے تھے اب کافی حد تک سنبھل گیا تھا۔ اچھا کال کرو۔ میں اپنے موبائل سے کیوں کروں؟ (بھائی کو پتہ تھا عدنان کو نمبر دے کر اس سے اچھی طرح سے جو بھی کام ہو نکال سکتا تھا) کرو ناں پلیز۔ نہیں کروں گا۔ کیسے کرو گے جب نمبر ہی نہیں ہے تو پھر کیسے کرو گے؟ ہے ہے۔ ایمان سے پوچھ لو۔ مگر میں تب تک یقین نہیں کروں گا جب تک تم مجھے بات نہیں کراؤ گے۔ اچھا تو یہ بات ہے ابھی بات کروا دوں گا مگر پھر موبائل دو گے۔ ہاں دوں گا۔ رات کو اور ساری رات کے لئے۔ وعدہ۔ ہاں وعدہ۔ لیکن ارسلان ایک بات یاد رکھنا رات آٹھ بجے دوں گا اس سے پہلے نہیں۔ غزلیات نظمیں یعنی شاعری میری بھی کمزوری ہے۔ ارسلان نے زوہیب کے نمبر پر کال کر دی۔

السلام علیکم! ...... وعلیکم السلام! ...... کیسے ہو زوہیب بھائی! ...... ٹھیک ہوں۔ موبائل عدنان نے لے لیا۔ سلام دعا کے بعد کہا کہ بھائی واقعی آپ خورشید زوہیب ہو ...... جی جی میں زوہیب ہوں ...... آپ کا تعارف ...... میں عدنان اسلم بات کر رہا ہوں۔ بھائی آپ کے بارے میں کافی معلومات رکھتا ہوں، آپ کی شاعری سننے کا بہت اشتیاق تھا ...... ہاہا اچھا تو چلو ہم آپ کی یہ فرمائش پوری کر دیتے ہیں...... تھینک یو بھائی! مجھے کوئی اچھی سی غزل سناؤ (ارسلان کہنے لگا کہ آواز اوپن کر دو) کیسی غزل ہو؟ دکھ بھری بھائی جان! ......سنو......

وہ میری عاشقی کا موسم سہانا واپس لا دے
مری آنکھوں کو خواب پرانا واپس لا دے
مہکتے بہاروں کے رنگوں میں خود کو رنگ لے
مجھے پت جھڑ کا ژولیدہ ویرانہ واپس لا دے
مجھے نہیں چاہئے حادثات سے بھری یہ زیست
مجھے میرے بچپن کا حسین زمانہ واپس لا دے
تتلیوں کے پیچھے بھاگنا، جگنو کے ساتھ جلنا
اے کاش! کوئی چارہ گھر وہ آشیانہ واپس لا دے
زوہیب اشک آ ٹھہرے ہیں آنکھوں کے دریچوں پر
تبسم سے لب کھِلے کوئی بہانہ واپس لا دے

زوہیب بھائی! آپ اتنے دکھی ہیں کیا؟ عدنان! مجھے تو اللہ نے اپنی رحمت سے اتنا نوازا ہے کہ دکھ کا لفظ میری زیست میں اپاہج ہو گیا ہے۔ میں تو بہت خوش رہتا ہوں، ہاں میری شاعری دکھی ہے۔ کال ختم ہوگئی۔ میں نے سوچا بھائی کے موبائل سے زوہیب کا نمبر چرائی کروں

گی۔ خوب غزلیں سنا کروں گی کیوں کہ شاعری مجھے جنون کی حد تک پسند تھی۔ بھائی کو فون آیا بھائی چلا گیا۔ مجھے کیا پتہ تھا جو میں اس وقت اتنی خوش ہوں میرے لئے آنے والے لمحات درد اور دکھ کی سوغات لے کر آ رہے ہیں۔

عدنان نے مجھے آواز دی ایمان بات سنا مجھے عدنان پر بے تحاشہ غصہ آیا میں پاس گئی بولی کیا ہے فضول انسان۔ عدنان نے کوئی جواب دیئے بغیر اپنا موبائل نکالا مجھے کہا۔ بیٹھو میرے پاس۔ تمہارے جیسے انسان کے پاس بیٹھنے کا ٹائم نہیں ہے۔ ایمان پلیز ہر وقت غصہ میں نہیں رہا کرو۔ پلیز بیٹھو (عدنان میرے سامنے بولتے ہوئے ہمیشہ ڈسٹرب ہوتا تھا اس وقت بھی یہی عالم تھا) بکو کیا بکواس کرنا ہے۔ میں نے چیخ کر کہا۔ خاموش۔ عدنان نے گرجدار آواز میں کہا تو میں حیران و پشیمان رہ گئی۔ بیٹھو تمہیں تمہارے کرتوت دکھاتا ہوں۔ تب عدنان نے موبائل میرے سامنے کر دیا، میرا منہ کھلا رہ گیا۔

○

عدنان میرا کزن ہے، میری خالہ کا بیٹا۔ دو بہن بھائی ہیں، بہن شادی شدہ ہے اور ہم بہن بھائی میں اور آپی ...... آپی کی شادی ہو چکی ہے۔ ارسلان بھائی مجھ سے بڑے ہیں اور میں سب سے چھوٹی ہوں اور سب سے زیادہ لاڈلی۔ خوبصورت بہت زیادہ ہوں۔ عدنان میرا کزن بچپن سے مجھے چاہتا ہے مگر میں نے عدنان کو کبھی گھاس تک نہ ڈالی۔ میٹرک میں میری زندگی میں زریاب آیا، زریاب امیر باپ کا بیٹا تھا، خوبصورت بھی تھا اور امیر بھی۔ ہم میں اور عدنان مڈل کلاس کے خاندان سے تھے۔ زریاب اکثر مجھے گلی میں نظر آتا وہ میرا پیچھا کر رہا تھا۔ جوانی دیوانی ہوتی ہے۔ پہلے پہل مجھے برا لگا مگر حسب روایت میں بھی زریاب کی طرف کھچی چلی گئی۔ شاید اس جذبے کو محبت کہتے ہیں۔ زریاب کالج میں پڑھتا تھا وہ اپنی موٹر سائیکل پر آتا جاتا تھا اک دن تو حد ہوگئی زریاب نے موٹر سائیکل میرے سامنے روک دی، میں نے زریاب سے ڈرے ڈرے انداز میں پوچھا۔ زریاب بولو کیا بات ہے؟ ایمان یہ میرا نمبر ہے وہ کاغذ کا ایک ٹکڑا میرے ہاتھ میں تھما کر چلا گیا اور میں دیر تک بے حس و حرکت کھڑی رہی۔

شام کو ڈرتے ڈرتے زریاب کا نمبر ڈائل کیا آگے سے زریاب کی چہکتی آواز کانوں میں پڑی۔ بہت دیر کروا دیا ایمان آپ نے میں حیران رہ گئی کہ زریاب کو کیسے یقین تھا کہ میں کال کروں گی۔ آپ کو کیسے پتہ تھا کہ میں کال کروں گی۔ ایمان میں نے تمہاری آنکھوں میں محبت کا پیام پڑھا ہے۔ اور کیا کیا پڑھا ہے جناب نے میری آنکھوں میں؟ فی الحال اتنا ہی پڑھ سکا۔ ہماری محبت کی ابتدا ہو گئی پھر زریاب کا اصرار بڑھنے لگا کہ میں ملاقات کروں مگر میں بہت ڈرتی تھی رسوائی کا ڈر تھا مگر زریاب نے بے بس کر دیا اور ہماری پہلی ملاقات ہوئی۔ آج سے قبل میں نے کبھی بھی کسی مرد کو چھوا نہیں تھا۔ میں بہت شرما رہی تھی مگر آہستہ آہستہ زریاب کے ساتھ گھل مل گئی۔ زریاب نے مجھے ہاتھوں پر بوسہ دیا جو مجھے بہت اچھا لگا۔ ایمان اک بات کہوں گر برا نہ لگے تو۔ بولو جان۔ ایمان کیا میں تمہاری اک فوٹو لے سکتا ہوں۔ نہیں مجھے شرم آتی ہے۔ ارے مجھ سے کیسی شرم بابا۔ نہیں ناں زریاب۔ پلیز جان۔ اچھا لے لو۔ زریاب کے پاس اک بہت ہی مہنگا موبائل تھا جس سے اس نے میری دو تین تصویریں لیں۔ جب مجھے دکھائیں میں حیران رہ گئی کہ میں اتنی خوبصورت ہوں۔ میں کسی بھی ماڈل سے ہرگز کم نہیں تھی۔ پہلی ملاقات بڑی اداس دے گئی اب تو مجھے زریاب کے بن لمحہ بھر کا سکون بھی دستیاب نہیں آ رہا تھا۔ ہر لمحہ بے چین رہنے لگی۔ عدنان نے بھی اپنی چاہت کا اقرار کر لیا میں نے کافی بری طرح سے عدنان کو ڈانٹ پلا دی۔ عدنان نے اک غزل لکھ کر مجھے دی اور کہا۔ ایمان تیرے بن میری حالت ایسی ہے۔ مجھے عدنان کی غزل سے غرض نہیں تھی لیکن شاید کوئی تازہ غزل ہو یہ سوچ کر پڑھنے لگی۔

ہم جیسے مجنوؤں کو اک اشارہ مار دیتا ہے

ہمیں تو اکثر محبت کا خسارہ مار دیتا ہے
کریں گے کیا تم پاس رکھو اپنے بادبانوں کو
ہمیں نیلے سمندر کا کنارا مار دیتا ہے
پرندے گر شام سے پہلے نہ گھر لوٹ کر آئیں
انہیں پھر ڈر اندھیرے کا ہی سارا مار دیتا ہے
کسی پہ قسمت کی دیوی اتنی مہربان ہے اور
کسی کو اس کی قسمت کا ستارہ مار دیتا ہے
میں کیسے اپنے جسم کے پتھر کو جوڑوں گا صنم
مجھے تو میرے اندر کا ہی گارا مار دیتا ہے

ہماری محبت عروج پر تھی۔ میں ہر وقت اس انتظار میں رہتی کہ کبھی بھی زیاب سے ملاقات کا ٹائم مل جائے ہم دونوں اک دوسرے کے لئے کافی بیقرار تھے۔ بھائی اور امی خالہ کے گھر گئے وہاں وہ رات کو رک گئے۔ فون کر کے مما نے بتایا کہ ہم لوگ رات نہیں آئیں گے تم ڈرنا نہیں کسی پڑوسن کو بلا لینا اور سو جانا۔ ٹھیک ہے مما آپ فکر نہ کریں میں اکیلے ہی سو جاؤں گی۔ میں نے زیاب کو کال کر دی۔ زیاب آج رات میں گھر پر اکیلی ہوں گر ملنا چاہو تو آ جانا، میں ویٹ کروں گی۔ زیاب نے کہا۔ میں رات دس بجے کے بعد آ جاؤں گا۔ میں بہت خوش ہو رہی تھی زیاب کے لئے بریانی بنالی اور رات دس کا ویٹ کرنے لگی۔ وقت گزرنے کا نام ہی نہیں لے رہا تھا۔ اللہ اللہ کر کے رات دس بجے تو زیاب تشریف لایا۔ پوری رات میں اور زیاب نے بہت پیار۔ اس ملاقات کے بعد میری تشنگی میں اضافہ ہو گیا، میں اب ایسے موقعوں کی تلاش میں رہنے لگی۔ پیار کے عہد و پیمان شروع ہو گئے۔ اب تو میں سکول سے چھٹی کر کے ہوٹلوں میں بھی زیاب سے ملنے لگی جہاں وہ اپنی پیاس بجھا لیتا مگر اس نے میری عزت کے ساتھ کبھی کھلواڑ نہیں کیا تھا جس کی وجہ سے میں بہت اعتماد کرتی تھی۔

وقت گزرتا گیا عدنان نے اپنی چاہت کو کھل کھلا کر مجھ سے اظہار کیا جس کے بدلے میں سوائے رسوائی کے اس کا کچھ مقدر نہ بنا۔ ایمان تم مجھے جب بھی دیکھو گی ایسے ہی دیکھو گی، میں زندگی کی آخری سانس تک تم سے محبت کرتا رہوں گا۔ میں تمہاری محبت کو پانے کے لئے کچھ بھی کر سکتا ہوں۔ زندگی کے جس بھی موڑ پہ تمہیں میری ضرورت محسوس ہو مجھے آواز دینا پہلی ہی آواز پر آپ کے پاس نہ آؤں تو کہنا۔ ڈائیلاگ نہ مارا کرو۔ بہت اچھا ہے تم مجھ سے محبت کرتے ہو مگر میں تم سے نفرت کرتی ہوں اور کرتی رہوں گی۔ میرے دل میں تمہارے لئے محبت نہیں پیدا ہو سکتی۔

میں زیاب کی محبت میں اندھی ہو چکی تھی۔ زیاب میرے لئے سب کچھ تھا، میں زیاب کے لئے ہر لمحہ بے قرار رہنے لگی۔ زیاب کی محبت میں ہواؤں کے ساتھ اڑ رہی تھی۔ جب بھی ٹائم ملتا میں دوڑی دوڑی زیاب سے ملنے چلی جاتی۔ ہماری پھوپھو کے بیٹے کی شادی تھی میں شادی پر جانا چاہتی تھی مگر پھر خیال آیا بھائی اور امی چلے جائیں گے تنہائی سے فائدہ اٹھا کر میں زیاب سے ملاقات کروں گی اس لئے شادی پر جانے کی تیاری کینسل کر دی۔ امی میں شادی پر نہیں جاؤں گی۔ کیوں؟ امی مجھے اچھا نہیں لگتا۔ ٹھیک ہے تم کنزہ کو بلا لو اور وہ رات کو تمہارے پاس رہے گی۔ ٹھیک ہے امی۔ کنزہ میری رازدان تھی۔ میں نے کنزہ کو بلا لیا اور تاکید کی کہ دیکھو رات کو زیاب مجھ سے ملنے آ رہا ہے تم کسی کو کانوں کان خبر نہیں ہونے دینا۔ واہ بھئی بڑا لمبا ہاتھ مارا ہے، کب سے چکر چل رہا ہے۔ ایک سال کے قریب وقت ہو گیا۔ کیا بات ہے تم نے اپنا انتخاب بہت اچھا کیا ہے۔ ہاں۔ میں نے فخر سے کہا۔ لیکن ایک بات ہے ایمان۔ وہ کیا؟ لگتا نہیں کہ زیاب تم سے شادی کرے۔ وہ کیوں؟ ارے امیر باپ کا بیٹا ہے کئی گرل فرینڈز ہوں گی۔ دیکھو کنزہ میں زیاب کے بارے میں ایسی باتیں برداشت نہیں کر سکتی۔ تم میری فرینڈ ہو گر نہ...... ٹھیک ہے ایمان سوری!

میں نے اپنے اور زیاب کے لئے ایک کمرے کا انتخاب کیا، کنزہ کو دوسرے کمرے میں بھیج دیا۔ مجھے کیا پتہ تھا کہ آج قیامت ٹوٹے گی۔ اگر آج کنزہ نہ ہوتی تو میں کسی کو منہ دکھانے کے لائق بھی نہ رہتی۔ جب زیاب مجھ سے ملا پہلے ہم پیار بھری باتیں کرتے رہے پھر زیاب

نے بہت ساری میری مووی بنائی اچھے پوز لئے۔ پھر جو بات زیاب نے کی میں کبھی سوچ بھی نہیں سکتی تھی۔ زیاب تم ہوش میں تو ہو۔ ایمان میں بے بس ہو چکا ہوں پلیز آج مجھے مت روکو۔ دفع ہو جاؤ، میں تم سے نفرت کرتی ہوں، آئی ہیٹ ہوں۔ نہیں میری جان۔ ساتھ ہی زیاب زبردستی کرنے لگا۔ میں چیخنے لگی۔ ایمان تم جو مرضی کر لو آج تم مجھ سے بچ کر نہیں جا سکتی۔ میری آواز سن کر کنزہ دوسرے روم سے آ گئی تھی۔ یکدم کنزہ کو سامنے دیکھ کر زیاب رک گیا۔ زیاب کو نہیں پتہ تھا کہ کنزہ دوسرے روم میں ہے بتایا ہی نہیں تھا۔ زیاب غصہ میں چلا گیا میں کافی دیر تک روتی رہی، مجھے زیاب سے ایسی امید ہرگز نہ تھی۔ کنزہ نے مجھے چپ کروایا۔ دوسرے دن زیاب نے کال کر کے سوری کی مگر میرا اعتماد زیاب سے اٹھ چکا تھا۔ میں زیاب سے نفرت کرنے لگی تھی۔ زیاب میں کبھی تم کو معاف نہیں کروں گی اور نفرت کرتی ہوں تمہارے نام سے بھی۔ زیاب نے بہت کوشش کی کہ میں زیاب سے پھر ملوں، باتیں کروں مگر میرے پاس غلطی کی گنجائش ہی نہ تھی۔ زیاب نے مجھے ایک غزل سینڈ کی

مجھے حوصلہ تو دیتے جو میرے شریک غم ہیں
میں بھٹک رہا ہوں تنہا عذاب بیش و کم ہیں
کوئی پھول جیسی تتلی نہ ستارے جیسا جگنو
تیرے بعد بس اندھیرے میرے ساتھ ہر قدم ہیں
مجھے چھوڑنے سے پہلے یہ جتلا دیا تھا اُس نے
یہ کٹھن راہ سفر ہے کئی اس میں پیچ و خم ہیں
میرا کمرہ بارشوں سے بھی بھیگتا نہیں ہے
میری اوھ کھلی بیاض میرے آنسو سے نم ہیں

مگر مجھے کوئی احساس نہ ہوا، میں اب زیاب سے نفرت کرنے لگی تھی اور میں نے اپنی سم بھی چینج کر لی۔

○

آج عدنان نے مجھے وہ ویڈیو دکھائی جو زیاب نے میری بنائی تھی۔ ایمان تم اس حد تک گر سکتی ہو میں سوچ بھی نہیں سکتا۔ عدنان تم نے یہ کہاں سے لی ہے۔ مجھے خود زیاب نے دی ہے۔ کل شام کو بازار میں مجھے زیاب ملا تھا۔ حال و احوال کے دوران میں نے آپ لوگوں کا پوچھا تو کہنے لگا۔ وہ لوگ تمہارے کیا لگتے ہیں؟ میں نے بتایا کہ کزن ہیں۔ اچھا تو ایمان تمہاری کزن ہے۔ ہاں پھر وہ کچھ دیر مجھے دیکھتا رہا پھر مجھے لے کر ایک ہوٹل میں چلا گیا۔ عدنان تم کیا ایمان سے شادی کرنا چاہتے ہو۔ ہاں۔ لیکن وہ مجھے پسند نہیں کرتی۔ ہاں وہ تم سے نفرت کرتی ہے۔ اس نے کہا تھا مجھے کہ میرا ایک کزن مجھ سے بہت محبت کرتا ہے۔ کب کہا تھا اس نے تمہیں اور تم کیا اس کو جانتے ہو۔ ہاں میں اس کو جانتا ہوں وہ میری محبت ہے بکواس مت کرو۔ میں بکواس کر رہا ہوں۔ ایمان ایسی لڑکی نہیں۔ عدنان ایمان کیسی لڑکی ہے مجھ سے بہتر کوئی نہیں جانتا۔ تم بکتے ہو۔ تمہاری کزن ایمان کی عزت میرے پاس گروی ہے، سمجھے۔ زیاب اب اگر ایک بھی لفظ ایمان کے خلاف نکلا میں تمہاری گردن توڑ دوں گا۔ تب زیاب زور زور سے ہنسنے لگا۔ ارے میں جب چاہوں ایمان کے ساتھ گولڈن نائٹ منا سکتا ہوں۔ میرا ہاتھ زیاب کے گریبان تک پہنچ گیا کچھ لوگ ہمارے پاس آ کر ہمیں چھڑا دیا۔ تب زیاب بولا۔ میں تمہیں ثبوت دے سکتا ہوں۔ اچھا تو دو ثبوت۔ تب زیاب نے مجھے کہا۔ کیا تمہارے پاس میموری کارڈ والا موبائل ہے؟ ہاں ہے۔ بلو ٹوتھ آن کرو میں ثبوت فراہم کر دیتا ہوں اور عدنان نے یہ چھ ویڈیوز مجھے سینڈ کر دیں۔ گھر آ کر جب میں نے دیکھیں میرے پاؤں تلے سے زمین ہل گئی۔ ایمان مجھے بہت دکھ ہوا ساری رات روتے روتے گزار دی۔ میری ایمان ایسی نہیں ہو سکتی مگر ایمان تو ایسی تھی۔ میرا دماغ یہ سب ماننے کو تیار نہ تھا لیکن یہ حقیقت تھی ایمان تم نے زیاب کے پاس اپنی عزت گروی رکھ دی ہے اور کیا پتہ تم عزت سے بھی ہاتھ دھو بیٹھی ہو۔ نہیں عدنان میری عزت ابھی محفوظ ہے۔ کیا فائدہ آج ہے کل نہیں رہے گی۔ پلیز عدنان کچھ کرو۔ ایمان میں اپنی جان بھی تم پر قربان کر سکتا ہوں مگر میں کیا کروں مجھے کچھ سمجھ نہیں آ رہی۔ میں عدنان کے قدموں میں بیٹھ گئی۔ عدنان میری عزت تمہارے ہاتھ ہے، نہیں تو خودکشی کر لوں گی۔ نہیں ایمان میں نے

ہمیشہ تم سے محبت کی ہے تمہاری جگہ اس دل میں ہے پاؤں میں نہیں اور عدنان نے مجھے گلے لگا لیا میں بچوں کی طرح رونے لگی پھر عدنان مجھے حوصلہ دے کر چلا گیا۔ میں نے عدنان کو کال کی پلیز میرے لئے کچھ کرنا۔ میں کچھ کروں گا تم فکرمند مت ہونا۔

عدنان کو سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ وہ کیا کرے، کسی طریقے سے اگر وہ زیاب سے وہ ویڈیو ختم کر دے، مگر کیسے۔ آخر عدنان نے ایک ترکیب سوچی اس میں جان کا خطرہ بھی تھا مگر اس کو اپنی جان سے کہیں زیادہ ایمان کی جان اور عزت کی پرواہ تھی۔ اس نے اپنی سوچ کو عملی جامہ پہنانے کے لئے راشد کے سہارے کی ضرورت محسوس کی اس نے راشد سے بات کی مجھے پستول اور کارتوس چاہئیں، میں تم کو صرف ایک دن کے بعد واپس کر دوں گا۔ مگر تم نے کیا کرنا ہے پستول کو؟ بس یار چاہئے۔ راشد اور عدنان دوست تھے۔ آخر عدنان رات کے اندھیرے میں ڈرتے ڈرتے عدنان کی طرف چلنے لگا۔ آج محبت میں گرفتار عدنان کو کوئی ڈر نہیں تھا کہ اس کی جان بھی چلی جائے۔ اس نے دیوار کراس کرنے کی جو کوشش کی تو کانچ سے اس کا ہاتھ زخمی ہو گیا۔ اپنے بہتے ہوئے خون کی پرواہ کئے بغیر وہ حویلی میں داخل ہو گیا اور زیاب کے کمرے تک رسائی حاصل کر لی۔ زیاب دیکھ کر ڈر گیا کیونکہ عدنان کے ہاتھ میں پستول تھا اور منہ پر پردہ کئے ہوئے۔ نقاب میں عدنان کو کون پہچان سکتا تھا جو کچھ بھی پاس ہے میرے حوالے کر دو۔ زیاب نے خاموشی سے سب جیب سے روپے اس کے حوالے کر دیئے۔ موبائل بھی دو اور زیاب سیدھے طریقے سے موبائل بھی اس کے حوالے کر گیا۔ عدنان نے کہا۔ شور مچانے کی کوشش کی تو تمہارے ماں باپ کو گولی مار دیں گے میرے آدمی۔ چپ رہنا اسی میں تمہاری عافیت ہے۔ باہر نکل کر عدنان نے کنڈی لگا دی اور مین گیٹ کھول کر باہر نکل آیا۔ اسے اپنی کامیابی پر یقین نہیں آ رہا تھا مگر وہ بہت پرجوش اور خوش تھا جیسے اس کو اس کی محبت مل گئی ہو۔

عدنان نے صبح ہی صبح کال کی ایمان میں آج تم سے ملنا چاہتا ہوں۔ عدنان تم گھر ہی رہنا میں آتی ہوں۔ میں میٹرک کا امتحان دے چکی تھی اس لئے فارغ تھی۔ امی سے خالہ کے گھر آنے کی اجازت مانگی تو خوشی خوشی مل گئی۔ عدنان کے گھر میں کبھی کبھار آتی تھی آج عدنان بہت خوش لگ رہا تھا اور بہت خوبصورت بھی۔ عدنان خوبصورت تو تھا ہی لیکن میں نے کبھی اس کو اس نظر سے دیکھنے کی کوشش کب کی تھی مگر آج دیکھا تھا تو شاید عدنان کو کچھ کہہ بھی نہیں سکتی تھی اور میں تو عدنان کی وفاؤں کی مقروض تھی۔ مجھے عدنان کیا دے سکتا تھا، میں عدنان کو کس منہ سے کچھ کہہ سکتی تھی۔ خالہ سے مل کر میں عدنان کے پاس چلی آئی۔ کیسی ہو؟ ٹھیک ہوں۔ تم کیسے ہو؟ ٹھیک ہوں۔ عدنان یہ ہاتھ کو کیا ہوا؟ کچھ نہیں تھوڑا کٹ گیا ہے۔ مجھے اس کے کٹے ہاتھ کی تکلیف آج اپنے دل میں ہو رہی تھی۔ شاید مجھے عدنان سے محبت ہو گئی تھی۔ اپنا خیال رکھا کرو۔ ایمان تم یہ بتا سکتی ہو زیاب نے کتنی ویڈیو بنائی ہوں گی تمہاری۔ میں نے سوچ کر بتایا کہ چھ اور آپ کے فوٹوز کتنے ہوں گے؟ اس بارے میں میں کچھ نہیں کہہ سکتی۔ ایمان میں نے زیاب کا موبائل چوری کر لیا ہے۔ یہ دیکھو۔ کیسے؟ میں نے حیران ہوتے ہوئے پوچھا۔ دراصل میں نے رات کو زیاب کے گھر چوری کی زیاب نے پانچ ہزار روپے اور اپنا یہ موبائل مجھے دے دیا گن پوائنٹ پہ۔ واہ تم نے کمال کر دیا۔ میں نے سب کچھ ڈیلیٹ کر دیا مگر ڈر ہے میں سوچتا ہوں کہیں اس نے تمہاری تصویریں یا ویڈیو کسی اور کو نہ دی ہو۔ نہیں عدنان مجھے نہیں لگتا ایسا ہوا ہو۔ میں بہت خوش تھی کہ عدنان نے مجھے بے عزت ہونے سے بچا لیا تھا۔ ایمان...... جی...

پہلی بار میں نے جی کر کے بلایا تھا۔ ایک بات پوچھوں؟ جی پوچھو۔ کیا اب بھی تم مجھ سے نفرت کرتی ہو۔ میں نے عدنان کے منہ پر انگلی رکھ دی۔ نہیں عدنان اب میری جان تمہاری امانت ہے۔ ایمان تم سچ کہہ رہی ہو ناں؟ ہاں میری جان۔ ایمان آئی لو یو۔ آئی لو یو میری جان۔

○

میں نے بھائی کے موبائل سے نمبر چرا کر آپ کو

کال کی تھی زوہیب اور دوستی کی آفر کی تھی مگر آپ ضدی تھے انکار کر گئے تھے لیکن بہت ضدی تو میں بھی تھی آپ نے جب دوستی کی تو اس شرط پہ کہ کبھی کبھار ضروری بات بھی کیا کرو پھر عدنان نے بھی آپ سے دوستی کر لی۔ عدنان کو میں نے آپ کے بارے میں بتایا ہوا تھا۔ آپ تو کچھ نہیں کہتے تھے پھر عدنان نے مجھے کہا کہ ایمان میں تم سے شادی کرنا چاہتا ہوں۔ میں نے انکار کر دیا کہ عدنان میں آپ کے سامنے شرمندہ ہوں، شادی نہیں کر سکتی، محبت صرف آپ سے کرتی ہوں۔ عدنان بہت لڑتا رہا اور ناراض ہو گیا۔ زوہیب آپ میرے بہت اچھے دوست ہو اور زوہیب سب سٹوری آپ کو سنا دی ہے میں نے، اب بتاؤ میں کیا کروں؟ مجھے عدنان سے شادی کرنی چاہئے یا نہیں۔ زوہیب میرے راز سے صرف آپ واقف ہیں آپ ہی بتاؤ۔ تم عدنان سے شادی کیوں نہیں کرنا چاہتی۔ زوہیب عدنان نے مجھے نازیبا حالت میں دیکھا ہے۔ آج عدنان میری محبت میں اندھا ہے لیکن کل عدنان مجھے ٹھکرا دے گا۔ میں نے عدنان کی بہت بے عزتی بھی کی ہے، وہ اس کے بدلے میں بھی مجھے چھوڑ سکتا ہے۔ ایمان! ایک بات بتاؤ مجھے سچ بتانا۔ ہاں ٹھیک ہے۔ کیا تم عدنان سے پیار کرتی ہو یا اس کے احسانوں تلے دبی ہو؟ مجھے ٹھیک سے جواب دینا۔ زوہیب نہیں میں عدنان سے بہت پیار کرتی ہوں اسی وجہ سے عدنان کو کچھ نہیں دے سکتی میں اس کی محبت کا ناجائز فائدہ نہیں اٹھا سکتی۔ ایمان مجھے عدنان کا نمبر دو میں کل تم کو بتاؤں گا۔ زوہیب آپ کے پاس عدنان کا نمبر ہے۔ اچھا شمبر سے جو عدنان بات کرتا ہے۔ ہاں ہاں، ٹھیک ہے۔ زوہیب ایک کام کرو گے۔ جی بولو۔ زوہیب میں چاہتی ہوں آپ میری سٹوری لکھیں کیونکہ موبائل نے اس اکیسویں صدی کے اندر لوگوں کو بہت خوار کر دیا ہے تاکہ پھر کوئی ایمان زیاب جیسے انسان کے ہاتھ نہ لگے ...... ایمان وہ سب ٹھیک ہے مگر میں چھوڑ چکا ہوں...... پلیز زوہیب میری خاطر...... ایمان مشکل ہے پھر بھی کوشش کروں گا...... زوہیب کسی کی زندگی بچ گئی تو کم از کم مجھے دعا دے گی اور تمہیں بھی شاید کسی لڑکی کے ساتھ ایسا ہونے والا ہو...... ٹھیک ہے ایمان۔

میں نے عدنان کو کال کی۔ عدنان تم کس سے محبت کرتے ہو؟ ایمان سے زوہیب بھائی! اور ایمان کو تم جانتے ہو؟ ...... ہاں میں جانتا ہوں عدنان! تم سے ایک بات پوچھوں دیکھو جھوٹ مت بولنا نہیں زوہیب بھائی کیسی بات کرتے ہو...... کیا تم ایمان سے اب بھی اتنی محبت کرتے ہو جتنی شروع میں کرتے تھے۔ زوہیب بھائی اس سے بھی زیادہ...... عدنان ایمان نے مجھے اپنی ساری سٹوری سنائی ہے لیکن وہ تو تم سے محبت نہیں کرتی، وہ تمہارے احسانوں تلے دبی ہے...... ہاں زوہیب بھائی! مجھے پتہ ہے اور مجھے شک بھی یہی تھا...... عدنان تم ایمان سے کسی بھی طریقے سے شادی کر کے بدلہ لے سکتے ہو...... نہیں زوہیب بھائی میں نے روح کی گہرائیوں سے ایمان کو چاہا تھا اور چاہتا رہوں گا، ایسا میں اپنی ایمان کے بارے سوچ بھی نہیں سکتا۔ آج میں آپ کو بتاتا ہوں، پہلے شادی کرنا چاہتا تھا مگر اب نہیں کروں گا کیونکہ ایمان نے میرے ساتھ فراڈ کیا ہے تم کیا سمجھتے ہو ایمان اس قابل تھی کہ وہ اگر محبت کرتی ہوتی تو تم شادی کر لیتے...... دیکھو زوہیب بھائی غلطی انسان ہوتی ہے مگر میں ایمان سے محبت کرتا ہوں میں ایمان کی غلطی معاف نہیں کروں گا میری محبت خود غرض ہو گی ...... بہت اچھا عدنان! تمہاں ایمان مبارک ہو بھائی میں کچھ سمجھا نہیں ...... پاگل ایمان تم سے پیار کرتی ہے اور شادی کرے گی...... نہیں ایسا نہیں کرے گی وہ...... ایسا کرے گی وہ کیوں کہ زوہیب نے کہہ دیا ہے۔ ایمان کو میں نے کال کر کے کہا ایمان تم عدنان سے شادی کر لو وہ مخلص ہے۔ دونوں بہت خوش ہیں مجھے اپنی منگنی میں بلا رہے ہیں مگر میں نہیں جا سکتا، معذرت کر دی۔

مرجھایا ہوا پھول

تحریر..... ایم خالد محمود سانول- مروٹ

میٹرک کا رزلٹ اوپن ہوا نمبر تو اچھے آ گئے لیکن جتنا ذہین تھا اس معیار پر پورا نہ اتر سکا۔ دل میں سوچنے لگا کہ یہ سب محبت کی مہربانی ہے، یہ سب محبت کرنے کی وجہ سے ہو رہا ہے۔ محبت تو بہت ہی زیادہ طول پکڑ چکی تھی۔ جب تک آمنہ کو دیکھتا نہ تھا چین نہیں آتا تھا، آنکھوں کے سامنے ہر وقت اسی کی تصویر رہتی۔ وہ شہر تو چلی گئی میرا سکون بھی ساتھ لے گئی ..... ایک درد بھری کہانی

اس کہانی میں شامل تمام کرداروں اور مقامات کے نام فرضی ہیں۔

کہتے ہیں کہ جب سے یہ دنیا بنی ہے محبت پیار کا سلسلہ چلتا آ رہا ہے، کوئی محبت میں کامیاب ہوا تو کوئی ناکام۔ اسی طرح مجھے بھی ایک حسینہ سے پیار ہو گیا، وہ حسینہ میری رشتہ دار تھی۔ میں نے جب سے اسے دیکھا تھا میں دل ہار بیٹھا تھا۔ میں دل ہی دل میں اسے بہت چاہنے لگا تھا۔ جب اس کے سامنے جاتا مجھے چپ کا تالا لگ جاتا۔ وہ مجھ سے جو بھی بات پوچھتی میں ہاں یا ناں میں جواب دے دیتا۔ میں بس اس کی خوبصورتی کو دیکھتا رہتا اور اس کی آواز سنتا رہتا۔

میں نویں جماعت کا سٹوڈنٹ تھا جب مجھے آمنہ سے پیار ہو گیا۔ سردیوں کے دن تھے میں موٹر سائیکل پر سکول جایا کرتا تھا۔ ایک دن اتنی زیادہ دھند پڑ گئی کہ کچھ بھی نظر نہیں آتا تھا، میں معمول کے مطابق موٹر سائیکل پہ سکول جا رہا تھا راستے میں مجھے آمنہ ملی، وہ بھی سکول جا رہی تھی۔ جب میں پاس سے گزرنے لگا تو آمنہ نے مجھے آواز دی۔ میں آواز سن کر رک گیا۔ وہ کہنے لگی رضوان مجھے ہمارے سکول تک چھوڑ آؤ۔ میں نے کہا۔ ٹھیک ہے بیٹھو موٹر سائیکل پر میں چھوڑ آتا ہوں۔ دھند کی وجہ سے میں آہستہ آہستہ موٹر سائیکل چلا رہا تھا۔ میں آج بہت خوش تھا پھر مجھ میں پتہ نہیں کہاں سے ہمت آ گئی۔ میں نے آمنہ سے کہا۔ میں آپ سے ایک بات پوچھوں برا تو نہیں مانو گی۔ جی نہیں پوچھو کیا بات ہے۔ آمنہ مجھے آپ سے پیار ہو گیا ہے، میں آپ سے بہت پیار کرتا ہوں اگر یقین نہیں آتا تو مجھے بے شک آزما لینا۔ وہ کہنے لگی۔ میں آپ سے پیار نہیں کر سکتا۔ میں نے فوراً کہا۔ کیوں، کیا آپ کسی اور سے پیار کرتی ہو تو وہ کہنے لگی جی ہاں میں کسی اور کو دل دے بیٹھی ہوں۔ یہ بات سن کر میں خاموش ہو گیا۔ تھوڑی دیر بعد وہ مجھے کہنے لگی۔ آپ خاموش کیوں ہو گئے ہو، یہ تو پوچھو کہ میں نے کس کو دل دیا ہے؟ میں نے کہا۔ بس آمنہ اب خاموش ہو جاؤ۔ کیوں؟ آپ نے میرا دل توڑ دیا ہے۔ چلو بتا دو وہ کون خوش نصیب ہے؟ وہ ہے...... وہ ہے...... اس کا نام رضوان ہے۔ اب آپ پوچھو گے کہ وہ کون رضوان ہے۔ تو وہ رضوان ہے آپ جی آپ۔ میں بھی آپ سے پیار کرتی ہوں۔ یہ سن کر مجھے بڑی خوشی ہوئی۔ اس طرح ہم نے ایک دوسرے سے اظہار محبت کر لیا۔ اتنے میں آمنہ کا سکول آ گیا پھر

خدا حافظ کہنے کے بعد میں واپس اپنے سکول کی طرف چل دیا۔ آج میں بہت خوش تھا، سکول میں دوست بھی مجھ سے پوچھ رہے تھے۔ رضوان کیا بات ہے آج بڑے خوش نظر آ رہے ہو اور چپ چاپ بیٹھے خود سے ہی باتیں کئے جا رہے ہو۔ بس یار کیا بتاؤں مجھے ایک لڑکی سے عشق ہو گیا ہے۔ وہ کہنے لگے۔ عشق۔ میں نے کہا۔ ہاں عشق۔ تو پھر آپ بھی ہم میں شامل ہو گئے ہو۔ نہیں یار مجھے اس سے ہوا ہے، اس کو پتہ نہیں مجھ سے ہوا ہے یا نہیں۔ ایسے ہی باتوں باتوں میں ان سے جان چھڑائی۔
سکول سے واپس آ گیا، گھر میں مجھے آمنہ کی بہت یاد آ رہی تھی میں آمنہ کے گھر کے چکر لگانے لگا۔ دل میں حسرت تھی کہ میں آمنہ کا دیدار کر لوں مگر مایوسی ہوئی تھک ہار کر واپس گھر آ گیا۔

میری آوارگی میں قصور تیرا بھی ہے صنم
تمہاری یاد آتی ہے تو گھر اچھا نہیں لگتا

میں پڑھائی میں کافی لائق تھا لیکن جب سے آمنہ سے پیار ہوا پڑھائی سے دل اچاٹ ہو گیا تھا۔ نویں کا رزلٹ اوپن ہوا تو میں اچھے نمبروں سے پاس ہو گیا۔ میں نے آٹھویں میں فرسٹ پوزیشن حاصل کی تھی جو برقرار نہ رکھ سکا۔ جیسے جیسے دن گزرتے گئے محبت میں اور اضافہ ہوتا چلا گیا۔ آمنہ اب ہمارے گھر بہت زیادہ آنے لگی، بات چیت تو ہو جاتی لیکن گھر والوں کے خوف سے کوئی خاص بات کرنے کا مزہ نہ آتا، کوئی خاص موقع نہ ملتا۔ ایک دن آمنہ کہنے لگی۔ رضوان آپ نے مجھے کیا جادو کر دیا ہے مجھے ہر وقت آپ کی یاد آتی رہتی ہے، رات کو بھی آپ میرے سپنوں میں آتے ہو۔ میں دن میں ایک دو بار آپ کو دیکھ نہ لوں مجھے چین نہیں آتا۔ کیا آپ کے ساتھ بھی ایسا ہوتا ہے؟ آمنہ مجھ سے پوچھنے لگی۔ جی آمنہ جی میرے ساتھ بھی ایسا ہی ہوتا ہے۔ میں پڑھنے کے لئے جب بھی کتاب اٹھاتا ہوں تمہارا خوبصورت چہرہ میرے سامنے آ جاتا ہے۔

اب آمنہ تھوڑا لیٹ سکول جاتی یعنی تمام لڑکیاں چلی جاتیں وہ بعد میں آتی۔ وہ اس لئے کہ میں اسے موٹر سائیکل پہ سکول چھوڑ آتا اور ہماری ایک دوسرے سے پیار بھری باتیں بھی ہو جاتیں۔ دن گزرتے گئے اب میں آمنہ کے بغیر اور آمنہ میرے بغیر نہیں رہ سکتی تھی۔ ہم ایک دوسرے کو بہت زیادہ چاہنے لگے تھے۔ پھر ایک دن اسے سکول سے لیٹ چھٹی ہوئی میں بھی اس دن شہر چلا گیا تھا۔ میں گھر کی طرف آ رہا تھا تو راستے میں مجھے آمنہ مل گئی جو ایک لڑکی کے ساتھ تھی۔ میں نے موٹر سائیکل قریب کرتے ہوئے آمنہ سے پوچھا کیا جانا ہے تو آمنہ کہنے لگی جی ہاں میری صحت بھی آج ٹھیک نہیں ہے شاید بخار ہو گیا ہے۔ یہ باتیں آمنہ نے صرف اس ساتھ والی لڑکی کو سنانے کے لئے کہیں تاکہ وہ شک نہ کرے۔ وہ میرے ساتھ موٹر سائیکل پر بیٹھ گئی راستے میں مجھ سے کہنے لگی۔ رضوان اب آپ مجھ سے شادی کرو گے ناں۔ میں نے کہا۔ آمنہ جی دیکھو میں نے پیار کس لئے کیا تھا آپ سے شادی کرنی ہے، اس لئے ہی تو کیا ہے۔ میری بات سن کر وہ بوکھلا گئی۔ میں نے اسے اس کے گھر سے تھوڑا دور موٹر سائیکل سے اتار دیا۔ آمنہ کی محبت میرے دل میں پوری طرح گھر کر چکی تھی۔ مجھے دن رات آمنہ کے خیال آتے رہتے۔
دن بہت حسین گزر رہے تھے پھر جب ہمارے میٹرک کے پیپر ہوئے تو آمنہ کے گھر والے گاؤں چھوڑ کر شہر میں شفٹ ہو گئے۔ جس روز انہوں نے شہر جانا تھا میرے دوست سلیم نے بتایا کہ وہ شہر جانے کی تیاری کر رہے ہیں پھر کیا تھا وہ شہر چلے گئے میں بہت پشیمان تھا میرا دل ایسے ہی زور زور سے دھڑکتا رہتا۔ دو دن ہو گئے تھے میں نے آمنہ کا دیدار نہیں کیا تھا، میرا کسی بھی کام کرنے کو دل نہیں چاہتا تھا بس آمنہ کی یاد آتی رہتی۔ رات کو نیند بھی نہیں آتی تھی کروٹیں بدلتا رہتا، رات کو یہی سوچ کر نجانے کب نیند کی آغوش میں چلا گیا کہ میں صبح

ضرور آمنہ سے ملنے شہر جاؤں گا۔ مجھے ایک بات کا بڑا دکھ ہوا کہ آمنہ نے مجھے جانے سے پہلے بتایا نہیں تھا کہ ہم شہر شفٹ ہو رہے ہیں۔ آمنہ مجھ سے اتنی محبت کرتی ہے اور ایسا کیسوں کیا بتایا کیوں نہیں۔

بچھڑا کچھ اس ادا سے کہ رُت ہی بدل گئی
آمنہ میرے دل کی دنیا ویران کر گئی

صبح ہوئی تو پتہ چلا کہ آمنہ کے سب گھر والے شہر شفٹ ہو گئے ہیں لیکن آمنہ یہاں ہی ہے۔ وہ اس لئے کہ اس نے سکول سے سرٹیفکیٹ لینا ہے۔ یہ خبر سن کر میں بہت خوش ہوا۔ میرے دل کو کچھ حوصلہ ہوا۔ میں نے صبح جلدی جلدی تیاری کی اور آمنہ کے سکول کے راستے میں جا کر موٹر سائیکل پہ کھڑا ہو گیا۔ میں صبح سات بجے سے آمنہ کا انتظار کرنے لگا کہ کبھی تو آئے گی آخر دن کے دس بجے وہ اپنی ایک رشتہ دار کے ساتھ سکول آتی ہوئی نظر آئی۔ میں نے جب اس کو دیکھا تو بہت خوشی ہوئی۔ میں اس کی طرف دیکھے جا رہا تھا۔ وہ کوئی بات کئے بغیر میرے پاس سے گزر گئی، میں محسوس کر رہا تھا کہ اس کے ذہن میں کوئی سوال ضرور ہے، وہ چوری چوری میری طرف دیکھتی تھی۔ مجھے بہت دکھ ہوا۔ آخر میں فوراً وہاں سے واپس گھر آ گیا اور سوچنے لگا کہ کیا یہی پیار ہے، یہی محبت ہے۔ رضوان کیوں آمنہ سے دل لگایا تھا، کیوں اپنے آپ کو بربادی کے راستے پر چلایا ہے۔ اس دن میں سکول بھی نہیں گیا تھا صرف آمنہ کی خاطر۔ گھر میں بھی اسی سوچ میں غرق تھا، دو بجے گھر سے باہر نکال تو کیا دیکھتا ہوں کہ آمنہ میرے گھر کی طرف آ رہی ہے میرا دل خوشی سے جھومنے لگا، وہ میرے قریب آ کر کہنے لگی۔ رضوان کل میں شہر جا رہی ہوں ملنا ہو تو فلاں جگہ آ جانا۔ جی اچھا۔ میں نے آمنہ کو جواب دیا۔ پھر ہماری ملاقات ہوئی۔ کافی گلے شکوے اور قسمیں وعدے کئے۔ ایک دوسرے کا ہر حال میں ساتھ دینے اور شادی کرنے کی حامی بھری۔ ایک گھنٹے کی ملاقات پل بھر میں ختم ہو گئی۔ میٹرک کا رزلٹ اوپن ہوا نمبر تو اچھے آ گئے لیکن جتنا ذہین تھا اس معیار پر پورا نہ اتر سکا۔ دل میں سوچنے لگا کہ یہ سب محبت کی مہربانی ہے، یہ سب محبت کرنے کی وجہ سے ہو رہا ہے۔ محبت تو بہت ہی زیادہ طول پکڑ چکی تھی۔ جب تک آمنہ کو دیکھتا نہ تھا چین نہیں آتا تھا، آنکھوں کے سامنے ہر وقت اسی کی تصویر رہتی۔ وہ شہر تو چلی گئی میرا سکون بھی ساتھ لے گئی۔

سو جاؤ رات بھر جاگ کر کیا کرنا رضوان
اسے کیا پتہ کہ کوئی میرے لئے بھی رات بھر جاگ رہا ہے

نیندیں اڑ گئیں، راتوں کا چین سکون وہ ساتھ لے کر چلی گئی۔ کئی دن تو اپنے آپ کو برداشت کیا لیکن دل نہ رہ سکا۔ خیال آیا کیوں نہ اس کے گھر جا کر آمنہ سے مل آؤں۔ ہماری ان کے گھر والوں سے بول چال نہیں تھی ایسے ہی گھر میں ایک بات پہ ہمارا ایک دوسرے کے گھر آنا جانا ختم ہو چکا تھا۔ پر یہ محبت کا مسئلہ تھا، میں دل کے ہاتھوں مجبور ہو کر شہر چل دیا۔ جب میں ان کے گھر کے نزدیک پہنچا تو دل زور زور سے دھڑکنے لگا۔ دل پہ ہاتھ رکھ کر میں نے دروازے پہ دستک دی تو اندر سے آمنہ کی آواز آئی۔ کون جی۔ میں یہ سن کر ششدر رہ گیا۔ میں نے کہا۔ جی میں رضوان ہوں۔ اس نے دروازہ کھول دیا اور اندر آنے کو کہا۔ رضوان کیا حال ہے آپ کا؟ جی بس دیکھ سکتی ہو میرا حال۔ جی وہ تو دیکھ رہی ہوں، رضوان مزے کی بات یہ ہے کہ آج گھر میں کوئی بھی نہیں ہے، آپ بیٹھو میں آپ کے لئے ٹھنڈا لاتی ہوں۔ نہیں جان بس آپ میرے پاس بیٹھ جاؤ میں اپنے دل کی پیاس ان آنکھوں کی پیاس دور کر لوں۔ ایک منٹ بس ایک منٹ میں آئی پھر آمنہ دو عدد پیپسی لے آئی، میرے سامنے صوفے پہ بیٹھ گئی میں مسلسل اسے دیکھے جا رہا تھا۔ کافی باتیں ہوئیں، آمنہ کہہ رہی تھی کہ میں تو آپ کے ہاں گاؤں آ نہیں سکتی آپ کبھی کبھی آتے جاتے آ جایا کرو۔ رضوان میں آپ کو بہت مس کرتی ہوں۔ ایسے ہی باتوں باتوں میں

کافی ٹائم گزر گیا۔ میں نے نہ چاہتے ہوئے آمنہ سے اجازت لی اور واپس آ گیا۔ اس وعدے کے ساتھ کہ زندگی رہی تو ہماری ضرور ملاقات ہو گی۔

پھر میں نے کالج میں ایڈمیشن لے لیا اور شہر رہنے لگا۔ دن میں ایک دفعہ ضرور آمنہ کی طرف چکر لگاتا۔ اب تو ایسی کیفیت تھی کہ دن میں ایک لمحہ بھی ایسا نہ ہوتا جس وقت میں آمنہ کو یاد نہ کرتا تھا لیکن آمنہ میں وہ چاہتا نہ رہی تھی جو گاؤں میں تھی۔ شاید ان کے والدین سے ہماری لڑائی ہوئی تھی وہ وجہ تھی یا کوئی اور مجبوری تھی۔

جنہیں دیکھ کر جیتے تھے ہم اے رضوان
وہ لوگ بھی آنکھوں سے اوجھل ہو رہے ہیں

اللہ تعالیٰ کی طرف سے پھر کچھ یوں ہوا میرے گھر والوں کی ان سے لڑائی ہو گئی۔ یہ لڑائی میری وجہ سے ہوئی آمنہ کی رشتہ دار لڑکی نے آمنہ کے گھر والوں کو بتا دیا کہ یہ رضوان سے محبت کرتی ہے اور یہ ملتے ہیں۔ سب کچھ ہونے کے باوجود ہماری محبت ویسے کی ویسے تھی جیسے پہلے تھی۔ عیدالفطر تھی اس دن میں ان کے گھر کی طرف گیا آمنہ مجھے راستے میں یعنی بازار میں مل گئی۔ ہم کھڑے باتیں کر رہے تھے کہ ایک لڑکے نے ہمیں دیکھ لیا اس نے آ کر آمنہ کے گھر والوں کو بتا دیا پھر کیا ہوا آمنہ میری جان کے ساتھ یہ پیار کرنے والے خوب جانتے ہیں۔ بس اسی دن سے جدائی کے لمحات شروع ہو گئے۔ میرا تو آمنہ کو دیکھے بغیر پل نہیں گزرتا تھا اب کیا ہو گا۔ سوچ سوچ کے پاگل سا ہو گیا تھا۔ میرا ملنے کو بڑا دل چاہتا لیکن دیکھنا بھی نصیب نہ ہو رہا تھا۔ بہت کوشش کی اپنی جان کا دیدار کرنے کی مگر مایوس ہوا۔ دو ماہ ہو گئے آمنہ کو نہیں دیکھا۔ ان دو ماہ میں صرف ایک دن آمنہ کی کال آئی تھی وہ بتا رہی تھی کہ مجھے بہت مارا ہے گھر والوں نے اور اتنی پابندی ہے کہ میں گھر سے باہر نہیں نکل سکتی۔ میں کیا کروں مجھے آپ کی بہت یاد آتی ہے۔ میں صرف اس کو یہی کہہ پایا جان اپنا خیال رکھنا اللہ تعالیٰ ہمارے حق میں اچھا ہی کرے گا۔ پانچ منٹ کے بعد کال ڈراپ ہو چکی تھی میں نے فوراً نمبر ڈائل کیا تو نمبر پاور آف ہو چکا تھا۔ اب اداسی میرا مقدر بن چکی تھی جس کے بغیر پل نہیں گزرتا تھا دو ماہ ہو چکے ہیں بہت اداس بہت پریشان تھا۔ میری یہ حالت تھی کہ بیٹھا گھر میں ہوتا تھا اور دل محبوب کی محفل میں پہنچا ہوتا تھا۔

بہت نازک مزاج تھا اس چمن کے بیچ
جب تک رہا خندہ گل سے حزیں رہا

اب آمنہ کی شادی ہونے والی تھی میری سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا کہ میں کیا کروں۔ میں کوئی غلط قدم نہیں اٹھانا چاہتا تھا جس کی وجہ سے ہمارے والدین کی بدنامی ہو۔ آمنہ میرا ساتھ دے رہی ہے وہ کہتی تھی وہ کہتی کہ ہم کورٹ میرج کر لیں لیکن میرا دل نہیں مانتا تھا۔ میں نے اپنے والدین سے بات کی تھی میرے گھر والے نہیں مانتے میں نے پھر آمنہ سے پوچھا کہ کیا آپ کے گھر والے مان جائیں گے؟ وہ کہنے لگی کہ میں نے بات کی تھی امی نے مجھے بہت مارا اور کہنے لگی۔ اس کا نام آئندہ نہ لینا ہمارے گھر والے نہیں مانیں گے۔ کہتے ہیں کہ وقت کسی کے دکھ سکھ میں برابر کا شریک یعنی اس نے گزر جانا ہوتا ہے، اسے کسی کی خوشی غمی سے کچھ غرض نہیں۔

میرے والد صاحب کو ایک دن ایسے ہی ہارٹ اٹیک ہوا اور وہ اس دنیا سے رخصت ہو گئے۔ میری اداسی میری پریشانی میرے درد اور بڑھ گئے والد کا سایہ سر سے اٹھ گیا ہر وقت پریشان رہنے لگا۔

میٹھے تھے جن کے پھل وہ شجر کٹ گیا گئے
ٹھنڈی تھی جن کی چھاؤں وہ دیوار گر گئی
اے بول میرے دیار کی سوئی ہوئی زمین
جن کو میں ڈھونڈتا ہوں کہاں ہے وہ آدمی

میرا ذہن ماؤف ہو چکا تھا، رو رو کر برا حال تھا والد کا صدمہ دل پر اس طرح طاری ہوا میری محبت پریشانی میں بدل گئی۔ مختصر یہ کہ جو دل کی خواہش تھی وہ دل میں رہ گئی، آمنہ کی شادی ہو گئی اور میں کچھ بھی نہ کر سکا۔

اب جب بھی آمنہ کی یاد آتی ہے تو آنکھوں سے آنسوؤں کی برسات ہونے لگتی ہے۔ زندگی اک عذاب لگتی ہے خود کو ختم کرنے کا سوچتا ہوں تو اپنے بہن بھائیوں اور امی کا چہرہ سامنے آ جاتا ہے بس اب یہی سوچا ہے کہ جو میرے نصیب میں ہو گا مل جائے گا۔ زندگی کے دن جیسے گزرے گزاروں گا۔

خوشیوں کا درد بھی کبھی آئے گا رضوان
غم بھی مل گئے ہیں تمنا کیے بغیر

اس شعر کے ساتھ اجازت چاہتا ہوں۔ والسلام!

تو دوستو! یہ تھی میرے دوست رضوان کی داستان، کیسی لگی ضرور بتانا۔ دوستو! دیکھو اگر رضوان آمنہ کو بھگا کر شادی کرنا چاہتا اور بھگا کر لے جاتا اس صدمے سے اس کے والد کو اٹیک ہو جاتا تو کیا رضوان ساری زندگی خود کو معاف کر پاتا۔ ذرا سوچئے گا!

◆□◆

غزل

محبت کرنا تیرے بس میں نہیں
یہ فیصلہ سمجھنا تیرے بس میں نہیں
تم نازک پاؤں لے کر اس راہ پر چل نہ سکو گے
اس منزل کو پانا تیرے بس میں نہیں
یہ آگ کا دریا ہے تم ڈوب نہ جاؤ کہیں
اس دریا میں تیرنا تیرے بس میں نہیں
یہ پیار نہیں موت کا کھیل ہے
یوں محبت میں جان گنوانا تیرے بس میں نہیں
یوں تو دل لگانا آسان ہے مگر
طالب وعدے نبھانا تیرے بس میں نہیں

طالب حسین۔ چوکی

غزل

بدنام زمانے میں محبت نہیں کرتے
دل والے تو دشمن سے بھی نفرت نہیں کرتے
ایک بار جسے چاہا سدا اس کے رہے پھر
ہم لوگ امانت میں خیانت نہیں کرتے
تنہائی میں کرتے ہیں یاد آنسو بہا کر
ظاہر کبھی ہم اپنی عبادت نہیں کرتے
وقت آنے پر معلوم یہ ہو جائے گا تم کو
ہم صرف دکھاوے کی محبت نہیں کرتے
لکھتے ہیں فقط تمہارے لیے غزلیں
ہر شخص پہ ہم ایسی عنایت نہیں کرتے

زاہد اقبال۔ چوکی

غزل

اے بچے نہیں ڈرتے۔ ماں پیئو نال پر لڑدے
اے بچے نہیں ڈرتے۔ ماں پیئو نال پر لڑدے
کدی تے لڑ کے آندے۔ کدی کھا کے ماراں وڑدے
ہو مر جانے بچیاں دے۔ ادھی رات دی واسچے وجدے
اے بچے نہیں ڈرتے۔ ماں پیئو نال پر لڑدے
گھر وچ کرکٹ کھیل دے۔ وڈ وڈ شیشے توڑدے
روٹیاں کدی وی رکھدے نہیں۔ اگوں سر تے پھاڑدے
باپ دے ڈنڈے کھا کے وی۔ کچ کچ کچ ہسدے
ہو مر جانے بچیاں دے۔ ادھی رات دی واسچے وجدے
اے بچے نہیں ڈرتے۔ ماں پیئو نال پر لڑدے
جو کج ہوندا پیڑ دے۔ کھان توں منہ نہیں موڑدے
پنج ست روٹیاں کھا کے کہندے۔ ادھی روٹی ہوردے
کھواں ورگے پیٹ اینہاں دے ساڈے توں نہیں پردے
ہو مر جانے بچیاں دے۔ ادھی رات دی واسچے وجدے
اے بچے نہیں ڈرتے۔ ماں پیئو نال پر لڑدے
لیڑا کپڑے پھاڑدے۔ گلی ماراں ماردے
کوئی برتن گھر وچ چھڈیا نہیں۔ کپ پیالے توڑدے
جناں دی سمجھاؤ اینانوں۔ ذرا نہیں اکھاے لگدے
ہو مر جانے بچیاں دے۔ ادھی رات دی واسچے وجدے
اے بچے نہیں ڈرتے۔ ماں پیئو نال پر لڑدے

کشور کرن۔ چوکی

ویلنٹائن ڈے

تحریر..... محمد افضل اعوان۔ گوجرہ

میرا ویلنٹائن سر سیّد احمد خان ہے جس نے ہم سب کے سروں پر علم کا تاج رکھ دیا۔ جس نے ہندوستان کے مسلمانوں کو تاج محل بنا دیا اور کاش چودہ فروری کے دن پاکستان کے ہر شہر میں ایک سر سید احمد خان پیدا ہو جائے۔ ایسا سر سید احمد خان جو شہر کے مخیر لوگوں کے سامنے جھولی پھیلا دے اور پاکستان کے ہر شہر میں علی گڑھ یونیورسٹی جیسا تاج محل کھڑا کر دے جو یہ ثابت کر دے کہ ہمارا اصل ویلنٹائن اصل شاہ جہاں سر سیّد احمد خان ہے۔ کیونکہ شاہ جہاں کا تاج محل کسی نہ کسی دن زمین کا پیوند بن جائے گا لیکن سر سیّد احمد خان کے تاج محل کی دیواریں ہمیشہ سلامت رہیں گی اس کی محبت کا درخت ہمیشہ پھل سایہ اور پھول دیتا رہے گا

اس کہانی میں شامل تمام کرداروں اور مقامات کے نام فرضی ہیں۔

تمام قارئین کو میرا محبت بھرا سلام۔ اس کے بعد عرض ہے کہ تمام قارئین میری بات کا غصہ کیے بغیر ذرا اس بات پر خصوصی توجہ دیں کہ میں پانچ سال سے جواب عرض کا مستقل قاری ہوں اور پانچ سال کے جواب عرض بھی میرے پاس ریکارڈ میں موجود ہیں۔ ان پانچ سال میں بہت سی کہانیاں پڑھیں اور میں جواب عرض کے تمام رائٹرز کو مبارک باد دیتا ہوں اور گذارش کرتا ہوں کہ وہ آئندہ بھی لکھیں اور ہمارا معاشرہ جو اپنے اصل مقصد سے تھوڑا دور جا رہا ہے اس کو مقصد پر لانے کے لیے لکھیں۔ جواب عرض میں ستر فیصد کہانیاں عشق محبت کے موضوع پر ہوتی ہیں۔ مثلاً کہ وہ مجھے گلی میں ملی اس نے پہلے مجھے خط لکھا، پہلی نظر میں اس سے محبت ہو گئی یا میں فدا ہو گیا۔ اس نے زہریلی گولیاں کھا کر جان دے دی یا میں نے چھت سے چھلانگ لگا دی۔ ہم گھر سے بھاگ گئے اور کورٹ میرج کر لی وغیرہ وغیرہ۔ مگر میرے خیال میں تمام رائٹرز کسی کی اصلاح یا دلجوئی کرنے کی بجائے معاشرے میں بہت سی منفی دلچسپیاں فروغ دے رہے ہیں۔ میں تمام لکھنے والوں سے امید کرتا ہوں کہ وہ معیاری اور اصلاحی لکھیں گے۔ جی تو میری کہانی کا عنوان ہے ''ویلنٹائن ڈے'' ان شاء اللہ معیاری اور اصلاحی گفتگو ہو گی اور امید کرتا ہوں حوصلہ افزائی ہو گی۔

پاکستان میں چودہ فروری صرف اس وجہ سے مشہور ہے کہ ویلنٹائن ڈے کے حقیقی والد رومن شہنشاہ کلاڈیس دوم ہیں یہ وہی ہیں جنہوں نے رومن سلطنت میں شادیوں پر پابندی لگا کر انہیں خلاف قانون قرار دیا تھا کیونکہ مرد حضرات جنگ پر جانے کی بجائے اپنے گھروں میں خانگی زندگی کو مکمل ترجیح دیتے تھے۔

سینٹ ویلنٹائن چونکہ اس قانون کے باوجود چرچ میں لوگوں کو رشتہ ازدواج میں منسلک کرنے میں مصروف رہے اس لئے چودہ فروری 270AD کو کلاڈیس دوم نے سینٹ ویلنٹائن کا سر قلم کروا دیا۔ اصولاً تو اس دن سینٹ ویلنٹائن کی برسی کا دن ہے اور اس مناسبت سے اس دن

پلاؤ اور قورمے کی دیگیں چڑھنی چاہئیں، چنے پڑھنے جانے چاہئیں، چھتوں کے باہر پٹنے لگا کر دودھ اور پانی کی سبیلیں لگنی چاہئیں اور اور سینٹ ویلنٹائن کی جرأت نکاح خوانی اور ان کے قتل نا کہانی کو یاد کر کے آنسو بہانے چاہئیں مگر ایسا کچھ دکھائی نہیں دیتا لیکن جس طرح سرمایہ دارانہ نظام کے لئے مرا ہوا ہاتھی بھی سوا لاکھ کا ہوتا ہے اس طرح برسی کے موقع کو بھی اس نے باقاعدہ ایک ایسا کاروبار بنایا کہ صرف امریکہ کے لوگ اس دن ایک دوسرے کو محبت کی رسیوں میں جکڑنے کے لئے 13.7 ملین ڈالر خرچ کر دیتے ہیں۔ اب میں پوری دنیا کو چھوڑ کر پاکستان پر بات کرتا ہوں۔ پاکستان کے لوگ یقیناً 13.7 ملین ڈالر کا دگنا خرچ کرتے ہیں اور یہ تمام عشقیہ اخراجات ہیں جو پاکستان میں ہوں گے۔ اس کی برسی پر ہم اپنی اوقات کو بھول جائیں گے اور بڑھ چڑھ کر خرچ کر ڈالیں گے۔ کسی نے ایک پل کے لئے نہیں سوچا کہ کیا ابھی تک ہمارے مسلمان زلزلہ زدگان بھی آباد ہوئے، کیا سیلاب نے جو ہمارے ملک کی ڈیڑھ کروڑ عوام کی زندگیوں کو عذاب بنایا وہ گرم بستر میں بھی ہوں گے یا سردی میں مجبور ہوں گے۔ اس دن آٹا، چینی، بجلی، گیس، پٹرول ملے یا نہ ملے فون پر کئی قسم کے مفت پیکیج ضرور مل جائیں گے۔ لہٰذا برسی کا روحانی اور رومانی فیض بذریعہ میسج تمام بالغ اور فارغ البال مرد حضرات اور خواتین تک پہنچ جائے گا۔ گڑ اور دیسی گھی کھانے والے چاکلیٹ خرید رہے ہوں گے اور اس دن جتنا جھوٹ بولا جائے گا سال کے کسی دن نہیں بولا جاتا۔

علم کے پاس ہوتے بھی علم نہ کیا جائے گا۔ ہر کوئی جانتا ہے کہ جھوٹ برائی کی جڑ ہے اور ہمارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی جھوٹ کو شدید ناپسند فرمایا۔ ویسے ہم لوگوں کو جھوٹ بولنے کے لئے کسی خاص دن یا مقام یا وجہ درکار نہیں ہوتی کیونکہ جھوٹ ہماری شعوری عادت بن چکی ہے اور یہ سراسر غلط اور نقصان دہ ہے۔ اس دن کو یوم محبت کہنے والے کا ذہانہ صلاحیتوں سے کھل کر اظہار کرتے ہیں۔ ہر کوئی دوسرے سے جھوٹ بول رہا ہوتا ہے کیونکہ اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ انسان فطرتاً خود پسند ہے اور اس کی ذات اس کی پہلی محبت ہے، باقی سب کچھ ثانوی ہے۔ مزید یہ ہے کہ جنس مخالف کی خواہش بھی ہماری تخلیق کا حصہ ہے۔

محبت کو ایک کھیل بنا لیا گیا ہے اور میں تو اس کو روزی روٹی کا کھیل کہوں گا۔ جس طرح پیٹ کی بھوک کے لئے انسان حلال حرام اور ہر قسم کے جھوٹ کا سہارا لیتا ہے اور سب کچھ کر گزرتا ہے اسی طرح جنسی بھوک جسے قابل قبول بنانے کے لئے انسان محبت کا سہارا لیتا ہے۔ جس طرح انسان ایک آدھ پاؤ سے بھی کم پیڑے کی روٹی کھا لیتا ہے مگر برے یا اگلے وقت کے لئے دس بیس کلو آٹا یا گندم کے دانوں کا بھرا ڈرم گھر میں رکھتا ہے۔ بالکل اسی طرح آج کل ایک لڑکی کی بجائے کئی کئی لڑکیاں انسان کی زندگی میں ہوتی ہیں اسی وجہ سے تو محبت کا نیا قصہ منظر عام پر نہیں آتا۔ جس طرح ہیر رانجھا، سسی پنوں، سوہنی مہینوال تھے کیونکہ آج کل کی محبت صرف نام کی رہ گئی ہے۔ یہاں پر ایک لڑکی اگر کسی کا ساتھ چھوڑ دے تو اکثر لوگ دوسری کے ساتھ محبت کی کارروائی شروع کر دیتے ہیں۔ آج کی محبت کا کوئی اصول نہیں ہے ورنہ محبت کے بھی کچھ اصول ہوا کرتے ہیں مگر آج کل ایسا نہیں ہے۔ آج کل تو یہ کہا جاتا ہے کہ محبت اور جنگ میں سب جائز ہے۔

میں محبت کے خلاف بات نہیں کر رہا اصولوں کی بات کر رہا ہوں اور سچی اور اصول والی بات کی نشانی تو میں پچھلی کہانی میں بتا چکا ہوں کہ وہ کڑوی ہوتی ہے۔ میں محبت کی مخالفت نہیں کر رہا بلکہ ایک خاص دن سے نسبت پر اعتراض کر رہا ہوں۔ چودہ فروری کو ہونے والی شادیوں کا حال بھی وہی ہوتا ہے جو باقی تاریخوں کا ہوتا ہے۔ محبت ایک مقدس عمل ہے مقدس عبادت ہے ایک دھیان ہے جو بٹنے سے انکاری ہوتا ہے اس لئے کوئی ایک دن مقرر کرنا غلط ہے اور میں قارئین کو بتا دوں کہ چودہ فروری کے بعد ہی محبت کرنا زیادہ بہتر ہے تاکہ چودہ فروری والے دن بولے گئے جھوٹوں کو سچ کیا جا سکے۔ مگر اپنی زندگی کو صرف محبت میں ڈال کر اپنے اصل مقاصد سے

دور مت جائیں اس کو بھی مدنظر رکھا جائے۔ مجھے بہت افسوس ہے کہ چودہ فروری کو صرف محبت سے منسوب کر لیا گیا ہے۔ یہ غلط ہے اب میں ایسی چیزوں پر بات کروں گا کہ اگر وہ نہ ہوئی تو نہ میں ہوتا نہ آپ ہوتے نہ محبت ہوتی۔

چودہ فروری 1876ء کو الیگزینڈر گراہم بیل نے improvement in telegraphy کے نام سے ٹیلی فون کی ایجاد کو رجسٹر کروایا اور دوسرا واقعہ ٹھیک ترپن سال بعد پیش آیا جب الیگزینڈر فلیمنگ نے چودہ فروری 1929ء کو pencilin بطور دوائی پیش کیا۔ اگر یہ دونوں چیزیں نہ ہوتیں تو محبت کا بھی وہی حال ہوتا جو انسانیت کا ہے۔ فون تو اتنا ضروری ہے کہ تمام صفات اور کمالات میں ویلنٹائنی فون کی محبت کے سلسلے میں اہمیت اور افادیت کے بارے میں میرے پاس الفاظ کم ہیں مگر اتنا کافی ہے کہ آج کل محبت کرنے والوں کے لئے فون اتنا ضروری ہے کہ جتنی خود لڑکی اور دوسری بات کہ اگر بیکٹیریا یا وائرسی حملوں کو نظر انداز کر دیا جائے تو بہت سی جسمانی بیماریاں ہم سے عشق کر لیں اور ان تمام بیکٹیریا سے صرف پینسلین بچاتی ہے اور وائرس تو کمپیوٹر میں بھی چلے جاتا ہے۔ یکم مئی 2000ء کو ہانگ کانگ سے چلنے والے ایک کمپیوٹر وائرس نے جس کا نام I love you تھا صرف 4 دن میں 31 لاکھ کمپیوٹر متاثر کئے اور اب آ گئی تاج محل کی باری تو تمام قارئین سنیں۔

یہ دونوں مسلمان تھے اور دونوں رہتی دنیا تک اپنا نام سلامت رکھنا چاہتے تھے ایک بادشاہ تھا اور دوسرا فقیر بادشاہ۔ بادشاہ کا خزانہ دہلیز تک لبالب بھرا تھا اور اس کے دور میں ہندوستانی روپیہ برطانیہ کے چار پاؤنڈ کے برابر تھا۔ اس کے خاندان میں ایک بچی بیمار ہوئی تو برطانیہ سے ڈاکٹر بلوایا گیا۔ ڈاکٹر کے علاج سے بچی صحت یاب ہوئی تو بادشاہ نے ڈاکٹر سے پوچھا۔ مانگو کیا مانگتے ہو؟ ڈاکٹر نے جھک کر عرض کیا کہ آپ میری قوم کو ہندوستان کے ساتھ تجارت کی اجازت دے دیں۔ بادشاہ نے ہاں میں گردن ہلائی اور یوں برطانیہ کے لوگوں پر ہندوستان کے دروازے کھل گئے اور یہ دروازے آج تک کھلے ہوئے ہیں۔ یہ اس وقت کی سب سے بڑی سفارتی ذیل تھی۔ جی ہاں اس بادشاہ کا نام شاہ جہاں تھا۔ والد نے اس کا نام شہاب الدین محمد رکھا۔ شہزادگی کے دور میں وہ شہزادہ خرم تھا لیکن جب بادشاہ بنا تو شاہ جہاں کہلایا۔ ہندوستان اس دور میں پورا جہان سمجھا جاتا تھا اور ہندوستان پہنچنا دنیا کی آخری خواہش تھی۔ برطانیہ کے جہاز ران ہوں یا پرتگال کے تاجر، چین کے ہنرمند یا سینٹرل ایشیا کے طالع آزما یہ سب لوگ ہندوستان جانا چاہتے تھے۔ چنانچہ ہندوستان کا بادشاہ حقیقتاً شاہ جہاں ہوتا تھا۔ پوری دنیا کا مالک بادشاہ کی ایک ملکہ تھی ارجمند بانو اس کا نام تھا۔ یہ ملکہ بادشاہ کے پہلو میں پہنچ کر ممتاز محل ہو گئی۔ بادشاہ کو ممتاز محل سے بہت پیار تھا اور ملکہ نے اٹھارہ سال کی ازدواجی رفاقت میں بادشاہ کے چودہ بچے پیدا کئے۔ بادشاہ سفر میں ہوتا یا حضر میں امن ہوتا یا جنگ وہ ملکہ کو ہر لمحے اپنے ساتھ رکھتا۔ ممتاز محل بادشاہ کے حق ملکیت کی تاب نہ لا سکی چنانچہ 1630ء میں برہان پور کی جنگی مہم کے دوران بادشاہ کا چودھواں بچہ (بچی) جنم دیتے ہوئے زچگی کے عمل میں شہید ہو گئی۔ بادشاہ نے ملکہ کو شہید محبت کا خطاب دیا۔ بادشاہ کو ملکہ سے اس قدر محبت تھی کہ اس نے قسم کھائی کہ وہ آخری سانس تک کسی عورت کو نہیں چھوئے گا اور دوسرا وہ دنیا میں محبت کی ایسی نشانی چھوڑ جائے گا جو محبت کے جذبے سے بھی بلند ہو۔ بادشاہ کے اس قسم کے بطن سے بعد ازاں تاج محل نے جنم لیا اور اس کے بعد اس کی بے شمار کہانیاں مشہور ہیں۔ مثلاً بتایا گیا ہے بادشاہ نے محل کا نقشہ بنوانے کے لئے آرکیٹیکٹ شیرازی کی بیوی کو قتل کروا دیا اور اس کو بیوی کی لاش دکھا کر کہا کہ تم اپنی بیوی کا مقبرہ ڈیزائن کرو۔ شیرازی نے تاج محل کا نقشہ بنایا اور بادشاہ نے اس نقشہ میں اپنی دولت بھر کر اسے اپنے نام کر لیا۔ تاج محل کی تعمیر کے بعد بادشاہ نے تمام معماروں کے ہاتھ قلم کروا دیئے تاکہ دنیا میں کوئی دوسرا تاج محل نہ بن سکے اور تاج محل میں بادشاہ کے نام کے علاوہ صرف اس خطاط امانت خان شیرازی وہ واحد شخص تھا جس کا نام مقبرے

میں تحریر کیا گیا کیونکہ اس نے مقبرے میں آیات تحریر کی تھیں۔

محل کی تعمیر ہزار داستان کی حیثیت رکھتی ہے۔ محل پر بیس ہزار مزدور اور کاریگر بیس سال تک محنت کرتے رہے۔ محل کے لئے سترہ ممالک سے سنگ مرمر منگوایا گیا۔ محل کی دیواروں میں پینتیس قسم کے پتھر لگائے گئے۔ یہ ہندوستان کی پہلی عمارت تھی جس میں گنبد بنایا گیا۔ اس گنبد کی تعمیر کے لئے اطالوی کاریگروں کی مدد لی گئی۔ تاج محل سے پہلے گنبد کی روایت موجود نہیں تھی۔ یہ دنیا کا واحد محل تھا جس کی خوبصورتی کو توازن دینے کے لئے سرخ پتھر سے تین گنبدوں کی مسجد بنائی گئی۔ یہ مسجد محض تعمیراتی حسن کا اظہار تھا اور افسوس کہ آج تک اس مسجد میں اذان نماز نہیں ہوئی۔

تاج محل پر کتنا سرمایہ خرچ ہوا اس کے بارے میں دو روایات پائی جاتی ہیں۔ ایک روایت کے مطابق تاج محل پر تین کروڑ بیس لاکھ روپے خرچ ہوئے جبکہ دوسری روایت میں چھ کروڑ باون لاکھ تین سو اکیس روپے دس آنے خرچ ہوئے۔ پہلی روایت درست ہو یا دوسری لیکن یہ طے ہے کہ اس رقم کی گنجائش پورے یورپ کے جی ڈی پی سے زیادہ تھی۔ اس وقت آکسفورڈ اور کیمرج دونوں یونیورسٹیوں کی مالکیت بارہ لاکھ روپے بنتی تھی۔ بہر حال بادشاہ کامیاب ہو گیا اور آج پوری دنیا تاج محل اور شاہ جہان دونوں کو جانتی ہے۔ لہٰذا بادشاہ نے اپنی مراد پالی۔

شاہ جہاں کے مقابلے میں دوسرا مسلمان اور غریب مسکین شخص تھا اس کے بزرگ شاہ جہاں کے دور میں ایران سے ہندوستان آئے تھے۔ دادا نواب، جواد علی خان بادشاہ عالمگیر ثانی کے ہزاری منصب دار تھے۔ نانا خواجہ فریدالدین بادشاہ اکبر ثانی کے وزیراعظم تھے لیکن یہ ایسٹ انڈیا کمپنی کے ایک ادارے میں معمولی کلرک بھرتی ہوئے۔ کلرکی کے دوران منصفی کا امتحان پاس کیا اور 1841ء میں جج بھرتی ہو گئے۔ یہ ہندوستان کے مسلمانوں کی غلامی کا دور تھا۔ مسلمانوں نے آزادی کی جنگ ہار دی تھی۔ بادشاہت ختم ہو گئی تھی حکمران غلام بن گئے تھے۔ غلامی کے اس دور میں ماضی کے اس کلرک اور حال کے سول جج نے بھی تاج محل بنانے کا فیصلہ کیا۔ مگر وہ ایسا تاج محل بنانا چاہتا تھا جس کے سامنے شاہ جہاں کا تاج محل گھنا پڑ جائے لیکن اس کے پاس شیرازی جیسے آرکیٹیکٹ تھے بیس ہزار مزدور کاریگر معمار تھے اور نہ چھ کروڑ باون لاکھ روپے اس کے پاس اکیلی جان، پھٹی ہوئی جیب، گھسے ہوئے جوتے اور کپڑے کی میلی ٹوپی تھی وہ یہ سامان لیکر باہر آ گیا۔ اس نے علی گڑھ میں مسلمانوں کے لئے ہندوستان کا پہلا انگریزی سکول بنانے کا فیصلہ کیا۔ اس نے اپنے آپ کو جھولی بنا دیا۔ یہ کشکول بن کر ہر اس مسلمان کی دہلیز پر گیا جس کے گھر سے ایک مٹھی آٹا مل سکتا تھا۔ یہ اس تاج محل کے لئے حسن کے بازاروں میں بھی گیا اس نے بہت افسوس کے ساتھ عیاش مسلمانوں کو طوائفوں پر لوٹ نچھاور کرتے دیکھا تو یہ پاؤں میں گھنگھرو باندھ کر آ گیا اور اس نے ان سے کہا کہ اگر تم صرف ناچنے والوں کو پیسہ دیتے ہو تو میں ناچنے کے لئے تیار ہوں۔ اسے طوائفوں نے کہا مولوی صاحب ہم رنڈیاں ہیں ہماری کمائی حرام ہے ہم آپ کو چندہ کیسے دیں؟ اس نے کہا۔ تم پیسے دے دو میں اس سے علی گڑھ کے ٹوائلٹ بنواؤں گا۔ اس کے اندر بھی شاہ جہاں جتنا جوش شوق جذبہ اور جنوں تھا اور آخر جنون و جذبہ پہلے علی گڑھ انگریزی سکول اور پھر علی گڑھ کالج اور پھر علی گڑھ یونیورسٹی کی شکل میں سامنے آیا۔ یہ ہندوستان کے مسلمانوں کا پہلا جدید تعلیمی ادارہ تھا اور اس ادارے کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ یہ ادارہ نہ ہوتا تو شاید آج پاکستان بھی نہ ہوتا اور آج ہم انگریزوں کے غلام ہوتے یا پھر ہندوستان کے ہندوؤں کی غلامی کر رہے ہوتے۔ یہ سرسید احمد خان تھے جنہوں نے اس خطے کے ہر مسلمان کے دل میں علم کا ایک ایسا تاج محل تعمیر کیا جس نے اسے سوچنے، آگے بڑھنے اور دنیا کے سر سے تاج اٹھا کر اپنے سر پر رکھنے کا جذبہ دیا۔

آج دنیا میں جہاں بھی محلوں کی فہرست بنتی ہے تو اس فہرست میں تاج محل کا نام ضرور لکھا جاتا ہے اور جہاں بھی تعلیمی اداروں کا ذکر آتا ہے تو اس میں سرسید احمد خاں کی یونیورسٹی کا نام بھی ضرور آتا ہے لیکن اگر ہم 2011ء میں بیٹھ کر شاہ جہاں اور سرسید احمد خاں جیسی شخصیت کا تجزیہ کریں تو ہمیں سرسید احمد خان شاہ جہاں سے کئی درجے بلند دکھائی دیتے ہیں۔ شاہ جہاں ایک بادشاہ تھا جس نے عورت کی محبت میں اپنے خزانوں کے دروازے کھول دیئے اور محبت کا تاج خرید لیا لیکن سرسید احمد خان ایک ایسا فقیر تھا جس نے ایک مٹھی آٹا جمع کر کے علم کا ایک ایسا تاج محل تعمیر کیا جس نے اس خطے کے مسلمانوں کو بتایا کہ محبت کی اصل نشانی شاہ جہانوں کے تاج محل نہیں ہوا کرتے بلکہ سرسید احمد خان جیسے لوگوں کے علی گڑھ ہوتے ہیں۔ جس نے بتایا کہ شاہ جہانوں جیسے بادشاہوں کی حکومت اور محبت چند برسوں کا چراغ ہوتی ہے مگر سرسید احمد خان جیسے قلندروں کی محبت کا چراغ کبھی نہیں بجھتا۔

چودہ فروری کو پوری دنیا کے لوگ ویلنٹائن ڈے مناتے ہیں۔ لوگ اس دن کو سرخ رنگ دل کے نشان تاج محل اور سینٹ ویلنٹائن سے ملاتے ہیں لیکن میں پاکستان کے مسلمانوں کو ایک پیغام دینا چاہتا ہوں کہ میں پاکستان کے مسلمان طالب علم ہونے کی حیثیت کو چودہ فروری کو سرسید احمد خان کے نام منسوب کرتا ہوں اور اعلان کرتا ہوں کہ میرا ویلنٹائن سرسید احمد خان ہے۔ جس کی وہ جھولی جس میں وہ علی گڑھ کے لئے چندہ مانگا کرتا تھا دنیا بھر کے ویلنٹائن اور شاہ جہانوں کی سلطنت سے افضل ہے۔ سرسید نہ ہوتے تو آج میرے ہاتھ میں قلم اور آپ کے ہاتھ میں جواب عرض نہ ہوتا اور آج ہم انگریزوں کے گھوڑوں کی لد صاف کر رہے ہوتے۔ میرا ویلنٹائن سرسید احمد خان ہے۔ جس نے ہم سب کے سروں پر علم کا تاج رکھ دیا۔ جس نے ہندوستان کے مسلمانوں کو تاج محل بنا دیا اور کاش چودہ فروری کے دن پاکستان کے ہر شہر میں ایک سرسید احمد خان پیدا ہو جائے۔ ایسا سرسید احمد خان جو شہر کے مخیر لوگوں کے سامنے جھولی پھیلا دے اور پاکستان کے ہر شہر میں علی گڑھ یونیورسٹی جیسا تاج محل کھڑا کر دے جو یہ ثابت کر دے کہ ہمارا اصل ویلنٹائن اصل شاہ جہاں سرسید احمد خان ہے۔ کیونکہ شاہ جہاں کا تاج محل کسی نہ کسی دن زمین کا پیوند بن جائے گا لیکن سرسید احمد خان کے تاج محل کی دیواریں ہمیشہ سلامت رہیں گی اس کی محبت کا درخت ہمیشہ پھل سایہ اور پھول دیتا رہے گا۔ میرا ویلنٹائن ڈے سرسید احمد خان رہے اور قارئین سے گذارش کروں گا کہ وہ اپنی سوچ کو غلط رسوم سے آزاد کریں اور اس چیز کے پیچھے نہ پڑیں جو آج سے اکتالیس برس پہلے نہیں تھی اور وہ تمام رسمیں ترک کر دیں جو ہمارے اسلام میں نہیں ہیں۔ مجھے اس بات کا نہایت افسوس ہے دیوالی جیسی رسمیں بھی پاکستان کے مسلمان منانے لگ گئے۔ ایک دوسرے کے اوپر رنگ پھینکتے ہیں، آتش بازی اور بسنت جیسے فضول کام کر کے اپنے اللہ کو بھی ناراض کرتے ہیں اور فضول خرچی بھی کرتے ہیں۔ ہمیں ان سب کاموں سے مکمل باز رہنا چاہئے اور ایسے کام کرتے چاہئیں جن کی اسلام کو ضرورت ہے اور تمام قارئین عہد کریں کہ جو جو اس بار ویلنٹائن ڈے کے بارے میں سوچا اس کو ترک کر دیں اور سیلاب زدگان کی دل کھول کر امداد کریں۔ ان شاء اللہ دنیا میں بھی اس کا سکون ہوگا اور آخرت میں بھی اس کا اجر ملے گا۔ اپنی تمام ناجائز خواہشات کو ختم کریں کیونکہ مسلمان پیچھے جا رہا ہے ہمارے بعد آزاد ہونے والے ممالک جیسے چین، دبئی، جیسے ملک نے اتنی ترقی کی ہے کہ شاید کبھی ہم ان کا مقابلہ کر سکیں کیونکہ آج ہمارے پاس لیاقت علی خان اور قائداعظم محمد علی جناح جیسے حکمران نہیں ہیں۔ علامہ اقبال، مرزا غالب اور امیر خسرو جیسے شاعر نہیں ہیں۔

مہنگائی کے عذاب نے قوم کا جینا محال کر دیا ہے۔ مہنگائی تو الگ بات چیزیں نایاب ہوتی جا رہی ہیں۔ آٹا، چینی، بجلی، گیس، پٹرول ایک خواب بنتا جا رہا ہے۔ چیزیں لینے کے لئے لائنوں میں لگنا پڑ رہا ہے۔ یہ خدا کا عذاب نہیں تو کیا ہے؟

قارئین سے بہت ادب سے گذارش ہے کہ اپنے ملک کے مستقبل کے لئے دعا بھی کریں اور اپنے آپ کو بہتر راستے پر لائیں کیونکہ قرآن مجید میں اللہ کا خوب ارشاد ہے کہ جس طرح کے لوگ ہوں گے اسی طرح کے حکمران اور حالات ہوں گے۔

◆✻◆

گہرے رنگ وفا کے

.....مدثر عمران ساحل۔ بمقام تلواڑہ

کہاں وہ پہلے کی شان و شوکت کہاں ہوئی سب کار و کوٹھیاں اب تو جان بچانے کے لالے پڑے ہوئے تھے نہ دن کی تمیز رہی نہ رات کی خبر بوڑھے والدین جو پہلے ہی موت کی دہلیز پر کھڑے تھے مزید کوئی سانحے کے متحمل نہ ہو سکتے تھے۔ کوئی ہلکا سا دکھ انہیں وادی موت کا راہی بنا سکتا تھا۔ سب کچھ تو لٹ ہی چکا تھا اب تو صرف مٹھی کے بت ہی رہ گئے تھے۔ گزرے دنوں کی یادیں تھیں کچھ نشانیاں تھیں اور ظالم تنہائی کا ناگ۔ موت کا اک وقت مقرر ہے آکر رہے گی مگر ایسے لگ رہا تھا دوسروں کی طرح موت بھی ان سے روٹھ سی گئی ہو۔ دستور زمانہ ہے کہ دکھ اور غم صرف اسی کا ہوتا ہے جس پر گزرا ہو۔ رفتہ رفتہ سب اپنے کاموں میں الجھ گئے کوئی تنہائی کے جن سے دست گریبان تھی تو ماروی کی ذات اب اس کے والدین بھی اس کے سہارے پر تھے، ان کی امیدوں کا محور مرینہ ہی تھی۔ ایک سچی کہانی

اس کہانی میں شامل تمام کرداروں اور مقامات کے نام فرضی ہیں۔

اے ماروی سنتی ہو میں جو تم سے کہے جا رہی ہوں ڈھونڈ وے یہ سب کیوں آخر کیوں تو ہماری بات نہیں مانتی، آخر کب تک تو ہماری خاطر اس دنیا سے الجھتی رہو گی، اپنے جذبات و احساسات کو سولی پہ چڑھا کر ہمارے پیٹ کا ایندھن مت پیدا کرو، اوپر خدا ہے ناں وہ سب کا مالک و رازق ہے، وہ جہاں سب کو عطا کرتا ہے ہمیں بھی کچھ نہ کچھ ضرور مرحمت فرمائے گا، وہ اپنے کسی بندے کو بھوکا نہیں رہنے دیتا، دیکھ یہ ضد پہ اڑے رہنے سے ہمارے لئے مسائل پیدا ہوئے جاتے ہیں لوگ کیا سوچیں گے کہ بیٹی کا حق کھائے جاتے ہیں اور اب کیا کم ہے جہاں سے گزرو لوگ کھا جانے والی نظروں سے گھورتے ہیں۔ ہوس زدہ نظریں مجھے اپنے آر پار ہوتی دکھائی دیتی ہیں۔ دیکھ بیٹی مجھے خود سے زیادہ تجھ پہ بھروسہ ہے مگر اک ماں بھی تو ہوں ناں ہر طرف دھیان دینا پڑتا ہے۔ سوچو بیٹی تم اپنا شوق گھر کی چار دیواری میں رہ کر بھی پورا کر سکتی ہو اور پھر کسی کو کچھ کہنے کی ہمت نہ ہو گی۔ پچھلے کئی ماہ سے آنٹی روبینہ اپنی اکلوتی بیٹی مرینہ عرف ماروی سے یہی بحث و تکرار کیے جا رہی تھی۔

آج کا یہ مکالمہ بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی تھا مگر روز روز کی اس لاحاصل بحث کا کوئی نتیجہ برآمد نہ ہوتا تھا سوائے خاموشی کے۔ ماروی والدہ کی کسی دلیل کو چلنے سے پہلے ہی خاموش کرا دیتی۔ مرینہ بیک وقت گھر کے سربراہ ایک بیٹے، ایک بیٹی کا فرض ادا کیے جا رہی تھی۔ وہ اس نوکری کو بوڑھے والدین کی کفالت اور عظیم فریضہ ادا کرنے کی نظر سے دیکھتی۔ اسے پیغمبری فریضہ ادا کرتے ہوئے فخر محسوس ہوتا جبکہ روبینہ آنٹی کو لوگوں کی الٹی سیدھی باتوں اور للچائی ہوئی نظروں سے خوف آتا۔ باتیں دونوں کی مبنی برحق تھیں دونوں کی سوچیں بھی صاف اور دیگر آلائشوں سے پاک تھیں۔

ماں کو اپنی بیٹی کی عزت و عصمت پر کوئی شک تو نہ تھا مگر لوگوں کی باتوں سے خوفزدہ ضرور ہو جاتی تھیں۔ غلط روش کس کی تھی نام نہاد ٹھیکیداروں کی یا ان مجبور و بے بس و باعصمت ماں بیٹی کی مگر ہوس کی پٹی آنکھوں پر باندھے ہوئے ان لوگوں کو کون سمجھاتا جنہوں نے انہیں زندہ درگور کرنے میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی تھی۔ آفرین تھا ان حوا زادیوں کے پہاڑ جیسے حوصلوں پر جنہوں نے کبھی حرف شکایت بھی لبوں پر نہ لائے بلکہ صبر و استقامت سے سفر زیست طے کرتی ہوئی دکھائی دیں۔ مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی کے مترادف عرصہ حیات تنگ کرنے کا عمل جوں جوں بڑھتا گیا بچوں کو زیور تعلیم سے آراستہ کرنے کا عزم اتنا ہی پختہ ہوا جاتا تھا۔ مجھے قطعی علم نہ ہوتا کہ حالات اتنے سنگین بھی ہو چکے ہیں اگر راشد میرا بھانجا جو ماروی کے زیر سایہ طالب علم تھا، آگاہ نہ کرتا۔ میرے ذاتی تجربہ اور رمز شناسائی کے قدرتی عمل کے مطابق وہ ایسی سوچ بھی نہ رکھنے والی لڑکی تھی جو ان کے کردار سے منسوب کیے گئے تھے مگر عقلمند لوگوں کا قول ہے کہ انسان کتنا ہی پارسا کیوں نہ ہو رہتا حضرت انسان ہی ہے۔ غلطی کوتاہی خطا اور شک میں ضرور مبتلا ہو جاتا ہے وسوسے و اندیشے کبھی نہ کبھی ضرور اسے راہ سے بھٹکانے میں لگ جاتے ہیں۔ قصہ مختصر یہ سب کچھ ہماری زندگی کا حصہ ہیں انہی کمزوریوں کا شکار میں خود ہو چکا تھا سو سب کچھ جانتے ہوئے بھی میں نے مرینہ کے متعلق مزید کچھ جاننے کی سعی کر ڈالی۔ مجھے اس معاملے کی گہرائی تک جانا تھا تاکہ ساری صورت حال واضح ہو سکے مگر گھبراہٹ اس بات کو لے کر تھی کہ یہ زینہ کس طرح طے کیا جائے۔ میرا یہ کام صرف راشد ہی آسان کر سکتا تھا، میں اسے پک اینڈ ڈراپ کرنے کی آڑ میں کسی طرح مرینہ سے اس کے متعلق جاننا چاہتا تھا۔ قدرت نے میرا کام کچھ اور سہل یوں کیا کہ اک روز جب میں راشد کو پک کرنے گیا تو اچانک ارسلان انکل ماروی کے والد محترم، کی حالت بگڑ گئی قرب و جوار میں کوئی ڈاکٹر بھی نہ تھا اور تکلیف تھی کہ شدت اختیار کیے ہوئے تھی، کوئی شناسا بھی موجود نہ تھا، انسانیت کا تقاضا مجھ سے سوال کناں تھا مجھے جلدی سے گاڑی کا انتظام کر کے انہیں ہاسپٹل ایڈمٹ کرنا تھا۔

چار دن تک وہ وہاں رہ کر گھر لوٹے، ان دنوں گاہے بگاہے میرا چکر لگتا رہا۔ آنٹی روبینہ میری طرف بار بار ممنون نظروں سے دیکھتی تو مجھے اپنے آپ سے شرمندہ ہونا پڑتا۔ آخر ایک دن مجھے ماروی سے روبرو بات کرنے کا موقع مل ہی گیا مگر سوچ رہا تھا کہ بات کیسے اور کس طرح شروع کروں۔ مجھے تذبذب کا شکار دیکھ کر وہ یوں گویا ہوئی۔ کیا وجہ ہے بھائی آج آپ پریشان ہو، کچھ چھپا رہے ہو تو میرے لفظوں کو جیسے زبان سی مل گئی۔ خلاف توقع اک مسکراہٹ اس کے ہونٹوں پر ابھر آئی اور کہا۔ بولیں کیا جاننا چاہیں گے، آپ کیا بولنا چاہتے ہو۔ میں پچھلے کئی روز سے آپ کے چہرے پر نہ ختم ہونے والے سوالات پڑھ چکی ہوں۔ قارئین! مجھے واقعی اس وقت اپنا آپ بالکل حقیر سا لگا، احساس شرمندگی سے میری نظریں زمین پر گڑھی ہوئی تھیں وہ پھر کہنے لگی۔ مجھے اندازہ ہے آپ مجھ سے اپنے اوپر اٹھنے والے سوالات کا جواب جاننا چاہتے ہو مجھ سے میرے پرخار ماضی اور کٹھن حال کا فسانہ جاننا چاہتے ہو۔ عدیل بھائی! وقت کبھی ایک سا نہیں رہتا برا بھلا سب خدا کی عطا ہے، یہ اسی کے بنائے ہوئے نظام کا حصہ ہے۔ میرا ضمیر میری عدالت ہے جو بالکل مطمئن ہے۔ میرا فیملی بیک گراؤنڈ اور میرے ماضی و حال آپ کے سامنے ہیں، مجھے اپنے فرائض کا بخوبی علم ہے۔ رہے دنیا والے تو جس کے پاس جو کچھ ہوتا ہے وہ وہی کچھ دیتا ہے۔ آئینے میں ہمیشہ اپنا ہی چہرہ نظر آتا ہے۔ وہ اس وقت ایک پرفیکٹ معلمہ کا روپ دھار چکی تھی، واقعی اس کی کہی تمام باتیں سچ پر مبنی تھیں۔

اس مکالمے کو ہوئے چند دن گزرے تھے کہ ایک روز مرینہ اور آنٹی روبینہ میرے گھر آئیں، خوب

باتیں چلیں۔ آپی تو جیسے ماروی کی وکالت کے لئے پہلے ہی تیار کھڑی تھی۔ خوب چہک چہک کر بیان جاری ہو رہے تھے۔ شام گئے تک یہ سلسلہ چلتا رہا پھر ٹھیک انہی دنوں میرے فٹ بال کلب کی زیر پرستی ایک ایونٹ کھیلا جا رہا تھا اس لئے مجھے وہاں پہنچنا ضروری تھا، رات گئے تھکاوٹ سے بے حال نیند کی آغوش میں چلا گیا۔ سفر زندگی طے ہوتا رہا کبھی کبھار ماروی ہمارے گھر کا چکر بھی لگا لیتی پھر آپی کی دوست جو بن گئی تھی۔ وہ موسم آ کر رخصت ہونے لگے مگر ماروی کی تیرہ وہیں ٹھہری ہوئی تھی۔ وہی کم بولنا، ہر وقت سنجیدہ موڈ صرف ضرورت کے گنے چنے الفاظ ادا کرنا، بہت کمزور اور دھیمے لہجے میں مخاطب ہونا۔ کچھ بھی تو فرق نہ پڑا تھا اس کی شخصیت پر۔ پھر رمضان کی بابرکت ساعتیں کیا آئیں اس نے خود کو گھر میں جیسے مقید کر لیا خصوصاً آخری عشرے میں وہ اپنے کھوئے ہوئے پلوں کو یاد کر کے خدا کے حضور دعا گو ہوتی۔ اپنی جان سے عزیز کھو جانے والے انمول رشتوں کے لئے بخشش طلب کرتی نظر آتی۔ اس دفعہ چاند رات کو امی اور آپی ماروی کو ساتھ لے کر بازار جانا چاہتی تھیں۔ عید آئی ہے صبح عید ہو گئی ہے کا شور مچ گیا ہر طرف ایک ہی آواز سنائی دینے لگی۔ مبارکبادوں کا سلسلہ شروع ہو گیا، مسجدوں سے بھی حمد و ثنا کی صدائیں بلند ہونے لگیں اور ادھر ماروی تھی کہ اس کی ہچکی سی بندھ چکی تھی۔ مسلسل کتنی دیر سے وہ اشکوں کے دریا بہائے جا رہی تھی۔ آہ کاش کہ گزرا ہوا وقت بیتے ہوئے لمحوں کو واپس لانا ہمارے دائرہ کار میں ہوتا مگر اس خدا کے کارخانے میں سے کوئی چیز بغیر حکمت کے ہمارے سامنے نہیں آتی۔

عید کے بعد پھر ایک دن میں مرینہ سے ملا سرخ ہوئی آنکھیں افسردہ چہرہ اس کے غم تازہ ہونے کی داستان بیان کر رہا تھا۔ مجھ میں موجود برداشت دم توڑنے لگی میں نے دل میں ٹھان لی کہ آج جو بھی ہو مجھے اس سمت کھوج کا عمل دہرانا ہے۔ زہے نصیب آج میرا مشن خود مکمل ہوا جا رہا تھا، گھر کے آنگن میں آنٹی روبینہ آپی سے محو گفتگو تھی اور موضوع بحث ماروی کی ذات ہی تھی۔ ہجر و فراق چاہت و وفا سب کچھ ہی تو بیان کا حصہ تھے۔ بڑی خوشامد اور ضد پر امی مجھے اور آپی کو کچھ بتانے کو راضی ہوئی۔ محترم اس کو سمجھنے کے لئے ہمیں کچھ ماضی کا سفر کرنا پڑے گا تو چلئے پھر چلتے ہیں۔

جناب قاری یہ ان لمحات اس دور کی بات ہے جب ہر طرف سفید چمڑی یعنی انگریز پورے ہندوستان پر قابض تھے، ہر طرف ان کا حکم حرف آخر سمجھا جاتا تھا، کسی کو ان کے سامنے آنکھ اٹھانے کی ہمت نہ تھی۔ ایسے میں وہاں کے ایک مشہور شہر لدھیانہ میں ایک مشہور مسلم گھرانہ پر کیا گزرتی ہو گی جس پر ایک تو سچا مسلمان اور پھر دوسرے عام مسلمان گھرانوں کی مدد کرنے کا اور ان ذہنی غلام انگریزوں کی حکم عدولی کا الزام لگ جائے۔ یہ گھرانہ ماروی کے آباؤ اجداد کا تھا۔ لوگ انہیں حاجی اشرف کے نام سے جانتے تھے۔ یہ حضرات بہت شریف النفس درد دل رکھنے والے اور سب کے کام آنے والے تھے۔ ان کی عزت و شہرت کے چرچے زبان خاص و عام پر تھے اس لئے ان پر عرصہ حیات تنگ کیا جانے لگا۔ پھر انہیں دنوں خدائے واحد نے مسلم قوم کو اس عیار مکار دشمن سے نجات دلانے کی خاطر ہمیں قائداعظم کی شکل میں ایک راہنما مرحمت فرمایا جن کی سوچ اور شعور حق نے بہت جلد یہ حقیقت آشکار کر دی کہ یہاں رہ کر مسلمان قوم ہمیشہ غلامی میں ہی رہے گی، انہیں اپنی اسلامی اقدار اور فرائض دیگر ادا کرنے کی بھی اجازت نہ ہے۔ اس لئے ہمیں ایک آزاد و خودمختار ریاست کی ضرورت ہے جہاں پر ہم اپنے اسلامی ضابطہ حیات پر بلا روک ٹوک عمل پیرا ہو سکیں۔ پھر عالم بالا نے بھی دیکھا کہ اس اپنے ارادے کے پکے عزم و ہمت کی چٹان تحفہ ہائے رحمان بظاہر ہر کمزور مگر عیار سے عیار دشمن کو خاک چاٹنے پر مجبور کر دینے والے حضرت قائد نے اک

الگ ریاست حاصل کر لی۔ مملکت خداداد پاکستان کے نام سے دنیا کے نقشہ پر جگہ حاصل کرنے میں کامیاب ہو چکی تھی۔ ظاہر ہے ان حالات میں ہر مسلمان کے قدم خود بخود اس ارضِ خاص کی طرف اٹھنے تھے ان میں شامل ایک گھرانہ حاجی اشرف صاحب کا بھی تھا۔ اپنا سب کچھ لٹا کر وہ مال و متاع وہ عالی شان گھر اور بے حساب سونا اگلتی زمین حوالہ مکار کرتے ہوئے فقط ایک بیوی اور اک معصوم سی جان ارسلان کو دامن میں لئے ہوئے پاکستان آ گئے۔ سفر کیسے گزرا ہر ذی شعور اور تاریخ پر نظر رکھنے والا اچھی طرح جانتا ہے۔ اب اگر کوئی ان بے شرموں کی غلامی کی خاطر تاریخ کو بدلنے کی کوشش کرے اور غلط حقائق بیان کرے تو وہ صرف اس کا ذاتی فعل ہی ہوگا۔ بہرحال کسی کو سر چھپانے کی جگہ ملی وہیں ٹھہر گیا۔ تقدیر نے اس گھرانے کے لئے لائل پور (موجودہ فیصل آباد) کو پسند کر لیا۔ دن گزرنے لگے شبانہ روز محنت لگن اور راست گوئی کی وجہ سے حاجی اشرف کے دن بدلنے لگے۔ ماضی کی تلخ یادوں کی جگہ خوشحالی نے لے لی۔ خدا نے ان کو پھر وہی شان و شوکت عطا کر دی جو وہ دیارِ غیر میں چھوڑ آئے تھے۔ نوکر چاکر، کار بنگلہ سب کچھ تو مل گیا تھا کچھ عزیز بھی ان کی دیکھا دیکھی فیصل آباد آ کر بس گئے۔ قدرت نے حاجی اشرف کو مزید اولاد بھی عطا کر دی تھی۔ ارسلان پر جوانی کی بہاریں ٹوٹ کر آنے لگیں وہ نہایت وجیہہ اور نرم دل لڑکا تھا۔ شادی کی دوڑ دھوپ شروع ہوئی اور پھر روبینہ، روبینہ ارسلان بن کر اور حاجی اشرف کی بہو کے روپ میں کشمیر ہاؤس آ گئی۔ فرمانبردار روبینہ نے شوہر کو ہر قدم پہ پیار دیا۔ سارے گھر کو اپنی طبیعت وفا سے اپنا گرویدہ کر لیا۔ سارے گھر والے اس پہ اپنی جان نچھاور کرتے نہ تھکتے پھر وقت نے اس گھرانے میں ایک پھول اور کھلا دیا۔ روبینہ نے ایک چاند سے بیٹے کو جنم دیا۔ کشمیر ہاؤس کو اپنا جانشین اور ارسلان کو اک بیٹا ملا۔ ہر طرف جشن منایا جانے لگا دولت پانی کی مانند بہائی جانے لگی۔

بڑے بڑے رؤسا کی دعوتیں اور مبارک سلامت وصول کی جانے لگیں۔ ہر طرف سے نیک خواہشات کا سندیسہ آنے لگا۔ کشمیر ہاؤس کے باہر سائلوں کا تانتا سا بندھ چکا تھا حسب استطاعت سب کو کچھ نہ کچھ ضرور دیا جاتا۔ نئے مہمان کو احمد کا خوبصورت نام عطا ہوا۔ اس کی دیکھ بھال کسی شہزادے کی سی ہونے لگی۔ اس کی ہر اک حرکت پہ جان نچھاور کی جاتی، اس کی ضرورت کی ہر چیز آن واحد میں حاضر ہوتی۔ وقت مقررہ پر اسے شہر کے بہترین سکول میں داخلہ دلوایا گیا۔ خصوصی اک گاڑی اسے چھوڑنے اور لے آنے پر مامور تھی۔ سکول پر بھی احمد کو خصوصی توجہ ملتی۔ وہ خود بھی ہونہار اور بڑی لگن سے علم کی منزلیں طے کرتا تھا مگر ان خوبیوں کے ساتھ وہ اک بری عادت کا بھی شکار ہوا جا رہا تھا وہ تھوڑا مغرور اور انا پرست بھی لگتا تھا۔ اپنے آپ کو بہت اعلیٰ اور الگ سمجھنا اس کے کردار کو داغدار کرنے کا حصہ ضرور تھا۔ پہلے پرائمری پھر میٹرک کے بعد اس نے کالج لائف میں قدم رکھا۔ اب جبکہ اس کے گھر میں اک ننھی پری اس کی بہن کے روپ میں آ چکی تھی۔ گھر کی خوشیوں میں اور اضافہ ہو چکا۔ ماروی گھر بھر کی آنکھوں کا تارا تھی وہ تھی بھی بہت خوبصورت۔ اب تو بالکل روبینہ کو کوئی کام کرنے کی اجازت نہ تھی۔

وقت اپنا سفر طے کرتا رہا ماروی کو گھر کے قریب واقع سکول میں داخلہ ملا۔ ذہین ماروی نے ساری کلاس میں اپنا الگ مقام بنایا۔ نرم خو نہایت شائستہ لہجے میں مخاطب سے گفتگو اس کی ذات کا خاصا تھی۔ صلح جوئی اور ہر ایک سے خاص ہمدردی نے اسے سارے کلاس روم کی چہیتی بنا رکھا تھا۔ کوئی بھی اسے دیکھ کر یہ نہیں کہہ سکتا تھا کہ شہر کے مشہور گھرانے کی لاڈلی اور ارسلان کی دختر ماروی ہے۔ وہ جہاں دنیاوی تعلیم حاصل کرتی رہی اپنے اسلاف اپنی اسلامی اقدار اور طرز زندگی کو بھی اسلامی رنگ میں رنگنا بخوبی جانتی۔ نصابی ہو یا غیر نصابی وہ ہر میدان میں صف اول میں

کھڑا ہونا اپنا حق سمجھتی اور اپنی برتری ثابت بھی کر دکھاتی۔ کسی غرور نام کی چڑیا سے اس کو کبھی واسطہ ہی نہ پڑا تھا اس کے دل کو پہلی دفعہ ٹھیس اس وقت لگی جب میٹرک کے بعد اس کے مزید پڑھائی جاری رکھنے کے عزم کے آگے بند باندھا۔ مرینہ کے جذبات کا تو جیسے خون ہو گیا، وہ تو جیسے اک پنجرے کی قید میں آ گئی۔ اس کے والدین لڑکیوں کی زیادہ تعلیم کے قائل نہ تھے پھر ان کے نقطہ نگاہ سے لڑکیاں کالج جا کر آزاد خیال ہو جاتی ہیں۔ پھر احمد بھی تو سامنے تھا جس کو کالج جاتے ہی سارے بندھن ساری اقدار فراموش ہو گئی تھیں مگر یہاں معاملہ ماروی کا تھا جو بھی آخر اسی گھرانے کی چشم و چراغ تھی۔ سارے والہے سارے دلائل اس کی ضد کے سامنے ریت کی دیوار بنے سب کی مخالفت اور شور و غوغا خاندان کی باغی جیسے لفظ سن کر بھی نہ گھبرانے والی مرینہ کو کالج میں داخلے کی اجازت مل گئی۔ وقت نے اس کے کالج داخلے کے فیصلے کو صحیح ثابت کر دیا۔ یہاں تک آنے کے اس نے صرف خواب دیکھے تھے اور اب ان تمام خوابوں کو حقیقت کا روپ بھی اس نے عطا کرنا تھا۔

دوسری طرف اس کے گھر والوں نے احمد کے دن بدن بگڑے اطوار اور رات گئے گھر سے غائب رہنے کی وجہ سے اس کی شادی حنا سے کر دی تھی۔ حنا زیادہ پڑھی لکھی تو نہ تھی مگر ناز نخرے اور مغربی کلچر کی دلدادہ اور حد سے زیادہ تیز و طرار ضرور تھی۔ احمد کے ممی پاپا کے خیال میں تھا کہ شادی کے بعد احمد کی روٹین بدل جائے گی، اس کی بیوی اسے ضرور سمجھائے گی اور پھر شاید احمد سنبھل جائے مگر یہاں تو گنگا ہی الٹی بہہ رہی تھی۔ شادی کے کچھ عرصے بعد ہی حنا نے اپنے رنگ ظاہر کرنے شروع کر دیئے۔ بجائے اس کے کہ اپنے مجازی خدا کی اصلاح کرتی اس کو غلط مشوروں سے نوازتا غلط اور من پسند فیصلوں پہ اکساتا اس کے روزمرہ کے کاموں جیسے نفل تھے۔ کہتے ہیں ناں کہ حادثے اچانک رونما نہیں ہوا کرتے ان کے پس منظر

میں کوئی اور راز بھی چھپے ہوتے ہیں اور پھر کہ ہر عروج کو زوال ہے، ہر صبح کی شام ہے، ہر کامیابی کے بعد کبھی ناکامی بھی مقدر ہوتی ہے۔ کچھ ایسا ہی عمل احمد بھی دہرانے کی جستجو میں تھا۔ کوتاہی اک فرد کی ہو یا اک سربراہ کی خمیازہ سارے گھرانے کو بھگتنا پڑتا ہے۔ پھر قسمت کی چکی بے قصور اور معصوم فطرت لوگوں کو زیادہ باریک پیستی ہے۔ ارسلان صاحب کی اپنے چھوٹے بھائی سے کسی بات پر تکرار ہوئی معاملہ رفع ہو گیا مگر احمد کی فسادی بیوی نے اس کے کان بھرنے شروع کر دیئے اس کو ورغلانہ اور اس کی آپے سے باہر ہونے والی کمزوری کا خوب فائدہ اٹھانے کا سوچ کر احمد کو چاچو سے دست و گریبان کروا دیا۔ عقل کے اندھے کو کون سمجھاتا کہ آگ خواہ دل میں لگی ہو یا گھر میں بلاتفریق سب کچھ بھسم ہو جاتا ہے۔ وہی ایکشن میں چاچو نے سارے کاروبار اور زمین و مکان کے بٹوارے کا فیصلہ کر لیا۔ مفاہمت کی کوششوں کو رائیگاں کرنے بھی حنا کو خوب آتے تھے سو احمد و حنا کے غلط قدم نے غلط فیصلے نے جھوٹی انا نے اک خاندان کا شیرازہ بکھیرنا شروع کر دیا جو برسوں سے اک تھے دو بھائیوں کے راستے الگ الگ کر دیئے، انہیں الگ الگ ڈگر کا مسافر بنا دیا۔ اس اقدام مشترکہ نے ارسلان صاحب کی صحت پر برا اثر ڈالا، وہ بہت رنجیدہ سے دکھائی دینے لگے۔ ہر وقت الجھے ہوئے بات بات پہ چڑ جانا۔ وہ ایسی طبیعت کے تو نہ تھے یہ سب ان کے خون احمد اور اس کی مغربی سوچ کی دلدادہ بیوی کی وجہ سے تھا۔ بے حیا مغرب زدہ ماحول کی عادی حنا نے جو بیج بوئے تھے وہ فصل اب تیار ہونے لگی تھی۔ فیکٹری اور دیگر معاملات پہلے ہی احمد کے کنٹرول میں تھے سو وہ سب نئے نئے شوق پروان چڑھانے لگا۔ دولت کا بے دردی سے ضیاع ہو تو چاہے خزانہ قارون کا سا ہو آخر اجڑ ہی جاتا ہے۔ ارسلان صاحب کی نصیحتیں، روبینہ آنٹی کا احتجاج اور ماروی کے شکوے گلے رائیگاں ہو گئے۔ سب کی آوازیں نقار خانے میں طوطی کے بولنے

سے زیادہ اہمیت نہ پا سکیں۔ جس گھر میں احمد اور حنا جیسے فرد سامنے آ جائیں وہاں تو بہت کچھ ہوتا ہوتا ہے۔

مرینہ کالج سے نکل کر یونیورسٹی آ چکی تھی۔ روز روز کے تکرار، بے سکونی اور لاچاری کے عالم میں اسے کسی سچے ہمدرد اور ساتھ نبھانے والے اس کے دکھ سکھ کو سمجھنے والے اسے دلاسہ دینے اور مشکل حالات سے لڑنے کا حوصلہ دینے والے شخص کی ضرورت محسوس ہوئی۔ وقت کے دھارے نے آہستہ آہستہ اسے معیز کے قریب کر دیا۔ معیز امیر تو نہ تھا مگر تھا پڑھا لکھا، غیور اور نہایت شریف۔ پھر اس کے خاندان کو اپنی عزت گردانے والا اور ماروی کی نیچر کو سمجھنے والے معیز نے ماروی کو بے پناہ محبت دی۔ مال و دولت میں کم تر مگر خزانۂ وفا اور دولت عشق و محبت سے لبریز معیز اس کے دل میں گھر کرتا گیا۔ دونوں کے دل ایک ساتھ دھڑکنے لگے۔ ایک دوسرے کے دل کی باتیں پرکھنا ان کا معمول بن گیا۔ دونوں کبھی تنہا ملے نہ کوئی غلط سوچ اپنائی، جھوٹے اور من گھڑت وعدے کیے نہ چاند تارے توڑنے جیسی قسمیں کھائیں، خط لکھے نہ فون کا سہارا لیا مگر پھر بھی دن بدن ان کی چاہت بڑھتی ہی گئی۔ کبھی کبھی معیز جب ماروی کے گھر آتا دونوں ایک دوسرے کے سامنے آنے سے کتراتے یہ رنگ مشرقیت تھا۔ ظاہری شرم و حیا، خاندانی روایات یا پیار کا پاگل پن کہ اک جنونی عمل کو دونوں نے نظروں کی زبان استعمال کرتے ہوئے ایک دوسرے کو جیون ساتھ مان لیا وہ جسم دو ضرور تھے مگر سوچ اور انداز محبت اک ہو چکا تھا۔ پھر ایک دوسرنے سے شرمانا اور رئیل لائف میں رہنے والے میاں بیوی کی طرح اک دوسرے سے دکھ سکھ شیئر کرنا ان کی ذات کا حصہ ہو چکا تھا۔ کہتے ہیں کہ بیٹی ہمیشہ اپنی والدہ کے زیادہ قریب ہوتی ہے اور والدہ بھی اس کے دل کی کیفیت اچھی طرح سمجھ سکتی ہے۔ اس لئے آنٹی روبینہ کی گھاگ نظر نے ماروی کے دل کا حال پرکھ لیا انہوں نے بہت کچھ اور بھی جان لیا۔ خود ان کو بھی معیز کافی اچھا لگتا تھا ان کے دل کی بھی یہی آواز تھی معیز ہی اس گھر کا داماد ہونا چاہئے۔ ماروی کی پسند انہیں دل و جان سے بھا گئی تھی مگر وہ کسی موقع اور مناسب وقت کا انتظار کر رہی تھیں۔ وہ اپنی خواہش اور مرینہ کی زندگی کے بہت بڑے سچ کو دل میں بسائے خاموش ہو گئی تھی مگر بھولیں ہرگز نہ تھیں۔ جتنا بھروسہ انہیں ماروی پر تھا اتنا اعتماد انہیں معیز کی ذات پر بھی تھا۔ وہ دل ہی دل میں انہیں ڈھیروں دعاؤں سے نوازتی۔ ادھر ماروی کی حالت بھی کچھ الگ نہ تھی وہ بھی دن رات معیز کے خواب دیکھتی اس کے سنگ گھومتی رہتی اس کو من مندر میں سجا کر اس کی پوجا کرتی رہتی۔ اس کی سوچوں کے محور مستقبل کے سنہری خواب اور معیز کے سنگ نئے گھر کو لے کر تھے۔ انہیں سوچنا انہیں کھوجنا اور بس بے لوث چاہتے رہنا اچھا لگتا تھا مگر آخر تھی ناں مشرقی لڑکی زبان حال سے کچھ کہنے کی جسارت نہ کر سکتی تھی۔ پھر شرم و حیا کا پیکر وہ اپنے جذبوں پر چپ کا قفل لگائے اپنے ارمانوں کا خون کرتی رہی۔ ظالم انتظار کی گھڑیاں بہت طویل ہوا کرتی ہیں، وقت تھم سا جاتا ہے، گردش دوراں جیسے رک سی جاتی ہے۔ یہ سب بس وہ لوگ ہی سمجھ سکتے ہیں جو اس صورت حال سے دوچار ہوئے ہوں۔ ساحل کے تماشائی سب بن سکتے ہیں مگر ڈوبتی لنکا کو بچانے کا حوصلہ ہم میں نہیں ہوتا۔ ہم تو بس کھیلنے کے عادی ہو چکے ہیں چاہے وہ کسی کے جذبات ہوں یا بے گناہ زندگی۔ کتنے مراحل اور کیا امید جگائے معیز کی والدہ ماروی کا ہاتھ مانگنے کشمیر ہاؤس آ پہنچیں۔ خوب اچھے طریقے سے خاطر مدارت کی گئی۔ روبینہ ان کی آمد کا مقصد تو پہلے ہی جان چکی تھیں مگر ان کی زبانی بات کہلوانے کا موقع تھا۔ جلد ہی معیز کی والدہ نے اپنا آنے کا مقصد بیان کر دیا۔ ارسلان صاحب تھوڑی سی سوچ میں پڑ گئے مگر ماروی کی والدہ نے جو ساری حقیقت سے آگاہ تھیں، موقع کی مناسبت سے کچھ وقت مانگا اور پھر معیز کے گھر والوں کو جلد ہی کسی اچھی

خبر کی نوید سنا کر رخصت کر دیا۔ تھوڑے سے مکالمے کے بعد دونوں میاں بیوی اپنے طور پر اس رشتے سے متفق ہو گئے۔ معیز کی والدہ نے اسے ساری صورت احوال سے آگاہ کر دیا پھر معیز کو تو پہلے سے ہی امید واثق تھی کہ جلد یا دیر سے فیصلہ ہمارے پیار کے حق میں ہو گا۔

پھر ادھر جب ماروی کے باقاعدہ ہاتھ مانگنے کی خبر احمد کی کمک چمچی اور مغرب زدہ بیوی حنا کو ملی تو اس نے اپنی سازشوں کے جال کو مرینہ پر بھی کسنا شروع کر دیا۔ ادھر احمد کے کان بھرنے لگی ادھر من گھڑت اور غلط الزامات لگا کر ساس سسر کو معیز سے متنفر کرنا شروع کر دیا۔ اوپر سے اپنی غلیظ زبان سے اپنی سوچ بھی سامنے لگی کہاں کم مرتبہ غریب جاہل معیز کہاں ہم ہمارا سوسائٹی میں کیا بھرم رہے گا، کدھر وہ اک سرکاری کارندہ اور ہمارے گھرانے کا مقام و منزلت۔ بندہ اپنی اوقات دیکھے اور اپنے خواب دیکھے، چلتے آتے ہیں منہ اٹھا کر۔ یہ ضرور یہ کم بخت ہماری دولت پر نظر رکھے ہوئے ہیں۔ غرض زبان درازی سے خدا کی پناہ جبکہ حقیقت اس کے برعکس تھی۔ حنا مرینہ کی شادی کسی بھی طرح اپنے نکمے اور بدچلن بھائی سے جو تعلیم کے نام سے بھی چڑ کھاتا تھا، کروانا چاہتی تھی۔ سبھی پراپیگنڈہ اسی جانب اک قدم تھا اور احمد کو مٹھی میں لینا بھی۔ ارسلان صاحب نے احمد کو بہت سمجھایا مگر وہ بپھر سا جاتا اور بچ صرف حنا کی بات کو گردانتا۔ ناچار وہ سب سنتے سمجھتے پرکھتے ہوئے بیٹے کے گھر اجڑنے کے خوف سے خاموش ہو گئے۔ دو دھاری تلوار صرف ماروی پر ہی چلنے لگی۔ موجودہ قدم نے تو جیسے اس کی روح بھی گھائل کر دی تھی اسی پر بس نہ ہوا مرینہ کا گھر سے نکلنا شجر ممنوعہ قرار پایا۔ ہر ہر اقدام پر نظر رکھی جانے لگی۔ وہ پیار ہی کیا جو ان سب کٹھنائیوں سے بچ نکلنے کا رستہ نہ بنائے جتنا پہرا بٹھا دو عاشق مل کر ہی رہتے ہیں۔ یہ سب ان کی راہ میں رکاوٹ نہیں بن سکتے دل کی باتیں کسی نہ کسی صورت اک دوسرے تک پہنچ جاتیں۔ تڑپ دونوں جانب اک سی تھی، الاؤ اک سا ہی روشن تھا۔ ایک طرف پیار بڑھ رہا تھا تو دوسری طرف نفرت و عداوت کے درخت کو پروان چڑھایا جا رہا تھا۔

وقت کی گردش جاری تھی موسم پہ موسم گزر رہے تھے، رمضان المبارک کی پر رحمت ساعتیں آج پہنچیں جی بھر کے دعائیں خشوع و خضوع سے نمازیں اور ذکر و اذکار ہونے لگے۔ سب نے اپنے لئے جو بہتر جانا مانگا مگر ماروی کی دنیا معیز سے معیز تک تو تھی۔ انتیس رمضان کو جب ہر طرف کل عید ہونے کا غلغلہ سا مچا ہوا تھا، ساری خدائی جیسے بازاروں میں ہی امڈ آئی تھی، سب خوب چہک چہک کر اپنے اپنے پسند کی اشیاء کے سٹالز سے خریداری میں مصروف تھے۔ رنگ و نور کی برسات سی ہو رہی تھی۔ جوان لڑکے لڑکیاں جیسے اڑتے پھر رہے تھے، خوشی سب کے چہروں سے عیاں تھی۔ ہوتی بھی کیوں نہ آج عرف عام میں چاند رات جو تھی۔ آج ٹھیک دو ماہ بعد ماروی کو گھر سے نکلنے کا موقع ملا، وہ والدہ کے ساتھ بازار آئی ہوئی تھی اس کی خبر کسی طرح معیز کو بھی مل چکی تھی اس کے قدم بے ساختہ بازار کی اوٹ بڑھنے لگے۔ تھوڑی سی تلاش و جستجو کے بعد وہ ماروی کو ڈھونڈنے میں کامیاب ہو گیا مگر اک مشکل تھی ساتھ روبینہ آنٹی بھی تھیں سو صرف نظروں سے ہی پیاس بجھائی جا سکتی تھی۔ دونوں کی پیاسی نظریں ایک دوسرے سے ٹکرائیں وقت کے کیوپڈ نے تیر چلا ڈالا آنکھیں اشک بار ہو گئیں گرم گرم اور نمکین پانی آنسوؤں کی صورت میں بہنے لگا مگر یہ جگہ اور موقع بھی تو مناسب نہ تھا سو نم آنکھیں لئے ہوئے خون کے گھونٹ پی کر خاموشی ہی بہتر حل تھا۔ ہائے رے یہ محبت اتنی چاہت کرنے والوں کا دو پریمیوں کا اتنے وقفے کے بعد ملنا اور ملنا بھی کیسے اور کہاں نہ سلام نہ کوئی بات نہ لفظ ادا ہوا نہ ہی جواباً لب کشائی ہوئی۔ نظروں نے نظروں سے ملاپ کیا۔ وہ دونوں تو سب اپنی اپنی جگہ تڑپ کر رہ گئے صرف صورت دیکھ کر ہی دل بیقرار کو راضی کرنا پڑا۔

عجب اپنا حال ہوتا ہے جو وصالِ یار ہوتا ہے
کبھی جان صدقے ہوتی، کبھی دل نثار ہوتا ہے

نہ جانے وہ کون سا پل تھا جب ماروی معیز کی نظروں سے اوجھل ہو گئی۔ بہت تلاش کے بعد بھی جب امید بھر نہ آئی تو ناچار معیز کو ٹوٹے ہوئے دل سنگ وہاں سے واپس کی راہ اپنانی پڑی۔ قسمت کی ستم ظریفی یا اک اور گھاؤ کے بازار کے آخری کونے پہ معیز کا سامنا احمد سے ہو گیا۔ اسے سب علم تھا کہ میری راہ میں روڑے اٹکانے والا مجھ سے میری ماروی کو جدا کرنے کی کوشش کرنا احمد کا خواب ہے مگر وہ یہ سب اس پر ظاہر نہ ہونے دینا چاہتا تھا کہ ہو نہ ہو کبھی تو میرے سچے پیار کی شدت رنگ لائے گی اور شاید احمد کو اپنی غلطی اور میری وفا کا احساس ہو جائے۔ اسی سوچ کو مدنظر رکھتے ہوئے اس نے مسکراتے ہوئے مخاطب کیا۔ حال دیگر دریافت کیا مگر یہ کیا کہ جناب تو جیسے کسی بات کو سن ہی نہ رہا ہو الٹا معیز کو غلط اور من گھڑت الزامات سے نوازنا شروع کر دیا۔ اپنی ساری فضول اور سرے سے غلط بکواس کو رائیگاں جاتے دیکھ کر اس نے معیز کی فیملی پر کیچڑ اچھالنے سے بھی عار نہ سمجھا۔ عام روٹین میں صلح جو اور نرم خو معیز نے اسے کئی بار اسے ایسا کرنے سے روکا اسے سمجھانا چاہا مگر احمد کے سر پہ تو جیسے کسی بھی عمل کا اثر نہ ہوتا تھا۔ جذبات سے مغلوب ہو کر اندھا ہو جانے والے احمد نے اسے گریبان سے پکڑ لیا اب معیز مرتا کیا نہ کرتا اسے اپنا دفاع بہر حال کرنا تھا یہ ظالم تو جیسے پہلے ہی اسی سوچ کے تحت یہ سارا ہنگامہ برپا کر رہے تھے کچھ بدقماش اور لوفر ٹائپ لڑکے جو ظاہر ہے احمد کے ہی ہمنوا تھے کہاں سے اُمڈ آئے اور بے قصور معیز کو لاتوں اور گھونسوں پہ رکھ لیا جس کے جو جی میں آ رہا تھا وہ وہی سلوک کر رہا تھا۔ کوئی چانٹا کوئی گھونسا مارنے میں بازی لے جانے کی جستجو میں تھا۔ احمد بھی کسی سے کم ظالم ہو یہ کب غلط تھا اک ستم گر نے تو سب کو جیسے مات دینے کا پلان ترتیب دے رکھا تھا۔ قریب ہی موجود آہنی راڈ اپنی پوری طاقت سے معیز کے سر پہ دے مارا اس کے تو جیسے سر پہ پہاڑ ٹوٹ پڑا آسمان گھومتا ہوا محسوس ہونے لگا، ستارے اک دوسرے کے ساتھ گڈمڈ ہونے لگے، زمین پاؤں کے نیچے سے سرکنے لگی۔ خون کی اک گرم دھار فوارے کی مانند ابل کر زمین کو سیراب کرنے چلی بس پھر کیا تھا جلد ہی وہ زمین پر آ رہا تھا ظالموں نے جب اپنے ارمانوں کی بھڑاس نکال لی، بے قصور و تنہا معیز کو خون میں لت پت جان کی بازی لڑتے ہوئے معیز کو سانسوں کے لئے بھی سسکتے ہوئے دیکھا تو حالات کو اپنے خلاف جاتا جان کر وہاں سے رفو چکر ہو گئے۔ وہاں موقع پہ کتنے ہی لوگ تو موجود تھے سب نے صرف تماشائی ہونے کا فرض احسن طریقے سے نبھایا۔ کسی نے بھی یہ گوارا نہ کیا کہ ان سے اس کا کوئی جرم ہی پوچھ لیتے یا کسی کو کچھ خبر ہی دے ڈالتے۔ کہاں گئی ہماری وہ انسانیت کہاں دم توڑ گئے وہ ہاتھ جو ظالم کو ظلم سے روکتے تھے۔ سب وہ نام نہاد ہمدردی کا دم بھرنے والے اور بڑھ چڑھ کر انسانیت کے سبق پڑھانے والے کوئی بھی تو وہاں موجود نہ تھا۔ آخر یہ سب کچھ کہنے والے اور کرنے والے اس دنیا میں تو نظر نہیں آتے ظاہر ہے ان کا بسیرا تو کسی اور ہی عالم میں ہوتا ہوگا۔ کتنے دو رخی ہے ہمارے اندر ہماری زندگیوں کے اندر۔ ایک اور عاشق وقت اپنی جرم بے گناہی کی سزا پا رہا تھا مگر سب بے حس جیسے کوئی شوٹنگ انجوائے ہو رہی ہو۔ افسوس صد افسوس اے انسان تیرے دوہرے معیار زندگی پر وقت کے فرعونوں کو جب بھاگے ہوئے کافی وقت بیت چکا پھر کچھ نوجوان لڑکوں نے جیسے تیسے کر کے معیز کو ہسپتال ریفر کیا کسی نے اسے پہچان کر گھر خبر دی آن واحد میں خوشیوں کے منتظر گھرانے میں کھلبلی سی مچ گئی۔ کوئی ہسپتال کو دوڑا کوئی خون کے لئے بھاگ دوڑ میں مصروف عمل۔ ایک قیامت خیز منظر چل رہا تھا کچھ نے رو رو کے خود کو ہلکان کر لیا تو کچھ کو جانے عافیت خدا کے حضور

گڑگڑانے اور اس سے معیز کی سانسیں مانگنے میں نظر آئی۔

چاند رات تو جیسے ان کے لئے قیامت کا سندیسہ لئے ہوئے آئی تھی۔ لوگ خوشیوں کو دیکھ کر کہہ رہے تھے تو یہ گھرانہ رنج والم کا شکار نہ خود کا ہوش نہ عید کی خوشی۔ معیز سخت بے ہوشی اور خون زیادہ بہہ جانے کے سبب سے بے نیاز کومے کی حالت میں بستر پہ تھا۔ کب کیا ہوا اسے کچھ معلوم کب تھا۔ آخر عید کے دوسرے روز یہ انسان جو نہ دکھائی دینے والی کمزور سانسوں سے لڑ رہا تھا اپنی محبت پہ فدا ہو گیا۔ معیز نے اپنی جان محبت کا قرض ادا کرتے ہوئے گنوا دی۔ وہ اس کم ظرف اور پیار کی دشمن دنیا کو الوداع کہہ کر آسمان کا راہی ہو چکا۔ اپنی جان اپنی چاہت ماروی کو تنہا کر کے اسے روتا سسکتا ہوا بے درد و ہرجائی سماج میں رکھ کر منوں مٹی اوڑھے خاموش ہو گیا۔ زمین پھٹی نہ آسمان کو رونا آیا دو پھول حوالہ موت ہو گئے۔ ایک کا جنازہ اٹھا مگر دوسرا روز ہی مرنے کی ڈگر پہ۔ معیز کے والدین کو غشی کے دوروں نے گھیر لیا کب غسل دیا گیا کب سفر آخرت طے ہوا ان سب سے قطع تعلقی سی لگ رہی تھی۔ بدنصیب یہ گھرانہ کہ نہ کوئی ارمان پورے کر سکا اپنی عزیز ترین متاع حیات کھو جانے کا الزام کس کو دیتے بے درد زمانے کو دلوں میں بھری جانے والی نفرت کو، اس فرعون صفت احمد ذکو یا کمزور بے قصور ماروی کو۔ مگر اک حقیقت تھی کہ معیز تو اب آنے والا نہ تھا سوچیں کیا حالت ہوئی ہو گی ان والدین کی جنہوں نے پیدائش سے لے کر جوان ہونے تک کیا کیا نہ دکھ اٹھائے ہوں گے۔ اپنا خون جگر دے کر اسے زندگی دی ہو گی، اپنے منہ کا نوالہ اس کی خاطر رکھا ہو گا۔ کس کس قسم کے سپنے نہ دیکھے ہوں گے، کیا خواب اپنی پلکوں پہ سجا رکھے ہوں گے، کون کون سی سوچیں ان کے دل کی گہرائیوں میں بسیرا کر چکی تھیں اور جب اس طرح آن واحد میں ان کے سارے خوابوں کے محل مسمار ہو جائیں ان کے سارے ارمان کچل دیئے جائیں نہ وہ مردے کہلاتے ہیں نہ زندہ معلوم پڑتے ہیں۔ افسوس ہے خود کو دوسروں سے اعلیٰ و برتر تصور کرنے والوں کی سوچ پر کہ کسی کا آنگن اجاڑتے ہوئے اور کسی کی دنیا تاریک کرتے وقت ان کو یہ کیوں بھول جاتا ہے کہ یہ بھی کسی کا بیٹا، کسی کا بھائی، شوہر اور کسی کی پوری دنیا ہے۔ آخر انسان اتنا گر کیوں جاتا ہے کہ شیطان بھی اس کے کارنامے دیکھ کر پناہ مانگتا ہے۔ اسے تو ایسا عمل کرنا چاہئے کہ فرشتے بھی اس پہ ناز کریں۔

معیز کے جانے سے اس کے گھر کا شیرازہ تو بکھرا ہی تھا غموں کے پہاڑ ماروی پر بھی ٹوٹے تھے۔ اک طرف تو اس کا پیار اس کی چاہت اس کی زندگی کا ہمسفر اس کے ساتھ دکھ سکھ شیئر کرنے والا اس کی ہمت بندھانے والا اور جسے اس نے اپنا رفیق سفر مانا تھا جس کے سنگ سو سو امیدیں بندھی تھیں وہ الوداع کہہ چکا تھا اور پھر اس کے سب خوابوں کو چکنا چور کرنے والا کوئی غیر تھوڑا تھا اس کا سگا اور اکلوتا بھائی اس کے والد کا خون اور اس کی ماں کے دل کا سرور احمد وہی احمد جس کو پا کر نہ جانے کتنے دلوں خوشیاں منائی گئیں، اسی نے آج اسی گھر کو حوالہ موت کرنے میں کوئی کسر نہ چھوڑی تھی۔ سب کی خوشیوں کا قتل عام اسی کے ہاتھوں ہوا جاتا تھا۔ ماروی تو دن رات اشک بہا کر خود کو ہلکان کئے ہوئے تھی اب تو اشک بھی اس سے روٹھ سے گئے تھے۔ دن رات بس اک ٹک سے دروازے کی طرف دیکھتے رہنا اب بھی محو انتظار اس کی آنکھیں اس کی دید کے لئے تڑپ رہی تھیں کہ اچانک وہ دروازہ وا کر کے آئے گا اور پھر میں اس سے لپٹ جاؤں گی۔ اس سے لاکھ شکوے کروں گی، اس نے اتنا تڑپانے کا سبب پوچھوں گی۔

قانون کتنے ہی دنوں سے احمد کی تلاش میں سرگرداں تھا کیونکہ موقع پہ موجود کچھ لوگوں نے بہرحال احمد کو پہچان ضرور لیا تھا اب اس کو بھی جان کے لالے پڑ چکے تھے۔ کبھی اس ڈگر تو کبھی اس جو دوست روپے

پیسے کی چمک کی وجہ سے اس کا دم بھرتے تھے اب وہی اس سے کنارہ کش ہو چکے تھے۔ کون تھا جو اس کی خاطر جان جوکھوں میں ڈالتا۔ اسے اب وہ وقت یاد آنے لگا جب یہ طوطا چشمی کرنے والے اس کے بن اک قدم نہ چلتے تھے۔ آج اسے ہی دھتکار رہے ہیں مگر اب کچھ حاصل نہ ہو سکتا تھا۔ صحیح ہے کہ حضرت انسان کو عقل صرف اس وقت آتی ہے جب بہت کچھ لٹ چکا ہو، جب سب کچھ جل کر خاکستر ہوا چاہتا ہو۔ آخر بکرے کی ماں کب تک خیر مناتی ایک خفیہ ٹھکانے میں موجودگی کی خبر ملنے پر قانون حرکت میں آیا مگر اپنے جذباتی پن اور غلط سوچ کی وجہ سے یہاں بھی مات کھا گیا۔ اسے خود کو حوالہ قانون کرنے کی بارہا صدا دی گئی مگر وہ تو کچھ اور ہی سوچ رہا تھا۔ آخر کب تک لڑتا آخر اندھی گولیوں نے اس کا سینہ چھلنی کر دیا۔ ایک اور جان غلط سوچ کی نذر ہونے لگی پھر آخری ہچکی نے سانسوں کا بندھن توڑتے ہوئے اسے موت کی وادی میں دھکیل دیا۔ سب کچھ لٹ گیا نہ انا پرست رہا نہ انا کا شکار ہونے والا۔ چکی کے دو پاٹوں میں کون پسا معصوم ماروی۔ سب مل کر اس کی جستی پہ ہی گھاؤ لگا رہے تھے اس کو سزا ملنے لگی کسی نے دو بول ہمدردی کے بھی بولنے مناسب نہ سمجھے بچے کھچے مال پہ لوگوں نے ہاتھ صاف کرنا اپنا حق سمجھا۔ سب شان و شوکت مٹی کی زینت ہو گئی۔

کچھ دن گزرے نہ تھے حنا نے رخت سفر باندھا اور میکے جا بسی جیسے اسے اس گھر سے کبھی واسطہ ہی نہ پڑا ہو وہ بالکل آزاد سی ہو گئی اپنی مرضی سے اپنی منشا سے کھلی فضاؤں میں اڑنے کے لئے۔ واہ رے عورت تیرے بھی کتنے روپ ہیں، کیسی کیسی طرت کی مالک ہے تو۔ وفا کرنے پہ آئے تو ساری دنیا کی مخالفت بھی تیرا عزم کمزور نہ کر سکے، اپنی چاہت کے لئے دریا عبور کر جائے، صحراؤں کی خاک چھان ڈالے، پہاڑوں کے سینے چیر ڈالے، اپنی جان محبوب پہ وار دے۔ اگر بے وفائی کرے تو سب کچھ برباد کر کے رکھ دے، اپنے ہاتھوں سے زہر کا جام پلا دے۔ کہاں وہ پہلے کی شان و شوکت کہاں ہوئی سب کار و کوٹھیاں اب تو جان بچانے کے لالے پڑے ہوئے تھے نہ دن کی تمیز رہی نہ رات کی خبر بوڑھے والدین جو پہلے ہی موت کی دہلیز پر کھڑے تھے مزید کوئی سانحے کے متحمل نہ ہو سکتے تھے۔ کوئی ہلکا سا دکھ انہیں وادی موت کا راہی بنا سکتا تھا۔ سب کچھ تو لٹ ہی چکا تھا اب تو صرف منتظر کے دست ہی رہ گئے تھے۔ گزرے دنوں کی یادیں تھیں کچھ نشانیاں تھیں اور ظالم تنہائی کا ناگ۔ موت کا اک وقت مقرر ہے آ کر رہے گی مگر ایسے لگ رہا تھا دوسروں کی طرح موت بھی ان سے روٹھ سی گئی ہو۔ دستور زمانہ ہے کہ دکھ اور غم صرف اسی کا ہوتا ہے جس پر گزرا ہو۔ رفتہ رفتہ سب اپنے کاموں میں الجھ گئے کوئی تنہائی کے جن سے رست گریبان تھی تو ماروی کی ذات اب اس کے والدین بھی اس کے سہارے پر تھے، ان کی امیدوں کا محور مرینہ ہی تھی۔

بیٹیاں آخر پھر بھی بیٹیاں ہوتی ہیں اپنے ماں باپ کی عزت و غیرت کا بھرم رکھنے والیں، ان کی ہر خواہش پر آمین کہنے والیں، خود پہ لاکھ ستم برداشت کر کے بھی اپنے والدین کی لاج رکھنے والیں۔ سب قبول ہے مگر ان نیک ذات پر کوئی حرف قطعاً قبول نہیں ہوتا پھر بھلا یہ کیسے ممکن تھا ماروی اس صورت حال میں انہیں تنہا چھوڑتی اس کا جینا مرنا صرف ان کے لئے ہی تھا۔ اس کی ساری کائنات تو انہیں کے دم سے تھی۔ اب ان حالات میں اس کی حاصل کی ہوئی تعلیم اس کے لئے مشعل راہ ثابت ہوئی۔ اچھے مارکس اور بہترین کریکٹر کے سبب اسے گرلز سکول میں ٹیچر کی جاب مل گئی۔ پیٹ کے ایندھن کے لئے یہ اسے اک نعمت کے طور لگی۔ صبح سویرے اٹھنا، گھر کی صفائی کرنا، کھانا بنانا، ان کی ہر ضرورت کی اشیاء مہیا کر کے جلدی جلدی سکول کے لئے نکلنا۔ دن بھر کی تھکاوٹ اور ذہنی آزمائش کے بعد رات گئے تک جاگنا اس کا معمول بن چکا تھا۔ پھر جینا اور مشکل ہوا تو گھر میں ٹیوشن سینٹر کھول کر خود کو اور

مصروف کر لیا۔ لوگوں نے تو کبھی شاید کسی تنہا اور اپنے آپ سے لڑنے والی عورت کو قبول کرنا سیکھا ہی نہیں۔ غلط سوچ من مانے الزام لگاتے ہوئے شرماتے نہیں۔ گھر والوں نے اسے نئے سرے سے زندگی شروع کرنے کا کہہ دیا۔ شادی پر زور لگا کر دیکھ لیا مگر وہ کوئی بات قبول نہیں کر رہی تھی۔ اس کے مطابق وہ اک نئی زندگی شروع کر چکی ہے اس کا سب کچھ معیز ہی تو تھا جس کو وہ کھو چکی ہے۔ اب ساری زندگی اسی کے نام پر رہے گی، اسی سے منسوب ہو کر اسی کی ہو کر کسی اور کی ہو کر وہ اپنی چاہت کے حق پہ ڈاکہ زن نہیں ہو سکتی۔ جب تک سانسیں ہیں صرف معیز اور ماروی وہ دنیا کو کن الفاظ میں باور کروائے کہ جس طرح زندگی اک بار ملتی ہے اسی طرح سچی محبت صرف اک سے ہوتی ہے۔ دلہن صرف ایک بار بننا اچھا لگتا ہے اور وہ اب معیز کی دلہن ہے، اپنے معیز کی اپنے مجازی خدا کی۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ اس کی سانسیں کب تک اس سے وفا کرتی ہیں اور وہ اس جابر دنیا سے کب تک نبرد آزما رہتی ہے اور پھر میرا آپ سب سے یہ سوال بھی ہے کہ کیا ہم اور ہمارا طرز عمل ایسا ہی ہونا چاہئے۔ کیا ماروی جیسی لڑکی کو زندہ رہنے کا کوئی حق نہ ہے اور خدا نہ کرے ایسی صورت حال ہماری بیٹی یا بہن کے ساتھ ہو تو پھر بھی ہم ایسا ہی کریں گے؟ مجھے اپنی رائے سے ضرور نوازیں۔

❖

غزل

تیری خاطر جو روتا ہوں تو یہ میری محبت ہے
جو سوتی رول دیتا ہوں تو یہ میری محبت ہے
تمہاری یاد کی کرنوں کو اکثر آنکھ میں رکھ کر
میں اپنی نیند کھوتا ہوں تو یہ میری محبت ہے
ہوا احساس خوشبو چاندنی کو دیکھ کر اکثر
تیرے دھوکے میں رہتا ہوں تو یہ میری محبت ہے
فلک پہ چاند تاروں کے حسین جھرمٹ کے منظر میں
ترے چہرے کو تکتا ہوں تو یہ میری محبت ہے
میں اپنی زندگی کے سارے جذبوں کو میری جاناں
تمہارے نام کرتا ہوں تو یہ میری محبت ہے
کبھی تو دیکھ لے آ کر پرنس راہ محبت میں
میں خود سے خود ہی لڑتا ہوں تو یہ میری محبت ہے

☆ پرنس عبدالرحمٰن گجر۔ کاوس نین لاچھا

غزل

کچھ اور تو خدا سے نہیں مانگتے ہیں ہم
تم سے جدا نہ ہوں یہ دعا مانگتے ہیں ہم
تیرے لئے زمانے سے ڈرتے نہیں کبھی
ہم ہر جگہ کہیں گے تمہیں چاہتے ہیں ہم
لگتا ہے یہ کہ جھیل کی گہرائی کچھ نہیں
تیری حسین آنکھوں میں جب جھانکتے ہیں ہم
مانگیں اگر وہ جان بھی تو حاضر ہے دوستو!
ان کی کوئی بھی بات کہاں ٹالتے ہیں ہم
سانول ان کا وعدہ ہے آئیں گے کسی شام
ہر رات اس خیال سے اب جاگتے ہیں ہم

☆ فخر سانول۔ کانوی

حسینائیں

ہر طرف ہے بے وفاؤں کا راج
لاہور سرگودھا ہو یا نارووال
آغاز محبت میں ہے وعدوں کی بارش
پھر کر دیتے ہیں غم کے بادل ہزار
گھر بلا کر کرتے ہیں ذلیل خوار
سچا کس پہ کرے اعتبار
آج کل ان اک دور ہے جناب
روز حشر پوچھے گا رب رحیم
تو نہ ان کے چکر میں اے سچا
فریب دینا ہے ان کا کام
یہ حسینائیں کیا ڈرامہ رچاتی ہیں
اپنے آپ کو بے بس مجبور بتاتی ہیں

☆ ایم وائی سچا۔ جدہ

آدابِ محبت

راحت وفا۔ لاہور

بے یقین نگاہوں سے میں نے ایک ایک لفظ پڑھا. تو اس کے خیال میں مجھے آداب محبت کا علم نہیں تھا. میں پاگل تھا جو اس کی عزت کرتا رہا. اس کی عزت کو اپنی عزت سمجھا. اسے داغدار نہیں کیا. مجھے تو چاہئے تھا کہ میں اسے کھلونا سمجھتا جب دل چاہتا کھیلتا اس کی عزت پامال کرتا. جب وہ اپنی عزت میرے حوالے کرنے پر تیار تھی تو میں کیوں عظیم بننے کی کوشش کرتا رہا۔ جب حسن لٹنے پر راضی ہو تو عشق کو لوٹنے پر اعتراض کرنا ہی نہیں چاہئے تھا. آداب محبت یہ نہیں ہے کہ محبوب کی عزت کی جائے. پاکیزہ محبت کی جائے۔ محبت کے آداب تو یہ ہیں کہ محبوب کو روندھ دیا جائے۔ میں رونے لگا روتا رہا. ایک مرد ہو کر روتا رہا، اپنی ناکام محبت کا نوحہ کرتا رہا اور رات گزرتی رہی --- ایک سچی کہانی

اس کہانی میں شامل تمام کرداروں اور مقامات کے نام فرضی ہیں۔

جب آنکھیں بجھ کر راکھ ہوئیں
جب دل کا حوالہ سرد پڑا
جب شامِ ہجر کے صحرا میں
خوابوں کے ستارے ریت ہوئے
اُس وقت مجھے محسوس ہوا
جس عشق میں ساری عمر گئی
شاید وہ نظر کا دھوکا تھا

عشق کیا ہے؟
عشق......جلا کر راکھ کر دینے والی آگ
عشق......اپنی ذات سے دستبرداری کا اعلان
عشق......اپنی گمشدگی کا اعتراف
عشق ہو جائے تو زندگی محبوب کی نظر کے ساتھ ساتھ سفر کرتی ہے۔ محبوب مہربان تو زندگی گلاب محبوب نگاہ پھیرنے تو جسم و جاں میں کانٹے اگ آتے ہیں۔ مجھے بھی اس سے ایسا ہی عشق تھا۔ فنا کر دینے والا۔ میں نے خود کو مٹا ڈالا، اپنی ہستی کا غرور اس کے قدموں میں رکھ دیا۔ عشق کا ہر امتحان ہنس کر پورا کیا۔ میں میں نہ رہا تھا اس کے رنگ میں ڈھل گیا تھا کیونکہ میں نے عشق کیا تھا۔

دل کی رگ رگ نچوڑ لیتا ہے
عشق میں یہ بڑی مصیبت ہے

میرا نام فیصل ہے۔ میں نے ایک مڈل کلاس گھرانے میں آنکھ کھولی۔ ایک بھائی اور بہن سے میں چھوٹا تھا۔ ضلع شیخوپورہ کے ایک گاؤں سے میرا تعلق ہے۔ تھوڑی سی زمین کی آمدنی تھی اس کے علاوہ والد صاحب کی گاؤں میں کریانے کی دکان تھی۔ بڑا بھائی ابا کے ساتھ دکان پر ہوتا تھا۔ جس وقت میں نے گاؤں کیا سکول سے میٹرک کیا بڑے بھائی اور بہن کی شادی ہو چکی تھی۔ میں گھر میں چھوٹا اور لاڈلہ تھا۔ آگے پڑھنے کا بہت شوق تھا مجھے اور میں ذہین بھی تھا۔ میرے اتنے

اچھے نمبر آئے تھے کہ لاہور کے کسی بھی کالج میں مجھے داخلہ مل سکتا تھا۔ رہائش کے لئے ہوسٹل بھی تھے۔ اگرچہ لاہور میں ہمارے کافی رشتے دار تھے مگر میں کسی پر بوجھ نہیں بننا چاہتا تھا۔ آخر گھر والے راضی ہو گئے اور میں نے لاہور کے ایک گورنمنٹ کالج میں داخلہ لے لیا اور اسی کالج کے ہوسٹل میں رہائش کا بھی انتظام ہو گیا اور یوں میں فرسٹ ائیر میں پڑھنے لگا۔ پندرہ دن بعد گھر والوں سے ملنے چلا جاتا تھا۔ میں عام سا سیدھا سادہ نوجوان تھا، دوسرے لفظوں میں کہا جائے تو پینڈو تھا۔ گاؤں میں رہنے والے لباس بدل بھی لیں، زبان بھی درست کر لیں پھر بھی ایک چھاپ ہوتی ہے گاؤں کی جو کہ بہت عرصہ رہتی ہے اور دیکھنے والے کو صاف محسوس ہوتی ہے۔ میں خوبصورت اور اونچا لمبا تھا، یار دوست کہتے تھے میری آنکھیں بہت خوبصورت ہیں مگر میں شرمیلا سا تھا۔ خاص طور پر لڑکیوں سے زیادہ بات کرنے سے گھبراتا تھا۔ کالج میں بھی کسی سے دوستی نہ ہوئی، میرا ہوسٹل میں روم میٹ بھی گاؤں کا ہی تھا۔ ہم دونوں ہی آپس میں دوست تھے۔ لاہور کے ایک اچھے علاقے میں میری ایک دور کی خالہ رہتی تھیں۔ میں نے اکثر انہیں اپنے گھر آتے دیکھا تھا وہ امی کی کزن تھیں۔ امی اور ابا بھی ان کے گھر جاتے رہتے تھے۔ مگر نہ تو کبھی ان کے بچے ہمارے گھر آئے تھے اور نہ ہی امی کبھی ہمیں ان کے گھر لے کر گئی تھیں۔ اس بار میں گھر والوں سے ملنے گیا تو امی نے واپسی پر کچھ چیزیں مجھے دیتے ہوئے کہا کہ میں خالہ کے گھر دے آؤں۔ میں نے ایڈریس لیا اور ہفتے کی شام کو ان کے گھر چلا گیا۔

خالہ بہت پیار سے ملیں۔ ان کا گھر بہت خوبصورت تھا۔ خالو واپڈا میں کام کرتے تھے۔ ان کی ایک بیٹی اور ایک بیٹا تھا۔ دونوں بچے بہت پر اعتماد اور فرینک تھے۔ لڑکا آٹھویں کلاس میں اور لڑکی جس کا نام حنا تھا وہ میٹرک میں پڑھ رہی تھی۔ میں مرعوب سا ان کے گھر بیٹھا رہا۔ خالہ نے مجھے کھانا کھائے بغیر نہیں آنے دیا اور وعدہ بھی لیا کہ ویک اینڈ پر میں ان کے گھر آ جاؤں گا جبکہ وہ مجھے ہوسٹل چھوڑ کر اپنے گھر رہنے کو کہہ رہی تھیں۔ میں نے معذرت کر لی اور پڑھنے کا بہانہ کر دیا کہ ہوسٹل میں دوستوں کے ساتھ مل کر پڑھتا ہوں۔ خالہ کا بیٹا جس کا نام نیپو تھا وہ مجھے اپنے کمرے میں لے گیا۔ وہاں کمپیوٹر پر مختلف گیمز اور گانے وغیرہ دکھانے لگا۔ میں حیران ہو رہا تھا کہ چھوٹا سا لڑکا کتنی مہارت سے کمپیوٹر چلا رہا تھا۔ پھر حنا بھی وہیں آ گئی دونوں مجھ سے باتیں کرتے رہے۔ میں حنا سے نظر جھکا کر بات کر رہا تھا، وہ اس قدر خوبصورت تھی کہ اس کے چہرے پر نظر نہیں ٹھہرتی تھی۔ گلابی رنگ جیسے دودھ میں گلال ملا ہو، سیاہ بال، سیاہ لمبی پلکوں والی آنکھیں، وہ اتنا خوبصورت ہستی تھی کہ دل کو کچھ ہونے لگتا تھا۔ میں تو پہلی ملاقات میں ہی گھائل ہو گیا۔

آنکھوں میں آئے چپکے سے روح میں اتر گئے
بندہ نواز آپ تو حد سے گزر گئے

وہ میری زندگی کی پہلی رات تھی جو میں نے جاگ کر گزاری۔ رات بھر حنا کا چہرہ اور سراپا میری آنکھوں میں ٹھہرا رہا۔ کروٹیں بدل بدل کر میں تھک گیا۔ اس کی ہنسی دوپٹہ کا لاپرواہ انداز، اس کی باتیں مجھے یاد آتی رہیں۔ پہلی نظر کا عشق سنا تو تھا آج پتہ چل گیا تھا۔ میں عمر کے اس دور میں تھا جب مخالف جنس سے کشش محسوس ہوتی ہے۔ کسی کے دل میں اپنے اور کسی کو دل میں رکھنے کو جی چاہتا ہے۔ میری حالت عجیب سی ہو گئی تھی۔ کھویا کھویا رہنے لگا تھا۔ کم گو تو پہلے بھی تھا اب تو دوسروں سے بہت مختصر بات کرتا۔ کتاب پر اسی کا چہرہ دکھائی دیتا تھا۔ ایک ہفتہ میں نے بڑی مشکلوں سے کاٹا اور ویک اینڈ پر دوبارہ در یار پر دستک دے دی۔

دروازہ اسی دشمن جاں نے کھولا۔ اسے دیکھتے ہی لفظ کہیں کھو گئے بمشکل سلام کیا۔ خالہ بہت خوش ہوئیں۔ نیپو اور خالو گھر نہیں تھے۔ خالہ میرے لئے چائے وغیرہ بنانے باورچی خانے میں چلی گئیں۔ حنا میرے سامنے بیٹھی باتیں کرنے لگی۔ وہ وقت وہ لمحے بہت حسین تھے، میں اسے دیکھ رہا تھا۔ وہ مجھ سے مخاطب تھی، میرے

ساتھ ہنس ہنس کر باتیں کر رہی تھی۔ میں اپنے آپ کو بہت خوش قسمت سمجھ رہا تھا۔ اب اکثر میں ان کے گھر جانے لگا تھا مگر دل کی بات نہ کہہ سکا اب مجھ میں کافی اعتماد آ گیا تھا۔ پھر بھی اس کے سامنے زبان رک جاتی تھی۔ خوف تھا کہ اگر اس نے میری محبت ٹھکرا دی تو میں مر جاؤں گا۔ اس کے دل میں کیا تھا میں نہیں جانتا تھا لڑکیاں ویسے بھی بہت گہری ہوتی ہیں۔ دل کا بھید نہیں بتاتیں اور میں نے یہ بھی سنا تھا کہ لڑکی مرد کے معاملے میں حس بہت تیز ہوتی ہے وہ سامنے والے مرد کی آنکھوں سے جان جاتی ہے کہ اس کے دل میں لڑکی کے لئے کیا ہے۔ اب پتہ نہیں وہ جان بوجھ کر انجان بن رہی تھی یا اسے احساس نہیں ہوا تھا۔ میں تو اس کی چاہت میں گھلتا جا رہا تھا۔ پڑھائی میں بھی کم ہی دل لگتا تھا۔ گھر والوں سے ملنے بھی کم جاتا تھا۔ چھ ماہ اسی طرح گزر گئے، میں اظہار محبت نہ کر سکا، اسے نہ کہہ سکا کہ اے حسین آنکھوں والی لڑکی تم میرے روم روم میں بس گئی ہو۔ تمہاری آنکھوں نے مجھے پاگل کر دیا ہے۔ میں تمہارے عشق کی آگ میں جل رہا ہوں۔ کیا میری اس آگ کی ذرا سی بھی تپش تم تک نہیں پہنچی۔ مگر میں کچھ نہ کہہ سکا۔ اسی خوف سے کہ اس نے ٹھکرا دیا تو اسے دیکھنے اس سے بات کرنے سے بھی محروم ہو جاؤں گا۔

ایک شام اس کے گھر گیا تو پتہ چلا خالہ اور خالو کسی عزیز سے ملنے گئے ہیں۔ نیپو بھی دوستوں کے ساتھ باہر نکل گیا۔ ہم دونوں اکیلے تھے وہ چائے بنا لائی۔ میں چپ چاپ چائے پینے لگا۔ کیا بات ہے فیصل آپ کچھ پریشان ہیں۔ اس نے پوچھا۔ نہیں میں ٹھیک ہوں۔ میں نے جواب دیا۔ چائے پی کر وہ باورچی خانے میں چلی گئی جہاں میں بیٹھا تھا وہیں اس کی اور نیپو کی کتابیں پڑی ہوئی تھیں۔ میں نے ایک کاپی اور پن لیا اور ایک صفحے پر حال دل لکھنے لگا۔

تم کو جو سنانی ہے ...... بات گو ذرا سی ہے ...... بات عمر بھر کی ہے ...... عمر بھر کی باتیں کب دو گھڑی میں ہوتی ہیں ...... درد کے سمندر میں ان گنت جزیرے ہیں بے شمار موتی ہیں ...... زندگی سے لمبی ہے ... بات رتجگے کی ہے ...... راستے میں کیسے ہو ...... بات تخلیے کی ہے ...... تخلیے کی باتوں میں گفتگو اضافی ہے ...... پیار کرنے والوں کو اک نگاہ کافی ہے ...... ہو سکے تو سن جاؤ ...... آ کر کبھی اکیلے میں ...... تم سے کیا کہیں جاناں! ...... اس قدر جھمیلے میں

دل کی بات کاغذ پر لکھ کر میں نے صفحہ پھاڑا، اتنی دیر میں وہ چلی آئی۔ میں چلتا ہوں۔ میں نے یہ کہا اور حیران کھڑی حنا کے ہاتھ میں کاغذ پکڑا کر تیزی سے باہر آ گیا۔ میرے سارے جسم سے پسینہ پھوٹ نکلا تھا۔ اگلے سات دن میں نے بہت بے چینی میں گزارے۔ پتہ نہیں اس کا رد عمل کیا ہو گا۔ ویک اینڈ پر دھڑکتا دل لئے میں خالہ کے گھر پہنچا۔ حنا مجھے نظر نہیں آئی شاید بازار گئی ہوئی تھی۔ میں نیپو کے ساتھ کمپیوٹر پر گیم کھیلنے لگا۔ باہر سے حنا کی آواز آئی تو میرا دل جیسے حلق میں آ گیا۔ وہ اندر آئی مجھے سلام کیا بالکل نارمل انداز پہلے جیسا۔ میں نے ذرا غور سے اسے دیکھا اس کے چہرے پر کوئی بات محسوس نہیں ہوئی۔ میرا دل بجھ سا گیا شاید اس نے میرے لفظوں کو اس قابل ہی نہیں سمجھا تھا کہ غور کرتی یا کوئی رد عمل ظاہر کرتی۔ احساس شرمندگی نے مجھے اپنی ہی نظر میں گرا دیا۔ بات میرے دل میں تھی تو اچھا تھا بتا کر کیا ملا۔ میں نے اپنے آپ کو ملامت کی۔ کہاں وہ شہر کی ماڈرن لڑکی اور کہاں میں پینڈو سا لڑکا۔ اس کے اپنے کزن اتنے ماڈرن تھے میں اکثر سے ملا تھا گھر پر آئے ہوئے تھے۔ خوبصورت فیشن ایبل بولڈ ان کے ہوتے ہوئے وہ ایک دور کے رشتے دار گاؤں کے رہنے والے کو کیا اہمیت دیتی۔

ذرا سا دھیان رکھ لینا میری پہلی محبت ہے
وفا کا مان رکھ لینا میری پہلی محبت ہے

کھانے کے بعد میں نے خالہ سے جانے کی اجازت لی۔ ٹھہریں میں چائے لاتی ہوں۔ ایک کپ چائے پی کر جائیے گا۔ حنا نے کہا تو میں بیٹھ گیا۔ وہ چائے لے کر آئی میں ڈرائنگ روم میں بیٹھا تھا وہ میرے سامنے بیٹھ گئی۔

اپنے سوال کا جواب لئے بغیر چلے جائیں گے۔ اس نے اچانک پوچھا۔ جی میں حیران سا اسے دیکھ رہا تھا۔ وہ مسکرا رہی تھی جو سوال پچھلی بار آپ میرے لئے چھوڑ گئے تھے اس کا جواب تو سن لیں۔ میں نے سر جھکا لیا وہ میرا مذاق اڑا رہی تھی۔ فیصل! سوال محبت کا ہو تو اس کا جواب بھلا محبت کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے۔ آپ کو میری آنکھوں سے کبھی نہیں لگا کہ آپ میرے لئے بہت اہم ہیں۔ میں تو ششدر رہ گیا کتنی ناقابل یقین بات تھی وہ بھی میری محبت میں گرفتار تھی۔ محبت کا اظہار مرد کو ہی کرنا چاہئے، یہ عورت کا حق ہے، میں تو آپ کی منتظر تھی۔ اس نے کہا۔ ہماری نظریں ملیں اور ہم دونوں مسکرا دیئے۔

محبت خواب کی صورت ..... نگاہوں میں اترتی ہے ..... کسی ماہتاب کی صورت ..... ستارے آرزو کے اس طرح سے جھلملاتے ہیں ..... کہ پہچانی نہیں جاتی ..... دل بے تاب کی صورت

حنا کی محبت کیا ملی زندگی حسین ہوگئی۔ رنگ ہی رنگ بکھر گئے چارسو۔ ہم دونوں بہت خوش تھے۔ حنا کے انگ انگ سے محبت جھلکتی تھی۔ خالہ خالو نے ہماری بڑھتی بے تکلفی پر کوئی اعتراض نہیں کیا تھا یا تو وہ بہت بولڈ تھے یا پھر وہ عادی تھے کیونکہ حنا کے پھوپھو اور ماموں کے بیٹے اکثر میں نے ان کے گھر کے لئے تھے۔ سب ایک دوسرے سے بے تکلف تھے اور مجھے فخر محسوس ہوتا تھا کہ حنا نے اپنے کزنز کو اس قابل نہیں سمجھا تھا اور مجھے اپنی محبت کا شرف بخشا تھا۔ خالہ اور خالو کے رویے کو دیکھتے ہوئے مجھے امید تھی کہ انہیں میرے اور حنا کے رشتے پر اعتراض نہیں ہوگا۔

دن گزرتے گئے ہماری محبت بڑھتی جا رہی تھی۔ میں نے فرسٹ ایئر پاس کیا اور حنا نے میٹرک بہت اچھے نمبروں میں پاس کرلیا۔ حنا نے مجھ سے کہا کہ وہ میرے ساتھ اکیلے باہر جانا چاہتی ہے۔ میں بھلا اس کی بات ٹال سکتا تھا۔ کالج سے چھٹی کی اور ایک دوست کی موٹر سائیکل لے کر مقررہ جگہ پہنچ گیا۔ کچھ دیر بعد چادر میں لپٹی ہوئی حنا بھی آگئی۔ وہ سارا دن شام تک ہم دونوں نے ساتھ گزارا۔ دوپہر کو ایک اچھے ہوٹل میں پہنچ گیا۔ خوبصورت جگہوں پہ گھومے، شاپنگ کی۔ میں نے حنا کو پاس ہونے کی خوشی میں ایک خوبصورت ریڈ اینڈ بلیک کلر کامبی نیشن کا ریڈی میڈ سوٹ لے کر دیا۔ ساتھ میچنگ جوتے اور جیولری بھی، وہ بہت خوش تھی۔ عورت ساتھ ہو تو مرد اپنے آپ کو بادشاہ سمجھنے لگتا ہے اور وہ سارا دن میں بادشاہ ہی تھا۔ اپنی حسین ملکہ کے ساتھ خوشیوں کے رتھ پر جیسے اڑا جا رہا تھا۔ واپسی پر میں نے اسے گجرے بھی لے کر دیئے، وہ تو نہال ہوگئی۔ گھر سے کچھ دور میں نے اسے اتار دیا۔ تھینک یو فیصل! آپ دنیا کے سب سے اچھے انسان ہیں۔ میں آپ کو تمام عمر چاہوں گی یہ الفاظ کہہ کر وہ آگے چل پڑی اور میں ان لفظوں کے حصار میں کتنی دیر کھویا رہا۔

ہاتھ دیا اس نے میرے ہاتھ میں
میں تو ولی بن گیا اک رات میں

کامن سائیکالوجی ہے کہ مرد سراہنا چاہتا ہے اور عورت سراہے جانے کو پسند کرتی ہے اور حنا میں یہ خواہش بہت شدید تھی۔ وہ چاہتی تھی کہ میں جب بھی اس سے ملوں اس کی تعریفیں کروں۔ اس کے لب و رخسار کی، سیاہ زلفوں اور سراپا کی، شان میں قصیدہ پڑھوں۔ میں اظہار تو کرتا تھا مگر آنکھوں کی زبان سے زیادہ کرتا تھا۔ رعب حسن تھا یا جذبوں کی شدت کہ تنہائی میں اسے صرف دیکھنا مجھے اچھا لگتا تھا۔ میرا دل چاہتا تھا کہ میں اسے سامنے بٹھا کر دیکھتا رہوں۔

حنا کی کامیابی کی خالہ نے پارٹی دی تھی۔ ان کے بھی رشتہ دار تھے۔ میں دوپہر کو ہی ادھر چلا گیا تھا۔ سب مل کر تیاری کر رہے تھے۔ گرمیوں کے دن تھے پارٹی کا انتظام چھت پر تھا۔ مہمانوں کے آنے سے پہلے میں تیار تھا۔ حنا اپنے کمرے میں تیار ہو رہی تھی۔ خالہ اور خالو کچھ ضروری سامان لینے قریبی بازار گئے تھے۔ نیپو بھی گھر پر نہیں تھا۔ میں نے حنا سے کہا تھا کہ تیار ہو کر سب سے پہلے مجھے دکھائے۔ میں نیپو کے کمرے میں کمپیوٹر پر بیٹھا تھا کہ وہ اندر آئی میں تو دیکھتا

ہی رہ گیا۔ میرے گفٹ کئے ہوئے کپڑوں، جیولری اور چوڑیوں کے ساتھ کھلے بال پشت پر بکھرائے وہ آسمان سے اتری کوئی اپسرا لگ رہی تھی۔ وہ میرے سامنے کھڑی تھی۔ میں آگے بڑھا اس کے دونوں ہاتھ تھام لئے اس نے نظریں اٹھا کر میری طرف دیکھا تو لگا میرا وجود پانی ہوگیا ہے۔ میں اس کی آنکھوں سے چھلکتے جذبوں کی شدت سے پگھلنے لگا۔ اس کا چہرہ میرے بالکل سامنے تھا۔ کمرے میں جیسے فسوں سا پھیلنے لگا تھا۔

خاموشیوں کے لہجے میں شدت سی آگئی
چہرہ تمام زاویوں سے بولتا رہا

اس نے سر جھکا لیا۔ کھلے بال چہرے پر آگئے، بے اختیار ہی میں نے اس کے بال پیچھے ہٹائے میرے ہاتھوں کے لمس نے اس کے سارے وجود میں لرزش پیدا کردی تھی۔ دوسرے ہی لمحے وہ میرے سینے سے آلگی۔ اس سے پہلے بھی کئی بار ہم ایک دوسرے کے قریب ہوئے تھے مگر اتنی قربت کبھی نہ ہوئی تھی۔ اس کے سانسوں کی آواز میرے سینے سے آنے لگی تھی۔ بے خودی اور نشہ کی سی کیفیت نے مجھے اپنے گھیرے میں لے لیا۔ وہ جیسے میرے وجود میں سمائی جا رہی تھی۔ اس کی شدت اور دیوانگی نے ایک لمحے کو تو مجھے سب کچھ بھلا دیا۔ مگر جیسے اچانک اندھیرے میں روشنی کا ایک شعلہ سا چمکا۔ اس سے پہلے کہ ہم دیوانگی کی حد سے گزر جاتے۔ گناہ کی تمام حدوں کو پار کر جاتے۔ مجھے اپنی ماں کا چہرہ نظر آگیا۔ خالہ کی محبت اور مجھ پر اعتبار یاد آگیا۔ میں نے حنا کو پیچھے کی طرف دھکیلا مگر وہ مجھ سے اور شدت سے لپٹ گئی۔ حنا ہوش کرو۔ میں نے سختی سے اسے پیچھے کی طرف کیا۔ چلو خالہ آگئی ہیں۔ میں نے اس کے بال ٹھیک کرتے ہوئے کہا۔ اس نے میری طرف دیکھا اس کی نظروں میں عجیب سی کیفیت تھی۔ میں بمشکل مسکرا لیا۔ اب اور انتظار نہیں ہوتا، اب گھر جاؤں گا تو امی ابا کو ساتھ لاؤں گا۔ میں نے اپنے آپ کو نارمل کرتے ہوئے کہا۔ اس کی سانسیں ابھی قابو میں نہیں تھیں میں نے یہی بہتر سمجھا کہ وہاں سے ہٹ جاؤں۔ میں دیکھوں خالہ خالو دکھ رہ گئے ہیں۔ میں تیزی سے کمرے سے باہر نکل آیا۔ گھر سے بھی باہر آ کر میں ایک طرف کھڑا ہو گیا۔ اپنے آپ کو نارمل کرنے لگا۔ شکر ہے خدا کا کتنے بڑے گناہ سے بچ گیا اگر کچھ ہو جاتا تو حنا کے سامنے نظریں نہ اٹھا پاتا۔ خالہ اور خالو گھر آگئے تو میں بھی اندر آگیا۔

حنا مجھے نظر نہیں آئی۔ لگتا ہے وہ بھی اپنی بے خودی پر شرمندہ ہے اسی لئے میرے سامنے نہیں آ رہی۔ میں نے سوچا پھر مہمان آنا شروع ہو گئے۔ ہلہ گلہ شروع ہو گیا، حنا کو میں نے دیکھا تو وہ اپنے گفٹ ایک طرف رکھ رہی تھی۔ میں اس کے قریب گیا۔ آج تو بہت مالدار ہو گئی ہو تم اتنے ڈھیر سارے گفٹ ملے ہیں تمہیں۔ میں نے مذاق کیا اس نے کوئی جواب نہ دیا اس کا چہرہ بھی سپاٹ تھا۔ کیا بات ہے تمہاری طبیعت تو ٹھیک ہے؟ میں نے پوچھا تو وہ بنا جواب دیئے دوسری طرف چلی گئی۔ میں تو حیران رہ گیا اس کا رویہ مجھے بہت عجیب لگا۔ پھر کھانے کا بلاوہ آگیا۔ سب کھانا کھانے لگے۔ مہمان رخصت ہو گئے، سب گھر والے بیٹھے تھے میں نے حنا سے کہا۔ آؤ گفٹ کھولتے ہیں دیکھیں تو سہی کیا کچھ ملا ہے۔ میری بات پر اس نے بڑی کاٹ دار نظروں سے مجھے دیکھا اور خالہ سے مخاطب ہو کر بولی۔ مجھے بہت نیند آ رہی ہے اور کمرے سے باہر چلی گئی۔ میں شرمندہ سا کھڑا رہ گیا۔ تھوڑی دیر بعد میں بھی ہوسٹل آگیا۔ میرا دل بہت پریشان تھا آخر حنا مجھ سے کیوں ناراض تھی۔ میں اس کے قریب ہوا تھا مگر میں نے حد سے بڑھنے کی کوشش نہیں کی پھر وہ بھی تو مدہوش تھی شاید اسے میرا اس قدر قریب آنا اچھا نہیں لگا۔ وہ مجھے برا لڑکا سمجھ رہی تھی۔

پھر اگلے کئی دن تک میں بہانے سے کئی بار اس کے گھر گیا وہ کسی نہ کسی بہانے سے ادھر سے چلی جاتی تھی۔ مجھے معافی مانگنے کا بھی موقع نہیں دے رہی تھی۔ آخر ایک دن میں نے اسے روک ہی لیا۔ خالہ کچن میں تھیں۔ وہ اپنے کمرے میں تھی۔ میں اجازت لئے بغیر

اس کے کمرے میں داخل ہوا۔ وہ بیڈ پر لیٹی ہوئی تھی مجھے دیکھ کر اٹھی اور باہر جانے لگی۔ میں نے اس کا بازو پکڑ لیا۔ حنا میری بات سنو۔ مجھ سے غلطی ہو گئی مجھے تمہارے اتنے قریب نہیں آنا چاہئے تھا۔ بس جذبات کی شدت میں کچھ خیال نہ رہا تمہیں برا لگا مجھے معاف کر دو۔ اس نے ایک جھٹکے سے اپنا بازو چھڑا لیا۔ آئندہ مجھ سے بات کرنے کی کوشش نہ کرنا ورنہ ابو سے کہہ کر گھر سے نکلوا دوں گی۔ اس کے لہجے میں اتنی نفرت تھی کہ میں سن ہو گیا۔ تم نے میری توہین کی ہے۔ وہ جیسے پھنکاری تھی۔ کتنے لڑکے میری ایک نظر کرم کے لئے ترستے ہیں اور تم...... تم نے مجھے دھکا دیا، پیچھے ہٹا دیا میرے جذبات کی توہین کی۔ اس نے کہا تو میں تو ششدر رہ گیا۔ میں تو سمجھ رہا تھا کہ وہ میرے قریب آنے پر ناخوش تھی، اب پتہ چلا کہ وہ تو اپنے روکے جانے پر خفا تھا۔ دیکھو حنا! میں نے اس لئے تمہیں پیچھے کیا تھا کہ تم جذباتی ہو رہی تھیں۔ میں کوئی گناہ نہ کرنا چاہتا تھا۔ میں تمہیں آلودہ کرنے کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔ اس لئے...... اس لئے...... وہ پھر چیخی۔ اگر کچھ ہو رہا تھا تو میری رضامندی سے ہونے جا رہا تھا، تم نے مجھے اتنا حقیر سمجھا کہ مجھے دھکا دے کر ہٹا دیا، مجھے چھوڑ کر باہر چلے گئے، میری توہین کر کے اب معصوم بن رہے ہو۔ مجھے تم سے نفرت ہے، اب میرا اور تمہارا کوئی رشتہ نہیں ہے یہاں مت آیا کرو۔ وہ مجھے ایک طرف کر کے باہر چلی گئی اور میں وہیں کھڑا سوچتا رہ گیا کہ حنا کیا کہہ گئی ہے۔

سنو تم راز ہو اپنا، تمہیں افشاء نہیں کرتے
جسے شفاف رکھنا ہو، اسے میلا نہیں کرتے

میں نے محبت کو داغدار نہیں ہونے دیا تھا۔ ایک لڑکی جو میری محبت تھی اسے کیسے میلا کر سکتا تھا میں اور پھر محبت تو نہیں ہوس ہوئی اور وہ مجھ سے اسی بات پر ناراض تھی کہ میں نے اسے میلا کیوں نہیں کیا تھا۔ یہ عورتیں کتنی عجیب ہوتی ہیں۔ عورت کو سمجھنا مشکل ہی نہیں ناممکن ہے۔ عورتیں تو عزت کی خاطر جان داؤ پر لگا دیتی ہیں اور وہ عزت نہ لٹنے پر خفا تھی۔ اسے توہین محسوس ہو رہی تھی کہ میں نے اسے پیچھے کیا، اس کی خواہشات کا غلام نہیں بنا۔

پھر اس کے بعد میں کئی بار اس سے ملا معافی مانگی، جلد از جلد اپنے گھر والوں کو لانے کی بات کہی۔ میں چاہتا تھا جلد ہم میاں بیوی بن جائیں مگر وہ ٹس سے مس نہ ہوئی۔ پھر اس کے ایک کزن ندیم کا ان کے گھر بہت زیادہ آنا جانا ہونے لگا۔ اکثر وہ موٹر سائیکل پر اس کے ساتھ کہیں نہ کہیں آ جا رہی ہوتی۔ میں جانتا تھا وہ مجھے چڑا رہی تھی۔ ایک شام میں خالہ کے گھر گیا تھا کہ ندیم آ گیا، کمرے سے حنا خوبصورت لباس میں ملبوس نکلی۔ چلو ندیم۔ ندیم خالہ کو خدا حافظ کہہ کر باہر نکل گیا۔ حنا میں نے اسے آواز دی اس نے پلٹ کر میری طرف دیکھا۔ میں آگے بڑھا اور اس کے قدموں میں بیٹھ گیا۔ ایک مرد کی شان عزت نفس عزت وقار سب کچھ میں نے حنا کے پیروں میں رکھ دیا۔ مجھے معاف کر دو۔ میں تمہارے بغیر مر جاؤں گا۔ سیاہ چپل میں گورے گورے گلابی پاؤں پر میں نے اپنے ہاتھ رکھ کر کہا۔ وہ مسکرائی اور پیچھے ہٹی پھر اپنے کمرے میں چلی گئی۔ خالہ شاید باتھ روم میں تھیں حنا باہر آئی اس کے ہاتھ میں ایک کاغذ تھا۔ اس نے میری طرف پھینکا۔ آج کے بعد یہاں مت آنا ورنہ میں تم پر کوئی الزام لگا کر ابو سے ذلیل کروا کر نکلواؤں گی۔ وہ نفرت سے بولی اور باہر چلی گئی۔ میں نے کاغذ اٹھایا اور گھر سے باہر آ گیا۔ حنا ندیم کے ساتھ موٹر سائیکل پر بیٹھی تھی اس کے بازو ندیم کی کمر کے گرد حمائل تھے۔ میرے سامنے وہ چلے گئے۔ میں تہی داماں سا کھڑا رہ گیا۔ محبت کے ساتھ ساتھ میں نے آج اپنا وقار عزت مردانہ انا بھی ہار دی تھی۔ میں بالکل خالی ہو گیا تھا۔ ذلت اور بے بسی کے احساس سے میں پانی پانی ہو رہا تھا۔ اپنی عزت ایک بے وقوف اور سنگ دل لڑکی کے قدموں میں رکھ دی تھی۔ مجھے پچھتاووں نے گھیر لیا۔ میں تھکے قدموں سے ہوسٹل آ گیا۔ محبت کی وہ دنیا میرے لئے خوبصورت زندگی کا

پیام لائی تھی وہ اجڑ چکی تھی۔ کپڑے بدلنے لگا تو پینٹ کی جیب سے وہ کاغذ نکلا جو حنا نے میری طرف پھینکا تھا۔ میں نے کھولا۔

تم محبت کے آداب سے واقف نہیں
تمہارے جذبوں میں اتنی شدت نہیں
تمہارے لمس میں اتنی حدت نہیں
جتنی ہم چاہتے ہیں، تمہیں کون سکھائے آداب محبت

بے یقین نگاہوں سے میں نے ایک ایک لفظ پڑھا۔ تو اس کے خیال میں مجھے آداب محبت کا علم نہیں تھا۔ میں پاگل تھا جو اس کی عزت کرتا رہا۔ اس کی عزت کو اپنی عزت سمجھا۔ اسے داغدار نہیں کیا۔ مجھے تو چاہئے تھا کہ میں اسے کھلونا سمجھتا جب دل چاہتا کھیلتا اس کی عزت پامال کرتا۔ جب وہ اپنی عزت میرے حوالے کرنے پر تیار تھی تو میں کیوں عظیم بننے کی کوشش کرتا رہا۔ جب حسن لٹنے پر راضی ہو تو عشق کو لوٹنے پر اعتراض کرنا ہی نہیں چاہئے تھا۔ آداب محبت یہ نہیں ہے کہ محبوب کی عزت کی جائے۔ پاکیزہ محبت کی جائے۔ محبت کے آداب تو یہ ہیں کہ محبوب کو روند دیا جائے۔ میں رونے لگا روتا رہا۔ ایک مرد ہو کر روتا رہا، اپنی ناکام محبت کا نوحہ کرتا رہا اور رات گزرتی رہی۔

میں نے خالہ کے گھر جانا بالکل چھوڑ دیا۔ پڑھائی سے دل اچاٹ ہو گیا تھا مگر ایک سنگدل لڑکی کی خاطر میں والدین کے خواب مٹی نہیں کرنا چاہتا تھا۔ سو ہزار دقتوں سے ٹوٹے دل کے ساتھ ایف اے مکمل کیا اور گاؤں آ گیا۔ میں نے پرائیویٹ پڑھائی کا سلسلہ شروع کیا اور گاؤں میں چھوٹے سے پیمانے پر ایک ٹیوشن سینٹر کھول لیا جو کہ آہستہ آہستہ ترقی کرنے لگا۔ دل کا وہ کونا جو محبت کا ڈسا ہوا تھا برباد ہی رہا۔ مصنوعی ہنسی اور کاموں میں وقت کاٹتا رہا۔ پھر اس کے بعد بہت سے ہاتھ میری طرف بڑھے تھے۔ بہت سی آنکھوں نے محبت کے پیغامات دیئے تھے مگر میں پتھر ہو چکا تھا۔ محبت سے میرا اعتماد اٹھ چکا تھا۔

کچھ عشق تھا...... کچھ مجبوری تھی...... سو میں نے
جیون...... ہار دیا۔ میں کیسا زندہ آدمی تھا...... ایک
شخص نے مجھ کو مار دیا

میں سب پڑھنے والوں سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ کیا میں قصوروار ہوں، کیا محبت کرنے کا طریقہ غلط تھا میرا، کیا میں آداب محبت سے واقف نہ تھا۔ میں دوبارہ حنا سے نہیں ملا مگر میں نے خاندان سے اڑتی اڑتی خبریں سنی تھیں کہ حنا بہت بے باک ہے اس کی ریپوٹیشن خراب ہو چکی تھی۔ شاید اسے آداب محبت سمجھنے والے اور سیکھے ہوئے لوگ مل رہے تھے جو اسے بھی آداب محبت زیادہ سے زیادہ سکھا چکے تھے۔ عورت کو بزرگوں نے پہیلی کا نام درست دیا ہے، اس کی کوئی سمجھ نہیں آتی، کوئی عورت عزت پر جان وار دیتی ہے اور کوئی عورت حنا جیسی عزت نہ لٹنے پر خفا ہوتی ہے۔

اگر حنا یہ کہانی پڑھے تو اسے میرا پیغام ہے
محبت عبادت ہے اس میں تن کا قرب مت مانگو
کہ جس کو چھو لیا جائے اسے پوجا نہیں جاتا

◆*◆

غزل

ٹوٹے ہوئے لفظوں میں روانی نہیں ملتی
لمحوں میں تو صدیوں کی کہانی نہیں ملتی
دل جل گیا اب اس میں دھواں تک نہیں اٹھا
اس راکھ سے تصویر پرانی نہیں ملتی
اظہار پہ تالے ہیں تو تالے ہی سمجھنا
ہر لکھی ہوئی بات زبانی نہیں ملتی
جو مانگو مقدر سے ہمیں وہ نہیں ملتا
اس دور میں راجہ کو بھی رانی نہیں ملتی
باقی نہیں خاروں میں بھی پہلی سی چبھن اب
اور پھولوں پہ پہلی سی جوانی نہیں ملتی
سوچا تھا کسی شام سہانی کو ملیں گے
اور شام ہمیں کوئی سہانی نہیں ملتی

(فاخرہ بتول)
محمد افضل جواد... کالاباغ

بے وفا کون......؟

تحریر...... محمد خالد عمران-مظفر گڑھ

میں اپنی زندگی سے اب بہت خوش ہوں کبھی سوچا بھی نہیں تھا کہ مجھے اتنی خوشیاں ملیں گی جن کو سنبھالنے کے لئے میرا دامن بھی چھوٹا پڑ جائے گا۔ کبھی کبھی ایس کی کال آ جاتی ہے تو میں اس کو صرف اتنا کہتا ہوں کہ پتھر ہمیشہ ایک ہی جگہ پر بھاری ہوتا ہے اپنا ایک مقام بناؤ اپنی عزت اور وقار کا خیال رکھو اپنے ماں باپ کی عزت کا احساس کرو...... ایک سچی کہانی

اس کہانی میں شامل تمام کرداروں اور مقامات کے نام فرضی ہیں۔

زندگی میں جب کسی سے پیار ہوتا ہے تو کائنات کی ہر چیز اچھی لگنے لگتی ہے۔ انسان اپنے آپ کو ہواؤں میں اڑتا ہوا محسوس کرتا ہے وہ انجام سے اتنا بے خبر ہوتا ہے کہ خود کو محبت کی زنجیروں میں جکڑ لیتا ہے اور رفتہ رفتہ وہ دنیا سے ماں باپ، بھائی بہن اور رشتہ داروں سے بے نیاز ہو جاتا ہے۔ اسے صرف اپنا محبوب ہی ہر جگہ پر نظر آتا ہے۔ مجھے بھی ایک لڑکی سے محبت ہوئی تھی اور وہ محبت میری زندگی کی پہلی محبت تھی۔ میں اسے دل و جان سے چاہتا تھا وہ میرا سب کچھ تھی میری کل کائنات تھی۔ میں اس کے بغیر جینے کا تصور بھی نہیں کر سکتا تھا لیکن اس نے مجھے ایسے موڑ پر دھوکہ دیا جہاں میں اس کے بغیر ایک پل بھی نہیں گزار سکتا تھا۔ وہ میری زندگی میں کیسے آئی اور اس نے مجھے کیوں چھوڑا۔ یہ سب کچھ اتنا اچانک ہوا کہ مجھے پتہ ہی نہیں چلا۔ اب قارئین! میں آپ کو اپنی داستان سناتا ہوں۔

میں اس وقت پانچویں میں پڑھتا تھا اور میرا ایک دوست جس کا نام فخر تھا اور وہ مجھے بھائیوں سے بھی زیادہ عزیز تھا، جب وہ سکول کی چھٹی کرتا تو اس دن سکول میں میرا دل نہیں لگتا تھا۔ میں بہت پریشان ہو جاتا تھا۔ رفتہ رفتہ وقت گزرتا گیا ہم چھٹی کلاس میں آ گئے پرائمری سکول سے ہم ہائی سکول میں داخل ہو گئے۔ ہم دونوں میں اتنی گہری دوستی ہو گئی کہ ہماری کلاس کے لڑکے حیران ہوتے تھے۔ پھر ایک دن اس نے سکول چھوڑ دیا میں اس کو ملا اور پوچھا کہ تم نے سکول کیوں اس نے کہا۔ یار میرے ابو کہتے ہیں کہ تم حفظ کرو۔ میں نے کہا۔ یار کم از کم سکول تو مت چھوڑو اس نے بتایا مجھ سے ایک ہی کام ہو سکتا ہے یا سکول پڑھوں گا یا پھر حفظ قرآن کروں گا۔ میں واپس آ گیا۔ اس کے بعد وہ مدرسہ میں داخل ہو گیا اور میں سکول کی پڑھائی میں مصروف ہو گیا۔ پھر ہمارا ملنا جلنا بہت کم ہو گیا کیونکہ جب میرا دل ہوتا تھا ملنے کا تو وہ گھر پر نہیں ملتا تھا جب وہ ٹائم نکالتا تھا تو میں فارغ نہیں ہوتا تھا۔ دن گزرتے گئے اور میں میٹرک میں آ گیا لیکن کبھی اپنے دوست فخر کی یاد دل سے بھلا نہ سکا۔ تین سال کے دوران ہم ایک دوسرے کو مل بھی نہ سکے۔ پھر میں نے میٹرک کر لیا۔ پھر ایک دن ہمارے رشتہ داروں کے ساتھ میری لڑائی ہو گئی اور بڑی زور کی دشمنی ہو گئی۔ میرا ایک اور دوست ہے اویس اس کا نام ہے۔ ایک دن اس نے کہا کہ یار سرکاری بھرتی ہو رہی ہے کیا خیال ہے چلو گے ادھر روزانہ تیری لڑائی ہوتی رہے گی میں اس کے ساتھ ملتان بھرتی آفس چلا گیا۔ ہر چیز میں فٹ تھا

پھر تین ماہ کے بعد کال لیٹر آ گیا اور میں ٹریننگ کے لئے چلا گیا۔

قارئین کرام! جہاں سے میری زندگی کی تباہی شروع ہوئی۔ میں چھٹی آیا ہوا تھا میں نے سوچا چلو اپنے دوست فخر کو ملنے جاتا ہوں۔ جب اس کے گھر کے دروازے پر پہنچا دستک دی تو ایک لڑکی کی آواز آئی بولی۔ کون ہے؟ میں نے جواب دیا۔ جی میں فخر کا دوست خالد ہوں اور فخر سے ملنا ہے۔ لڑکی نے دروازے کو کھول کر باہر دیکھا اور کہا کہ بائی تو نہیں ہے وہ تو ملتان گیا ہے اپنے ماموں کے گھر۔ میں نے اسے دیکھا تو بس دیکھتا ہی رہ گیا۔ اس نے کہا۔ میں بیٹھک کھول دیتی ہوں آپ چائے پی کر جانا لیکن میں تو گم صم کھڑا تھا اچانک اس کے بھائی نے بتایا کہ خالد بھائی آپ اندر تشریف رکھیں میں چائے لے آتا ہوں۔ میں اس کے خیالوں میں گم ہو گیا کہ کتنی حسین ہے اور بنانے والے نے کسی فارغ ٹائم میں اس کو بنایا ہے۔ وہاں ایک ڈائری سی پڑی تھی میں نے دیکھا اس پر کچھ شعر وغیرہ لکھے ہوئے تھے میں نے ایک ورق پر اپنا موبائل نمبر اور اپنا نام لکھ دیا۔ اس کا بھائی چائے لے کر آیا اور ایک چٹ پر نمبر لکھا ہوا تھا وہ اس نے مجھے دی اور کہا کہ یہ ہمارے ماموں کا پی ٹی سی ایل نمبر ہے آپ کال کر لینا اگر فخر بھائی سے ملاقات کرنی ہو تو۔ میں نے اسے بتایا کہ میں نے اپنا موبائل نمبر اس ڈائری پر لکھ دیا ہے تو فخر کو دے دینا۔ پھر میں واپس آ گیا لیکن پھر میں اس کو ذہن سے ہٹانے کی کوشش کرنے لگا کیونکہ وہ میرے دوست کی بہن تھی اور یہ میں اچھا نہیں سمجھتا تھا کہ میں اس سے بات بھی کروں کہیں میرا دوست کو پتہ نہ چل جائے وہ کیا سوچے گا۔ بہرحال میں اس کو بھولنے کی ناکام کوشش کرنے لگا۔ میری چھٹی ختم ہونے میں ایک دن باقی تھا کہ میں بازار سے کچھ سامان لینے گیا اور واپس آ رہا تھا کہ میرے موبائل پر کوئی نئے نمبر سے کال آ رہی تھی۔ میں نے کال اوکے کی تو ایک لڑکی کی آواز آئی۔ ہیلو جی آپ خالد بول رہے ہیں۔ میں نے کہا۔ ہاں جی فرمایئے آپ کا تعارف تو کوئی ہوگا۔ اس نے کہا۔ کیا آپ ہمیں بھول گئے ہیں چلو چھوڑو یہ بتاؤ کہ فخر بھائی سے بات ہوئی ہے یا نہیں۔ میں سمجھ گیا کہ یہ اس کی بہن ہے۔ میں نے کہا۔ فی الحال تو نہیں ہوئی میں نے کہا کہ یہ نمبر آپ کا ہے۔ اس نے کہا۔ یہ میرے ابو کا نمبر ہے۔ اس کے بعد میں واپس آ گیا اور میرا موبائل پکا بند ہو گیا کیونکہ موبائل کی اجازت ہی نہیں تھی۔

پھر میری پوسٹنگ ڈیرہ نازی میں ہو گئی۔ اس کے بعد میری ایس سے فون پہ بات شروع ہو گئی لیکن میں اس سے اظہار محبت نہ کر سکا۔ بہت کوشش کی کیونکہ میں اس کے پیار میں کافی آگے نکل چکا تھا۔ وہ مجھ سے فون پر روزانہ بات کرتی تھی اس کی باتوں سے میں نے اندازہ لگایا کہ وہ بھی مجھ سے محبت کرنے لگی ہے لیکن اظہار کی ہمت دونوں میں سے کسی کو نہیں ہوئی۔ ایک دن میں نے ایس کو کال کی کہ میں چھٹی آ رہا ہوں اور میں تم سے ملنا چاہتا ہوں اس نے کہا۔ خالد جو بات ہے ابھی بتاؤ۔ میں نے کہا۔ ملو گی تو بتاؤں گا۔ اس نے کہا۔ ٹھیک ہے میں تمہارا انتظار کروں گی۔ میری اور ایس کی ملاقات رات کو بارہ بجے اس کی بیٹھک میں ہوئی اور اس نے کہا۔ ہاں اب بتاؤ کیا کہنا چاہتے تھے۔ میں نے کہا۔ ذرا میرے نزدیک آؤ تو وہ آ گئی۔ میں نے اس کو قریب کر کے کہا کہ ایس مجھے تم سے محبت ہو گئی ہے اور جب تم سے بات نہ کروں تو مجھے چین نہیں آتا۔ میں خود کو تمہارے بغیر ادھورا سمجھتا ہوں اور میں تمہیں اپنا بنانا چاہتا ہوں۔ پلیز ایس اگر میرا دل توڑو گی تو میں اپنے آپ کو ختم کر دوں گا۔ ایس نے میرے ہونٹوں پر ہاتھ رکھ دیا کہ خدا کرے تمہیں کچھ نہ ہو۔ تم کیا سمجھتے ہو کہ مجھے تم سے محبت نہیں ہے۔ میں بھی تم سے اتنی ہی محبت کرتی ہوں جتنی تم کرتے ہو۔ خالد میں تم سے شادی ضرور کروں گی اور تمہارے علاوہ اپنی زندگی میں کسی اور کے آنے کے بارے میں سوچنا بھی گناہ کبیرہ سمجھوں گی۔ کافی دیر ساتھ جینے مرنے کی قسمیں کھانے کے بعد میں واپس آ گیا۔ مارے خوشی کے پوری رات نیند نہیں آئی۔ آج میں اپنے

آپ کو دنیا کا خوش قسمت انسان تصور کرنے لگا۔

زندگی کے دن خوشی خوشی گزرنے لگے۔ میں جب بھی آتا تھا تو روزانہ ہم ملتے تھے خوب باتیں کرتے تھے۔ قارئین! ایس جو کہ فرسٹ ایئر کی سٹوڈنٹ تھی، وہ کالج جانے کی بجائے مجھ سے ملتی تھی اور سیکنڈ ٹائم وہ اکیڈمی جاتی تھی تو میں اس کا دیدار کرنے کے لئے گلی میں کھڑا ہوا ہوتا تھا، وہ مسکراتی ہوئی چلی جاتی تھی۔ میں اس کے پیار میں سب کچھ بھول چکا تھا میرے گھر والے کہتے تھے کہ تم چھٹی آتے ہو لیکن گھر میں ایک منٹ کے لئے بھی نہیں بیٹھتے ہو۔ انہیں کیسے بتاتا کہ میں کس راہ پر چل پڑا ہوں جس کی نہ تو کوئی منزل ہے اور نہ ہی کوئی ٹھکانہ۔ ایک دن ایس نے کہا۔ خالد کبھی کبھی مجھ کو ایسا لگتا ہے کہ تمہیں مجھ سے کوئی چھین لے گا۔ میں نے کہا۔ نہیں ایس میں تمہارا ہوں اور ہمیشہ تمہارا ہی رہوں گا، مجھے تم سے اور تمہیں مجھ سے کوئی الگ نہیں کر سکتا۔ ایس تم صرف میری ہو اور یہ بات تم اچھی طرح جانتی ہو۔ ایس کو میں نے کہا۔ ایک بات میری یاد رکھنا میں تم سے بہت پیار کرتا ہوں اور اپنی جان سے بھی زیادہ تمہیں چاہتا ہوں۔ مجھے تم پر مکمل بھروسہ ہے کبھی مجھ سے جھوٹ مت بولنا کیونکہ جھوٹ سے مجھے سخت نفرت ہے جو بھی بات ہو مجھے سچ سچ بتانی ہے، مجھے کبھی دھوکہ نہیں دینا ہے۔ ایس نے کہا۔ میں قسم کھاتی ہوں کہ کبھی تمہیں دکھ نہیں دوں گی اپنے آپ کو تمہاری امانت سمجھوں گی، میں صرف تمہاری ہوں اور تمہاری ہی رہوں گی۔

ایک دن میرے والد صاحب نے کہا۔ خالد تم سے ایک بات کرنی ہے بس تم جلدی آ جاؤ۔ میں نے کہا۔ ابو جی ایسی کون سی بات ہے جو فون پر نہیں ہو سکتی۔ انہوں نے کہا۔ ویک اینڈ آ جاؤ پھر بتاؤں گا۔ میں گھر چلا گیا وہاں تو بڑا رش لگا ہوا تھا۔ میرے چچا آئے ہوئے تھے میں ان کو ملا گپ شپ لگائی شام کو وہ چلے گئے۔ کھانا کھانے کے بعد ابو نے کہا۔ خالد تمہارا رشتہ میں نے تمہارے چچا کے ہاں کر دیا ہے اور تین ماہ کے بعد تمہاری شادی ہو گی۔ میں یہ سن کر ہوش و حواس کھو بیٹھا اور بڑی مشکل سے خود پر قابو پایا۔ میں نے کہا۔ ابو جی! آپ نے اتنا بڑا فیصلہ کیا ہے اور مجھ سے پوچھا تک نہیں، کم از کم مجھ سے تو پوچھ لیتے۔ ابو نے کہا۔ میں اپنے فیصلے کسی سے پوچھ کر نہیں کرتا بس میں نے ہاں کر دی ہے۔ میں بہت پریشان تھا کہ اب کیا کروں۔ مجھے بار بار ایس کا خیال آ رہا تھا کہ میں نے تو اس کو اپنی دلہن بنانے کا وعدہ کیا ہے اگر اس کو پتہ چلا تو وہ مجھے اور میری محبت دونوں کو جھوٹا سمجھے گی۔ سوچ سوچ کر میرا دماغ پھٹنے لگا کہ میں اب کیا کروں۔ سوچتے سوچتے پتہ نہیں رات کے کس پہر آنکھ لگ گئی۔ صبح کالج کے ٹائم میں وہاں پہنچ گیا جہاں سے میں اسے لے جاتا تھا۔ میں نے اسے بائیک پر بٹھایا اور ہیڈ پر چلے گئے۔ پورے راستے میں خاموش رہا وہ بھی کچھ نہیں بولی۔ وہاں جا کر دریا کے کنارے بیٹھے اور وہ بولی۔ جناب کے موڈ بڑے آف ہیں کیا گھر والوں سے کوئی گڑبڑ ہوئی ہے؟ میں نے کہا۔ نہیں ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ ایس نے بہت باتیں کیں مگر میرا ذہن کہیں اور سوچوں میں تھا۔ بہرحال ہم واپس آ گئے میں نے اسے کالج کے گیٹ کے ساتھ چھوڑا اور واپس آ گیا کیونکہ اس کو رکشے والا لینے آتا تھا اور چھٹی بھی ہو چکی تھی وہ رکشے پہ بیٹھ کر چلی گئی۔ کئی بار سوچا کہ ایس کو بتا دوں کہ تم میرے ساتھ چلو ہم کورٹ میرج کر لیتے ہیں یا پھر گھر والوں کو بتا دوں کہ میں شادی نہیں کروں گا لیکن دونوں صورتوں میں والدین کی عزت خاک میں ملنے کا یقین تھا۔ یہ سوچ کر میں خاموش ہو گیا کیونکہ مجھے اپنے والدین کی عزت کا احساس تھا۔ میں نہیں چاہتا تھا کہ میں کوئی ایسا کام کروں جس سے میرے والدین کی بدنامی ہو۔ بس میں اسی کرب میں جلتا رہا اور کسی کو کچھ بھی نہیں بتایا کہ میں کس تکلیف میں گزر رہا ہوں۔

تین ماہ کے بعد میرا نکاح تھا، میں نے ایس کو کچھ بھی نہیں بتایا حالانکہ ہماری روزانہ موبائل پر بات ہوتی تھی۔ وہ مجھ سے پوچھتی رہتی تھی کہ خالد تمہیں کوئی پریشانی ضرور ہے تم مجھ سے چھپا رہے ہو آخر بتاتے کیوں نہیں ہو کیا میں اس قابل نہیں ہوں کہ تمہاری

پریشانی کو اپنی پریشانی سمجھوں میں اسے ٹال دیا تھا۔ میرا نکاح ہو گیا میں نے اپنے پیار کو والدین کی عزت پر قربان کر دیا اور واپس چلا گیا۔

قارئین! میری بھتیجی ساتویں کلاس میں پڑھتی تھی اور اس کی کلاس فیلو ایس کی چھوٹی بہن تھی، وہ دونوں ایک ہی ڈیسک پر بیٹھتی تھیں اور آپس میں سہیلیاں بھی تھیں۔ جس دن میرا نکاح تھا میری بھتیجی سکول نہیں گئی تھی اگلے دن وہ گئی تو ایس کی چھوٹی بہن اقراء نے پوچھا کہ تم کل سکول کیوں نہیں آئی؟ اس نے بتایا۔ میرے چاچو کا نکاح تھا اسی وجہ سے میں نے چھٹی کی تھی۔ اقراء نے کہا۔ بھائی خالد کا نکاح تھا تو اس نے ہمیں بتایا بھی نہیں کیا وہ اپنے دوست تحر کو بھول گیا تھا۔ بہر حال وہ باتیں وغیرہ کرتی رہی۔ اقراء نے گھر جا کر بتایا کہ خالد بھائی کا نکاح ہو گیا ہے۔ ایس نے سن لیا اور مجھے کال کی مگر میں نے موبائل آف کیا ہوا تھا بہت ٹرائی کی اس نے مگر میں نے موبائل آف ہی رکھا۔ تین دن کے بعد میں نے موبائل آن کیا تو اس کا میسج آ گیا کہ مجھ سے رابطہ کرو۔ میں نے کال کی تو نمبر پاور آف تھا پھر میں نے ایس ایم ایس کیا کہ میں نے تم سے رابطہ کیا مگر نمبر بند تھا۔ میں کل ویک اینڈ آ رہا ہوں تم مجھے کالج ٹائم ملنا۔ میں نے بہت کوشش کی کہ ایس کو بھول جاؤں مگر میں اپنی ہر کوشش میں ناکام رہا۔ جب میں ایس کو ملا تو وہ خوب روئی کہ خالد تم نے مجھے دھوکہ دیا ہے، تم نے میرے ساتھ وقت گزاری کی ہے، تم بے وفا ہو، تم جھوٹے ہو، میں تمہارے ساتھ ہر تعلق توڑتی ہوں، میں تم سے کوئی رشتہ نہیں جوڑنا۔ چاہتی آج سے تم میرے لئے اجنبی ہو۔ میں نے بہت کہا کہ ایس پلیز میری بات کو سمجھنے کی کوشش کرو، میں تمہیں سب کچھ بتانے والا تھا مگر میں کسی مناسب موقع کی تلاش میں تھا۔ پلیز مجھے نادم مت سمجھو۔ ایس میں تم سے بہت پیار کرتا ہوں، میں کتنا تڑپا ہوں تمہیں اس چیز کا اندازہ نہیں ہے۔ ایس کو میں نے بہت سمجھانے کی کوشش کی مگر وہ میری کسی بھی بات کا یقین نہ کر سکی، اپنی ضد کو ترجیح دیتی رہی مگر میری ایک بھی نہ سنی۔ تھوڑی دیر رونے کے بعد بولی۔ خالد مجھے چھوڑ آؤ میں نے گھر جانا ہے۔ میں نے بہت منت سماجت کی کہ پلیز ایس مجھے سمجھنے کی کوشش کرو میں تمہارے بغیر نہیں رہ سکتا، مجھے اتنا نہ رلاؤ کہ میں رو رو کر ہی مر جاؤں مگر سنگدل ایس نے میری کسی بات کو نہ سمجھا۔ گھر آ کر میں بہت رویا کہ جس کی خاطر میں نے خود کو برباد کیا جس سے ملنے کے لئے میں نے پل پل بہت مشکل سے گزارے آج اس کا یہ انداز دیکھ کر بہت دکھ ہوا۔ میں نے سوچ لیا کہ بس آج کے بعد میں بھی اپنے دل پر پتھر رکھ لوں گا۔ اس کے نزدیک رہ کر شاید میں اسے کبھی نہ بھلا سکوں اسی وجہ سے میں نے اپنی پوسٹنگ مری کروا لی تاکہ ایس سے بہت دور چلا جاؤں۔ میں نے بہت کوشش کی کہ اس بے وفا سنگدل ایس کو بھول جاؤں مگر ایسا ممکن نہ تھا۔ میرے موبائل میں اس کی تصویریں اور ویڈیوز تھی جو دیکھتا تو اس کی اور زیادہ یاد ستاتی تھی۔ میں نے خدا سے بہت دعائیں کیں کہ اے اللہ میں ایس کو بھول جاؤں میرے دل و دماغ سے اس کی یادوں کو ہٹا دے۔

چھ ماہ تک اس نے کوئی رابطہ نہ کیا اور نہ ہی کبھی میری حالت پر غور کیا کہ میں اس کے بغیر کیسے رہ رہا ہوں۔ جب اُس نے مجھے بھلا دیا تو میرے ضمیر نے کہا کہ تو بھی کتنا نادان ہے اس سنگدل بے وفا انسان کی خاطر اپنی خوبصورت زندگی تباہ کر رہا ہے، چھوڑ دے اس کی یادوں کو اور لوٹ آ زندگی کی طرف پھر تجھے پتہ چلے گا کہ زندگی کتنی خوبصورت ہے نہ کہ برباد کرنے کی چیز۔ اس کی بھلانے کے لئے میں نے اپنے آپ سے وعدہ کر لیا کہ آج کے بعد اس کو کبھی یاد نہیں کروں گا لیکن تقدیر مجھے برباد ہوتا دیکھنا چاہتی تھی پھر ایک دن اچانک اس کی کال آ گئی مجھے بہت خوشی ہوئی کہ چلو وہ ہمیں یاد تو کرتی ہے۔ ایس نے کہا۔ خالد اتنا عرصہ ہو گیا ہے میں نے بہت کوشش کی تھی کہ تمہیں بھول جاؤں مگر میں تمہیں نہیں بھلا سکتی تم میری زندگی ہو، میرا سب کچھ ہو تم، بس واپس آ جاؤ میری زندگی میں۔ تمہارے بغیر تمہارے پیار کے

بغیر میری زندگی ویران ہو چکی ہے مگر خالد میں تمہارے بغیر نہیں رہ سکتی۔ میں نے کہا۔ ایس جان حال تو کچھ میرا بھی ایسا ہی ہے مگر میں نے حالات سے سمجھوتہ کر لیا ہے میں تمہیں کبھی نہیں مل سکتا سوری ایس میری مجبوری ہے۔ یہ کہہ کر میں نے موبائل بند کر دیا۔ تھوڑی دیر کے بعد اس کا میسج آیا اور یہ شعر تھا۔

بچھڑا وہ کچھ اس ادا سے کہ رت ہی بدل گئی
اک شخص سارے شہر کو ویران کر گیا

میں نے دوبارہ Replay کیا۔

اے دوست مجھے لب کشائی کا موقع نہ دے
افسانہ میرے دل کا بڑا ہی دردناک ہے

کافی دیر chat کرتی رہی اور سوری کرتی رہی مگر میں نے پھر کوئی Replay نہیں کیا اور سونے سے پہلے میں نے اسے یہ ایس ایم ایس کیا۔

نیند سے کہہ دو اب ہم سے صلح کر لے فراز
ان کو ہم نے بھلا دیا جن کے لئے جاگا کرتے تھے

دو تین دن اُس کے ایس ایم ایس آتے رہے کہ میری کال اٹینڈ کرو مگر میں کال ریجیکٹ کر دیتا۔ ایک دن میں نے اُس کی کال او کے کر لی اور کہا۔ اور کتنا ظلم رہ گیا ہے جو اب کرنے پر تلی ہو کیوں میری زندگی کا سکون برباد کرنا چاہتی ہو مجھے پلیز اکیلا چھوڑ دو میں اپنی دنیا میں کسی سنگدل کے سہارے کے بغیر جینا چاہتا ہوں۔ ایس نے کہا۔ خالد میں نے تمہیں بہت دکھ دیئے ہیں اس کے لئے میں تم سے دل و جان سے معافی مانگتی ہوں پلیز مجھے پہلی اور آخری دفعہ معاف کر دو اور رونے لگی۔ میں نے کہا۔ ایس پلیز رو مت تمہیں پتہ ہے کہ میں تمہارے آنسو نہیں برداشت کر سکتا چلو ٹھیک ہے میں چھٹی آ رہا ہوں تم سے ملوں گا، اب رونا بند کرو اور آنسو پونچھ لو۔ یہ سن کر ایس بہت خوش ہوئی اور کہا۔ خالد آئی لو یو تم بہت گریٹ ہو۔

میری زندگی میں ایس دوبارہ آ گئی لیکن میرے لئے ایک اور مسئلہ کھڑا ہو گیا وہ یہ کہ میرے گھر والوں نے کہا۔ اب چھٹی آ جاؤ تمہاری شادی کرنی ہے لڑکی والے بار بار پھر رہے ہیں۔ میں یہ سن کر بہت پریشان ہوا اب کیا ہو گا لیکن میں نے سوچ لیا تھا کہ اب میں نے کیا کرنا ہے۔ میں گھر گیا سب گھر والے بہت خوش ہوئے میں نے امی کو کہا۔ میں نے ابھی شادی نہیں کرنی مجھے تقریباً دو سال دیر ہے اس کے بعد کروں گا۔ امی نے کہا۔ تمہارے چچا اور انتظار نہیں کر سکتے۔ میں نے امی کو کہا۔ امی جان ٹھیک ہے اس وقت میں نے آپ کے کہنے پر نکاح تو کر لیا لیکن اب میری بھی کوئی بات مان لو۔ انہوں نے کہا۔ میں آپ کے ابو سے بات کروں گی۔ کل ایس سے ملنا تھا لیکن عین ٹائم پر ابو نے کہا۔ یار کبھی سسرال بھی چلے جایا کرو مگر میرا دل نہیں کرتا تھا کیونکہ جہاں دلچسپی نہ ہو وہاں جانے کا کیا فائدہ لیکن مجبوری تھی ابو نے جو کہہ دیا تھا۔ بہر حال میں وہاں سے جلدی واپس آ گیا اور ایس سے ملنے کے لئے چلا گیا۔ وہ اکیڈمی جا رہی تھی مگر بار بار پیچھے مڑ مڑ کر دیکھ رہی تھی میں پیچھے بائیک لے کر آ گیا اور اس کو بٹھایا اور اپنے ایک دوست کی بیٹھک پر چلے گئے۔ وہ ہمیں بٹھا کر چلا گیا اس کے جانے کے بعد ایس رونے لگی کہنے لگی۔ خالد مجھے تمہاری ضرورت ہے، میں بہت پریشان ہوں۔ میں نے کہا۔ ایس کھل کر بتاؤ آخر بات کیا ہے۔ ایس نے کہا۔ خالد تم بہت عرصہ مجھ سے نہیں ملے اور نہ ہی کوئی رابطہ ہوا۔ مجھے ایک مسئلہ درپیش ہے اگر وہ میں اپنے گھر والوں کو بتاتی تو میری وہ پڑھائی ختم کروا دیتے۔ ایس نے کہا۔ جب میں اکیڈمی آتی ہوں تو ایک لڑکا میرا پیچھا کرتا ہے اور کالج جاتے ہوئے بھی ہمارے رکشے کے پیچھے بائیک لے کر آتا ہے، میں بہت پریشان ہوں اس کا کوئی حل نکالو، وہ مجھے بلیک میل کرنے کی کوشش بھی کرتا ہے کہ تمہاری خالد کے ساتھ دوستی ہے، میں تمہارے گھر والوں کو بتاتا ہوں۔ ایک شرط پہ نہیں بتاؤں گا اگر تم مجھ سے دوستی کر لو۔ میں نے کہا۔ ٹھیک ہے میں اس کا بندوبست کر لوں گا مگر تم نے کوئی لوز پوائنٹ نہیں دینا۔ کافی دیر گپ لگائی پھر اس کو چھوڑنے کے لئے جا رہا تھا کہ راستے میں ایک لڑکا ملا جو بڑے غصے اور غور کے

ساتھ دیکھ رہا تھا ایس نے کہا کہ یہ لڑکا ہمیں کیوں اتنے غور سے دیکھ رہا ہے۔ میں نے مذاق میں کہا۔ شاید آپ کا کوئی جاننے والا ہوگا۔ ایس چپ ہوگئی میں اس کو اتار کر واپس آ رہا تھا تو وہی لڑکا ملا جو مجھے دیکھ رہا تھا میں نے بائیک روکی اور پوچھا جناب کیا مسئلہ ہے آپ کو کیا کبھی انسان نہیں دیکھے۔ اس نے کہا۔ انسان تو دیکھے ہیں مگر تمہاری طرح کا پاگل اور بے وقوف انسان نہیں دیکھا۔ میں نے کہا۔ اوئے کس طرح بات کر رہا ہے تمہیں بولنے کی تمیز نہیں ہے اس نے کہا۔ خالد صاحب آپ کو اچھے برے کی پہچان ہی نہیں ہے تو کیا آپ ہمیں تمیز سکھاؤ گے۔ میں بائیک سے نیچے اترا اس کو مارنے کے لئے لیکن اس نے کہا۔ آپ میرے ساتھ چلیں میں آپ کو سب بتاتا ہوں۔ میں اس کے ساتھ چلا گیا اس نے ایک جگہ پر بٹھایا اور ڈرنک لے آیا اور کہا۔ یار آپ کو غصہ تو بہت آتا ہے اسی لئے پہلے ٹھنڈے ہو جاؤ اس کے بعد جو کچھ میں آپ کو بتاؤں گا شاید وہ سن کر آپ مزید گرم نہ ہو جائیں۔ میں نے کہا۔ اب بات بتا بھی دو۔ اس نے کہا۔ جس لڑکی کو آپ لے کر گئے ہیں وہ آپ کی کیا لگتی ہے؟ میں نے کہا۔ کیوں تمہیں کیا مسئلہ ہے؟ اس لڑکے جس کا نام کاشف تھا، اس نے بتایا کہ آپ کا نام خالد ہے اور آپ سرکاری ملازم ہیں۔ میں نے کہا۔ تمہیں اتنی انفارمیشن کس نے دی۔ کاشف بولا۔ مجھے سب کچھ ایس نے بتایا ہے میں تو حیران رہ گیا کہ یہ اس کو کیسے جانتا ہے۔ اس نے کہا۔ میرے اس کے ساتھ کافی پرانے تعلقات ہیں اور ہر کسی ہیں۔ میں نے کہا۔ تم جھوٹ بولتے ہو میری ایس اس طرح بری نہیں ہو سکتی۔ وہ بولا۔ میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میرے اس کے ساتھ ناجائز تعلقات ہیں وہ مجھے ایس کی باتیں بتانے لگا کہ کب اور کہاں اور کس ٹائم ملتے ہیں مگر میرا دماغ تو سن ہو چکا تھا، میں اس کی باتیں کہاں سن رہا تھا۔ کاشف بولا۔ اگر آپ کو یقین نہ آئے تو میں تمہیں اس سے مل کر دکھاتا ہوں کیونکہ اس نے مجھے دھوکہ دیا ہے اس نے کہا ہے کہ کاشف میں تمہاری ہوں اور میری خالد کے ساتھ ختم ہوگئی ہے لیکن اس کو سبق سکھاؤں گا کہ اس نے جھوٹ کیوں بولا۔ وہ ایس کو گالیاں دیتا رہا، میں سنتا رہا اور دل ہی دل میں روتا رہا کہ ایس اتنی گھٹیا بھی ہو سکتی ہے۔ میں اگلے دن بغیر بتائے واپس آ گیا، ایس نے کہا۔ تم نے مجھے بتایا ہی نہیں اور واپس چلے گئے۔۔ میں نے کہا۔ جب میری ضرورت ہی نہیں رہی کسی کو تو میں وہاں رہ کر کیا کرتا۔ وہ بولی۔ کیا مطلب ہے آپ کا۔ میں نے اس کو کوئی جواب نہیں دیا اور کال ڈراپ کر دی۔

اگلے دن میں آزاد کشمیر چلا گیا وہاں موبائل نیٹ ورک کام نہیں کرتا۔ تین ماہ وہاں رہا مظفر آباد پہنچا کاشف کی کال آ گئی کیونکہ اس نے مجھ سے نمبر لیا تھا کہ کبھی تمہیں موقع پر ایس کو ملتے ہوئے دکھاؤں گا۔ پہلے تمہیں کال کر کے بتاؤں گا۔ کاشف نے کہا۔ جناب آپ کا تو نمبر بھی کافی عرصے سے بند ہے بہت ٹرائی کی۔ میں نے کہا۔ میں کشمیر میں تھا وہاں موبائل کام نہیں کرتا۔ اس نے کہا۔ پرسوں میں ایس کو ملوں گا اگر آپ نے آنا ہے تو اس کو مت بتانا ورنہ وہ مجھے نہیں ملے گی۔ میں نے کہا ٹھیک ہے۔ میں چھٹی پہنچ گیا اور ایس کو بتایا تک نہیں کیونکہ میں نے اس کو موقع پہ پکڑنا تھا لیکن میرا دل نہیں کر رہا تھا کہ میں اس طرح ایس کو شرمندہ کروں مگر اس کا نقاب تو اتارنا تھا۔ میں اکیڈمی کے ٹائم سے پہلے وہاں پہنچ گیا جہاں کاشف نے اسے اٹھانا تھا لیکن جہاں کاشف نے آنا تھا میں وہاں پہنچا تو ایس نے دور سے آتے مجھے پہچان لیا اور حیران و پریشان ہوگئی کہ یہ یہاں کیسے آ گیا۔ اس دن میرے پاس بائیک نہیں تھی میں اکیڈمی تک پیدل گیا تھا۔ ایس میرے قریب پہنچی اور بولی۔ خالد تم اچانک کیسے آ گئے اور مجھے بتایا تک نہیں۔ میں نے اسے کہا۔ سب باتوں کو چھوڑو یہ بعد میں ہوتی رہیں گی تم میرے ساتھ چلو میں اس وقت بہت غصے میں تھا اور اس چیز کا اندازہ ایس کو بھی ہو گیا تھا کہ اب خالد مجھے نہیں چھوڑے گا کیونکہ کاشف نے میرے واپس جانے کے بعد ایس کو میرے ساتھ ہونے والی تمام باتیں بتا دیں اور ہاں ایک یہ بات نہیں بتائی تھی کہ خالد اچانک آئے گا۔ ایس نے مجھے روکھا سا جواب دیا کہ میں نے اکیڈمی جانا ہے آج میرا ٹیسٹ ہے اور میں نے لازمی جانا ہے۔ میں بولا۔ ایس میرے ساتھ چلنا ہے یا گلی میں ڈرامہ بنانا چاہتی ہو۔ ایس بے دلی کے ساتھ میرے ساتھ چل پڑی۔ ایک فریش منٹ شاپ پر جا کر ہم بیٹھے اور جوس منگوا کر پینے لگے۔ میں نے ایس کو کہا۔ میرے ساتھ اتنی زیادتی کر رہی ہو آخر کس بات کا مجھ سے بدلہ لے رہی ہو۔ میں نے ایسی کون سی برائی کی ہے جس کی سزا تم مجھے اتنی بھیانک دے رہی ہو۔ بس ایک غلطی ہے میری کہ میں نے تم سے سچی محبت کی ہے تمہاری عزت کو اپنی عزت سمجھا ہے تمہیں حد سے بھی زیادہ پیار کیا ہے۔ کیا اسی محبت کا خمیازہ بھگتانے کے لئے میرے ساتھ یہ ظلم کر رہی ہو؟ میری آنکھوں سے آنسو نکل پڑے میں روتا رہا اور اس سنگدل کو سمجھاتا رہا۔ ایس نے کہا۔ خالد تمہارے نکاح کے بعد میرا دل ٹوٹ گیا تھا وہ اس لئے کہ تم کسی اور کے ہو چکے تھے اور جو چیز میری ہو میں اس میں شراکت کی قائل نہیں بس یہ سوچ کر میں نے بہت غلطیاں کیں لیکن یہ بات سچ تھی کہ تمہارے علاوہ سچی محبت کہیں نہ ملی۔ تم نے واقعی سچی محبت کی تھی میں برباد ہو گئی ہوں خالد میرے پاس کچھ بھی نہیں رہا۔ میں نے اپنی عصمت کو اپنی ہی نظروں سے اور اپنے ہی ہاتھوں سے پامال کیا ہے۔ یہ کہہ کر وہ رونے لگی۔ میں نے کہا۔ ایس جو ہوا سو ہوا لیکن اب خیال رکھنا ہے اگر کوئی تمہیں تنگ کرتا ہے تو مجھے بتاؤ میں خود نمٹ لوں گا۔ وہ خاموش ہو گئی اور ہم واپس آ گئے۔

رات کو میں سو رہا تھا کہ تقریباً دو بجے کال آئی نمبر دیکھا تو کاشف کا تھا۔ میں نے ہیلو بولا۔ کاشف نے کہا۔ خالد صاحب آج تو بڑی شاپ واپ پہ جوس پئے جا رہے تھے۔ میں نے کہا۔ کاشف آج کے بعد اگر تم ایس کے راستے میں آئے تو میں تمہیں نہیں چھوڑوں گا اور ایس نے جو کچھ کیا وہ اس کی نادانی تھی، میں نے اس کو معاف کر دیا ہے۔ کاشف نے کہا۔ جس طرح کتے کی دم سیدھی نہیں ہو سکتی اسی طرح ایس بھی اپنے کاموں سے باز نہیں آ سکتی اگر تمہیں یقین نہیں آتا تو hold کرو میں اس سے بات کروں گا اور کال کانفرنس کر دوں گا۔ خود اپنے کانوں سے سن لینا۔ میں نے کہا۔ تم بکواس مت کرو وہ ایسی نہیں ہے مجھے اس پر مکمل بھروسہ ہے اور رہے گا وہ مسکرا پڑا اور میری کال کو ہولڈ کرا کے ایس کا نمبر ملایا تھوڑی دیر کے بعد Retrive ہوا اور ایس کاشف سے باتیں کر رہی تھی اور وہی ڈائیلاگ مار رہی تھی جو مجھے مارتی تھی۔ وہ کاشف کو کہہ رہی تھی۔ کاشف تم ناراض تو نہیں ہو آج میں تم سے نہیں ملی۔ وہ اچانک خالد میرے راستے میں آ گیا اور دھمکیاں دینے لگا کہ میرے ساتھ چلو میں مجبور تھی کیونکہ میری تصویریں اس کے پاس ہیں ایک دفعہ میں اس سے تصویریں لے لوں پھر کبھی ملنا تو دور کی بات اس کی شکل بھی دیکھنا گوارا نہیں کروں گی۔ کاشف نے کہا۔ اگر تم خالد سے اب دوبارہ ملی تو میں تمہیں گلی میں ہی بے عزت کروں گا۔ ایس نے اس کو قسم کھا کر کہا۔ میں نے اب خالد کو نہیں ملنا تم پلیز مجھے مت چھوڑنا۔ میں ایک ایک لفظ غور سے سن رہا تھا۔ میری نیند تو اڑ چکی تھی میں نے کال ڈراپ کر دی کیونکہ مزید کچھ سننے کی ہمت نہیں رہی تھی۔ میں ٹوٹ چکا تھا میں بکھر گیا تھا کسی کے بھروسے نے مجھے ریزہ ریزہ کر ڈالا۔ میری محبت کا مذاق اڑایا گیا۔ میں پوری رات روتا رہا تڑپتا رہا مگر اب مجھے کسی کی تسلی کی ضرورت نہیں تھی۔ میں خود بھی چاہتا تھا کہ میری آنکھوں سے نکلے آنسوؤں کے ساتھ ایس کی تصویر ہی بہہ جائے میں خوب رونا چاہتا تھا۔ رات چار بجے میں نے فیصلہ کیا کہ آخری بار ایس کو ملوں گا اس کی تصویریں اور لیٹرز اس کو واپس دے دوں گا تاکہ اسے اپنی نئی زندگی کے سفر کے آغاز میں اس بات کا خوف و ڈر نہ ہو کہ میں اسے بلیک میل کروں گا اس کی اپنی زندگی ہے جس طرح گزارے ہمیں اپنی زندگی کس طرح گزارنی ہے یہ میں نے سوچ لیا تھا اور آخری فیصلے پر پہنچ کر میں مطمئن ہو گیا۔

ایس کی اکیڈمی ٹائم پہ میں پہنچ گیا اور انتظار کرنے لگا۔ تھوڑی دیر کے بعد ایس آتے ہوئے دکھائی

ی وی جب وہ پاس آئی تو میں نے کہا۔ ایس گلی کی اس نکڑ پر چلتے ہیں جہاں آمد ورفت بہت ہی کم ہے، میں نے تمہیں کوئی تمہاری قیمتی چیزیں لوٹانی ہیں۔ ایس نے جواب دیا۔ خیر تو ہے ایسی کون سی قیمتی چیز ہے میری جو واپس کرنی ہے کہیں میرا دل تو واپس نہیں کرنا چاہتے۔ ایس نے یہ بات ہنستے ہوئے کہی۔ میں نے جواب دیا۔ شاید وہی ہو وہ پریشان ہو کر میرے ساتھ چل پڑی ابھی ہم تھوڑی ہی دیر چلے تھے کہ سامنے سے کاشف آ گیا اور اس نے آتے ہی ایس کو زوردار طمانچہ مارا اور ایس کا نقاب اس کے چہرے سے ہٹ گیا اور کاشف نے کہا۔ کنجری تو نے مجھے خالد سمجھا ہوا ہے جب چاہا دل سے کھیل لیا جب چاہا ٹھکرا دیا۔ اس کا یہ کہنا تھا میں نے زوردار تھپڑ اس کے چہرے پر دے مارا اور ہماری گلی میں لڑائی ہو گئی۔ ایس کو میں نے کہا۔ اکیڈمی دفع ہو جاؤ وہ چلی گئی کچھ لوگوں نے آ کر ہمیں چھڑا دیا۔ کاشف گالیاں دیتا ہوا چلا گیا۔ وہ ایس کو گندے الفاظ سے بکتا ہوا چلا گیا مجھ سے برداشت نہیں ہو رہا تھا کیونکہ وہ جیسی بھی تھی میری محبت تھی میں اس کے خلاف کوئی نازیبا الفاظ نہیں سن سکتا تھا۔ مغرب کے ٹائم کاشف نے مجھے کال کی کہ اب ایس کے ساتھ میں ایسا کام کروں گا کہ یہ دنیا کو منہ دکھانے کے قابل نہیں رہے گی اور اس نے جو پلاننگ مجھے بتائی تھی جو وہ اس کے ساتھ کرنے والا تھا میں وہ نہیں بتا سکتا بہت گندی اور گھٹیا سوچ کا مالک تھا اسی لئے اس کے ذہن میں غلط بات آئی۔ میں نے سوچا کہ ایس اگر اکیڈمی گئی تو وہ اس کو نقصان نہ پہنچا دے۔ میں نے اب محبت نہیں دوستی کا بھرم رکھنا تھا کیونکہ فخر میرا بھائیوں جیسا دوست تھا اور اس کے گھر والے مجھے بہت عزت دیتے تھے۔ اب ان کی عزت کا خیال رکھنا تھا ان کو آنے والی بدنامی سے بچانا تھا سو میں فخر کے گھر چلا گیا اور فخر کو لے کر سٹیڈیم چلا گیا جہاں پر بالکل تنہائی تھی۔ فخر نے کہا۔ یار ایسی کون سی بات تھی جو گھر نہیں ہو سکتی تھی۔ میں نے کہا۔ تھی ایسی بات جو گھر نہیں ہو سکتی تھی۔ میں نے اسے اپنے بارے سب کچھ بتا دیا اور جو کچھ آج ہوا وہ بھی بتا دیا۔ فخر سب کچھ غور سے سنتا رہا۔ میں نے کہا۔ اگر میں آپ لوگوں کے لئے برا ہوتا آپ کا مخلص نہ ہوتا تو شاید میری سوچیں بھی کاشف کی طرح ہی ہوتیں بدنامی سے بچنا چاہتے ہو تو ایس کی پڑھائی ختم کرا دو۔ اس نے کہا۔ ٹھیک ہے کل سے وہ کالج اور اکیڈمی نہیں جائے گی۔ یہ کہہ کر اس نے کہا۔ چلو دیر ہو رہی ہے ہم وہاں سے چلے آئے اس کو گھر چھوڑا اور میں واپس آ گیا۔ شام کو ایس اکیڈمی سے لوٹی تو فخر نے پوچھا کہ آج میرے ساتھ کیا ہوا تھا۔ ایس نے کہا۔ بھائی ایسا تو کچھ نہیں ہوا میرے ساتھ۔ فخر نے سب اسے بتایا جو میں نے اسے کہا تھا۔ ایس کو غصہ لگ گیا اس نے الٹا میرے اوپر الزام لگا دیا کہ خالد گلی میں آیا اور میرا بازو کھینچتے ہوئے بولا۔ میرے ساتھ چلو میں نے انکار کیا تو وہ اور زبردستی کرنے لگا۔ میں نے شور مچایا گلی میں وہی لڑکا گزر رہا تھا اس نے آ کر مجھے بچایا پہلے بھی کئی دفعہ خالد نے مجھے تنگ کیا ہے لیکن یہ سوچ کر میں نے کسی کو نہیں بتایا کہ بدنامی میری اپنی ہو گی۔ غرضیکہ اس نے میرے خلاف اتنی باتیں کیں کہ فخر اور اس کے گھر والے مجھ سے نفرت کرنے پر مجبور ہو گئے اور ایس کی باتوں پر یقین کر لیا۔ مجھے دکھ اس بات کا نہیں ہے کہ میری محبت ٹھیک نہیں تھی افسوس مجھے اس چیز کا ہے کہ میرے دوست نے میری باتوں کا یقین نہیں کیا اور اپنی بہن کی باتوں کا بھروسہ کر لیا۔ میں نے فخر کو کہا فون کر کے۔ فخر میں نے تمہیں دوست نہیں بھائی سمجھا ہے اور کبھی مجھے غلط مت سمجھنا پلیز۔ فخر نے کہا۔ تم نے ہمارے اعتبار کو ٹھیس پہنچائی ہے مجھے تم سے یہ امید نہیں تھی کہ تم ایسا کرو گے جس سے ہماری بدنامی ہو بس آج کے بعد تم مجھ سے بات بھی مت کرنا میں تم سے دوستی کر کے بہت پچھتا رہا ہوں اب یہ تعلق بھی ختم کر رہا ہوں اور آئندہ کال مت کرنا۔ یہ کہہ کر اس نے کال ڈراپ کر دی۔ مجھے بہت دکھ ہوا میں ذہنی طور پر بہت ڈسٹرب ہوا یہ واقعہ میرے لئے ایک سبق بن گیا۔

میں نے اپنے آپ کو سنبھالنے کی کوشش کرنے میں اور مزید بکھرتا چلا گیا کیونکہ ایک بے وفا ایس کی یاد مجھے زندہ جلانے کے درپے تھی دوسرا میرا جگری دوست مجھ سے ہر تعلق ختم کر چکا تھا۔ میرے پاس تو کچھ بھی باقی نہیں رہا تھا فقط یادیں تھیں وہ جھلسا کر رکھ دینے والی تھیں۔ کافی عرصہ یہ واقعہ مجھے تڑپاتا رہا بار بار میری آنکھوں میں گھومتا رہا۔ میری نیندیں تباہ و برباد ہو چکی تھیں کافی دن جاگ کر گزارنے سے میری صحت خراب ہو گئی اور میں بیمار ہو گیا۔ مجھے محبت میں ایسا صلہ ملا جو میری زندگی برباد کر گیا میں نے سچی محبت کی تھی مجھے اس کی سزا ملی دنیا تو خوش ہوتی ہے کوئی تنہا ہوا ہے ہزاروں لوگ محبت کرتے ہیں مگر میں یقین کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کوئی بھی شخص ایسا نہیں ہوگا جو یہ گوارا کرے کہ میرا محبت کسی سے ہنس کر بھی بات کرے لیکن میں نے جس سے محبت کی اس کی ہر بات کا علم ہونے کے باوجود بھی اسے دل و جان سے پیار کرتا رہا تا کہ اسے احساس ہو کہ میں کتنی سنگدل اور ہرجائی ہوں اس کے بھروسے کو توڑتی ہوں میری عزت بھی تو اس کی عزت ہے، کس طرح پامال کرتی ہوں لیکن محبت صرف میں نے کی تھی اس نے تو صرف وقت گزاری کی تھی۔ اسے کیوں میرا، میری محبت کا احساس ہوتا۔ اس دنیا میں بہت کم لوگ ایسے ہوں گے جو احساس کرنے کا مادہ رکھتے ہوں گے ورنہ ہر کوئی اپنے مطلب کو ترجیح دیتے ہیں۔ میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ جس کو بھی محبت کرنے والا دل دو اس دل میں احساس ضرور ڈالنا کیونکہ احساس کے بغیر محبت ادھوری ہوتی ہے۔ قارئین! میں نے بہت کوشش کی ایس کو بھول جاؤں مگر وہ میرے رگ و پے میں اتر چکی تھی۔ میں نے نماز پڑھنا شروع کر دی اور ہر دعا کے بعد ہر وقت ہر پل اسے بھولنے کی خدا سے التجا کی۔ خدا نے میری سن لی اور میں ایس کو زیادہ تو نہیں مگر تھوڑا سا بھلانے میں کامیاب ضرور ہوا وہ مجھے اب ہر وقت نہیں بس کبھی کبھی یاد آ جاتی تھی۔

میرے ابو نے کہا۔ خالد تم چھٹی آ جاؤ تمہاری شادی کی ڈیٹ رکھنے جانا ہے۔ میں نے کہا۔ آپ ڈیٹ رکھ آئیں میں آ جاؤں گا۔ میرے گھر والے حیران ہو گئے کہ خالد خود کہہ رہا ہے کہ میں شادی کرنے آ رہا ہوں۔ بہر حال بہت خوش ہوئے میری شادی کی ڈیٹ رکھ دی گئی اور میں ایک ہفتہ پہلے چھٹی چلا گیا ہر روز گھر میں شادی کی خوشی میں ناچ شروع تھے۔ وہ دن بھی آ گیا جب میری مہندی تھی اس رات میں بہت رویا تھا کہ میں نے سپنے کس کے دیکھے تھے اور میری زندگی میں تعبیر بن کر کوئی اور آ رہا ہے۔ کاش کہ میرے سپنوں کی رانی وہ ہوتی جس کو میں نے چاہا تھا۔ صبح بارات جانی تھی، سب تیاری میں مصروف تھے۔ بارات روانہ ہو گئی لڑکی والوں کے گھر جو رسومات ہوتی ہیں وہ ادا کیں شام کے ٹائم بارات واپس آ گئی۔ میری کزن میری دلہن بنی بیٹھی حجلہ عروسی میں میرا انتظار کر رہی تھی۔ میں باہر دوستوں میں بیٹھا ہوا گپ شپ لگا رہا تھا کہ میرا بھائی آیا اور کہا۔ یار اندر جاؤ امی بلا رہی ہے۔ میں اندر چلا گیا اور اپنے کمرے میں پہنچا۔ امی نے کہا۔ بیٹا تمہاری بیگم کو بھوک لگی ہے تم دونوں پہلے کھانا کھا لو۔ وہ یہ کہہ کر باہر چلی گئیں میں نے دروازہ بند کیا اور اپنی دلہن کے پاس بیٹھ گیا اور باتیں کرنے لگا۔ میں نے اسے اپنی ہر بات بتائی اپنا ماضی اس سے بالکل نہیں چھپایا۔ اس نے کہا۔ میں ہر بات جانتی ہوں، مجھے تمہاری ہر بات کا علم ہے۔ میں جانتی ہوں کہ تم ایس سے پیار کرتے تھے اور اس سے شادی بھی کرنا چاہتے تھے لیکن جوڑیاں ہمیشہ اوپر والا بناتا ہے، میں خود تم سے بہت پیار کرتی تھی اور کرتی ہوں لیکن کبھی تمہیں نہیں بتایا کیونکہ تم ایس کے پیار میں اتنا پاگل تھے شاید تم مجھے ٹھکرا دیتے اسی لئے میں خاموش رہی اور تمہیں پانے کی خدا سے دعا کرتی رہی۔ میں نے کہا کہ میرا ماضی میرے لئے ایک تلخ حقیقت ہے میں آج اپنا ماضی اور اپنا پیار جو میں نے کبھی کیا تھا وہ دفن کر رہا ہوں۔ میں تمہارے لئے ہوں کیونکہ اب تم میری بیوی ہو، میری عزت ہو، میں اپنا پیار، اپنی عزت سب کچھ تمہارے حوالے کر رہا

ہوں اب تم ہی اس کی حقدار ہو۔ اگلے دن ولیمہ تھا دوستوں وغیرہ میں رشتہ داروں میں اتنا مصروف رہا کہ ٹائم کا پتہ ہی نہ چلا۔ میں بہت خوش تھا کیونکہ مجھے محبت کرنے والی بیوی مل گئی تھی۔ میری بیوی نے مجھے اتنا پیار دیا کہ میں ایس کے پیار کو بھول گیا لیکن وہ میری پہلی محبت تھی اور پہلی محبت جدا بھی ہو جائے تو یاد ضرور آتی ہے لیکن یہ سوچ کر میں اپنی پہلی محبت کو ختم کر چکا ہوں کہ اب میں خود کسی کی پہلی محبت ہوں اور ایس کی طرح سلوک نہیں کروں گا جو اس نے میرے ساتھ کیا تھا۔

قارئین! میں اپنی زندگی سے اب بہت خوش ہوں کبھی سوچا بھی نہیں تھا کہ مجھے اتنی خوشیاں ملیں گی جن کو سنبھالنے کے لئے میرا دامن بھی چھوٹا پڑ جائے گا۔ کبھی کبھی ایس کی کال آ جاتی ہے تو میں اس کو صرف اتنا کہتا ہوں کہ پتھر ہمیشہ ایک ہی جگہ پر بھاری ہوتا ہے اپنا ایک مقام بناؤ اپنی عزت اور وقار کا خیال رکھو اپنے ماں باپ کی عزت کا احساس کرو۔ ایس نے بہت کوشش کی مجھے دوبارہ پاگل بنانے کی مگر میں اب کسی اور کا ہو چکا ہوں اور میرا ضمیر اس چیز کی اجازت نہیں دیتا کہ میں اپنی بیوی کا بھرم توڑوں۔ آخر میں قارئین کی رائے کا انتظار رہے گا کہ میں نے ٹھیک کیا یا نہیں......!

طہارت

★ نماز کی ادائیگی کے لئے سب سے پہلی چیز طہارت ہے اس کے بغیر نماز نہیں ہوتی چنانچہ نماز کے لئے طہارت کا ہونا ضروری ہے۔ طہارت کے ضمن میں احادیث مبارکہ میں بھی بیان کیا گیا ہے۔ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ جنت کی کنجی نماز ہے اور نماز کی کنجی طہارت ہے۔

★ اچھا وضو، حضرت عثمانؓ فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریمؐ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص وضو کرے اور اچھا وضو کرے تو اس کے گناہ اس کے جسم سے نکل جاتے ہیں۔ یہاں تک کہ اس کے ناخنوں کے نیچے سے بھی نکل جاتے ہیں۔ (بخاری/مسلم)

★ تین مرتبہ وضو، حضرت عثمانؓ فرماتے ہیں کہ حضور سرور کائنات نے تین تین مرتبہ وضو فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ یہ میرا اور مجھ سے پہلے انبیائے کرام علیہم السلام تھے ان کا وضو ہے۔ (مشکوۃ شریف)

★ وضو کا حکم: حضرت ابو ہریرہ سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب کوئی نیند سے بیدار ہو تو وضو کرے اور ناک صاف کرے کہ شیطان اس کے نتھنے پر رات گزارتا ہے۔ (بخاری و مسلم)

★ دوگنا ثواب: حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جو شخص سخت سردی میں کامل وضو کرے اس کے لئے دوگنا ثواب ہے۔

★ گناہوں کا جھڑنا: حضرت عبداللہ ثنا سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مسلمان بن بندہ جب وضو کرتا ہے تو کلی کرنے سے اس کے گناہ گر جاتے ہیں جب ناک میں پانی ڈال کر صاف کیا تو ناک کے گناہ نکل گئے جب منہ دھویا تو اس کے چہرہ کے گناہ نکل گئے یہاں تک کہ پلکوں کے نکلے اور جب ہاتھ دھوئے تو ہاتھوں کے گناہ نکلے یہاں تک کہ ہاتھوں کے ناخنوں سے نکلے اور جب سر کا مسح کیا تو سر کے گناہ نکلے یہاں تک کہ کانوں سے نکلے اور جب پاؤں دھوئے تو پاؤں کی خطائیں نکلیں یہاں تک کہ ناخنوں سے۔ (نسائی)

☆......اے آر راحیلہ منظر۔ جھمرہ سٹی

قطعہ

پلکوں پہ آ کر رک جاتے ہیں یہ آنسو
تنہا پا کر بہہ جاتے ہیں یہ آنسو
دل تو بہت کرتا ہے غم بتاؤں آپ کو
پہ ہنستا دیکھ کر آپ کو سوکھ جاتے ہیں یہ آنسو

☆.... ملک ثمیر ناز۔ صادق آباد

تنہائیاں اور یادیں

تحریر...... ملک عرفان۔ چک 9 ب عبدالحکیم

ہم بہت خوش تھے ایک دوسرے پر جان دیتے تھے ایک دوسرے کی دوری ایک منٹ بھی نہ سہا کرتے۔ ہماری شادی کو ایک ماہ ہی ہوا تھا کہ ایسا واقع رونما ہوا جس نے مجھے میری تنہائیاں میری ویرانیاں مجھے پھر واپس لٹا دیں جو ان قریب مجھے فانی دنیا سے لے جانے والی ہیں۔ ہوا یہ کہ نمرہ کی امی آ گئی اور کہنے لگی کہ ہم اپنی بیٹی سے بہت اداس ہو گئے ہیں۔ نمرہ کے ابو نے کہا ہے کہ جاتو نمرہ کو لے آنو کچھ دن وہ ہمارے پاس رہ لے ہمارا اس کے بغیر دل نہیں لگ رہا۔ ایک درد بھری تڑپتی سسکتی کہانی۔

اس کہانی میں شامل تمام کرداروں اور مقامات کے نام فرضی ہیں۔

دوپہر کے وقت میں جواب عرض پڑھ رہا تھا کہ میرے موبائل کی ٹون بجنے لگی، میں نے سکرین پر دیکھا تو یہ کوئی نیا نمبر تھا۔ میں سمجھ گیا کہ یہ بھی کوئی جواب عرض کا ہی قاری ہوگا۔ میں نے کال او کے کی تو ایک لڑکی کی نہایت ہی باریک اور پیاری سی آواز میرے کانوں سے ٹکرائی۔ السلام علیکم! میں نے کہا۔ جی وعلیکم السلام! اس نے کہا۔ جی آپ عرفان صاحب ہیں؟ میں نے کہا۔ جی میں عرفان اور آپ کون؟ اس نے کہا۔ عرفان صاحب میرا نام نمرہ ہے۔ میں نے آپ کا نمبر جواب عرض سے لیا ہے۔ میں ہر ماہ آپ کی تحریریں پڑھتی رہتی ہوں۔ مجھے آپ کی تحریریں اچھی لگیں اسی لئے سوچا کہ آپ سے دوستی کرلی ہوں۔ میں نے آپ کو تین چار لیٹر بھی لکھے تھے لیکن آپ کی طرف سے ایک لیٹر کا بھی جواب نہیں آیا۔ میں نے کہا sory نمرہ جی آپ میری تحریریں پسند کرتی ہیں آپ کا بہت شکریہ لیکن میں آپ سے دوستی نہیں کر سکتا۔ اس نے کہا کیوں؟ میں نے کہا۔ میں لڑکیوں سے دوستی نہیں کرتا۔ اس نے کہا۔ لڑکیوں سے دوستی نہ کرنے کی وجہ کیا ہے؟ میں نے کہا۔ اپنے اپنے دل کی بات ہوتی ہے اور میرا دل نہیں مانتا کہ میں لڑکیوں سے دوستی کروں۔ اس نے اصرار کرتے ہوئے کہا۔ عرفان پلیز آپ بتائیں تو سہی کہ آپ لڑکیوں سے دوستی کیوں نہیں کرنا چاہتے۔ میں نے کہا۔ نمرہ جی! میں نے آپ کو کہہ دیا ہے کہ میں لڑکیوں سے دوستی نہیں کرتا پلیز مجھے معاف کر دینا او کے۔ اور میں نے کال بند کر دی۔ اس نے پھر کال کر دی لیکن میں نے کال او کے نہ کی، وہ بار بار کال کر رہی تھی میں نے موبائل آف کر دیا۔ تقریباً دو گھنٹے کے بعد میں نے دوبارہ موبائل آن کیا تو نمرہ کے چھ سات ایس ایم ایس آئے ہوئے تھے میں نے وہ پڑھے تو لکھا ہوا تھا۔ عرفان پلیز ایک بار بات کر لو۔ عرفان تمہیں تمہاری ماں کی قسم ایک بار بات کر لو، پھر بے شک کبھی نہ بات کرنا۔ میں نے دل میں کچھ سوچتے ہوئے اس کا نمبر ملا دیا۔ اس نے کال

او کے کی تو کہنے لگی۔ عرفان آپ ایک بار میری پوری بات سن لیں پھر آپ کی مرضی تم مجھ سے بات کرو یا نہ کرو۔ میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ جی سنائیں اپنی بات۔

نمرہ کہنے لگی۔ عرفان یہ تقریباً ایک سال پہلے کی بات ہے کہ میں کسی کام کے لئے ہمسایوں کے گھر گئی تو وہاں جواب عرض پڑا ہوا تھا، میں جواب عرض پڑھنے کے لئے لے آئی اور گھر آ کر جواب عرض کے ورق الٹانے شروع کر دیئے۔ جواب عرض کالم ملاقات میں کچھ لڑکوں کی تصویریں بھی تھیں، میں دیکھنے لگ گئی کہ ان لڑکوں میں سب سے زیادہ تصویر کس کی ہے، سب تصویروں میں سے آپ کی تصویر مجھے بہت خوبصورت لگی، آپ کی خوبصورت آنکھیں مجھے اتنی اچھی لگیں کہ میں بتا نہیں سکتی۔ آپ کا نام مجھے اتنا اچھا لگا کہ میں نے جواب عرض کے ورق الٹانے شروع کر دیئے کہ دیکھوں اور کتنی جگہ آپ کا نام لکھا ہوا ہے۔ غزلوں والے صفحے پہ آپ کی چھ سات غزلیں اور اشعار لکھے ہوئے تھے، وہ مجھے اتنے اچھے لگے کہ دل نے چاہا کاش اڑ کر آپ کے پاس پہنچ جاؤں اور آنکھوں کی پیاس بجھا لوں۔ میں میٹرک پاس کرنے کے بعد گھر میں ہی رہتی تھی۔ جواب عرض میں آپ کا نمبر تو نہیں تھا مگر ایڈریس لکھا ہوا تھا۔ میں نے ایک سہیلی کی مدد سے آپ کو لیٹر لکھا مگر آپ کی طرف سے کوئی جواب نہ آیا۔ میں نے کچھ دنوں کے بعد پھر لیٹر لکھا مگر جواب نہ آیا اور اس کے بعد دو تین لیٹر اور لکھے لیکن آپ کی طرف سے ایک لیٹر کا بھی جواب نہ آیا۔ میں دل کے ہاتھوں کے مجبور ہو گئی تھی، مجھے آپ کی تصویر بہت اچھی لگی تھی، مجھے آپ کا نام بہت اچھا لگا تھا، مجھے آپ کی تحریریں بہت اچھی لگی تھیں، میں آپ کی دیوانی ہو گئی تھی۔ دن میں بار بار آپ کی تصویر دیکھتی، آپ کی تحریریں پڑھتی رہتی اور اللہ سے دعا مانگتی کہ آپ سے زندگی میں ایک بار رابطہ ہو جائے۔ آپ کی تحریروں اور آپ کی تلاش نے مجھے ہر ماہ نیا جواب عرض لینے پر مجبور کر دیا۔ ہر ماہ آپ کی تحریریں شائع ہوتی تھیں۔ میں آپ کی تحریریں بڑے پیار محبت کے ساتھ پڑھتی۔ جواب عرض میں دوسرے لڑکوں کے موبائل نمبر شائع ہوتے رہتے تھے، مجھے امید تھی کہ ایک نہ ایک دن آپ کا نمبر بھی ضرور شائع ہوگا۔ میں جب بھی نیا جواب عرض لاتی سب سے پہلے آپ کی تحریریں اور آپ کا فون نمبر تلاش کرتی۔ میں آج ہی نیا جواب عرض لے کر آئی ہوں آپ کا فون نمبر دیکھ کے اتنی خوشی ہوئی کہ میں خوشی سے ناچنے لگ گئی اور فوراً ہی آپ کا نمبر ملا دیا لیکن آپ کی بے رخی دیکھ کر بہت دکھ ہوا۔ پلیز عرفان میں تم کو بہت چاہتی ہوں، خدا کی قسم تم میری روح میں سما چکے ہو، تم کو بھولنا بہت مشکل ہے۔ میرے خوابوں خیالوں میں تم ہی تم ہو، میں تم سے بہت محبت کرتی ہوں۔ پلیز میری محبت کو مت ٹھکرانا ورنہ میں زندہ نہ رہ پاؤں گی۔ تمہاری بے رخی نہ سہہ پاؤں گی، جدائیوں کا بھار نہ اٹھا پاؤں گی، تمہاری یادیں دل میں لے کر مر جاؤں گی۔ یہ ہے میرے دل کی بات اب فیصلہ آپ کے ہاتھوں میں ہے میری زندگی یا میری موت۔

میں نمرہ کی ساری باتیں سن کر حیران پریشان ہو گیا اور سوچنے لگا کہ کیا مجھ سے بھی کوئی اتنی محبت کر سکتا ہے، مجھ کو بھی کوئی خوابوں میں بسا سکتا ہے، میں بھی کسی کے دل کی دھڑکن ہو سکتا ہوں، میں بھی کسی کی آنکھ کا تارا بن سکتا ہوں، مجھے اپنے کانوں پہ یقین نہیں آ رہا تھا۔ مجھے یہ سب کچھ خواب لگ رہا تھا۔ اچانک نمرہ کی آواز نے مجھے چونکایا کہ عرفان صاحب کہاں کھو گئے ہو؟ میں نے گلا صاف کرتے ہوئے کہا۔ سنو، نمرہ! میں ایک ٹوٹا ہوا انسان ہوں، غموں و دکھوں سے چور ہوں،

میں انسانوں میں رہ کر بھی اپنے آپ کو تنہا محسوس کرتا ہوں، مجھ سے محبت کرنے والا کوئی نہیں، تم سے پہلے بھی کچھ لڑکیاں آئی تھیں جھوٹے پیار کے دعوے کرنے والیں جنہوں نے میرا دل توڑ دیا تھا، مجھے میری ہی نظروں سے گرا دیا تھا، دھوکے باز اور لالچی قسم کی لڑکیاں تھیں۔ میٹھی میٹھی باتیں کر کے مجھے زہریلے سانپ کی طرح ڈستی رہی تھیں۔ اسلئے مجھے لڑکیوں سے نفرت ہو گئی تھی، میں لڑکیوں کو اپنا دشمن سمجھتا تھا اور میں نے دل میں ارادہ کر لیا تھا کہ لڑکیوں سے کبھی محبت نہ کروں گا۔ اس لئے میں لڑکیوں سے دوستی نہ کرتا تھا اور اسی لئے لڑکیوں کے خطوں کے جواب بھی نہ دیتا تھا لیکن آج آپ کی باتیں سن کر میرے دل میں پھر پیار کا شعلہ بھڑک اٹھا ہے، مجھے تمہارے جیسی ہی لڑکی چاہئے تھی جو مال و دولت سے نہیں بلکہ مجھ سے محبت کرلی ہو، میرے خوابوں خیالوں میں ڈوبی رہتی ہو۔ میں آج آپ کے ساتھ وعدہ کرتا ہوں کہ زندگی کی آخری سانس تک میں تم سے وفا کرتا رہوں گا، تم سے پیار کرتا رہوں گا، تمہارا تابعدار رہوں گا، تم پہ فدا ہوتا رہوں گا، تم پہ مرتا رہوں گا۔ پھر نمرہ اور میرے درمیان بہت دیر تک پیار محبت کی باتیں ہوتی رہیں۔ نمرہ نے بتایا کہ میں فیصل آباد میں رہتی ہوں، میرا کوئی بہن بھائی نہیں ہے، میری امی سکول ٹیچر ہے اور میرا ابو فیصل آباد کپڑا فیکٹری میں کام کرتا ہے، میری عمر تقریباً سترہ سال ہے۔ میں نے کہا۔ نمرہ! تم تو واقعی میرے سپنوں کی رانی لگتی ہو۔ نمرہ نے کہا۔ وہ کیسے؟ میں نے کہا۔ نمرہ! بس تمہاری باتوں سے لگ رہا ہے اور ویسے بھی میرے دل کی دھڑکن کہتی ہے کہ تم ہی میرے سپنوں کی رانی ہو۔ نمرہ نے کہا۔ ہاں عرفان تم ہی میرے رانجھا اور میں تمہاری رانی ہوں۔

اس طرح ہر روز گھنٹوں ہماری فون پہ باتیں ہوتی رہیں۔ میں نے نمرہ کو اپنے بارے میں بتایا کہ میں بہت ہی بدنصیب ہوں کہ میرے پیدا ہونے کے دو ماہ بعد میرے ابو ہمیں چھوڑ کر خالق حقیقی کو جا ملے اور جب میں بارہ سال کا ہوا تو میری ماں بھی مجھے تنہا چھوڑ کر اللہ کو پیاری ہو گئی۔ میرے تایا جان جو دنیا میں میرا واحد سہارا تھے، وہ بھی مجھے میری امی ابو کی طرح اکیلا چھوڑ کر اپنی آخری آرام گاہ میں جا پہنچے۔ میری دو بہنیں ہیں دو شادی شدہ ہیں، میرا ایک بھائی ہے جو میرے پاس رہتا ہے۔ دوسرا سسرال میں رہتا ہے بس تنہائی ہی تنہائی ہے اور اپنی بچپن کی یادیں اور میرے پاس کچھ نہیں۔ نمرہ نے کہا۔ میری جان تم بے فکر ہو جاؤ مجھے دولت مال نہیں مجھے تم چاہئے۔ مجھے تمہاری ضرورت ہے، میں تمہاری تنہائیاں دور کر دوں گی، تمہیں تمام وہ خوشیاں دوں گی جنہیں تم اپنے سپنوں میں دیکھتے ہو۔

ایک دن نمرہ کہنے لگی۔ عرفان! میں تمہیں بہت مس کرتی ہوں۔ اگر ہو سکے تو مجھے ایک بار آ کر مل جاؤ۔ میں نے کہا۔ میری جان یہ بات تو میں تم سے خود کہنے والا تھا اب تم نے کہہ دیا ہے تو میں صبح ہی تمہارے پاس آ جاتا ہوں۔ نمرہ نے کہا۔ ٹھیک ہے میں کل آپ کا انتظار کروں گی اور بازار جا کر اپنی جان کے لئے گفٹ لینے چلا گیا۔ دوسرے دن آٹھ بجے ٹرین میں بیٹھ کر اپنی جان کے شہر فیصل آباد جا پہنچا اور وہاں پہنچ کر اپنی جان کو فون کیا کہ میں پہنچ گیا ہوں۔ میری جان پہلے ہی ریلوے سٹیشن پر موجود تھی۔ نمرہ نے مجھ سے پوچھا کہ تم نے کون سے کلر کے کپڑے پہنے ہوئے ہیں؟ میں نے اسے بتایا کہ میں نے ریڈ کلر کی شرٹ اور ییلو کلر کی پینٹ پہنی ہوئی ہے۔ یہ میں پہلے ہی نمرہ کو بتا چکا تھا کہ میرا قد ساڑھے پانچ فٹ ہے اور میں کلین شیو کرتا ہوں۔ نمرہ نے مجھے دیکھ لیا تھا اور اس نے فون

پر بتایا کہ میری جان میں نے تمہیں دیکھ لیا ہے اور میں تمہاری طرف آ رہی ہوں۔ میں ادھر ادھر دیکھ رہا تھا کہ نمرہ میرے پاس آئی اور اس نے کہا۔ السلام علیکم جناب جی! میں نے پیچھے مڑ کر دیکھا تو میرے ہاتھوں سے گفٹوں والے شاپر چھوٹ کر زمین پر جا گرے اور میں حیران و پریشان اسے دیکھنے لگا کہ نمرہ اتنی خوبصورت ہو گی۔ اس نے بلیک کلر کے کپڑے پہنے ہوئے تھے، گلاب پنکھڑیوں جیسے نرم و نازک ہونٹ تیکھی سی ناک خوبصورت اور بڑی بڑی آنکھیں اور آنکھوں میں کاجل اور گلابی گال شانوں پر لہراتی زلفیں اور دائیں رخسار پر کالا تل جو اس کی خوبصورتی کو چار چاند لگا رہا تھا۔ عرفان صاحب! کیا ہوا، کہاں کھو گئے ہو کیا میں آپ کو اچھی نہیں لگی؟ میں نے کہا۔ نہیں نمرہ! تم تو میری سوچ سے بھی زیادہ خوبصورت نکلی۔

ہم پورا دن ایک دوسرے کے ساتھ باتیں کرتے رہے اور ساتھ جینے مرنے کے وعدے بھی کئے۔ پھر شام کو نہ چاہتے ہوئے بھی میں واپس اپنے گاؤں آ گیا۔ ایک دن نمرہ نے فون کیا اور کہا۔ عرفان جلدی تم ایک بار ہمارے گھر آؤ ایک خوشخبری ہے۔ میں نے کہا۔ کون سی خوشخبری ہے، مجھے نہیں بتاؤ گی؟ نمرہ نے کہا۔ میں نے تمہارے بارے میں امی سے بات کی تھی اور امی تم سے ملنا چاہتی ہے۔ اس طرح میں جا کے نمرہ کی امی کو ملا تو میں پہلی ہی نظر میں نمرہ کی امی کو پسند آ گیا۔ نمرہ کے گھر والوں کی رضامندی اور میری بہن بھائی کی رضامندی سے ہماری منگنی کر دی گئی۔ میں بہت خوش تھا، میرے پاؤں زمین پہ نہ لگ رہے تھے، میں ہواؤں میں اڑ رہا تھا، ہر وقت فون پر نمرہ سے بات کرتا رہتا اور اللہ سے دعا کرتا کہ یا اللہ میری جان کو جلدی جلدی مجھے ملا دے، میری تنہائیاں دور کر دے، مجھے میرے سپنوں کی رانی دے دے۔ آخرکار وہ دن بھی آ گیا جس دن کا انتظار مجھے صدیوں سے تھا۔ ساری دوریاں میری تنہائیاں ختم کرنے کے لئے نمرہ سرخ جوڑا پہن کر دلہن کے روپ میں میرے بستر کی سیج پہ آ کر بیٹھ گئی۔ مجھے تو دنیا کی ساری دولت مل گئی تھی، مجھے دنیا میں ہی جنت مل گئی تھی، مجھے میرے خوابوں کی رانی مل گئی تھی، مجھے اپنی جان مل گئی تھی۔

ہم بہت خوش تھے ایک دوسرے پہ جان دیتے تھے ایک دوسرے کی دوری ایک منٹ بھی نہ سہا کرتے۔ ہماری شادی کو ایک ماہ ہی ہوا تھا کہ ایسا واقع رونما ہوا جس نے مجھے میری تنہائیاں میری ویرانیاں مجھے پھر واپس لٹا دیں جو ان قریب مجھے فانی دنیا سے لے جانے والی ہیں۔ ہوا یہ کہ نمرہ کی امی آ گئی اور کہنے لگی کہ ہم اپنی بیٹی سے بہت اداس ہو گئے ہیں۔ نمرہ کے ابو نے کہا ہے کہ جاؤ نمرہ کو لے آؤ کچھ دن وہ ہمارے پاس رہ لے ہمارا اس کے بغیر دل نہیں لگ رہا۔ نمرہ نہ چاہتے ہوئے بھی ماں کے ساتھ جانے کے لئے تیار ہو گئی اور مجھے اندر کمرے میں آ کر کہنے لگی۔ جناب پریشان نہ ہونا میں دو تین دن تک آ جاؤں گی۔ میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ نمرہ میری جان میں یہ دن کیسے گزاروں گا، رات کی تنہائی میں تمہاری بہت یاد آئے گی پلیز جلدی آ جانا۔ نمرہ نے کہا۔ اچھا ہاں اچھا صرف دو دن انتظار کرنا تیسرے دن میں آپ کے پاس ہوں گی۔ جاتے وقت جو نمرہ نے مجھے بائے بائے کہا تھا وہ مجھے نہیں بھولتا، اب بھی میرا دل تڑپ رہا ہے آنسو رکنے کا نام نہیں لے رہے، میرا دل زور زور سے دھڑک رہا ہے۔ مجھے کب پتہ تھا کہ میں نمرہ کو آخری بار دیکھ رہا ہوں۔ میری نمرہ مجھ سے ایک دو دن کے لئے دور نہیں جا رہی بلکہ وہ ہمیشہ کے لئے

مجھے چھوڑ کر جا رہی ہے، میری زندگی کو پھر تنہا کر
کے جا رہی ہے، مجھے اکیلا چھوڑ کے خود چین کی
نیند سونے جا رہی ہے۔ دو گھنٹے ہوئے تھے نمرہ کو
گئے ہوئے کہ مجھے وہ منحوس خبر ملی کہ جس نے
مجھے ہلا کر رکھ دیا، مجھے ایسے لگا جیسے میرے پاؤں
کے نیچے زمین گھومنے لگی ہو، مجھے بتایا گیا کہ
میری نمرہ بس اور ٹرک حادثے میں فوت ہو گئی
ہے، نمرہ مجھے چھوڑ چکی ہے، میری نمرہ اللہ کو
پیاری ہو گئی ہے۔ میں زور زور سے چیخ رہا تھا،
میری جان سامنے چارپائی پر خون میں نہائی ہوئی
سو رہی تھی، مجھ سے کوئی بات نہیں کر رہی تھی۔
لوگوں نے مجھے بہت تسلیاں دیں، چپ کروایا
لیکن میری دنیا لٹ گئی تھی، میں برباد ہو گیا تھا
لوگوں نے میری جان کو نہلایا، پھولوں سے سجایا
اور سفید کفن پہنا کر میری نمرہ کو مجھ سے ہمیشہ
ہمیشہ کے لئے دور کر دیا۔

اب پہلے کی طرح میری تنہائی ہے اور
میری جان کی یادیں ہاں بس یادیں۔ آخر میں
دوستوں سے التجا کرتا ہوں کہ میری جان نمرہ
کے لئے دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ اس کو جنت
الفردوس میں جگہ عطا فرمائے۔ اس غزل کے
ساتھ اجازت چاہتا ہوں۔

...یا تھا زندگی میں وہ آ کے چلا گیا
...ہ شخص میرا آشیاں گرا کے چلا گیا
...کہتا تھا خوشیاں بیچ کر خریدوں گا تیرے غم
...ر ہجر کا غم میری زندگی کو لگا کر چلا گیا
...بھی جو لکھتا تھا میرا نام اپنی کلائیوں پہ
...ب اپنے دل سے میرا نقش مٹا کر چلا گیا
...نیا کی رونقوں میں جو کبھی ہمسفر رہا
...صحراؤں کے راستے میں دامن چھڑا کے چلا گیا
...ں سے نہ کوئی گلہ ہے نہ کوئی شکوہ عرفان
...ہ میری زندگی کو تماشا بن کے چلا گیا

غزل

راز الفت چھپا کے دیکھ لیا
دل بہت کچھ جلا کے دیکھ لیا
اور کیا دیکھنے کو باقی ہے دلبر
آپ سے دل لگا کے دیکھ لیا
وہ میرے ہو کے بھی میرے نہ ہوئے
ان کو اپنا بنا کے دیکھ لیا
آج ان کی نظریں کچھ ہم نے
سب کی نظر میں بچا کے دیکھ لیا
جس کی تکمیل غم بنی ہو نہ سکی کاوش
عشق کو آزما کے دیکھ لیا

☆ ...سعید نواز خان کاوش- جنڈانوالہ

غزل

ملا کر نظریں وہ جھکانا بھول گئے
لگا کر آگ دل میں بجھانا بھول گئے
چلے گئے وہ دوستی کر کے ہم سے
بعد میں دوستی نبھانا بھول گئے
دکھا کر راستہ پیار کا وہ ہم کو
ساتھ چلنا بڑی سادگی سے بھول گئے
ہم انجان تھے حسن والوں کے وعدوں سے
پہ وہ وعدہ کر کے نبھانا بھول گئے
ہم کو تو وہ یاد آتے بہت ہیں مگر
اک بار یاد کر کے ہم کو دوبارہ یاد کرنا بھول گئے

☆ .....ایم اکرام ساغر- خانیوال

قطعہ

پلکوں پہ آ کر رک جاتے ہیں یہ آنسو
تنہا پا کر بہہ جاتے ہیں یہ آنسو
دل تو بہت کرتا ہے غم بتلاؤں آپ کو
پر ہنستا دیکھ کر آپ کو سوکھ جاتے ہیں یہ آنسو

☆.....ملک میر ناز- صادق آباد

میں پھر بھی اکیلی

تحریر.....محمد خاں انجم- لدھے وال

ہم لڑکیاں تو شاید کانچ جیسی ہوتی ہیں، ہمارے مقدر تو شاید ریت جیسے ہوتے ہیں، بابل کی دہلیز تو شاید ہماری اپنی ہوتی ہی نہیں ہم تو شاید سپنوں کی آغوش کے جھولے میں اپنی تعبیروں کے سہانے محل بناتے اپنی خواہشوں کے کچے گھروندے ہی مسمار کر بیٹھتی ہیں۔ محبت تو عورت کے جینے کا جواز ہوتی ہے جو شاید میرے لئے جواز کی بجائے طلاق بن گئی، کوئی تو ان گڑیوں سے کھیلنے والیوں کے حال سے آشنا ہو۔ اے کاش! کوئی تو ہو؟..... اپنی محبت پا لینے کے بعد بے اولادی کے باعث اپنے ہی محبوب کے ہاتھوں برباد ہونے والی صنف نازک کی دل ہلا دینے والی داستان

اس کہانی میں شامل تمام کرداروں اور مقامات کے نام فرضی ہیں۔

میرے دامان تمنا سے ہوا مانگتے ہو
اک باری ہوئی محبت سے کیا مانگتے ہو
تیرا شہر ہجوم اور میں پھر بھی اکیلی
کس لئے میرے جینے کی ہر روز دعا مانگتے ہو

فروری آہستہ آہستہ اختتام پذیر ہو رہا تھا اور مارچ 2012ء کی آمد آمد تھی موسم قدرے تبدیل ہونے لگا ہے شام کو لائٹ بند تھی اور کھانے کا ٹائم ہو رہا تھا۔ ہلکی سی سردی تو تھی مگر کمرے کے اندر گھٹن سی محسوس ہو رہی تھی۔ امی جان میں سرچ لائٹ باہر صحن میں رکھ رہا ہوں۔ کھانا باہر ہی بیٹھ کر کھاتے ہیں۔ اچھا بیٹا ٹھیک ہے۔ امی کھانا باہر لگا رہی تھیں میں واش روم چلا گیا۔ جب باہر آیا تو میرا موبائل فون بولنے لگا۔ یار کون ہے آرام سے کھانا بھی نہیں کھانے دیتے لوگ۔ یہ موبائل بھی ناں ضرورت کم ہے اور مصیبت زیادہ ہے لیکن اس کم بخت کے بغیر اب گزارا بھی تو نہیں ہے۔ میں نے جلدی سے نمبر دیکھے بغیر ہی فون ریسیو کر لیا۔ السلام علیکم! جی عامر صاحب کدھر رہ گئے ہیں؟ آپ کو یاد نہیں آج شام ہم نے بلو کی مہندی پہ جانا تھا۔ جلدی آ جائیے میں تیار ہو چکی ہوں۔

کون عامر محترمہ کس سے بات کرنی ہے آپ کو اور کس کا نمبر ڈائل کر رہی ہیں آپ۔ وہ ایک دم بدحواس سی ہو کر بولی۔ جی وہ جی...... وہ میں نے تو زیرو تھری فور ون۔ ... ڈائل کیا ہے اور یہ میرے کزن کا نمبر ہے ان کا موبائل آپ کے پاس کیسے اور عامر کہاں ہے؟ آپ کون بول رہے ہیں۔ محترمہ یہ ان کا نمبر نہیں ہے۔ آپ نے زیرو تھری فور سیون... ڈائل کیا ہے یہ میرا نمبر ہے اور میں ضلع اوکاڑہ تحصیل دیپالپور کے ایک گاؤں لدھے وال سے محمد خان انجم بات کر رہا ہوں۔ آپ سے شاید نمبر کے کوڈ میں غلطی ہوئی ہے۔ کیا نام بتایا ہے آپ نے اپنا؟ جی محمد خان انجم۔ یہ تو کہیں دیکھا دیکھا لگتا ہے بلکہ کہیں پڑھا ہے۔ کہاں پڑھا تھا.. ہاں ہاں یاد آیا یہ وہ جو رسالہ ہے ناں جواب عرض اس میں دیکھا ہے۔ جی محترمہ میں جواب عرض کا بہت بڑا فین ہوں اور جواب عرض میں میری اکثر تحریریں شائع ہوتی رہتی ہیں۔ انجم صاحب سوری مجھ سے شاید نمبر غلط ڈائل ہو گیا ہے اور آپ کے نمبر پر کال او کے ہو گئی۔ کوئی بات نہیں۔ ارے آپ نے تو بتایا ہی نہیں آپ کون اور کہاں سے بات کر

رہی ہیں۔ جی میرا نام آسیہ ہے اور میں بھی ضلع اوکاڑہ کے قریبی شہر سے بات کر رہی ہوں۔ کوئی بات نہیں آسیہ جی نمبر اکثر رونگ مل ہی جاتے ہیں۔ اچھا انجم صاحب اب میں اجازت چاہوں گی۔ چلیں ٹھیک ہے اب ذرا اپنا مطلوبہ نمبر ٹھیک طور پر ملا کر میں اس عامر کے بچے کی خبر لیتی ہوں، پتہ نہیں کہاں رہ گیا ہے۔ پہلے ہی مہندی کے لئے دیر ہو چکی ہے او کے بائے۔ اور کال ڈراپ ہو گئی۔ بیٹا کس کا فون ہے؟ ماں وہ کوئی رونگ نمبر تھا۔ اچھا اب جلدی سے کھانا کھا لو یہ پہلے ہی ٹھنڈا ہو چکا ہے۔

روزانہ کے معمولات میں اس قدر انسان مصروف ہو جاتا ہے کہاسے نہ آنے والے کل کی خبر رہتی ہے اور نہ گزرے دن کی باتیں ذہن میں رکتی ہیں۔ میں بھی اس رونگ کال کو تقریباً بھول چکا تھا۔ تقریباً دو ہفتے گزر چکے تھے کہ ایک دن پھر مجھے کال آئی۔ میرے ذہن سے وہ نمبر مٹ چکا تھا مگر شاید آسیہ کے پاس میرا نمبر ابھی باقی تھا۔ ہیلو انجم صاحب کیسے ہیں آپ؟ جی اللہ پاک کا بڑا کرم ہے، آپ کون؟ مجھے پہچانا نہیں کمال ہے اتنے بڑے بڑے الفاظ لکھ لیتے ہیں آپ رائٹر لوگ دریا کو کوزے میں بند کرنے کی صلاحیت تو رکھتے ہیں مگر کسی کی سنی ہوئی آواز کو نہیں پہچان پاتے۔ جی آپ بتا دیجئے میرے ذہن میں تو نہیں آ رہا کہ آپ کون ہیں۔ میں رونگ کال والی آسیہ ہوں مگر آج میں نے زیرو تھری فور سیون .... ہی ڈائل کیا ہے۔ اچھا اچھا اب میں نے آپ کو پہچان لیا ہے کہ ہماری پہلے بھی بات ہو چکی ہے۔ ارے انجم جی پہچانا آپ نے نہیں بلکہ میں نے بتایا ہے۔ جی آسیہ فرمائیے کیسے یاد کیا مجھے؟ انجم جی کسی کے ساتھ کوئی رشتہ بھی نہ ہو تو انسانیت کا رشتہ تو ہر حال میں ہوتا ہے۔ جی ضرور میں آپ کی بات سے بالکل متفق ہوں۔ دراصل بات یہ ہے کہ آج میری ایک فرینڈ میرے گھر مجھے ملنے کے لئے آئی تو اس کے پاس ماہ جنوری 2012ء کا جواب عرض رسالہ تھا۔ میں نے جیسے ہی جواب عرض دیکھا تو مجھے آپ کی کال یاد آ گئی اور میں رسالے کی ورق گردانی کرنے لگی۔ مجھے اس جواب عرض

میں آپ کی کہانی "رشتہ ازدواج" مل گئی تو میں نے اپنی فرینڈ سے کہا۔ دیکھو شائستہ یہ جو اس سٹوری کے رائٹر ہیں یہ ہمارے علاقے کے ہیں اور ان سے ایک دن میری اچانک ہی بات ہوئی تھی۔ تو شائستہ نے کہا۔ تمہارے پاس ان کا نمبر ہے۔ میں نے کہا۔ چیک کرتی ہوں اگر مل گیا تو۔ پھر میں نے اپنے موبائل میں آپ کا نمبر بہت تلاش کیا مگر شاید دن زیادہ گزر جانے کی وجہ سے مجھے آپ کا نمبر نہ مل سکا۔ شاید ڈیلیٹ ہو چکا تھا۔ میں نے ذرا سا اپنے ذہن پر زور دیا تو مجھے یاد آیا کہ میرے کزن کے اور آپ کے نمبر میں صرف کوڈ کے ایک ہندسے کا فرق تھا اور وہ فرق ون اور سیون کا تھا اور پھر میں نے ون کی جگہ سیون لگا کر ڈائل کر دیا اور اب ہماری بات ہو رہی ہے۔ انجم جی! شائستہ بہت دکھی لڑکی ہے شاید آپ سے بات کرنا چاہ رہی ہے اور اسی کے کہنے پر میں نے آپ کا نمبر ڈائل کیا ہے۔ آپ خود شائستہ سے پوچھ لیں کہ آپ سے کیا کہنا چاہتی ہے۔ اچھا میری بات کروائیں۔ ہیلو کیسی ہیں آپ؟ جی انجم صاحب میں ٹھیک ہوں۔ آپ شائستہ بول رہی ہیں۔ جی میں شائستہ ہی ہوں۔ بہت اچھی سٹوری لکھی ہے آپ نے اکثر آپ کا نام نظروں سے گزرتا ہے بہت خوشی ہوتی ہے جب انسان اپنے ہی علاقے کے لوگوں کو پڑھتا ہے۔ بہت شکریہ شائستہ پڑھنے والے قاری کی حوصلہ افزائی ہی ایک رائٹر اور شاعر کی محنت کا پھل ہوتا ہے۔ آپ کیا کرتی ہیں جی میں پرائیویٹ سکول میں ٹیچر ہوں۔ اچھا میرے لائق کوئی خدمت ہو تو بتائیے۔ انجم جی خدمت کوئی نہیں بس ایک ریکوئسٹ ہے۔ جی فرمائیے۔ میری زندگی کے چند ایسے پہلو ہیں جن سے میں پردہ اٹھانا چاہتی ہوں اگر آپ میرے ماضی کو لفظوں کی مالا میں یکجا کر کے جواب عرض کے قیمتی صفحات کی زینت بنا دیں تو آپ کی زندگی بھر ممنون رہوں گی۔ جی ضرور آپ کی خواہش پوری ہو گی اگر آپ کی کہانی جواب عرض کے معیار پر پوری اتری تو۔ انجم جی اگر آپ کے پاس یوفون کی سم ہے تو میرا نمبر یوفون کا ہے۔ کیا ہم پیکج پہ بات

نہیں کر سکتے۔ جی ضرور کر سکتے ہیں لیکن آپ مجھے شام کے بعد کال کریجئے گا۔ بیچاری آسیہ کا اتنا بیلنس ضائع ہو رہا ہے۔ چلیں ٹھیک ہے میں آپ کو اپنا نمبر سینڈ کر دیتی ہوں اور شام کے بعد میں کال کروں گی۔ اب ہمیں اجازت دیں خدا حافظ۔ آسیہ سے بھی میری بات ہوئی مگر وہ ذرا لہجے کی تیز اور شوخ چنچل مزاج کی معلوم ہوتی تھی۔ اس کے مدمقابل شائستہ کا لہجہ بہت درد بھرا تھا اس کی آواز جیسے مایوسیوں میں ڈوبی ہوئی تھی اور بہت تشنہ لب لگ رہی تھی۔ اس غموں سے آراستہ آواز کی وجہ کیا تھی؟

قدم راہ محبت میں بڑھانا اک قیامت تھا
ہزاروں آفتیں ہر سمت سے ٹوٹیں میری جاں پر
مبارک ہو لیکن محفل تمہیں اور ہم کو ویرانہ
تمہیں ہے ناز گلشن پر، ہمیں اپنے گریباں پر

تقریباً رات نو بجے شائستہ نے میرے ٹیلی نار کے نمبر پر اپنا یوفون نمبر سینڈ کیا تو میں نے اپنی یوفون سم ایکٹو کر کے اسے بیک کال کر دی۔ السلام علیکم!...... وعلیکم السلام...... انجم جی آپ کو ڈسٹرب تو نہیں کیا میں نے؟ بالکل نہیں میں تو ویسے ہی رات کو دیر سے سوتا ہوں، کچھ نہ کچھ لکھتا ہی رہتا ہوں۔ میں بھی جواب عرض باقاعدگی سے پڑھتی ہوں اور زیادہ تر رات کو ہی رسالے کو ٹائم دے پاتی ہوں۔ اب تو جواب عرض ہی میری تنہائیوں کا واحد سہارا ہے۔ اکثر آپ کی شاعری بھی نظروں سے گزرتی ہے اور آپ کی سٹوری "رشتہ ازدواج" بہت پیاری تحریر تھی پھر فروری 2012ء کے شمارے میں آپ کی کہانی "خزاں کا موسم" بھی محبت اور ہجر و وصال کے موضوع پر ایک لازوال تحریر تھی۔ میں نے آپ کو ایک لیٹر بھی لکھا تھا شاید آپ تک نہیں پہنچ سکا۔ آسیہ نے تو میری بہت بڑی پرابلم حل کر دی ہے۔ میری دیرینہ خواہش تھی کہ میں اپنی سٹوری آپ کو سناؤں جو آج پوری ہو رہی ہے۔ اچھا شائستہ جی اب میرے لئے تعریف کے اتنے بڑے بڑے الفاظ بھی نہ کہیں میں تو ابھی لکھنا سیکھ رہا ہوں۔ وہ کچھ دیر کے لئے خاموش رہی میں نے دو تین بار اسے مخاطب کیا۔ ہیلو...... ہیلو...... شائستہ جی بولیئے...... تو وہ جیسے خیالوں کی دنیا سے باہر نکل آئی اور ایک ٹھنڈی آہ بھر کر بولنے لگی۔

یہ دل کے رابطے بھی تو شیشے کی طرح ہیں
اک بار جو ٹوٹیں تو پھر کبھی جڑا نہیں کرتے

میرا تعلق ملتان کے ایک چھوٹے سے گاؤں سے ہے، ہم صرف دو بہنیں ہیں، ہمارا بھائی ایک ہی پیدا ہوا تھا مگر پیدائش کے چند دن بعد ہی خالق حقیقی سے جا ملا۔ میرے ابو کھیتی باڑی کا کام کرتے ہیں یعنی محنت مزدوری وغیرہ۔ ہم چونکہ مڈل کلاس طبقے میں شمار ہوتے تھے اس لئے میٹرک سے آگے ہم دونوں بہنیں تعلیم کے زیور سے بھی آراستہ نہ ہو سکی تھیں۔ میں چھوٹی ہوں بڑی باجی کی منگنی بچپن میں میری پھوپھی جان کے بیٹے سے طے کر دی گئی تھی اور صرف سترہ سال کی عمر میں ہم نے باجی کی شادی بھی کر دی۔ اس کے بعد میرے بھی کافی رشتے آنے شروع ہو گئے مگر امی اکثر کہتی کہ شائستہ ابھی چھوٹی ہے میں اس کی شادی کم از کم پانچ سال بعد کروں گی۔ امی مجھ سے پیار بھی بڑا کرتی تھی بلکہ مجھے اکثر شائستہ کی بجائے شادا پتر کہہ کر پکارتی تھی کہ یہ تو میرا بیٹا ہے۔ امی کا جب بھی زیادہ دل کرتا تو وہ مجھے لڑکوں والے کپڑے پہنا دیتی اور گھنٹوں مجھے دیکھتی رہتی اور کہتی میرا شادا پتر بڑا سوہنا اے، میں تے ایداں ای ماں نہیں کرنا۔ اور ساتھ ہی میرا ماتھا چوم لیتی۔ کبھی کبھی تو امی کی آنکھوں میں آنسو آ جاتے اور بیٹا نہ ہونے کا احساس محرومی شدت اختیار کر جاتا تھا۔

میں اکثر امی کو حوصلہ دیا کرتی تھی کہ ماں آپ تو فکر نہ کیا کریں میں واقعی تمہارا بیٹا ہوں۔ میں نے کوئی شادی وادی نہیں کرنی، میں ہمیشہ آپ کے پاس رہنا چاہتی ہوں۔ وقت گزر جاتا ہے کیونکہ ازل سے لے کر ابد تک پیغمبروں ولیوں سے لیکر روئے زمین کی ہر جاندار اور بے جان چیزوں تک صرف وقت ہی وہ واحد چیز ہے جو آج تک کسی سے روکا نہیں گیا اور نہ روکا جا سکے گا۔ پانچ سال بھی گزر گئے میرے ابو اکثر امی سے کہتے کہ اب شائستہ

کے ہاتھ پیلے کر ہی دیں۔ رابعہ تو ماشاء اللہ دو بچوں کی ماں بھی بن چکی ہے۔ (رابعہ میری بڑی باجی کا نام ہے) مگر امی نہیں مانتی تھیں کہ پھر میں بالکل تنہا ہو جاؤں گی۔ امی اکثر میری شادی کے ذکر پر اداس اور پریشان سی ہو جاتیں تو میں ان کو ڈھیر ساری تسلی دے ڈالتی۔ ایک دن باجی کے نند کے بھائی کا رشتہ میرے لئے آیا لڑکا بھی اچھا تھا مگر ابو نے یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ میں ایک ہی فیملی میں اپنی دونوں بیٹیوں کا رشتہ نہیں کر سکتا، اگر خدا نہ کرے ایک بیٹی کے ساتھ کوئی مسئلہ درپیش آئے تو دوسری کو بھی مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ بہرحال باجی نے کافی کوشش کی مگر میرے ابو پھر بھی نہ جانے اس رشتے کے لئے کیوں راضی نہ ہو سکے۔ ایک بار پھر میرے رشتے کی بات ختم ہو گئی۔ مزید ایک سال کا عرصہ گزر گیا۔ باجی کے دونوں بچے ماشاء اللہ سکول جانے لگے تھے۔ بڑی بیٹی اور چھوٹا بیٹا تھا۔ بچوں کو گرمیوں کی چھٹیاں ہوئیں تو باجی ہم سے ملنے آ گئیں میرے بہنوئی بھی ساتھ آئے۔ ان کو سیر و تفریح کا بہت شوق تھا۔ مجھے کہتے شائستہ چلو کہیں گھوم پھر آتے ہیں۔ باجی رابعہ میں اور بچے سب لوگ ہی مل کر پروگرام بنانے لگے کہ کہاں جانا ہے۔ آخر لاہور جانے کا پروگرام فائنل ہو گیا۔ امی کو ہم لوگوں نے تیار کر لیا مگر ابو ذرا سادگی پسند تھے، وہ کہتے۔ مجھے آج جب لاہور کا وہ سفر یاد آتا ہے تو میری آنکھوں سے آنسوؤں کی برسات رم جھم برسنے لگتی ہے۔ کاش ہم لوگ کہیں اور چلے جاتے تو شاید میں پھر بھی اکیلی نہ ہوتی۔ شاید محبت تو ہوتی ہی اکیلے ہونے کے لئے ہے۔ ہم لڑکیاں تو شاید کانچ جیسی ہوتی ہیں ہمارے مقدر تو شاید ریت جیسے ہوتے ہیں بابل کی دہلیز ہمارے لئے تو اپنی ہوتی ہی نہیں ہم تو شاید عمر بھر سپنوں کی آغوش کے جھولے میں اپنی تعبیروں کے سہانے محل بناتے بناتے اپنی خواہشوں کے کچے گھروندے بھی مسمار کر بیٹھتی ہیں۔ کیوں ایسا ہوتا ہے کہ عورت میں طوفانوں سے ٹکرانے کا حوصلہ تو ہوتا ہے مگر محبت کا تصور ہی ہمارے نصیب کو مات دے جاتا ہے۔ ہم جیت کر تو ہار جاتی ہیں لیکن ہار کر پھر اپنی ذات کو بھی نہیں جیت سکتیں۔ ہمارے لئے تو محبتوں کی رت گلابوں کی مانند ہوتی ہے۔ جب یہ رت جواں ہو تو خوشبو جیسی بہت ساری باتیں کہہ جاتی ہے اور جب یہ رت ختم ہو جائے تو ہم لڑکیوں کے پاس سوائے آنسوؤں کے اور کچھ بھی نہیں رہتا صرف ہجر و وصال کی راکھ بچتی ہے جس میں ہم ساری زندگی جلتی رہتی ہیں۔ آہ محبت کی کوئی رت بھی ہوتی ہے کیا؟ نہیں نہیں محبت تو عورت کے جینے کا جواز ہوتی ہے۔ اب یہ جواز میرے لئے نہیں رہا۔ ہر طرف سے ہمارے لئے ہی کیوں آوازیں اٹھتی ہیں کہ صنف نازک بہت مظلوم ہوتی ہے کوئی تو ان گڑیوں سے کھیلنے والیوں کے حال سے آشنا ہو کوئی تو ان سے ان کی ویرانیوں ان کی خاموشیوں کا سبب پوچھے اے کاش! کوئی تو؟

راہ گزر سے ہوا ہے گزر خاموش
کٹ رہا ہے زیست کا سفر خاموش
بدنصیبی ہے، کم نصیب ہوں میں
ہمسفر ؟ ساتھ ہے مگر خاموش
عمر بھر لب نہ کھول پاؤں گی
آج بھی کہہ دیا اگر خاموش
پوچھتی ہے ہوا پرندوں سے
کیا ہوا ہو گئے شجر خاموش
جیسے مجھ سے ہوا بھی روٹھ گئی
گھر کے سارے ہوئے ہیں در خاموش
خود کہا خود سنا فسانۂ دل
رات دیکھی جو اس قدر خاموش
کہاں میرے نصیبوں کی تدفین ہوتی
ہے میری آرزوؤں کی اب قبر خاموش
قاصد اے جا کے صرف یہ کہہ دینا
ہو رہی ہے آج محبت کی نظر خاموش

- آج میں سوچتی ہوں کاش وہ لمحے میری زندگی میں کبھی نہ آتے مگر یہی تو مقدر ہے اور مقدر اور محبت دو الگ الگ پہلو ہیں جو شاید کبھی ایک ساتھ نہیں چل سکتے۔ گرمیاں اپنے عروج پر تھیں ہم لوگ ملتان سے

لاہور کے لئے صبح صبح ہی روانہ ہو گئے۔ تقریباً دس بجے ہم لاہور پہنچ چکے تھے۔ سب سے پہلے حضرت داتا گنج بخش کے دربار پر حاضری دی پھر چچا کے گھر گئے پھر بادشاہی مسجد پھر مزار اقبال، شاہی قلعہ اور سب سے آخر میں مینار پاکستان پہنچے۔ میں آج پہلی بار لاہور آئی تھی پہلے صرف یہ سب مناظر ٹی وی پر دیکھے تھے۔ آج حقیقت میں دیکھ کر بہت خوشی ہو رہی تھی۔ یادگار جسے لاہور کا دل کہا جاتا ہے مجھے بہت زیادہ پسند آیا۔ باجی نے وہاں سب بچوں کی اور میری تصویریں بھی بنائیں۔ ہم سے کچھ فاصلے پر ایک لڑکا چھوٹی سی چار پانچ سال کی بچی کے ہمراہ بیٹھا تھا بچی نے بڑی پیاری فراک پہنی ہوئی تھی۔ مجھے نہ جانے کیوں وہ بچی بہت پیاری لگ رہی تھی۔ میں آہستہ آہستہ چلتی ہوئی ان کے پاس چلی گئی میں نے باجی کے چھوٹے بیٹے کو اٹھایا ہوا تھا۔ بچی کی نظریں بھی مجھ پر جم گئیں، اس لڑکے کا چہرہ دوسری طرف تھا۔ جب میں ذرا قریب گئی تو باجی کے بیٹے نے ماما ماما پکارنا شروع کر دیا۔ اچانک اس لڑکے نے پیچھے مڑ کر دیکھا تو میں تو جیسے پلکیں جھپکانا ہی بھول گئی۔ صاف شفاف چہرہ بڑے بڑے ہیروؤں جیسے بال ریڈ کلر کی شرٹ اور ہلکے بلیک کلر کی پینٹ میں ملبوس وہ اتنا جاذب نظر تھا کہ میری نظریں شرما سی گئیں۔ جی فرمائیے۔ وہ وہ ...... کیا نام ہے اس بچی کا؟ آپ کو اس کے نام سے مطلب؟ جی وہ بس مجھے بڑی پیاری لگ رہی تھی سو میں اسے دیکھنے چلی آئی۔ اتنے میں باجی بھی آہستہ آہستہ چلتی ہوئی وہاں آ گئی۔ شائستہ کیا ہوا، خیریت تو ہے؟ کچھ نہیں باجی وہ...... اچھا پہلے اسے مجھے دے دو کتنا رو رہا ہے، مجال ہے میری نظروں سے ذرا بھی دور ہوتا ہو حالانکہ چار سال کا ہونے والا ہے، چلو شائستہ۔ اور میں جانے لگی تو بچی دوڑ کر مجھ سے لپٹ گئی۔ آنٹی آپ کہاں سے آئی ہو؟ میں ملتان سے آئی ہوں، آپ لوگ کہاں سے آئے ہیں؟ ہم رینالہ خورد سے آئے ہیں۔ کیا نام ہے آپ کا؟ عروج۔ ماشاء اللہ بڑا پیارا نام ہے۔ پھر میں نے اسے اپنا نام بتایا وہ چند لمحوں میں مجھ سے بہت زیادہ مانوس ہو گئی تھی۔ آنٹی آپ ادھر ہی میرے پاس کھیلو ناں۔ باجی آپ ذرا اسے کو چپ کرا لیں میں آتی ہوں۔ اچھا جلدی آنا۔ باجی تھوڑا آگے بڑھ گئی۔ جب ایک لمحے کے لئے میری نظریں عروج سے ہٹیں تو پھر اس چند قدم سے لڑکے سے جا ٹکرائیں۔ وہ تو جیسے مجھ میں ہی گم پہلے سے تھا۔ عروج یہ آپ کے پاپا ہیں کیا؟ ارے نہیں یار، یہ میرے چاچو ہیں۔ میرے پاپا بھی ساتھ آئے ہیں لیکن وہ ماما کو لے کر اس پارک کے دوسری طرف چکر لگانے گئے ہیں اور میں اور چاچو یہاں اُن کا ویٹ کر رہے ہیں۔ عروج یار تمہاری فرینڈ تو بڑی پیاری ہے ہمارا بھی ان سے تعارف کراؤ ناں۔ اس کے اتنے آزادانہ سوال پر میں چونک کر رہ گئی۔ میں نے غصے سے اس کی طرف دیکھا وہ دھیرے دھیرے مسکرا رہا تھا۔ اس کی مسکراہٹ میرے دل کے کسی گوشے میں نہ جانے کیسے پیوست ہو گئی۔ ارے چاچو یہ شائستہ ہیں ملتان سے گھومنے پھرنے آئی ہیں۔ اور بس ایک لمحے میں ہی ہماری دوستی ہو گئی۔ ویلکم ٹو لاہور شائستہ جی۔ اور اس نے جیب سے اپنا وزیٹنگ کارڈ نکالتے ہوئے میری طرف اچھال دیا۔ یہ لیجئے اس پر عروج کے کنٹیکٹ نمبر ہیں۔ اگر کبھی آپ عروج سے بات کرنا چاہیں تو کال ضرور کیجئے گا۔ میں نے نہ چاہتے ہوئے بھی کارڈ کو اپنے پرس میں رکھ لیا۔ شائستہ آؤ چلیں دیر ہو رہی ہے۔ باجی نے مجھے آواز دے ڈالی۔ اچھا عروج میں چلتی ہوں۔ آنٹی آنٹی آپ مجھے چاچو کے نمبر پہ کال ضرور کرنا۔ آج سے ہماری دوستی پکی۔ ضرور کروں گی اوکے بائے عروج۔ وہ اپنے پیارے پیارے ہاتھوں سے مجھے کافی دور جاتے ہوئے بائے بائے کر رہی تھی۔ میں نے عروج کو بائے بائے کرنے کے لئے جیسے ہی ہاتھ فضا میں بلند کیا اس لڑکے نے بھی اپنا ہاتھ ہلا دیا۔ میرے دل کی بے چینی بڑھ گئی۔ شاید مجھے محبت ہونے لگی تھی۔ عروج سے یا پھر اس سے جس کا نام کارڈ پر شامیر پرنٹ تھا۔ میری نظریں بار بار پیچھے مڑ کر دیکھنے لگیں اس کا ہنس مکھ سا چہرہ میری نگاہوں میں کسی کیمرے میں ویڈیو فلم کا سا کردار ادا کر رہا تھا۔

اسی لمحے کے لئے شاید کسی نے محبت کو تخلیق کیا ہوگا۔ ایسے لگ رہا تھا جیسے شامیر مجھے بار بار پکار کر کہہ رہا ہو۔

اس بار کتابوں میں شامل اک باب مسلسل دیکھو گی
جو آنکھوں میں اترا رہتا ہے گرداب مسلسل دیکھو گی
اب ہر روز سپنوں میں خواب مسلسل دیکھو گی
اک درد ہماری محبت کا بے تاب مسلسل دیکھو گی

شائستہ بہت دیر کر دی تم نے چلو چلتے ہیں۔ امی مجھے ڈانٹنے لگیں کہ لاہور ہے بیٹا بہت سنبھل کر چلنا پڑتا ہے تم کیوں گم گئی تھی وہاں؟ ایم وہ عروج مجھے بہت پیاری لگ رہی تھی تو میں ذرا ان لوگوں کے پاس ٹھہر گئی تھی۔ امی قدرے مطمئن ہو گئی تھیں۔ ہم لوگ یادگار سے روانہ ہوئے تو شام ہو چکی تھی۔ میں نے چور نگاہوں سے پیچھے مڑ کر دیکھا تو شاید شامیر لوگ یہاں سے جا چکے تھے۔ اس لئے مجھے نظر نہ آ سکے۔ ہم نے آٹو رکشہ کروایا اور جنرل بس سٹینڈ کی جانب گامزن ہو گئے۔ وہاں سے بچوں کو آئس کریم وغیرہ لے کر دی اور پھر ملتان کی گاڑی کی طرف بڑھتے چلے گئے۔ میں بہت اپ سیٹ سی ہو گئی تھی اور دوران سفر کھوئی کھوئی سی رہی۔ بار بار عروج اور شامیر کا چہرہ میری نظروں کے سامنے آتا رہا۔ ایسے لگنے لگا جیسے میں صدیوں سے شامیر کو جانتی ہوں۔ زندگی میں پہلی بار ایسا ہوا تھا یہ محبت ہی تو تھی جو پل بھر میں میرے معصوم دل کو بیگانہ کر گئی تھی۔ آہ، کاش! چاہت کے دریچوں میں جھانکنے سے پہلے محبت کے انجام کی خبر ہو گئی ہوتی۔ نہ جانے کیوں یہ دل والے محبت کی راہوں میں سب کچھ لٹا کر بھی جینے کی آس رکھ لیتے ہیں۔ کوئی تو ہوتا ہوگا جو ساری زندگی کسی سے محبت کرتا ہوگا۔ یہ چاہت زندگی کی ہر خوشی چھین کر بھی اتنی نایاب اور اعلیٰ ظرف کیوں ہوتی ہے الفت کے حادثوں میں بہہ جانے والا لہو محبت کرنے والے کو کمزور نہیں کرتا لیکن آخر کیوں؟

ہم لڑکیاں اتنی جلدی آرزوؤں کی تمہید کیوں باندھ لیتی ہیں، ہم ان راہوں پر چلتے ہی اپنا دامن اتنا کشادہ کیوں سمجھ لیتی ہیں کہ اب زمانے کی ہر خوشی اسی دامن میں آ گرے گی۔ جب یہ دل اپنے لئے دھڑکتا ہے تو اس کی دھڑکن ایک معمول کی ردھم ہوتی ہے لیکن کیوں ہوتا ہے ایسا کہ کسی کا خیال کسی کا نام اس دھڑکن کو بے ترتیب اس وقت کر جاتا ہے جب ہمارے من میں محبت کے دیپ روشن ہوتے ہیں۔ جب ہمیں ارادوں اور اپنے جذبوں کو پایہ تکمیل تک پہنچنے کی اجازت ملتی ہے تو اس وقت ہی یہ چاہت ہمیں کرچی کرچی کر کے کیوں بکھیر دیتی ہے؟ جب کسی کی یاد میں ہم سنورنا چاہتی ہیں اسے ہونٹوں پر لا کر گنگنانا چاہتی ہیں تب ہی کیوں یہ الفت ہمیں تنہائیوں اور رسوائیوں کی سوغات سونپ جاتی ہے۔ جب محبت تڑپاتی ہے چاہنے والے نظر نہیں آتے تو ہم لڑکیاں ہوا کے رخ کے ساتھ ساتھ دیوانہ وار بھاگنا اس طرح شروع کر دیتی ہیں جیسے یہی ہوا سچ مچ ہمیں چاہنے والوں کی جانب لے جائے گی۔ مگر خواب شاید کبھی سچ نہیں ہوتے اجالوں کے تعاقب میں اندھیرے ہی ہمارا نصیب کیوں ہوتے ہیں، آخر کیوں؟ کیوں کی تھی محبت، کیوں چاہا اُسے، کیوں پل بھر میں اسے سب کچھ کہہ دیا، کیوں اقرار کیا؟

تو ملا ہمیں تم سے محبت ہوئی تھی
ہر پل تیرا ہونے کی میسر سہولت ہوئی تھی
نظر نہ آئے تیرے سوا کچھ بھی مجھے
تیری زندگی جیسے میری ضرورت ہوئی تھی
نہیں کوئی تمنا باقی اس دل میں
تجھے پانے کی جب سے حسرت ہوئی تھی
سنا ہے پھول بھی محبت ہوتے ہیں
تبھی تو گلاب چھونے کی عادت ہوئی تھی
شاید مجھے اتنا ہی بکھرنا تھا شائستہ
اس لئے تمہیں چاہنے کی حماقت ہوئی تھی

شائستہ کدھر گم ہو؟ اچانک مجھے باجی رابعہ نے اپنے ہاتھ سے پکڑ کر جھنجھوڑ سا ڈالا۔ جی میں باجی۔ کیا ہوا طبیعت تو ٹھیک ہے تمہاری؟ ہاں میں ٹھیک ہوں بس ذرا سارے دن کی تھکاوٹ اور اتنے طویل سفر کی وجہ سے سر میں ہلکا سا درد ہو رہا ہے۔ اچھا ذرا جاگ جاؤ ہمارا سفر ختم ہونے والا ہے۔ جی ٹھیک ہے باجی اور میں نے جیسے

زبردستی اپنے آپ کو اپنی سیٹ سے تھوڑا ہلا جلا کر ہوش میں آنے کی کوشش کر ڈالی مگر ایسے لگ رہا تھا جیسے یہ سفر تو ختم ہو رہا ہے لیکن میری زندگی کا سفر تو اب شروع ہونے جا رہا تھا۔ دل اور آنکھیں شامیر کے حسن سحر سے نکلنے کا نام ہی نہیں لے رہی تھیں۔ ملتان اڈے پر اترنے کے بعد رکشے نے تقریباً رات بارہ بجے کے قریب ہمیں ہمارے گھر لا کر اتار دیا۔ سب لوگ تھکے ہوئے تھے فوراً ہی سو گئے مگر مجھ سے نیند بہت دور تھی۔ جب اور کچھ نہ کر سکی تو اپنے پرس سے شامیر کا وزیٹنگ کارڈ نکالا اور اسے دیوانہ وار چومتی رہی۔ اسے تو میرے محبوب کے ہاتھ لگے تھے۔ میرے پاس اپنا پرسنل موبائل نہیں تھا ورنہ شاید اسی وقت ہی شامیر کا نمبر ڈائل کر ڈالتی۔ اسے سوچتے سوچتے نہ جانے کب آنکھ لگ گئی۔ مجھے پتہ اس وقت چلا جب باجی صبح تقریباً آٹھ بجے مجھے ناشتے کے لئے جگا رہی تھی۔ اٹھ جا شاسی ناشتہ کر لے۔ باجی مجھے کبھی کبھی پیار سے اس نام سے پکار لیتی تھی۔ یہ کیا ہے باجی نے شامیر کا وزیٹنگ کارڈ اٹھاتے ہوئے کہا تو میں فوراً چونک گئی۔ کارڈ رات بھر شاید میرے ہاتھ میں ہی پکڑا رہا تھا اور میں اسی طرح ہی سو گئی تھی۔ باجی وہ یہ عروج کے نمبر ہیں جو ہمیں لاہور مینار پاکستان میں ملی تھی، بہت ضد کر رہی تھی کہ میں اسے کبھی کبھی فون کیا کروں۔ باجی مجھے بہت دیر تک عجیب سی نظروں سے دیکھتی رہی اور پھر غصے سے کارڈ میرے پاس پھینک کر چلی گئی۔ مجھے بہت ڈر لگ رہا تھا کہ شاید امی یا ابو کو نہ بتا دے۔ بہرحال مجھے باجی پر بھروسہ تھا کہ اگر شامیر کے حوالے سے کوئی بات ان کے ذہن میں آئی بھی تو سب سے پہلے وہ مجھ سے ہی بات کریں گی۔ میں نے اٹھ کر نہا لیا اور ناشتہ کرنے کے لئے سب لوگوں کے ساتھ جا بیٹھی۔ باجی ابھی تک مجھے قدرے غصے سے دیکھ رہی تھیں۔ ناشتے سے فارغ ہونے کے بعد باجی نے مجھے الگ کمرے میں بلایا اور سب کچھ تفصیل سے پوچھنے لگیں اور کہنے لگیں۔ کسی بچی سے چند لمحے مانوس ہونے سے وزیٹنگ کارڈ تو نہیں ملا کرتے۔ مجھے حقیقت بتا ہوا کیا ہے؟ تو میں باجی سے لپٹ کر رونے لگی۔ باجی وہ مجھے پہلی نظر میں اتنا اچھا لگا ہے کہ میں بے اختیار اس کی طرف راغب ہوتی چلی گئی ہوں۔ پلیز آپ امی ابو کو مت بتانا۔ میں شامیر کے بغیر نہیں رہ سکوں گی۔ تو باجی نے میرے آنسو صاف کرتے ہوئے مجھے کافی حوصلہ دے دیا کہ وہ خود شامیر کے نمبر پر اس سے بات کرے گی اگر وہ بھی تمہارے بارے میں سنجیدہ ہوا تو ضرور بات آگے بڑھائیں گے۔ دیکھو آج کل کے لڑکے اتنی جلدی قابل اعتماد نہیں ہوتے۔ پتہ نہیں ان کی فیملی کیسی ہے، اس کا بیک گراؤنڈ کیا ہے۔ بہرحال تو فکر نہ کر اگر خدا نے چاہا تو تجھے تمہارا پیار ضرور ملے گا۔ باجی میں اسے کسی بھی قیمت پر کھونا نہیں چاہتی۔ اب میں اپنی زندگی کے کسی بھی لمحے اس کی یاد سے غافل نہیں ہو سکتی میں اپنے سائے کی طرح اسے اپنے ساتھ رکھنا چاہتی ہوں اس سے جدا ہونے کا تصور مجھے مار ڈالے گا۔ میرے لئے اس کی سوچ کیا ہے مجھے اس کی بھی پرواہ نہیں ہے۔ کیا وہ مجھے اتنی شدت سے چاہتا ہے یا نہیں۔ بس میں تو اتنا جانتی ہوں کہ میں اس کے بنا نہیں رہ سکوں گی۔ پلیز باجی میں تو امی سے کہتی تھی کہ میں تمہارا بیٹا ہوں مگر کیا خبر تھی کہ محبت یوں بھی ہو جائے گی کہ مجھے لمحے بھر میں رلا کر رکھ دے گی۔ باجی نے مجھ کو اپنے آپ سے الگ کرتے ہوئے صرف اتنا کہا کہ شاسی۔

قربتیں بھی بڑے امتحان لیتی ہیں
کسی سے واسطہ رکھنا تو دور کا رکھنا

مگر میں بضد تھی کہ میں اس سے دور نہیں رہ پاؤں گی۔ وہی میری محبت ہے اچھا چلو چپ کر جاؤ میں اسے کال کرنے لگی ہوں۔ میرے دل کی دھڑکنیں ایک بار پھر اکھڑنے لگیں اور باجی نے اپنے موبائل سے شامیر کا نمبر او کے کر دیا اور باجی شامیر سے بات کرنے لگی۔ ہیلو کون بات کر رہا ہے۔ جی شامیر بول رہا ہوں، آپ کون بات کر رہی ہیں؟ بھائی میں ملتان سے شائستہ بات کر رہی ہوں۔ اوہ سوری شائستہ کی بڑی سسٹر بول رہی ہوں، میرا نام عابدہ ہے۔ آپ کیسے ہو شامیر بھائی۔ جی میں ٹھیک

ہوں۔ اتنی بات کرنے کے بعد باجی نے موبائل کی آواز اوپن بند کر دی اور مجھ سے ذرا دور تھوڑے فاصلے پر جا کر شامیر سے کافی دیر بات کرتی رہی۔ میں بہت بے چین ہو رہی تھی کہ نہ جانے شامیر باجی سے کیا بولے گا۔ کیسا رویہ اختیار کرے گا۔ بہرحال تقریباً دس منٹ بعد باجی نے کال ڈراپ کر دی اور سیدھی میرے پاس آ گئی۔ مجھے بہت پسینہ آ رہا تھا اور میں ڈر بھی رہی تھی۔ باجی چہرے سے قدرے مطمئن لگ رہی تھیں۔ میرے پاس آ کر ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ بولیں۔ شاسی لڑکا تو اچھا معلوم ہوتا ہے اور اس نے بھی تمہاری محبت قبول کر لی ہے۔ اس کا بھی تمہارے جیسا حال ہے لیکن فی الحال میں اس سے تمہاری بات نہیں کرا سکتی مجھے اپنے انداز سے ایک دو دن اسے پرکھنے دو۔ میرا دل تو بڑا کر رہا تھا شامیر سے بات کرنے کو لیکن باجی کی خواہش بھی رد نہیں کر سکتی تھی۔ باجی نے مجھے بتائے بغیر ہی رات کو امی سے بات کر ڈالی۔ ایک بار تو امی نے شدید غصے کا ردعمل ظاہر کیا مگر باجی کے بات کرنے کا انداز کچھ ایسا تھا کہ صبح تک امی نے سنجیدگی سے اس بات پر غور کرنا شروع کر دیا۔ میرے چچا جی تو واپس چلے گئے اور باجی نے مزید بچوں کی چھٹیوں کی وجہ سے چند دن اور ہمارے پاس رہنا تھا۔ باجی اکثر شامیر کو فون کرتی رہی اور ایک دن امی نے بھی شامیر سے بات کر لی۔ باجی اور امی نے شاید شامیر کا گھر وغیرہ دیکھنے کا مطالبہ کیا جو شامیر نے بخوشی قبول کر لیا۔ میری کیفیت بڑی عجیب سی تھی اتنے دن گزر جانے کے باوجود باجی نے شامیر سے میری بات نہیں کروائی تھی۔ آہستہ آہستہ باجی اور امی نے بھی مل کر ابو سے بھی ساری بات کر لی۔ انہوں نے صرف اتنا کہا اگر آپ لوگوں کو لڑکا اور اس کا خاندان پسند آ گیا تو مجھے کوئی اعتراض نہ ہو گا۔ وہ دن بھی آ گیا جب باجی اور امی شامیر کے دیئے ہوئے ایڈریس پر ملتان سے رینالہ خورد پہنچ گئیں۔ اس دن میری حالت دیکھنے والی تھی۔ شام ہو رہی تھی کہ امی اور باجی واپس گھر لوٹ آئیں۔ باجی نے مجھے بتایا کہ شامیر اور اس کی فیملی بہت اچھی ہے اور شامیر بھی اپنے گھر والوں کو اس رشتے کے لئے راضی کر چکا ہے۔ چند دن تک وہ لوگ تمہیں اور ہمارا گھر دیکھنے آئیں گے۔ باجی میں خوشی سے اچھل کر باجی سے لپٹ گئی اور اس دن باجی نے میرے محبوب سے میری بات بھی کروائی۔ ہیلو شامیر! ہاں کتنا پیار کرتے ہو مجھ سے۔ جتنا خوشبو پھول سے کرتی ہے۔ مجھے تنہا تو نہیں چھوڑ دو گے۔ کبھی بھی نہیں۔ پہلی ہی نظر میں تیری نظریں بھی مجھے دیوانہ کر گئی تھیں تب ہی تو تم کو اپنا کارڈ دیا تھا تاکہ بات آگے بڑھ سکے۔ اللہ کا شکر ادا کرو شائستہ ہمیں پہلے ہی اور لوگوں کی طرح چھپ چھپ کر نہیں ملنا پڑا یہ تو تمہاری باجی کی کرم نوازی ہے وہ بہت اچھی ہیں تمہارا اور میرا درد سمجھتی ہیں۔ ان ہی کی مرہون منت اتنی جلدی یہ سب کچھ ہوا ہے۔ بس میرا انتظار کرو میں آ رہا ہوں بارات لے کر۔ بس کر شاسی اور باجی نے موبائل میرے ہاتھ سے چھین لیا۔ پھر کیا تھا میں دیوانہ وار باجی کے والہانہ پیار پر ان سے لپٹ گئی اور خوشی سے میرے آنسو آ گئے۔ اب بول شاسی کدھر گیا اپنی امی کا بیٹا۔ بہت کہتی تھی میں نے کوئی شادی وادی نہیں کرنی اور باجی نے مجھے ماں کی طرح بہت سارا پیار کر ڈالا۔ تقریباً دس دن بعد شامیر نے باجی کو فون کیا کہ اس کے گھر والے آ رہے ہیں شائستہ کو دیکھنے کے لئے۔ جب باجی نے مجھے بتایا تو غم اور خوشی کے ملے جلے جذبات تھے کہ نہ جانے میں شامیر کے گھر والوں کو پسند آؤں گی یا نہیں۔ لیکن مجھے پوری امید تھی کہ وہ لوگ مجھے اپنی بہو کے روپ میں ضرور قبول کریں گے کیونکہ باجی اور امی کو تو وہ دیکھ چکے تھے اور ظہار سے ایک اندازہ ہو جاتا ہے۔ صبح کی کرنیں پھوٹ رہی تھیں میرے من میں سوچوں کی جنگ سی لگی ہوئی تھی کہ شامیر کی امی اس کے ابو اور ایک امی کی سسٹر ہمارے گھر آن پہنچے۔ عروج بھی ساتھ تھی۔ عروج تو آتے ہی مجھ سے لپٹ گئی اور ڈھیر سارے شکوے کر ڈالے کہ دوست آپ کو چاچو کا کارڈ تو اس لئے دیا تھا کہ آپ مجھ سے بات کرو گی لیکن آپ تو چاچو کو دوست بن گئیں، مجھے فون کیوں نہیں کیا؟ ارے ارے سوری یار اب تو آپ

میرے پاس ہوتاں۔ جائیں میں آپ سے نہیں بولتی۔ اچھے بیٹے ضد نہیں کرتے اور میں نے عروج کو اٹھا کر اپنے گلے سے لگالیا۔ باقی لوگوں سے ملتے ہوئے میری نگاہیں نیچی رہیں نوابی شرم وحیا برقرار رکھنا شاید رسم دنیا بھی ہے مشرقی ثقافت کا ثبوت بھی ہے۔ وہ ایسے لمحے تھے کہ ان لمحوں سے ہی ہم لڑکیوں کی ہر خوشی منسوب ہونے جا رہی ہوتی ہے۔ بیٹیوں کے نصیب والدین کے زیر سایہ اور ان کی دعاؤں کے ہی محتاج ہوا کرتے ہیں بلکہ ماں باپ کا پیار اگلے گھر جانے کی بنیاد رکھنے کے مساوی ہوتا ہے۔ سب لوگ انتہائی عقیدت اور محبت سے گلے ملے۔ جب شامیر کی امی نے مجھے دیکھا تو تین بار ماشاء اللہ کہہ کر مجھے گلے سے لگالیا۔ جتنی ہم سے ہوسکی ہم نے ان لوگوں کی مہمان نوازی بھی بڑے اچھے طریقے سے کی۔ سارا دن دونوں فیملیوں کے درمیان گفتگو کا سلسلہ چلتا رہا شام ہونے کو تھی شامیر کی امی نے میری امی اور ابو سے اجازت لے کر مجھے اپنے پاس بلایا اور کئی بار میرا ماتھا چومنے کے بعد مجھے اپنی بہو تسلیم کرنے کا باقاعدہ اعلان کر دیا اور میری انگلی میں شامیر کے نام کی انگوٹھی پہنا دی گئی۔ آج سے شائستہ میری امانت ہے۔ ہم کو صرف اپنے بچوں کی خوشیاں عزیز رکھنی ہیں۔ ہماری طرف سے کوئی ڈیمانڈ نہیں ہے اگر آپ لوگوں کا کوئی مطالبہ ہے تو بتا دیں۔ میری امی بولیں۔ بالکل بھی نہیں، مطالبے بیٹیوں کا اختیار نہیں ہوا کرتے۔ بس خدا ان کے نصیب اچھے کرے۔ شائستہ میری بیٹی کم اور میرا بیٹا زیادہ ہے، اسے اپنے آپ سے جدا کرنے کی شاید مجھ میں آج بھی ہمت نہیں ہے لیکن یہ تو قانون خداوندی ہے کہ بیٹیوں کو ایک دن جانا ہی ہوتا ہے۔ شامیر کے گھر والوں نے اجازت طلب کرلی اور طے یہ پایا کہ تھوڑے دنوں تک فون پر ہی شادی کی تاریخ رکھ دی جائے گی۔ جاتے ہوئے شامیر کے ابو نے بھی مجھے بہت پیار کیا اور اپنی طرف سے دو ہزار روپے زبردستی میری مٹھی میں بند کر دیئے۔ عروج تو جانے کا نام ہی نہیں لے رہی تھی لیکن آخر جانا تو تھا۔ امی نے جاتے ہوئے ایک ہزار روپے عروج کو تھما دیئے۔ ارے بہن نہ آپ زیادتی کر رہی ہیں۔ نہیں نہیں عروج اور شائستہ اچھی دوست بھی ہیں تو یہ شائستہ کی طرف سے عروج کے لئے ہیں۔ جاتے ہوئے ایک بار پھر سب بڑے خلوص سے گلے ملے اور وہ لوگ روانہ ہوگئے۔ امی آج بہت اداس تھیں مجھے گلے لگا کر خوب روتی رہیں اور بار بار کہتی آج میرا شادا چتر پرایا ہو گیا ہے۔ میں بھی خوب روئی باجی اور ابو نے بڑی مشکل سے ہمیں ایک دوسری سے جدا کیا۔ مگر امی تھیں کہ چپ ہونے کا نام ہی نہیں لے رہی تھیں۔ یہ مائیں شاید ہوتی ہی دکھ اٹھانے کے لئے ہیں۔

اب تو ہر روز ہی میری شامیر سے بات ہونے لگی تھی۔ میری سب فرینڈز مجھے پیار سے شادا شامیر کہہ کر پکارنے لگی تھیں۔ میں دل ہی دل میں شرما جاتی کبھی سوچا بھی نہیں تھا کہ زندگی کے سفر میں ایک سفر ایسا بھی آئے گا جس میں محبت بھی ہو جائے گی اور اتنی جلدی میری محبت مجھے مل بھی جائے گی۔ یہ قسمت بھی تاش جوئے کی طرح ہوتی ہے۔ کبھی ہم لڑکیاں اسے ہار کر ہارتی ہی چلی جاتی ہیں اور کبھی کبھی جیت کر اپنی قسمت کو پل بھر میں ہی ہار دیتی ہیں۔ قسمت کی ہار جیت محبت کے داؤ پیچ مسکراہٹیں خوشیاں یہ سب کچھ گرگٹ کی طرح پل پل میں رنگ بدلتا ہے۔ اس چاہت کو اس اپنائیت کو جب ہم سر کرنے لگتی ہیں تو شاید ہمیں ریت اور کانچ کی سیڑھیاں چڑھ کر زندگی کا طویل سفر طے کرنا پڑتا ہے۔ منزل کا تعین جب ہوتا ہے تو سوچیں اور عقیدے بلکہ نظریات سمیت ہمیں اپنی عقل کو تسخیر کرنا پڑتا ہے۔ یہ بہت نازک مرحلے اور آزمائشوں کے دن ہوتے ہیں لوگوں کی غلط فہمیاں لڑکیوں کے لئے بہت زیادہ دل شکنی کا باعث بنتی ہیں۔ مگر اس وقت یہ محبتیں ہمیں داغ وصال کیوں نہیں دیتیں جب سب کچھ حاصل ہو جاتا ہے تو اس وقت ہی ہم سے ہماری الفتیں ہمارے حقوق کیوں چھین لئے جاتے ہیں۔ آخر کیوں؟

قارئین کرام! عورت تخلیق کا عمل پورا کرتی ہے اس کے شکوے ہمارے سر کیوں ہیں۔ شائستہ کی آہ و پکار

اس کا اشارہ عورت کے حقوق کی طرف ہے۔ اسے اپنی محبت تو ملی لیکن حقوق نہ مل سکے۔ کیا ہمارا حق نہیں بنتا کہ ہم عورت کی آرزوؤں کی تکمیل کریں۔ شاید بنتا ہے مگر ہم سوچتے نہیں۔

ہماری رگ وجاں میں ہے صنف نازک کا لہو شامل
مگر کیوں نہیں ہے اس کی خوشبو شامل
کیوں ہم نہ سمجھیں عورت کہانی بڑی پرانی انجم
یہی عورت تو محبت میں ہے بن کے جستجو شامل

تقریباً پندرہ دن بعد شامیر لوگوں نے فون کیا کہ ہم لوگ شادی کے دن رکھنا چاہتے ہیں اور زیادہ سے زیادہ دس یا بارہ دن رکھیں گے تو باجی نے کہا آپ شام کو پوچھ لیجئے گا۔ شام کو باجی نے سب کو ایک ساتھ بٹھا کر صلاح مشورہ شروع کر دیا۔ باجی کے بچوں کی چھٹیاں بھی ختم ہونے والی تھیں۔ سب نے بہتر یہی سمجھا کہ انہی دنوں میں شادی والا کام بھی انجام پذیر ہو جائے تو بہتر ہے۔ لہٰذا شام کو ہم لوگوں نے شامیر لوگوں کو کال کی اور باہمی رضامندی سے دس اکتوبر کی تاریخ رکھ دی گئی۔ ہم نے ہلکی پھلکی تیاری کی تھی امی نے چند ایک ضروری میرے جہیز کی چیزیں پہلے ہی لے کر رکھی ہوئی تھیں صرف۔ بارہ دن بعد میں ہمیشہ کے لئے شامیر کی ہونے جا رہی تھی۔ چند ایک جو خاص خاص ہمارے گھر تھے ان کو فون پر ہی میری شادی کی اطلاع دے دی گئی۔ دن قریب آتے گئے میری امیدیں یا ملن کی آس ایک اضطراب تھا جو روز بروز بڑھ رہا تھا۔ شام کو محلے کی لڑکیاں اکٹھی ہوتیں ڈھولک کی تھاپ پر گیت گائے جاتے۔ میری محبت بڑھتی جا رہی تھی، ایسے لگتا جیسے محبت کے ستاروں سے میرے جوڑا عروسی کو مکمل پر دیا جا رہا ہے۔ ہر لمحہ بڑی اہمیت کا حامل محسوس ہوتا۔ مجھے اتنی آسانی سے میری محبت مل گئی تھی مجھے محبت اس کائنات کی ایک دلکش حقیقت لگتی۔ کاش یہ محبت تاحیات رہے ہر وقت میرے دل سے یہی دعا نکلتی۔ آخر وہ دن بھی آ پہنچا جب مجھے میرے شامیر کی بارات آنے کی صدائیں آنے لگیں۔ میں اپنے آپ سے بھی شرما رہی تھی، باجی لوگ اور میری بہت ساری فرینڈز مجھے سجنے سنورنے میں مصروف تھیں۔ رسم نکاح کا مرحلہ قریب تھا ایسے لگا جیسے شامیر کا محبت بھرا خط میرے سامنے ہے اور میں اس پر سائن کر رہی ہوں۔ وہ لمحے قابل بیان نہیں ہوتے۔ شام ہو رہی تھی میں مکمل تیار ہو چکی تھی۔ آج تو شاید آئینہ بھی مجھ سے شرما رہا تھا۔ عروج مجھے بہت تنگ کرتی رہی۔ آج تو میری دوست چاند کا ٹکڑا لگ رہی ہے اور نہ جانے کیا کیا کہتی رہی۔ بچی تھی پھر خوشی کا سماں تھا۔ ہر مجھے خوشی سبھی پر بابل کی دہلیز چھوڑ رہی تھی آج امی کا بیٹا اس سے جدا ہو رہا تھا جب مجھے شامیر کی سجی ہوئی گاڑی میں بٹھانے کی تیاری مکمل ہوئی تو امی کے گلے لگ کر خوب روئی ایسے لگ رہا تھا کہ جیسے ہر طرف سے امی ابو پکار پکار کر کہہ رہے ہوں ہر در و دیوار کہہ رہی ہو ہر چرند پرند کہہ رہی ہو۔

دھیاں نمانیاں ہندیاں نیں
اے جھدیاں بیگانیاں ہندیاں نیں
ازلی نوں اوہدی لیکھاں دا بالن ساڑے
بابل نوں اج ویہڑہ وڈھ وڈھ کھادے
ٹٹ گئیاں چرخے دیاں تنداں
روپیاں اج گھر دیاں کندھاں
دھیاں دے ٹرن ویلے ہر شے دیاں
پیڑاں سانجھیاں ہندیاں نیں
اے چڑیاں چوگا چکدیاں ہوئیاں
اپناں دیاں لمیاں اڈاریاں ہندیاں نیں
گھر توں قبر دے ہنیریاں تائیں
اے بڑیاں لمیاں کہانیاں ہندیاں نیں
انجم کنے آکھیا سی دھیاں تے
رب دیاں رحمتاں ہندیاں نیں
دھیاں تے دکھاں دیاں نشانیاں ہندیاں نیں
دھیاں نمانیاں ہندیاں نیں
اے جھدیاں بیگانیاں ہوندیاں نیں

سب کی سسکیوں اور آنسوؤں میں میری رخصتی ہو رہی

تھی۔ امی کو بہت مشکل سے سب سنبھال رہے تھے۔ آخر گاڑی نے وسل دی اور میں پیا دیس سدھار گئی۔ راستے میں عروج اور شامیر کی امی اور شامیر کی بھابی مجھے سنبھالتی آئیں ایسے لگ رہا تھا جیسے خوشی اور آنسوؤں کا چولی دامن کا ساتھ ہے۔ ایک طرف شامیر کا پیار اور دوسری طرف امی ابو باجی سے بچھڑنے کا دکھ۔ بہر حال یہ تو ازل سے لے کر ابد تک ہوتا آیا ہے اور ہمیشہ ہو رہے گا۔ آج پہلی بار شامیر کا گھر دیکھا اور ایسا لگا جیسے میں جنت میں آ گئی ہوں۔ حسب روایت محلے کی لڑکی دلہن دیکھنے آ جا رہی تھیں۔ ہر کوئی کہتا شامیر تو چاند کا ٹکڑا تھا ہی اس کی دلہن تو پورا چاند ہے۔ رات کا سماں پرسکوت ہوتا گیا محبت انگ انگ میں بس رہی تھی۔ شامیر آئے انہوں نے مجھے منہ دکھائی پیارا سا اور بہت مہنگا موبائل دیا۔ پھر چاہت کے دیپ ساری رات جلے دل کھول کر محبوب سے باتیں کیں۔ پیار محبت کے عہد و پیماں ہوئے یہ ایسا ملن ہوتا ہے جہاں انسانی قدریں اور اعتماد کی بنیادیں بہت والہانہ انداز اختیار کر لیتی ہیں۔ پہلی نظر سے منزل تک پہنچنے کا یہ سلسلہ انتہائی طوالت کے بعد یہاں آ کر ختم ہو جاتا ہے۔ عورت کی زندگی کا یہ وہ پہلو ہوتا ہے جہاں وہ ایک نئی تاریخ رقم کرتی ہے۔ عورت کے احساسات و جذبات کے زاویے مرد ذات سے منسلک ہو جاتے ہیں۔ اس مقام پر آ کر عورت کھولنا نہیں رہتی، شیطانیت کو مات ہو جاتی ہے اور انسانیت کا ہر تقاضا پورا ہو جاتا ہے۔ صبح کی کرنیں منور ہو رہی تھیں۔ ایک بار پھر امی ابو کھل کر یاد آ رہے تھے۔ میں اداس سی بیٹھی تھی سب مجھے حوصلہ دے رہے تھے تقریباً صبح گیارہ بجے باجی اور جیجا جی مجھے لینے آ گئے۔ ہر طرف سے بہت سارا پیار سمیٹ رہی تھی۔ باجی لوگوں نے کھانا وغیرہ کھا کر شامیر کے گھر والوں سے اجازت چاہی اور ہم لوگ گھر کے لئے روانہ ہو گئے۔ گھر پہنچتے پہنچتے تقریباً شام ہو رہی تھی۔ امی دیوانہ وار مجھ سے لپٹ کر ایک بار پھر بہت روئیں۔ نہ جانے کیوں ایسا لگتا تھا کہ امی نے اپنی زندگی کی سب سے قیمتی چیز کھو دی ہو حالانکہ باجی کی شادی بھی تو ہوئی تھی لیکن اس وقت امی اتنا نہ روئی تھی۔ باجی نے امی کو حوصلہ دیا ابو نے بھی کافی دیر مجھے اپنے سینے لگائے رکھا۔ آخر ساری عمر بیٹیاں کب ساتھ رہتی ہیں لیکن اپنے میکے اور والدین کا حسن سلوک بھلا کب فراموش کیا جا سکتا ہے۔ یہ بھی ایک اٹل حقیقت ہے کہ ماں باپ نہ جانے کیسے اپنا حوصلہ اتنا کشادہ کر لیتے ہیں کہ جگر کے ٹکڑے کو پل بھر میں کسی اور کی جھولی میں ڈال دیتے ہیں۔ لوگوں کے خیالات بیٹی کے جنم پر جیسے بھی ہوں ماں کے لئے بیٹی انمول ہوتی ہے کیونکہ کل کو اسے بھی ماں بننا ہوتا ہے۔ نسل آدم کو فروغ دینا ہوتا ہے لیکن جب بیٹیوں کے مقدر سونے ہو جائیں جب ان کو ان کے حقوق نہ ملیں تو مائیں جیتے جی مر جاتی ہیں۔ ماں کے تن کی حویلی بیٹی کی رخصتی پر بھی ویران ہوتی ہے مگر جب بیٹیاں سسرال سے آنسو لے کر لوٹتی ہیں تو ماں کا کلیجہ منہ کو آتا ہے لڑکی اس وقت تک لڑکی ہوتی ہے جب تک وہ میکے میں رہتی ہے سسرال کے گھر قدم رکھتے ہی لڑکی عورت بن جاتی ہے اور عورت اپنے گلشن کی بہار ہوتی ہے۔ ہماری نگاہ کا زاویہ جیسا بھی ہو یہ بیٹیاں اگر بیٹیاں رہیں یا مائیں بن جائیں ہر حال میں قابل احترام ہونی چاہئیں۔ ہم لڑکیاں صرف ایک محبت کے عوض چاہے وہ محبت والدین کی ہو چاہے شوہر کی ہو چاہے بہن بھائیوں کی چاہے ساس سسر کی ہو یا نند بھاوج کی ہو صرف اسی محبت کی پیاسی ہوتی ہیں۔ اسی چاہت کے اندر ہی ہمارے سب حقوق ہوتے ہیں اسی محبت میں میں فرق آئے گا تو ہم ٹوٹ بھی جائیں گی اور ہماری حق تلفی بھی ہو گی۔ فرق تو صرف بدلتے ہوئے رویے کا ہوتا ہے ورنہ محبت اور نفرت ایک ہی دل سے ہوتی ہے اور نفرت لڑکیوں کو بہت اکیلا کر جاتی ہے۔

وقت سب سے بڑا مرہم ہوتا ہے جو بڑے سے بڑا گھاؤ بھی بھر دیتا ہے۔ آخر ایک دن تو صبر آ ہی جاتا ہے امی آہستہ آہستہ شادی کی حقیقت کو قبول کرتی جا رہی تھی۔ میکے سے سسرال اور سسرال سے میکے آنا جانا ایک روٹین بن جاتی ہے لمحے دنوں میں اور دن ہفتوں میں اور ہفتے مہینوں میں اور مہینے سالوں میں بدلتے دیر نہیں لگتی۔ آہستہ آہستہ میری شادی کو ایک سال گزر چکا تھا۔ شامیر کی محبت میرے لئے انمول تھی سسرال سارا صدقے واری ہوتا رہا میری زندگی ایک بہار بن گئی تھی۔ امی ابو اور باجی میری قسمت پر ناز کیا کرتے۔ میرے سسرال مالی طور پر کافی مستحکم تھے شامیر کو کسی ملٹی نیشنل کمپنی میں بطور جی ایم ایک اچھی جاب ملی ہوئی تھی وقت کا پنچھی محو پرواز رہا اور دو سال بیت گئے لیکن میری قسمت میں ایک کمی ابھی تک تھی۔ ابھی تک میری گود ہری نہ ہو سکی تھی۔ کافی مہنگی ترین میڈیسن استعمال کیں بڑے چیک اپ کرائے مگر میں ماں نہ بن سکی۔ عورت اور لڑکی کی زندگی کا یہ پہلو اور بھی نازک ہوتا ہے لیکن یہ تو خدا کی مرضی تھی میری اور شامیر دونوں کی ہر رپورٹ بھی بالکل کلیئر ہوتی۔ ڈاکٹر بھی صرف یہی کہتے آپ لوگ خدا کے حضور سجدہ ریز ہو کر صرف دعا کریں اس کے گھر میں دیر ہے اندھیر نہیں۔ میں پانچ وقت نماز بھی باقاعدگی سے پڑھتی لیکن تیسرا سال بھی مجھے اولاد نرینہ جیسی نعمت سے مالا مال نہ کر سکا۔ شامیر اور اس کے گھر والوں کو کافی لوگوں نے دم درود کا مشورہ دیا کہ خدا کی پاک کلام برحق ہے پہلے سے وسیلہ ہوتا ہے مگر یہ لوگ اس چیز کو مانتے ہی نہیں تھے۔ نہ کسی دربار پر جاتے نہ مجھے جانے دیتے۔ میری خوشیوں کو کسی کی نظر لگنی شروع ہو گئی سب لوگ تین سال بعد مجھ سے جیسے اکتا سے گئے۔ شامیر کا رویہ بھی سرد مہری کا شکار ہو گیا اور میں اداسیوں کے ویرانوں کے گھیرے میں آن گھری ہوئی۔ ساری ساری رات شامیر گھر نہ آتے میری ساس بات بات پر مجھے بے اولادی کا طعنہ دیتی میرے آنسو خشک نہ ہوتے میری امی کو تو جیسے سکتہ سا ہوتا جا رہا تھا۔ میں جب بھی اپنے میکے جاتی امی مجھے گھنٹوں گلے سے لگا کر شادا پتر شادا پتر کہہ کہہ کر روتی رہتی۔ کیا ہم لڑکیوں کا ہی قصور ہوتا ہے کہ اپنے گھر کو جنت کا گہوارہ نہیں بناتی ہے؟ کیا ہم ہی اپنے شوہروں کے حقوق پورے نہیں کرتیں؟ لڑکی گھر کا زیور ہوتی ہے اور عورت گھر کی جنت کیسے بنتی ہے۔ کیا صرف بے اولادی ہی لڑکی کو اپنے گھر کا بوجھ بنا دیتی ہے۔ میرے پاس میرا گھر ہے میرا شوہر ہے سب لوگ ہیں مگر کیوں یہ احساس ہوتا ہے کہ میں پھر بھی اکیلی ہوں۔ وہی شامیر جو پہلی نظر میں مجھ پر فدا ہو گیا تھا آج کہتا ہے صرف اتنا کہ شائستہ اگر کسی چیز کی ضرورت ہو تو یہ لو پیسے اور بازار سے منگوا لینا۔ مجھے آفس میں بہت کام ہے۔ وہی میری ساس ماں جس نے پہلی بار مجھے دیکھ کر تین بار ماشاء اللہ کہا تھا آج کہتی ہے شادی تم کھانا کھا کر سو گئی کرو شامیر کا انتظار نہ کیا کرو شامیر کو اور بھی بہت کام ہوتے ہیں۔ وہ ٹائم پر آنے کا پابند نہیں ہے۔ سارا سارا دن سوائے عروج کے اور میرے پاس کوئی نہیں آتا عروج بھی اب بڑی ہو رہی ہے اسے بھی وہ لوگ کم ہی آنے دیتے ہیں۔ کیوں آخر کیوں؟ کیا پیسہ سارے حقوق پورے کر دیتا ہے۔ میں اذیتوں کی جس قید میں ہوں کیا دولت مجھے نجات دلا سکتی ہے ہرگز نہیں۔ میں گھنٹوں کمرے میں بند ہو کر بچوں کی طرح بلک بلک کر روتی رہتی ہوں۔ دو دو ماہ گزر جاتے ہیں شامیر کو گھر رات رہے ہوئے۔ کیا یہی عورت کا نصیب ہے۔ کیا یہی لڑکی کا مقدر ہے۔ میرے چاروں طرف ہنگاموں کا شور ہے ہر طرف انسان رہتے ہیں۔ مجھے پھر بھی ایسا لگتا ہے کہ یہ سب کچھ میرے کانوں کا وہم ہے۔ میں زمین و آسمان خلقت خدائی چرند پرند کے ہوتے ہوئے نہ جانے کیوں تنہا ہوں ہزاروں رشتوں میں بندھ جانے کے باوجود گھر کے ہر فرد کے ہوتے ہوئے شامیر کو اپنے دل کا ٹکڑا بنا کر میں پھر بھی اکیلی ہوں کیا یہی انسانیت کی معراج ہے۔ قدرت کا قانون اگر یہ ہے کہ میرے نصیب میں اولاد نہیں تو اس سماج کا قانون یہ کیوں ہے کہ مجھے اکیلا کر دیا جائے۔ خدا تو ہر کام میں کوئی نہ کوئی مصلحت دکھاتا ہے لیکن یہ خدا کے بندوں کی کیسی پالیسی ہے کہ اولاد سے محروم صنف نازک کو تنہا کر دیا جائے۔ اسی طرح روتے بلکتے ایک سال مزید گزر گیا مگر دوریاں بڑھتی جا رہی تھیں میری امی کو دو تین بار ہارٹ اٹیک ہو چکا تھا اور ڈاکٹروں نے ان کے بائی پاس کا مشورہ دے دیا۔ امی کو تو میرا

روگ ہی ختم کرتا جا رہا تھا آخر ہمیں باقی پاس کرانا پڑا جس کے لئے ہمیں بہت سے پیسوں کی ضرورت تھی۔ شامیر لوگوں کا رویہ پہلے ہی درست نہ تھا ابو نے ملتان والا گھر فروخت کرنے کا ارادہ کرلیا وہی ہماری جمع پونجی تھی ابو نے ساری زندگی جو کمایا ہم دونوں بہنوں کی شادیوں پر خرچ ہو گیا۔ اگر کوئی ہمارا بھائی ہوتا تو شاید ہمیں گھر نہ فروخت کرنا پڑتا۔ بیٹوں کی کمی اور میری بدنصیبی نے ابو کو بھی کافی کمزور کر دیا تھا۔ آخر ہم نے باجی کے مور سے وہ گھر فروخت کر دیا اور ای کا باقی پاس کرالیا خدا نے انہیں زندگی بخش۔ باجی امی ابو کو اپنے پاس لے جانا چاہتی تھی مگر امی نہ مانی کہ میں تو شادا پتر کے قریب رہوں گی۔ اب حالات ایسے نہ تھے کہ میں ابو امی کو شامیر کے گھر رہنے کے لئے کہتی۔ آخر ابو جی خود ہی بھاگ دوڑ کر کے میرے سسرال کے شہر یعنی یہاں ہی ایک سادہ سا مکان کرایہ پر لے لیا۔ ابو سے اب محنت مزدوری نہیں ہوتی تھی۔ انہوں نے قریب ہی کسی کوٹھی پر بطور سیکیورٹی گارڈ ملازمت کرلی جس سے امی ابو کا خرچہ نکل آتا۔ جیجا جی اور باجی لوگ بھی کچھ تعاون کر دیتے تھے۔ شامیر لوگوں سے تو کسی تعاون کی امید کرنا ہی فضول تھی۔ اب میری شادی کو پانچ سال ہونے کو تھے مگر خدا نے مجھے کوئی کھلونا نہ دیا۔ شامیر کا رویہ حد سے زیادہ بدل گیا۔ شامیر اپنے آفس میں نیٹ استعمال کرتے تھے میری بدنصیبی اس دن سے بڑھ گئی جس دن شامیر کی فرینڈشپ نیٹ کے ذریعے انگلینڈ کی کسی انگریز لڑکی سے ہو گئی جو انتہائی امیر ترین تھی۔ میرا شامیر ایسا ہو سکتا تھا شاید ہاں اب ہو سکتا تھا وہ وعدے وہ قسمیں وہ پیار محبت وہ ساتھ جینے مرنے کی قسمیں سب کچھ کیا تھا شاید ان بڑے لوگوں کے نزدیک یہ سب کچھ ایک انجوائے پن کے سوا کچھ نہ تھا۔ میرے آنسو خشک ہو گئے میری آہیں اندر دب گئیں میری وفاؤں کا صلہ کیا ملا۔ ایک کاغذ کا بے جان ٹکڑا طلاق ...... نہیں نہیں نہیں شامیر تم چاہے دو شادیاں اور کر لو مگر مجھے طلاق مت دو مگر انسان اپنی فطرت سے مجبور ہے جو درخت پھل نہ دے آخر اسے ایک دن کاٹ دیا جاتا ہے۔ شامیر کی پوری فیملی کو اس انگریز لڑکی نے الگ الگ ویزے بھجوا دیئے شامیر نے اپنا گھر فروخت کر دیا اور مجھے اور مجھے طلاق دے دی۔ کائنات میری بے بسی پر رو رہی تھی اور شیطانیت شامیر کی بے حسی پر قہقہے مار رہی تھی۔ میرا سامان کرائے کے سے گھر کے گرد آلود صحن میں انسانیت کی یوں دھجیاں بکھیرنے پر نوحہ کناں تھا۔ محبت بین کر رہی تھی۔

کوئی ڈھولے کوئی سمجھاوے
کہ اج دی رات رک جاوے

میں دکھوں سے ماری ماں سے لپٹ کر نومولود بچوں کی طرح رو رہی تھی۔ میرے حلق سے کوئی آواز نہ نکل سکی۔ ماں لب کھولتی تو اس کے آنسو لب نہ کھولنے دیتے ماں کی آنکھیں اپنے شادا پتر سے کوئی شکوہ نہ کر سکیں اور۔ ۔ اور اس کے شادا پتر کی زباں سے بے اختیار نکلا۔

مائے نی مائے میں کنہوں آکھاں
درد وچھوڑے دا حال نی

خدا کی خدائی رو پڑی شامیر کی فیملی کی فلائٹس پرواز کر رہی تھیں اور ماں خدا کے حضور گڑگڑا کر رو رہی تھی اور اب بھی شامیر کے لئے دعا تو تھی اور کہہ رہی تھی۔ بھی تو میرے شادے پتر کا نصیب تھا بھی تو اس کا پیار تھا جا تینوں رب دیاں رکھاں۔ ایک ماں شامیر کی بھی تھی جو اسے ایک بار بھی نہ کہہ سکی کہ شامیر یوں خدا کی خدائی سے بے انصافی نہ کرو اور ایک ماں میری تھی جو اب بھی۔ .....

اہل محبت والو، اہل دل والو، اہل وفا کے باسیو! آج ایک حوا کی بیٹی تم سب سے سوال کر رہی ہے مجھے جواب دو، مجھے جواب دو...... مجھے جواب دو ، قصور کیا ہے عورت کا یہی کہ اس نے تمہیں جنم دیا۔

محترم قارئین کرام! شائستہ آج اپنے ابو اور امی کے ساتھ اسی شامیر کے شہر میں زندگی کے باقی دن گزار رہی ہے وہ کہتی ہے اب اس نے تنہائیوں کی اوڑھنی اوڑھ لی ہے۔ اپنا وقت اب وہ دن کو ایک پرائیویٹ سکول میں بچوں کے ساتھ گزارتی ہے تاکہ وہ زیادہ سے زیادہ مصروف رہ سکے اور رات وہ جواب عرض کو اپنے سینے سے لگا کر گزارتی ہے۔ اسے لوگوں کے دکھ پڑھ کر اپنا دکھ بھول جاتا ہے۔ اب اسے مرد ذات سے بلکہ پورے معاشرے سے بقول اس کے شدید نفرت ہے۔ نہ اب وہ شادی کرنا چاہتی ہے اور نہ ماں اسے کہتی ہے۔ وہ آخری دم تک اپنے والدین کی خدمت کرنا چاہتی ہے۔ اس کے آنسو اب بھی شامیر کی تصویر بنا دیتے ہیں کیونکہ محبت کی کسک شاید مرنے کے بعد بھی ساتھ رہتی ہے ہمیں دیکھنا یہ ہے کہ اس معاشرے میں ہمارا کیا کردار ہے۔ کیونکہ یہ معاشرہ یہ ملک جہاں آج ہم کھڑے ہیں دنیا کی ہر نعمت سے مالا مال ہیں۔ دن رات عیش و عشرت کی زندگی گزار رہے ہیں صرف اور صرف اسی عورت کی مرہون منت ہمیں نصیب ہوا ہے۔ میں خود آپ سے سوال کرتا ہوں کہ خدا نہ کرے خدا نہ کرے کل کو کوئی شامیر ہماری کسی بہن یا بیٹی سے اتنا سنگلاخ مذاق کرے تو ہمارا ری ایکشن کیا ہوگا؟ ہمارا فرض بنتا ہے کہ ہم شائستہ اور اس جیسی نہ جانے کتنی لڑکیوں کو اپنی بہن اور بیٹی سمجھتے ہوئے اس معاشرے سے مکمل ان اخلاق سوز برائیوں کو جڑ سے اکھاڑ پھینکنے کا اپنے آپ سے وعدہ کریں۔

ماہ اپریل 2012ء کے جواب عرض میں شائع ہونے والی میری کہانی ''میرا مسیحا کون؟'' پڑھ کر تقریباً مجھے مختلف شہروں سے دس خطوط ایسی بہنوں کے ملے ہیں جن کا انجام میری اس کہانی (میرا مسیحا کون؟'' کے کردار نیلم نام کی لڑکی جیسا ہوا ہے۔ ان سب سے گینگ ریپ اور مختلف طرح سے ان کی عزت و عصمت کو پامال کیا گیا ہے۔ تو میرا مقصد یہ ہے عورت کا تحفظ کسی اور کی نہیں ہم سب کی ذمہ داری ہے۔ آپ یقین کریں دل تو کیا آنکھیں بھی لہو روتی ہیں۔ یہ وقت ہمارے ہاتھ سے نکل رہا ہے ہر گزرتا ہوا دن ہماری زندگی سے کم ہو رہا ہے اور ہم محبت سے دور ہوتے جا رہے ہیں۔ محبت کسی بھی جاندار چیز سے کرو اس کا دل ہرگز نہ توڑو اور عورت تو وہ پھول ہے جو شاخ پر کھڑا کھڑا مرجھا جاتا ہے اور ہم اس پھول کو توڑ کر پاؤں تلے روند رہے ہیں۔ محبت نام ہی عورت کا ہے اور عورت نام ہی زندگی کا ہے اور زندگی کو کون دھوکا دیتا ہے۔ ہر کوئی ہزاروں سال جینا چاہتا ہے اور عورت کا بغیر زندگی ناممکن ہے۔ ان شگفتہ پھولوں سے ہی ہمارے گلشن مہک رہے ہیں۔ ہر انسان کے سینے میں دل ہے اور اگر عورت کا وجود ہے تو دل دھڑکتا ہے۔ کہنا آپ سب سے یہی ہے کہ عورت کو اتنا پیار دو کہ یہی عورت روز قیامت خدا کے حضور سجدہ ریز ہو کر ہماری بخشش کے لئے ہمارا وسیلہ بن جائے اگر ہم اپنی ماں اور اپنی بہن سے شدید محبت کر سکتے ہیں تو آپ کی زندگی سے محبت کرنے والی آپ کی زوجیت قبول کرنے والی بھی ہمارے جیسوں کی ہی ماں اور بہن ہوتی ہے۔ ان کی بھی تمنا ہوتی ہے کہ ہماری بیٹیاں اپنا گھر آباد کریں۔ آؤ آج یہ عہد کریں کہ ہم نے طلاق کو فیشن نہیں بنانا۔ ایسا کوئی بھی قدم اٹھاتے وقت ایک نہیں دو نہیں ہزاروں نہیں لاکھوں کروڑوں بار سوچئے اور پھر جس طرح ہمارا اسلام ہمیں حکم دیتا ہے ان اصولوں کو مدنظر رکھ کر ایسے اقدام کیجئے تاکہ یہ بیٹیاں روز محشر ہمارا گریباں نہ پکڑ سکیں۔

آخر میں شکر گزار ہوں ایسے دوستوں اور بہن بھائیوں کا جو کالم آئینہ روبرو کے ذریعے میری کہانیوں اور مجھ ناچیز کی شاعری کو پسند کرتے ہیں۔ خصوصی طور محترم پیارے دوست اور جواب عرض کے بہت پرانے رائٹر جناب ایم اشفاق بٹ صاحب اتنی زیادہ حوصلہ افزائی کا تہہ دل سے شکریہ اور سیف الرحمن زخمی صاحب سیالکوٹ، محترم ڈاکٹر محمد ایوب بوہڑ صاحب بلوچستان، عزیز بشیر گوندل صاحب گوجرہ، حسن رضا آف رکن شی، ضلع منڈی بہاؤالدین حسن بھائی میری بھی منڈی بہاؤالدین سے کافی زیادہ یادیں وابستہ ہیں۔ محترم حکیم ایم جاوید نسیم صاحب فیصل آباد آپ سے موبائل پر رابطہ ہمارے لئے ایک اصلاحی اقدام ہے۔ محمد اشرف زخمی دل چیچی آپ سے فون پر گپ

شب اچھی رہی۔ جواب عرض کے بہت بڑے رائٹر اور میرے استاد محترم جناب ریاض احمد باغبانپورہ لاہور اگر آپ کا دست شفقت رہا تو کبھی نہ کبھی تو کچھ نہ کچھ لکھنے کے لئے قابل ہو ہی جائیں گے۔ آپی نائلہ طارق لیہ اپنی دعاؤں میں یاد رکھا کریں اس بھائی کو مزید جن دوستوں کو جواب نہیں دے سکا ان سے دلی معذرت کرتا ہوں۔ آپ لوگوں کے سینکڑوں خطوط میری ذات کا کل اثاثہ ہیں۔ آئندہ بھی اپنی دعاؤں میں یاد رکھئے گا۔ اگر کسی بہن بھائی کے پاس جواب عرض کے پرانے شمارے ماہ نومبر 2000ء، ماہ دسمبر 2001ء، ماہ اپریل 2002ء جن میں میری بالترتیب کہانیاں بے نام شجرہ بیٹی اور دکھی ہوں گلشن سے شائع ہوئی تھیں۔ اگر یہ تینوں شمارے کسی کے پاس موجود ہوں تو وہ مجھ سے ضرور رابطہ کرے۔ ڈاک خرچ کے علاوہ تینوں شماروں کی قیمت بھی ادا کروں گا۔ میری اس کہانی میں ''میں پھر بھی اکیلی'' کے حوالے سے بھی آپ سب لوگوں کی تنقیدی و تعریفی آراء کا منتظر رہوں گا۔ زندگی نے وفا کی تو بہت جلد مزید کہانیوں کے ہمراہ پھر ملیں گے۔ اپنی اس غزل کے ساتھ اجازت چاہوں گا جو میری ذاتی شاعری سے تخلیق ہے۔ اور میرا مکمل ایڈریس جواب عرض کے اس ماہ کے شمارے ''کالم ملاقات'' سے حاصل کیا جا سکتا ہے۔

سفر وفاؤں کے مرحلے بلا رہے ہیں
کس سمت مگر ہم جا رہے ہیں
چھین لو مار ڈالو سامنے جو بھی آئے
سوچو ہم کیا معیار اپنا بنا رہے ہیں
کسے معلوم ہیں ان محبتوں کے تقاضے
چراغ وحشت سینکڑوں گھر جلا رہے ہیں
رستہ پھر کہاں ملا انہیں جو بچھڑ گئے
نصیب فقط ان کو تماشا بنا رہے ہیں
انجم زندگی نہ ہو گی کبھی مہرباں ان پر
جو لوٹ کر اپنا ہی گھر جا رہے ہیں

◆❊◆

غزل

ہاتھوں سے ہاتھ چھوٹ نہ جائے
آ جا کہ سانس یہ ٹوٹ نہ جائے
بہت تڑپا ہے رویا ہے دیوانہ تیرا
جل کر خاک ہوا ہے پروانہ تیرا
میرا مقدر مجھ سے روٹھ نہ جائے
آ جا کے سانس یہ ٹوٹ نہ جائے
بچھڑ کر تجھ سے جینا ہے مشکل
اکیلے یہ زخم سینا ہے مشکل
کوئی مجھے بری طرح لوٹ نہ جائے
آ جا کہ سانس یہ ٹوٹ نہ جائے
ان آنکھوں کو تیری پیاس ہے باقی
تجھ سے ملنے کی دل کو آس ہے باقی
سچ سے جیت کہیں جھوٹ نہ جائے
اک بار صورت دکھا جا تو ظفر
پتہ نہیں پھر ساتھ دے نہ دے مقدر
مقدر میرا کہیں چھوٹ نہ جائے
آ جا کہ سانس یہ ٹوٹ نہ جائے

☆..... ظفر نور بھٹو- اوباڑہ

غزل

مدت کے بعد دیکھا بہت بدلا ہوا تھا وہ
نجانے کیا حادثہ ہوا سہما ہوا تھا وہ
مجھے دیکھ کر اس نے چہرہ تو چھپا لیا
مگر آنکھیں بتا رہی تھیں رویا ہوا تھا
اس کی آنکھیں دیکھ کر محسوس ہوا مجھے
میری طرح کسی سوچ میں ڈوبا ہوا تھا وہ
اس کی سونے جیسی رنگت زرد پڑ گئی تھی
جیسے کسی کے پیار میں جلا ہوا تھا وہ
قربان ہو جاؤں اس شخص پہ میں ہادی
جس کی یاد میں رویا ہوا تھا وہ

☆..... حماد ظفر ہادی- گوجرہ

یہ عشق

چاہ کر بھی ہم تمہیں بھلا نہیں سکتے
سنگ رہتا جو دل میں آگ بجھا نہیں سکتے
چاہتے ہیں تمہیں وہ چاہیں گے مرتے دم تک
شامل ہو میرے خون میں کبھی دور جا نہیں سکتے
مانگا ہے تجھے سب سے تو ہوا ہے گمان یہ
ہیں بنا تیرے اس سے کچھ دور جا نہیں سکتے
کرتے ہیں دعا ہر پل تیری خوشی کے لئے
خود اپنے لئے تو ہاتھ پھیلا نہیں سکتے
کہیں دنیا سے کچھ تو یہ تو اپنا الفت ہے
بات دل کی گر تم سے کوئی چھپا نہیں سکتے
مہک اٹھتی ہیں میری سانسیں جب سوچتا ہوں تمہیں
دیکھتا ہوں صرف تمہیں نظریں ہٹا نہیں سکتے
کیسے سمجھاؤں دنیا کو محبت ہے تو سب کچھ ہے
بنتے ہیں اسی سے تاج محل نفرت سے کچھ بنا نہیں سکتے

☆......... مدثر عمران ساحل- سکواڑہ

ہم سے سیکھا ہے

ہوا نے چلنا تم سے ہی سیکھا ہے
ہر کام پہ بدلنا تم سے سیکھا ہے
کبھی موج میں ہو تم تھم کے چلتی ہے
کبھی طوفان میں ڈھلنا تم سے سیکھا ہے
تم ہی سے لئے انداز گھٹاؤں نے
رم جھم برسنا تم سے سیکھا ہے
رنگ تمہارے گلستان میں نظر آتے ہیں
پھولوں نے کھلنا تم سے سیکھا ہے
شمع کو بھا گیا انداز تیرے جلنے کا
محفل کے لئے جلنا تم سے سیکھا ہے
ہم میں بھی کہاں تھی سخن تاب
ہم نے بھی شعر کہنا تم سے سیکھا ہے

☆ سردار محمد اقبال خان ستوئی- سردار گڑھ

غزل

وفا کی راہ بڑی پر خار لگتی ہے
زیست آنسوؤں کی دیوار لگتی ہے
میں نے چاہا نہیں تھا پھر سے کسی کو
ہر سوچ اپنی گنہگار لگتی ہے
زندگی ڈھل گئی پھر غم کے سانچے میں
تیری ہر خوشی ہمیں یادگار سی لگتی ہے
جا کے کوئی نہیں آتا پھر زمانے میں
تیری یاد بھی اب تو پرنور لگتی ہے
کسی سے جب ملاقات ہوئی ہے جاوید
اس کی ہر بات پھر ہمیں گوارا لگتی ہے

☆......... محمد اسلم جاوید- فیصل آباد

کہا تھا ناں!

تم بدل جاؤ گے..... موسموں پہ پھر بھی..... اعتماد کیا تھا میں نے..... تیرے ہر ستم پہ مسکرا دیتے..... تیری ہر ادا کو اپنا ہم..... خیال کا محور سمجھے..... تیری محبت میں پاگل ہو گئے..... تم سے اتنی امیدیں وابستہ تھیں..... مگر میرا خیال فقط یہی تھا موسم نہیں بدلتا..... بے وفائی سیکھی کہاں سے تم نے..... میرے دل کو جلانا سیکھا کہاں سے..... کہا تھا ناں!..... تم بدل جاؤ گے..... موسموں پہ پھر بھی..... اعتماد کیا تھا میں نے

☆......... اے ڈی ناز- ساہیوال

غزل

نہیں ملتا دل کو سکون تیرے بغیر
زندگی میں کچھ مزہ ہی نہیں تیرے بغیر
اکیلا ہوتا ہوں تیری یادیں ہوتی ہیں
کسی محفل میں دل نہیں لگتا تیرے بغیر
تجھ سے دور ہوں مجبور ہوں میں
اک پل کو سکون نہیں ملتا تیرے بغیر
سونی سی لگتی ہے ہر چیز
دل کی بستی ویران ہے تیرے بغیر
وہ دل اب کیسے رک سکتا ہے
گہرا ہوا ہے زخم تیرے بغیر

☆......... محمد ہارون قمر تاج پور ہزارہ

اسے کہنا یہ دنیا ہے

یہاں ہر موڑ پر ایسے بہت سے لوگ ملتے ہیں
جو اندر تک اتر تے ہیں، ابد تک ساتھ رہنے کی
اکٹھے مر نے جینے کی، ہمیشہ بات کرتے ہیں
اسے کہنا یہ دنیا ہے
یہاں ہر شخص مطلب کی حدوں تک ساتھ چلتا ہے
جونہی موسم بدلتا ہے محبت کے سبھی دعوے
سبھی وعدے سبھی قسمیں اچانک ٹوٹ جاتے ہیں
اسے کہنا یہ دنیا ہے
یہاں ہر موڑ پہ اپنی سدا آنکھیں کھلی رکھنا
کوئی کتنا بھی اچھا ہو مگر اعتبار نہیں کرنا
یہاں پہ پیار مت کرنا، یہاں پر پیار مت کرنا
اسے کہنا یہ دنیا ہے

☆....... شعیب شیرازی- جوہر آباد

ہر شخص کا ہو جانا

ہر درد پہن لینا ہر خواب میں کھو جانا......
کیا اپنی طبیعت ہے ہر شخص کا ہو جانا......
اک شہر بسا لینا بچھڑے ہوئے لوگوں کا
...... پھر شب کے جزیروں پر...... دل
تھام کے سو جانا سوچ تخن کچھ ہوتا دیر
اسے تکنا...... ہر لفظ پہ رک جانا ہر بات پہ
کھو جانا...... کیا اپنی طبیعت ہے ہر شخص کا
ہو جانا...... آنا تو بکھر جانا سانسوں میں
مہک بن کر...... جانا تو کلیجے میں کانٹے
سے چبھو جانا...... جاتے ہوئے چپ
رہنا...... ان...... بولتی آنکھوں کے
خاموش تکلم سے پلکوں...... کو بھگو بھگو
جانا...... کیا اپنی طبیعت ہے ہر شخص کا ہو
جانا

☆ .... عبدالوحید بندیال

شہزادہ عالمگیر کی عادمیں

روز محشر تک یہ دنیا تیرے گیت گائے گی
تیرے دیوانوں کو ایک پل بھی نیند نہیں آئے گی
یہ دیوانے کس کو حال دل سنائیں گے
ہمدرد نہ ملا تو سبھی کو تیری یاد ستائے گی
آپ کے احسانات ہم کبھی بھی نہیں بھولیں گے
جب فرمائشیں پوری نہ ہوئیں تو آپ کی یاد آئے گی
اندھیری راتوں ساون کی برساتوں میں اکثر
تیرے دیوانوں کو تیری یاد تڑپائے گی
اے خدا ہمارے محسن کی قبر گلزار کر
کبھی کی زباں بھی لفظ دہرائے گی
بھری محفل میں بھی آپ کی یاد آ گئی عالمگیر
تو خدا کی قسم اسی وقت آنکھ بھر آئے گی

☆ .... آصف سانول - بہاولنگر

پیار کی بازی

کبھی پیار کا صلہ دو تو کوئی بات نہیں
یہ صلہ اس نے دیا ہے تو کوئی بات نہیں
اتنا بہت ہے کہ اس نے تھوڑی قدر کی
اب اس نے ٹھکرا دیا ہے تو کوئی بات نہیں
کس کی مجال ہے جو مجھے بے وفا کہے
اگر یہ آپ نے کہا ہے تو کوئی بات نہیں
یہ میرے بس میں کہاں تجھے چھوڑ سکوں بھلا
تو اگر مجھے چھوڑنا چاہتا ہے تو کوئی بات نہیں
تنہا تو مجھے ہونا تھا اس کے جانے کے بعد
لے دے کے ہم کو تو اس کے ہی سہارے تھے
ان کے سنگ جو گزری خوب گزری شاقی
وہ بھی جیت سکے نہ بازی ہم ہی پیار میں ہارے تھے

☆ انتخاب: فاروق احمد شاقی - چکوال

تیری جدائی

چھوڑ دی تیری دنیا تیری خوشی کے لئے
جی سکیں گے نہ اب ہم کسی کے لئے
تیرا ملنا اور بچھڑنا اک خواب تھا
تیری چاہت تو تھی دل لگی کے لئے
میرے آنگن میں ہر سو اندھیرا رہا
چراغ ڈھونڈا بہت روشنی کے لئے
اپنی قسمت میں اشکوں کی سوغات تھی
ہم ترستے رہے اک ہنسی کے لئے
تیری جدائی سے بڑھ کر اور کیا غم ہو گا
زخم کافی ہیں بھی زندگی کے لئے

☆ .... ایم شفیق تنہا - امرو خورد

غزل

سراپا عشق ہوں میں اب بکھر جاؤں تو بہتر ہے
جدھر جاتے ہیں یہ بادل ادھر جاؤں تو بہتر ہے
ٹھہر جاؤں یہ دل کہتا ہے تیرے شہر میں کچھ دن
مگر حالات کہتے ہیں کہ گھر جاؤں تو بہتر ہے
دلوں میں فرق آئیں گے تعلق ٹوٹ جائیں گے
جو دیکھا جو سنا اس سے مکر جاؤں تو بہتر ہے
یہاں ہے کون میرا جو مجھے سمجھے گا اے فراز
میں کوشش کر کے اب خود ہی سنور جاؤں تو بہتر ہے

☆ زیب ظہور احمد بلوچ - ڈیرہ مراد جمالی

محبت کیسی ہوتی ہے

ہاں دیکھ لیا میں نے محبت کیسی ہوتی ہے
آنکھوں میں شرارت رکھتی ہے پر انجموں جیسی ہوتی ہے
دکھ میں اکثر ہمدم بن زخموں پہ جیسے مرہم سی
پیار میں اکثر پیاری سی اور کچھ نفرت جیسی ہوتی ہے
ہاں دیکھ لیا میں نے محبت کیسی ہوتی ہے
دل میں اراموں جیسی بھی باتوں میں وعدوں جیسی بھی
دل دو باہوں کے رکھتی ہے پر حرارت جیسی ہوتی ہے
ہاں دیکھ لیا میں نے دیکھ لیا محبت کیسی ہوتی ہے
کاغذ کی ناؤ وں والی بھی تڑپ کی جیسے کوئی بھی
بلو جا اک من راہی کی پوجتے تیری عبادت ہوتی ہے
ہاں دیکھ لیا میں نے دیکھ لیا محبت کیسی ہوتی ہے
چاند کے پیاروں جیسی بھی اور خوشبو کے رشتوں چاہوں سی
آنکھوں میں اشکوں جیسی بھی اور شرارت جیسی ہوتی ہے
ہاں دیکھ لیا میں نے دیکھ لیا محبت کیسی ہوتی ہے
سوچوں میں ہے پرندوں سی عکس میں شاید وعدوں سی
افسانوں سے بھی کھلتی ہے پھر بھی شرافت جیسی ہوتی ہے
ہاں دیکھ لیا میں نے دیکھ لیا محبت کیسی ہوتی ہے
فضول ہی بس یہ ہوتی ہے بس لگی ویسی ہوتی ہے

☆ .... یاسر ساقی - مانسہرہ

محبت

کبھی زندگی کا نام ہے محبت
کبھی موت کا پیغام ہے محبت
کبھی محبت سے ملتی ہے خوشی
کبھی غم کی شام ہے محبت
کبھی محبت آنسو کی بارش ہے
کبھی ہنسی کا جام ہے محبت
کبھی محبت دل کی جلن
کبھی دل کا آرام ہے محبت
کبھی محبت ہے بے نام زندگی
کبھی زندگی کہتی ہے میرا نام ہے محبت

☆ انتخاب: سید عبادت علی - ڈی آئی خان

غزل

رسم سجدہ بھی اٹھا دی ہم نے
عظمت عشق بڑھا دی ہم نے
جب کوئی تازہ شگوفہ پھوٹا
کی گلستان میں منادی ہم نے
جب چمن میں نہ کہیں چین ملا
در زندان پہ صدا دی ہم نے
آگئی صیاد کے گھر تک پہنچی
اتنی شعلوں کو ہوا دی ہم نے
خون دل سے وہ میخانہ پہ
تیری تصویر بنا دی ہم نے
دل کو آنے لگا جلنے کا خیال شاد
آگ جب گھر کو لگا دی ہم نے

☆ محمد آفتاب شاد - کوٹ ملک دوکوہ

غزل

بہاروں کی بستی کا اکثر اچھا نہیں ہوتا
شجر سوکھا ہوا ہو تو ثمر اچھا نہیں ہوتا
جو ممکن ہو تو راستے سے کوئی جگنو پکڑ لینا
اندھیری رات کا تنہا سفر اچھا نہیں ہوتا
ملو کچھ اس طرح کہ دل آپس میں مل جائیں
تعارف دوستوں سے مختصر اچھا نہیں ہوتا
وہیں بیٹھو جہاں سایہ ملے اپنے درختوں کا
کسی کے گھر کے آنگن کا شجر اچھا نہیں ہوتا
اچھا ہوا ہم دہلیز ہی سے پلٹ آئے عباس
جہاں اپنے نہ بستے ہوں وہ گھر اچھا نہیں ہوتا

☆ ... غلام عباس جتوئی - محمد پور دیوان

بے قرار نہ کر

سامنے آ کر مجھے اور بے قرار نہ کر
ماضی کی یادوں کو اور تازہ نہ کر
کیوں خوش ہو مجھے جلتا دیکھ کر
میرے ان زخموں کو اور تازہ نہ کر
رنج و الم وابستہ ہیں ساتھ میرے
منہ پہ پھیکی مسکراہٹ لایا نہ کر
نشہ ہو جاتا ہے دیکھتے ہی تجھے
اور ہمیں مزید جام پلایا نہ کر
اب تو تمنا نہیں رہی دل میں میرے
اتنی پیاری یادیں دل میں بسایا نہ کر
مرنے کے بعد تیری روح کو چین نہ ہوگا
بار بار کہتا ہے مجھ کو ستایا نہ کر

☆ .... حسن رضا - رکن ہٹی

تو کہاں نہیں ہے

آنکھوں کی تختیوں پہ کیا کیا بیاں نہیں ہے
یہ جب تک ہوں زندہ دل بے زباں نہیں ہے
تم بھر رہے ہو میرے احساس کی رگوں میں
کوئی فاصلہ ہمارے اب درمیاں نہیں ہے
رنج و الم کے جالے پڑ جائیں جن دلوں میں
ان سے بڑا کوئی بھی اجڑا مکاں نہیں ہے
میری روح کی بقا ہے تیرے تصوروں میں
تمہیں موت بھی بھلا دے تو وہ گماں نہیں ہے
تقدیر کو نہ جانے تھا کیا عناد ہم سے
ہر سانس یوں لگا کہ یہ مہرباں نہیں ہے
بے ذوق سے جہاں میں میرا ظن بھٹک رہا ہے
جو اس کو جان پاتا وہ قدرداں نہیں ہے
لفظوں کی دھڑکن میں سوچوں کی آنکھوں میں
تو ہی بتا جاناں کہ تو کہاں نہیں ہے
جھڑتا نشاط گل کا کریم کی ٹہنیوں سے
اب گلستان لب میں ایسا سماں نہیں ہے

☆ .... کریم بخش - سوئی گیس فیلڈ

بارش برستی ہے

ہر روز جب شام ڈھلتی ہے...... تمام
پرندے اپنے گھروں کو چلے جاتے ہیں
...... جب رات کو آسمان پر چاند ستارے
چمکتے ہیں...... جب سورج کی کرنیں
زمین پر روشنی بکھیرتی ہیں...... جب
بارش برستی ہے جب شمع ساری رات
جلتی ہے...... جب نیند نہیں آتی......
جب محبت جاگتی اور زمانہ میٹھی نیند سوتا
ہے...... ان لمحوں میں مجھے صرف تم یاد
آتی ہو

☆ .... ایم اشفاق بٹ - لالہ موسیٰ

غزل

شب بھر میرے دل کو جلایا نہ کرو
یوں تم میری آنکھوں کو رلایا نہ کرو
دے کر غم دنیا بھر کے میری جھولی میں
پھر کتنے ہو کہ یہ آنسو بہایا نہ کرو
کسی ٹوٹے ہوئے دل کی بددعا نہ لگ جائے
دل توڑ کر کسی کا تم مسکرایا نہ کرو
تم سمجھا کرو کسی کے آنسوؤں کی قدر
یوں کسی کی راہوں میں کانٹے بچھایا نہ کرو
بہت عجیب ہوتے ہیں یہ دلوں کے رشتے
چند لمحے ساتھ رہ کر کسی کو بھلایا نہ کرو
فقط تم بھی انسان ہو ہمارے جیسے واصف
پھر یوں آسمانوں سے دل لگایا نہ کرو

☆ ..... واصف علی آرائیں - بھریا روڈ

غزل

میری داستان حسرت وہ سنا سنا کے روئے
میرے آزمانے والے مجھے آزما کے روئے
کوئی ایسا اہل دل ہو کہ فسانہ اے محبت

میں اسے منا کے روؤں وہ مجھے منا کے روئے
میری آرزو کی دنیا دل ناتواں کی حسرت
جسے کھو کے شادماں تھے آج اسے پا کے روئے
تیری کچھ اداؤں پر تیری بے وفائیوں پر
کبھی سر جھکا کے روئے کبھی منہ چھپا کے روئے
جو سنائے اپنے شب غم کی آپ بیتی
کئی رو کے مسکرائے کئی مسکرا کے روئے
☆ .... بوٹا دکھی - بہاولپور

غزل

مرنے کی دعائیں کیوں مانگوں جینے کی تمنا کون کرے
یہ دنیا ہو یا وہ دنیا اب خواہش دنیا کون کرے
جب کشتی ثابت و سالم تھی ساحل کی تمنا کس کو تھی
اب ایسی شکستہ کشتی پہ ساحل کی تمنا کون کرے
جو آگ لگائی تھی تم نے اس کو تو بجھایا اشکوں نے
جو اشکوں نے بھڑکائی ہے اس آگ کو ٹھنڈا کون کرے
دنیا نے ہمیں چھوڑا پرنس ہم چھوڑ نہ دیں کیوں دنیا کو
دنیا کو سمجھ کر بیٹھے ہیں اب دنیا دنیا کون کرے
☆ .... پرنس عبدالرحمن گجر - نیمن لامجھ

غزل

رخصت ہوا تو میری بات مان کر گیا
جو اس کے پاس تھا وہ مجھے دان کر گیا
بچھڑا کچھ اس ادا سے کہ رت ہی بدل گئی
اک شخص سارے شہر کو ویران کر گیا
دلچسپ واقعہ ہے کہ کل اک عزیز دوست
اپنے مفاد پہ مجھے قربان کر گیا
کتنی سدھر گئی ہے جدائی میں زندگی
ہاں وہ جفا سے مجھ پہ احسان کر گیا
منیر میں بات بات پہ کہتا تھا جس کو جان
وہ شخص آخرش مجھے بے جان کر گیا
☆ انتخاب: محمد منیر تنہا - جلالپور پیروالہ

جان تمنا

جی تو چاہتا ہے کہ کچھ نہ کچھ ضرور لکھوں
...... مگر پھر میں سوچتا ہوں ...... اگر میں
کچھ لکھوں گا تو ...... اس تحریر میں لازمی
...... تیرا نام بھی آئے گا ...... مگر ...... میں
اپنی تحریر میں تو ...... تیرا نام لانا نہیں چاہتا
...... اور ہاں ...... تیرے نام کے علاوہ
...... میں کوئی اپنی تحریر ...... تو میں لکھ نہیں
سکتا ...... کیوں کہ ...... تم تو میری زندگی
ہو ...... اور جان تمنا ہو ...... اور کوئی
اپنی جان کے بغیر ...... زندہ نہیں رہ سکتا
☆ ...... مسز ایم ارشد وفا - گوجرانوالہ

ٹوٹے دل کی دعا

وہ پل ساتھ چل کر چھوڑ دیا تم نے
وفا کی ڈوری کو توڑ دیا تم نے
ذرہ بھر بھی تم نے خیال کیا نہ ہمارا
میری روح کے تاروں کو جھنجھوڑ دیا تم نے
کہاں گئیں وہ قسمیں وہ تیرے وعدے
کیوں ہم سے منہ موڑ لیا تم نے
خوش رہو ہمیشہ یہی ہے دعا میری
بیشک اس معصوم دل کو توڑ دیا تم نے
☆ .... محمد محسن ساغر - عارف والا

غزل

کسے کہوں اس جہاں میں اپنا
جو تھے اپنے وہ بیگانے بن گئے
دل میں آباد تھے جو خوشیوں کے چمن
وہ چمن اب ویرانے بن گئے
بسائے تھے جو پھول دامن میں
وہ پھول اب کانٹے بن گئے
پیار کرنا سکھایا تھا جنہوں نے ہمیں
اب وہی پیار سے انجانے بن گئے
کسے کرے گا اب تو گلہ یاسر
آنسو تو تیرا مقدر بن گئے
☆ .... یاسر ساقی - مانسہرہ

غزل

وہ اس انداز کی مجھ سے محبت چاہتا ہے
مرے ہر خواب پر اپنی حکومت چاہتا ہے
مرے ہر لفظ میں جو مجھ سے بڑھ کر بولتا ہے
مرے ہر لفظ کی مجھ سے وضاحت چاہتا ہے
بہانہ چاہئے اس کو اب ترک وفا کا
میں خود اس سے کروں کوئی شکایت چاہتا ہے
اسے معلوم ہے میرے پروں میں دم نہیں ہے
مرا صیاد اب مجھ سے بغاوت چاہتا ہے
وہ کہتا ہے کہ میں اس کی ضرورت بن چکی ہوں
تو گویا وہ مجھے حسب ضرورت چاہتا ہے
کبھی اس کے سوالوں سے مجھے لگتا ہے ایسے
کہ جیسے وہ خدا ہے اور قیامت چاہتا ہے
اسے معلوم ہے میں نے سچ لکھا ہے
وہ پھر بھی جھوٹ کی مجھ سے حمایت چاہتا ہے
☆ .... جنید اقبال - اٹک

گمنام سپاہی

میں اس دھرتی کا اک گمنام سپاہی ہوں
میں نے اپنی جان اس دھرتی پر وار دی
میں نے اپنا آج تمہارے کل پر وار دیا
میں نے اپنے لہو سے اپنے ہوم کی آبیاری کی
ہر سال میری فرضی قبر پر پھول چڑھائے جاتے ہیں
میری اصل قبر کہاں ہے یہ مجھے بھی معلوم نہیں
کیونکہ میں اس دھرتی کا اک گمنام سپاہی ہوں
میری گمنام قبر پر کوئی بلبل اپنی
میٹھی سی آواز میں کوئی بول بولتا ہے
کوئی جگنو میری رات میں آ کر اس جگہ کو جگاتا ہے
آنے والوں کو وہ منزل کا پتہ بتاتا ہے
میری اصل منزل کہاں ہے یہ مجھے بھی معلوم نہیں

کیونکہ میں اس دھرتی کا اک گمنام سپاہی ہوں
☆ .... واصف مغل

کچھ نہیں

وہ دل کے ساحل میں کیا ملا کچھ نہیں
جو تھا کھو بیٹھے حاصل ہوا کچھ نہیں
میں نے کھو کے بھیجا تھا کیا لگا ہوں تیرا
اس نے کھو کے بھیجا کچھ نہیں
میں نے کہا رک جا میں جاؤں تیرے بن
وہ لیے چل پڑا جیسے سنا اس نے کچھ نہیں
آج اک بزرگ کی آنکھیں بھر آئیں میری حالت دیکھ کر
پھر اس نے کہا تیری لکیروں میں لکھا کچھ نہیں
☆ ... تصیر عباس انجم کھیوہ - حاصل پور

یاد

آج ہمدرد مجھے یاد پرانے آئے
پھر تصور میں وہی گزرے زمانے آئے
یاد آئی وہ سر شام کی محفل اپنی
یاد وہ رات کے کچھ خواب سہانے آئے
ایک مدت سے میری آنکھ نے دیکھا ہی نہیں
ایک منظر جو میرا چین چرانے آئے
وہ اگر مجھ سے خفا ہے تو کوئی بات نہیں
وہ کسی سے ملنے کے بہانے آئے
میری اتنی ہی تمنا ہے میرے ساتھ چلے
کب یہ کہتا ہوں کہ میرے ناز اٹھانے آئے
☆ .... راجہ عمر محمود اقبال

اچھا لگا

میری زندگی میں اس کا آنا
آ کر مسکرانا اچھا لگا
احباب وفا کو چھوڑ کر
بے وفا سے دل لگانا اچھا لگا
خوشیوں سے بڑھ کر غم ملیں زندگی میں
لیکن پھر بھی غموں میں مسکرانا اچھا لگا
کشتی بھی تھی سمندر بھی تھا کنارہ بھی عباس
لیکن پھر بھی اس پاگل دل کو ڈوب جانا اچھا لگا
☆ .... عباس علی گجر - چکسواری

غزل

بہت دلکش ہے تیری یہ تصویر
مگر تم ہو کسی اور کی تقدیر
میں اپنی محبت کو عنوان نہیں دے سکتا
اس جہاں میں نہیں ایسی کوئی تحریر
سارا جہاں مجھ سے لے لو جاناں
میری ہستی کو بنا لو اپنی جاگیر
میں تیرے اخلاق کا گرویدہ ہوں
میں اپنی گفتگو میں ہوں حقیر
تیرے کوچے میں کھائے ہیں کئی پتھر
لیکن میں تیرے ہی در کا ہوں فقیر
راہ میں پتھر اور پاؤں میں کانٹے بچھا دو
رہوں گا میں اس منزل کا راہگیر
دامن میرا لہولہان ہوا ہے زیب
تیری چاہ میں کھائے ہیں کئی تیر
☆ ..... ڈاکٹر اورنگزیب بھٹی - گجرات

ہاتھوں کی لکیریں

اپنے ہاتھوں کی لکیروں کو پڑھ کر دیکھا ساجن
جلتے ہوئے سورج کو تنہا دیکھا ساجن
ستاروں کی بارات میں چاند بھی اکیلا
روتے ہوئے تنہائی میں چاند کو دیکھا ساجن
نہ کرو ناز جوبن پہ اپنے کلیو!
ٹوٹی ہوئی شاخوں سے کلیوں کو دیکھا ساجن
سانسوں میں رم جھم بوندوں کی بارش
کسی کی یاد میں کسی کو روتے ہوئے دیکھا ساجن
ہاتھوں کی لکیروں کو کون مانتا ہے کنول
آج بغیر ہاتھوں کی تقدیر کو دیکھا ساجن
☆ .... اے ڈی کنول - ڈھلیار

کبھی یاد کرو

وہ میری محبت کو خیال سمجھ کے بھول گئے
ماضی کا قصہ ماضی کا سوال سمجھ کے بھول گئے
لکھے تھے ان کے نام محبت کے ہزاروں خط
وہ ایک شکاری کا جال سمجھ کے بھول گئے
کیا وہ مجھ سے محبت کرتا ہے دل و جاں سے
وہ کسی نصاب کا سوال سمجھ کے بھول گئے
لکھا تھا ایک تحفہ بھیجا ہے ان کے نام
وہ اسے دسمبر کی شال سمجھ کے بھول گئے
لے کہا پھر آیا ہے موسم بہار کا
افسوس صد افسوس وہ سلسلہ وصال سمجھ کے بھول گئے
رضا وہ کیا جانے محبت کے مرحلوں کو
جو محبت کو ایک وبال سمجھ کے بھول گئے
☆ .... منیر رضا - ساہیوال

غزل

دل کی چوکھٹ پہ جو اک دیپ جلا رکھا ہے
تیرے لوٹ آنے کا امکان جلا رکھا ہے
سانس تک بھی نہیں لیتے ہیں تجھے سوچتے وقت
ہم نے اس کام کو بھی کل پہ اٹھا رکھا ہے
روٹھ جاتے ہو تو کچھ اور حسیں لگتے ہو
ہم نے یہ سوچ کے ہی تم کو خفا رکھا ہے
تم جسے روتے ہوئے چھوڑ گئے تھے اک دن
ہم نے اسی شام کو سینے سے لگا رکھا ہے
چین لینے نہیں دیتا کسی طور مجھے
تیری یادوں نے جو طوفان اٹھا رکھا ہے
جانے والے نے کہا تھا کہ وہ لوٹے گا ضرور
اک اسی آس پہ دروازہ کھلا رکھا ہے
مجھ کو کل شام سے وہ یاد بہت آنے لگا
دل نے مدت سے جو اک شخص بھلا رکھا ہے
☆ ..... خالد فاروق آسی - فیصل آباد

غزل

اک مدت تک میں اس کی ضرورت بنا رہا
پھر یوں ہوا کہ اس کی ضرورت بدل گئی
چلتا رہا ساتھ میرے وہ بہت دیر تک
پھر یوں ہوا کہ اس کی منزل بدل گئی
وہ اکثر کہتا تھا عادت ہے میری ٹوٹ کر پیار کرنا
پھر یوں ہوا کہ اک دن اس کی عادت بدل گئی
اس نے خوابوں میں تعبیر کیا تھا اک تاج محل
پھر یوں ہوا کہ اس کے خوابوں کی تعبیر بدل گئی
یاد آیا وہ آج بہت شدت سے
پھر یوں ہوا کہ میری زندگی کی شام بدل گئی
☆ .... نرگس ناز۔سکھر

غزل

آ میرے آنگن میں ذرا شام کے بعد
دل کے ناتیں گے محبت کی دعا شام کے بعد
جن کی تقدیر میں خواب نہیں نیند نہیں
اوڑھ لیتے ہیں ستاروں کی ردا شام کے بعد
آ دل بیٹھ کے کچھ وقت گزاریں جاناں
میں سناؤں تجھے، تو اپنی سنا شام کے بعد
تم مجھے چھوڑ گئے شام سے پہلے پہلے
یہ نہ پوچھو میرا کیا حال ہوا شام کے بعد
تم یہاں تھے تو ہر اک شام بھی رہتی تھی
اب تو لگتا ہے شام ہوتی نہیں شام کے بعد
☆ .... یٰسین احمد۔میانوالی

غزل

آنکھوں سے کبھو پیار کا انداز نہ بدلیں
سانسوں سے کبھو درد کا یہ ساز نہ بدلیں
آئے گا کبھی پیار کا موسم بھی کسی روز
دھڑکنوں سے کبھو روح کا ہم راز نہ بدلیں
یوں سوچنا اور جاگنا قسمت میں ہے دن رات
یادوں سے کبھو پیار کی پرواز نہ بدلیں
ملتے ہیں وہ جا کر دریا کے دو کنارے
چاہت سے کبھو سفر کا انداز نہ بدلیں
بنتے ہیں ہوا آہٹ میں اس کے آنے کی آواز قتیل
پاؤں سے کبھو چلنے کا انداز نہ بدلیں
انتخاب اعجاز احمد عزم۔ننکانہ صاحب

غزل

غم کے مجرم خوشی کے مجرم ہیں
لوگ اب زندگی کے مجرم ہیں
اور کوئی گناہ ہے یا نہیں
سجدے بے خودی کے مجرم ہیں
استغاثہ ہے راہ و منزل میں
راہزن راہبری کے مجرم ہیں
میکدے میں شور کس کا ہے
پارکش بندگی کے مجرم ہیں
ہم فقیروں کی زندگی پہ نہ جا
خدمت آدمی کے مجرم ہیں
☆ .... ماہ پارہ۔چوکی

کسی سے باتیں کریں

روٹھ گئی گلشن سے بہاریں کس سے بات کریں
کیسے منائیں کس کو پکاریں کس سے بات کریں
ہم نے خود ہی پیدا کی ہے ایک نئی تہذیب
آنکھ کل دل میں کوادیں کس سے بات کریں
روٹھ گئی گلشن سے بہاریں کس سے بات کریں
ہم کیسے شام گزاریں کس سے بات کریں
قاتل وقت ہوا ہے ہم سے کیوں اتنا بدظن
خود کو اور کہاں تک ماریں کس سے بات کریں
روٹھ گئی گلشن سے بہاریں کس سے بات کریں
آگ لگاتا ہے تو دل کو پیار کی آگ لگا
تو ہی بتا جلتی دیواریں کس سے بات کریں
روٹھ گئی گلشن سے بہاریں کس سے بات کریں
☆ .... محمد سعید احمد شیخ

تم یاد آئے

میرے دل کے اجڑے آنگن میں
کوئی پھول کھلا تم یاد آئے
تیرے شہر کے بسنے والوں میں
کوئی شخص ملا تم یاد آئے
وہ کہتا تھا کہ بعد میرے بس یاد مجھے تم کرنا
سچ پوچھو کسی کی آنکھوں سے
کوئی اشک گرا تم یاد آئے
دن بھر تو میں اس دنیا کے
کاموں میں ہی کھویا رہا
دل گزرا اور دیواروں سے
جب دھوپ ڈھلی تم یاد آئے
ہاں تم یاد آئے بہت یاد آئے سحر
☆ .... غلام شبیر سحر۔بھلوال

وہ جو ہمارے دل میں رہتا ہے

ہم ساری عمر.... اک معصوم سی خواہش
..... اپنے دل میں لئے پھرتے ہیں
کسی کے دل میں گھر کرنے کی.... کسی
کو اپنا بنانے کی..... ہم نہ جانے کیا کیا
کرتے ہیں..... اس وقت ہم بھول
جاتے ہیں..... اس ایک ذات کو.... جو
ہمارے دل میں رہتا ہے جو ہم سے
محبت کرتا ہے..... جو صرف ہماری اک
توبہ سے معاف کر دیتا ہے..... ہماری
ساری خطاؤں کو
☆ .... ایس امتیاز احمد۔کراچی

قطعہ

ہم پھول سمجھ کے جس کو ہونٹوں سے لگا بیٹھے
وہ پھول نہیں انگارہ تھا ہونٹوں کو جلا بیٹھے
پھول کے رنگ سا رنگ تھا اس کا
جمیل فدا خیرپوری دھوکا کھا بیٹھے
☆ . جمیل فدا خیرپوری۔خیرپور میرس

مختصر اشتہارات

حنیف ناز بلوچ، دبئی کے نام

پیارے دوست آپ دبئی میں رہتے ہوئے مجھ جیسے ناچیز انسان کو ہر وقت فون کر کے پوچھتے ہو۔ آپ کی بہت مہربانی میرے پاس وہ لفظ نہیں جو آپ کے لئے اظہار کر لوں۔ (عبدالرشید بزنجو۔ resheed.bizanjo78 @rocketmeil.com)

گوجرانوالہ کے دوستوں کے نام

گوجرانوالہ کے تمام دوستوں کو محبت بھرا سلام قبول ہو اور خصوصاً حافظ آباد کے دوستوں کو سلام قبول ہو۔ میں ان کا بہت مشکور ہوں کہ انہوں نے مجھے بہت عزت دی۔ (فیض اللہ مجاور۔دربار گجی سرور)

قارئین کے نام

تمام دوستوں کو اطلاع دی جاتی ہے کہ میرے پاس بے شمار رسالے موجود ہیں، جس دوست کو جس مہینے کا جواب عرض چاہئے میں مفت میں دینے کے لئے تیار ہوں۔ (پرلس مظفر شاہ۔ تاگمان چوک، ضلع پشاور)

آر جی کے نام

آپ کا بہت شکریہ آپ نے ہمارے دل کو سنبھال رکھا ہے۔ (رانا محمد احمد۔لنڈے والہ، ننگن پور)

B.R سرگودھا کے نام

آپ نے جواب عرض میں غزلیں لکھنی چھوڑ دیں، کیا وجہ ہے؟ آپ پلیز غزلیں لکھا کرو۔ (عدیل شہزاد نعیمی۔ نزد ڈیرہ گجرانوالہ، تحصیل منکیرہ، ضلع بھکر)

فیصل مجید کے نام

میری دعا بھی ہے اور التجا بھی ہے کہ آپ لوٹ آؤ، ان محبت بھری راہوں پہ آج بھی کوئی آپ کی راہ دیکھ رہا ہے۔ میرے خیال سے غلطی صرف اتنی ہے، غلطی کر کے نہ ماننا۔ (شہزاد سلطان کیف۔ تحصیل برنالہ، ضلع بھمبر، آزاد کشمیر۔ حال: کویت)

قارئین کے نام

سچی اور پرخلوص دوستی کا جذبہ رکھنے والے دوست رابطہ کریں۔ (خالد فاروق آ سی۔ دی لائٹ پبلک سکول، ملت کالونی، علی پورہ، فیصل آباد kfassl@yahoo.com)

مسلمان خواتین کے نام

باپردہ عورت تیری عظمت کو سلام، بے پردہ عورت تم کو میری بہن پردے کا پیغام۔ (مسز ایم ارشد وفا۔معرفت بسم اللہ جنرل سٹور، کلر آبادی، گھوڑے شاہ بازار، رمضان پورہ، گوجرانوالہ)

اعزاز کے نام

یار مجھے تم سے سوری کہنا ہے کیونکہ تم میرے اچھے دوست ہو میں تمہیں کھونا نہیں چاہتا اس لئے پہلے والے "ازی" بن جاؤ۔ (عبادت علی۔ڈی آئی خان)

کسی اپنے کے نام

کچھ طبیعت میں بے چینی تھی، کچھ عشق کا روگ تھا...... کچھ شہر کے لوگ تھے قاتل، کچھ مرنے کا شوق تھا۔ (محمد شعیب۔گاؤں گنڈاکس، تحصیل پنڈی گھیب، ضلع اٹک)

قارئین کے نام

بھائی آپ کتابی اشعار اور غزلیں نہ لکھا کریں، اگر شاعر بننا چاہتے ہو تو خود شاعری کیا کرو اور لکھوں میں بہت سی غزلیں اور اشعار ہر جواب عرض میں پڑھ چکا ہوں اگر میں ایڈیٹر ہوتا تو تمہاری غزل اور شعر بھی نہ لکھتا ہاں ہمارے مکمل ایڈیٹر کے خیالوں سے نکل چکا ہے۔ (امجد دکی کوروتانہ۔ بمقام لکڑیانوالہ، ڈاک خانہ سکھیکی منڈی، ضلع حافظ آباد)

SG، GN اور HA کے نام

آپ تینوں دوستوں نے جواب

عرض میں بصد یعنی پورا ہے
میں آپ تینوں کی تحریریں بہت شوق سے پڑھتی تھی مگر اب کیا ہو گا بتاؤ ناں؟ (اے ایس اعوان-کھلابٹ، ہری پور)

دوستوں کے نام

جو دوست بھول گئے ہیں اُن کے نام پیغام ہے، مدد حسین بلوچ، عبدالوحید بلوچ، بہادر بلوچ، مجید احمد جائی اور سیف الرحمٰن زخمی بھائی پلیز رابطہ کرو۔ (زیب ظہور احمد بلوچ-ڈیرہ مراد جمالی)

K کے نام

چاند نکلے گا تو دعا مانگیں گے اپنے حصے میں مقدر کا لکھا مانگیں گے، ہم طلبگار نہیں دنیا اور دولت کے ہم رب سے صرف تمہاری وفا مانگیں گے۔ (مس صبا-کلر سیداں)

قارئین کے نام

پلیز زندگی میں کبھی اپنے والدین کو ناراض مت کرنا، کیونکہ والدین اگر ناراض ہو گئے تو خدا بھی ناراض ہو جاتا ہے۔ اپنے والدین سے محبت کرو ان کو کوئی بھی دکھ نہ دو۔ سدا خوش رہو۔ (ندیم عباس ڈھکو ساجن- چک نمبر 79/52، ڈاک خانہ 78/5، تحصیل و ضلع ساہیوال)

TR گجرات کے نام

تیرے بغیر دل کا چمن ویران ہے،
تیرے بغیر دھندلی دھندلی سی شام،
تیرے بغیر تو آسمان بھی گم صم ہے،
وہ بھی دھ مرجھائے ہیں، وہ دن
اور رابطہ ضرور کریں۔ (عاشق حسین طاہر- منڈی تونا نوالی، تحصیل کھاریاں)

کسی اپنے کے نام

ٹوٹ کے بکھری ہوں تو اس بات کا احساس ہوتا ہے صائمہ، زندگی اتنی تکلیف دیتی ہے تو پھر موت کا عالم کیا ہو گا؟ (صائمہ قاسم-ڈنگہ، گجرات)

AM ملتان کے نام

کالم دکھ درد میں آپ کے بارے میں پڑھا بہت دکھ ہوا۔ میں مخلص ہو کر آپ کی ہر طرح مدد کرنا چاہتا ہوں۔ (عطاء الرحمٰن- ڈاک خانہ گجری چک 52، تحصیل و ضلع سانگھڑ)

ایس بے وفا کے نام

پلٹ کر بھی نہ دیکھا تم نہ تم آواز دو مجھ کو، بڑی مشکل سے سیکھا ہے کسی کو الوداع کہنا۔ میری جان بے وفا ہر پل خوش رہو۔ (محمد اسماعیل آزاد- بجلی گھر کوہ، گھر یونگ ہرپا کھور)

دوستوں کے نام

میں تمام دوستوں سے یہ گذارش کرتا ہوں کہ میرے پیارے دوستو! لڑکیوں کے چکر میں اپنے والدین کو کبھی بھی دکھ مت دینا، ان کا خیال رکھنا۔ پلیز بہن آپ کی آخرت بھی ہو گی۔ (امداد علی عرف ندیم عباس تنہا- ڈاک خانہ تالبی، تحصیل کنری، ضلع میرپور خاص)

کسی اپنے کے نام

نہ کوئی میری منزل نہ کوئی کنارہ، تنہائی میری محفل یاد میرا سہارا، اس سے بچھڑ کے کچھ یوں وقت گزرا، کبھی زندگی کو ترسے کبھی موت کو پکارو۔ (شاہنواز تلی ساگر- سانگھڑ روڈ، نواب شاہ)

بشارت امتیاز کے نام

بھائی بشارت صاحب اپریل کے ماہنامہ میں آپ کا اشتہار شائع ہوا ہے میں اس سلسلے میں آپ سے بات کرنا چاہتا ہوں رابطہ کریں۔ (دوست محمد مری- جبار بک سٹور، کوئٹہ روڈ، ڈیرہ مراد جمالی، بلوچستان)

امجد خان بنگش کے نام

بھائی جان رہائی مبارک ہو، ہمیشہ خوش رہو۔ سب دوستوں کو میرا سلام۔ (عبدالرشید صارم اُوڈ- سعودی عرب)

ایک دوست کے نام

میں انمول دوست کو سلام پیش کرتا ہوں جو ہر گھڑی ہر لمحہ مجھ سے فون پر باتیں کرتی ہے خدا اسے خوشیاں ہی خوشیاں دے۔ (ایم وائی سچا- معرفت پاکستانی مں ب 690، حلوانی اخوان، جدہ، K.S.A.)

خطوط کا شکریہ

جن دوستوں نے مجھے لیٹر لکھے ان سے میں معذرت خواہ ہوں کہ میں ان کو جلدی جواب نہیں دے سکا۔

دراصل میں جاب پہ ہوتا ہوں، گھر تین چار ماہ بعد جاتا ہوں تو لیٹر مجھے ملتے ہیں۔ (مدثر سعید تبسم- گاؤں باڑی، ڈاک خانہ خاص، تحصیل فتح جنگ، ضلع اٹک)

FK کے نام

شاید ہی کوئی رشتہ کسی انسانی رشتے سے اتنی محبت کرتا ہو جتنی محبت اور اعتماد میں تم پہ کرتا ہوں۔ چوبیس مارچ کا دن میری زندگی کا سہانا دن ہے، اس مختصر وقت نے ہماری تمام آرزوئیں تمنائیں پوری کر دیں، کوئی بھی حسرت تشنہ لب نہ رہی۔ (خلیل احمد ملک- شیدانی شریف، ڈاک خانہ خاص، تحصیل لیاقت پور ضلع رحیم یار خان)

MA کالا باغ کے نام

بھائی آپ کی ہر کہانی اور شعر بے حد بیسٹ ہوتا ہے، میری طرف سے مبارک ہو۔ (نرگس ناز- سکھر، سندھ)

S منڈی بہاؤالدین کے نام

آپ کو دوسری بیٹی کا جنم بہت بہت مبارک ہو۔ دن رات آپ کی صحت و سلامتی کے لئے دعا گو رہوں گا۔ (محمد خان انجم- معرفت احمد نواز بزمی آف لدھے والی، پوسٹ آفس و تحصیل دیپالپور، ضلع اوکاڑہ)

ایک دن مرنا ہے

مجھے بہت افسوس ہوتا ہے کہ پاکستان میں رہتی ہوئی بہنیں مجھے فون کر کے کہ ہمارے لئے دعا کریں ہم کینسر کی مریضہ ہیں۔ جب میرا رابطہ ان کے گھر والوں سے ہوتا ہے وہ کہتے ہیں یہ جھوٹ بولتی ہیں۔ خدارا ایسا نہ کریں، مرنا ایک دن ویسے بھی ہے۔ (عبدالرشید بزنجو- بزنجو گولڈ ڈرنک اینڈ جنرل سٹور، گڈانی سٹی، کوڈ نمبر 90300، ڈاک خانہ شیخ آباد، تحصیل گڈانی ضلع لسبیلہ)

قارئین کے نام

کبھی کسی کا دل مت دکھاؤ ہمیشہ دوسروں کی مسکراہٹ کا سبب بنو۔ (خالد فاروق آسی- دی لائٹ پبلک سکول ملت کالونی، علی پورہ، فیصل آباد)

اقبال رحمٰن کے نام

بھائی کیسے ہیں آپ؟ میرے پاس موبائل نہیں ہے اور پرانی سم بھی گم ہو گئی ہے اور میرے امتحان بھی ہیں، میں آپ کو بھولا نہیں ہوں۔ آئی مس یو! (عبادت علی- ڈی آئی خان)

AB کے نام

تجھ سے وہ اتنا کہہ کر چھوڑ گیا وفا، کہ تم پیار بند، اتنے آگے مت جاؤ، ہم تتلیوں کا کیا اعتبار، آج ادھر کل کسی اور شاخ پر۔ (مسز ایم ارشد وفا- معرفت بسم اللہ جنرل سٹور، کلر آبادی، گھوڑے شاہ بازار، رمضان پورہ، گوجرانوالہ)

بہنوں کے نام

ایس شیخوپورہ اور A راولپنڈی، R جہرہ سٹی آپ سب مزید لکھنے بہن ہو تو S فیصل آباد جیسی۔ (عبدالرشید اُوڈ- سعودی عرب)

تین سہیلیوں کے نام

گلشن ناز آپ تو ویرانے میں بھی ایک گلشن ہو اور تتلی آپ تو گلاب کی مانند تھی بکھر گیا ہوا حنف علی آپ اتنی خاموش کیوں ہو کیا بات ہے؟ (ایس اعوان-کھلابٹ، ہری پور)

قارئین کے نام

جو قاری کسی بھی پریشانی میں مبتلا ہیں وہ رابطہ قائم کریں۔ میرے پاس دعائے حاجات کا نسخہ ہے جس سے آپ کی پریشانی ختم ہو سکتی ہیں۔ (راجہ مختار حسین)

قارئین کے نام

میں ان تمام قارئین کا شکریہ ادا کرتی ہوں جو میری تحریروں کو پسند کرتے ہیں اور مجھے اس وقت دلی خوشی ملتی ہے جب کوئی مجھے بہن یا باجی کہہ کر مخاطب کرتا ہے۔ آپ سب کی بہن (کشور کرن- پتوکی)

AN کے نام

ماہ فروری کے شمارے میں دکھ درد کا کالم دیکھا جس میں آپ کی تحریر پڑھ کر بہت دکھ ہوا مجھے۔ میں انسانیت کے ناطے آپ کی مدد کرنا چاہتا ہوں۔ اگر آپ اس ناچیز کو اس قابل سمجھیں تو ماہ جولائی 2011ء کے شمارے میں میرا نمبر ہے۔ (زیب ظہور احمد بلوچ-ڈیرہ مراد جمالی)

آپ کا بہترین دوست کون ہے؟

میرا بہترین دوست میرا بہترین دوست عرش محمد دیوتی والا ہے۔ کبھی ہنستا ہے، کبھی روتا ہے، کبھی راضی اور کبھی ناراض ہوتا ہے۔ بڑا عاشق قسم کا بندہ ہے۔ اللہ اس کے دل کی آرزو پوری کرے۔ (عبدالرشید بزنجو-گنڈانی)

میرا بہترین دوست میرا بہترین دوست میری تنہائی ہے۔ اکثر تنہائی میں بیٹھ کر دوست کی یادوں کی کتاب کو کھول لیتا ہوں۔ اے دوست تیری یادوں کو بھلاؤں کیسے جہاں بھی ہو ایک بار ملو تو تیرے سارے دکھ بانٹ لیں گے ہم۔ (عاشق حسین طاہر- منڈی تونانوالی)

میرا بہترین دوست میری سب سے بہترین دوست حنا ہے کیونکہ وہ دل کی بہت اچھی ہے۔ ہر دکھ سکھ میں مجھے حوصلہ دیتی ہے۔ میرے ساتھ بہت مخلص ہے ہر بات اپنی مجھ سے شیئر کرتی ہے، میں بھی۔ اللہ پاک میری دوست کو سلامت رکھے۔ (مس صبا-کلر سیداں)

میرا بہترین دوست جواب عرض ہے کیونکہ اس نے میرے کو سہارا دیا میرے زخموں پر مرہم لگایا ہے اور میں نے جواب عرض سے بہت کچھ سیکھا ہے اس لئے میرا بہترین دوست جواب عرض ہے۔ (عارف حسین-جام پور)

میرا بہترین دوست میرا بہترین دوست میرا خلوص ہے، میری محبت ہے کیونکہ میرے اس دوست نے کبھی مجھے شرمندہ نہیں ہونے دیا۔ (خالد فاروق آسی-فیصل آباد)

میرا بہترین دوست اعزاز ہے کیوں ہے یہ تو خدا کو پتہ ہے وجہ یہ ہے کہ وہ بہت اچھا ہے صاف گو ہے اور لوگوں کی باتوں میں نہیں آتا، دل کا بہت اچھا ہے اور میری جان ہے وہ۔ (عبادت علی- ڈی آئی خان)

میرا بہترین دوست میرے تمام دوست اچھے ہیں۔ بس مجھے اچھے لگتے ہیں اگر اجازت ہو تو نام حسن علی کھرل، حیدر عباس ڈھکو، کلیم یوسف، لیاقت علی کھرل، اشرف ساقی، سجاد تون، عامر بشیر، منیر رضا، شہباز گل، راجہ کامران کسووال، انتظار حسین ساقی۔ (ندیم عباس ڈھکو- چک نمبر 79/5)

میرا بہترین دوست سائرہ ہے وہ بہت اچھی ہے اور میری ہمیشہ تعریف کرتی رہتی ہے۔ اللہ پاک مجھے اور میری دوست سائرہ کو ہمیشہ وفا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (اے ایس اعوان-کھلابٹ)

میرا بہترین دوست میرا سب سے بہترین دوست میرا خدا ہی ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ اس نے مجھے دنیا کی ہر نعمت دی ہے اور انسانوں میں سے میرا بہترین دوست کوئی بھی نہیں ہے۔ سب بے وفا ہیں، سب دھوکہ دیتے ہیں، کوئی کسی کا نہیں ہوتا۔ (ندیم عباس ڈھکو- چک نمبر 79/5)

میرا بہترین دوست زندگی میں اچھا دوست مل جائے تو زندگی بہار بن جاتی ہے اور اگر برا مل جائے تو زندگی اجڑے گلشن کے کھنڈرات کی طرح ہو جاتی ہے اور کسی پل سکون نہیں ملتا۔ میرا بہترین دوست اس دنیا میں نہیں ہے، ہے کوئی جو پسند کرے۔ (عاشق حسین طاہر- منڈی تونانوالی)

میرا بہترین دوست میرا دوست ظفر حسین ہی تھا جو کہ ہم ہمیشہ ہمیشہ کے لئے بچھڑ گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں جنت الفردوس میں ابدی سکون عطا فرمائے۔ (محمد صفدر زخمی-کراچی)

◆○◆

''جواب عرض'' کی ہردلعزیز شاعرہ کشور کرن کی شاعری

دل روتا ہے

کوئی اس کو ٹھکرائے تو دل روتا ہے
پیار میں ٹھوکر کھائے تو دل روتا ہے
یاد جسے کرتا ہے یہ دل صبح شام
جب وہی بھول جائے تو دل روتا ہے
وعدے کر خون جگر چمن جب بن جائے
پھر کانٹے زخم لگائیں تو دل روتا ہے
مانگیں جسے دعا میں اکثر یہ رب سے
جب وہی چھوڑ جائے تو دل روتا ہے
لڑتا ہے زمانے میں یہ دل جس کے لئے
وہی دشمن بن کر آئے تو دل روتا ہے
جسے سامنے پا کر پلکیں کبھی جھکتی ہی نہیں
جب نظریں وہ چرائے تو دل روتا ہے
جس چاند کو دیکھ کے کرتی ہے تمنا ئے عید
وہ غیروں کی عید بنائے تو دل روتا ہے
لکھے اک اک لفظ جس کے لئے کرن
میری غزلیں وہ جلائے تو دل روتا ہے

آنسو کی فریاد

میں ہوں آنسو چھوٹا سا
مجھ میں چھپا ہے اک دریا
میں خود تو ضائع ہو جاتا ہوں
پر درد دل مہکا کر جاتا ہوں
لوگ غم میں مجھے گنواتے ہیں
پر یہ بھی بھول جاتے ہیں
میں ان کے کام آتا ہوں
پتھر دل کو پگھلاتا ہوں
میں ہوں اک آنسو چھوٹا سا
میں ہوں اک آنسو چھوٹا سا

آنکھوں کا یہ ساون

ہر پل ہی رلاتا ہے آنکھوں کا یہ ساون
تیرا احساس دلاتا ہے آنکھوں کا یہ ساون
محفل میں پکارا ہے تنہائی میں ڈھونڈا ہے
تجھے ڈھونڈ نہ پاتا ہے آنکھوں کا یہ ساون
ہم تیری راہوں میں ذروں میں بکھر گئے
تجھے پانا چاہتا ہے آنکھوں کا یہ ساون
مجھے مار نہ لاوارث مجھ پہ ہے حق تیرا
تجھے اپنا بناتا ہے آنکھوں کا یہ ساون
کاجل کی گھٹا میری قطروں میں برس گئی
کبھی تھم نہیں پاتا ہے آنکھوں کا یہ ساون
ہم اس کو چھپا نہ سکے اور آنسو بہا نہ سکے
پر برسنا چاہتا ہے آنکھوں کا یہ ساون
میرے دل میں لاوے ہیں دل جل بھی نہ پایا ہے
پر جان جلاتا ہے آنکھوں کا یہ ساون
آنسوؤں کا اک قطرہ سمندر کو مٹا دے گا
ساحل سے بھی زیادہ ہے آنکھوں کا یہ ساون
کبھی اتنا روئے نہ تھے نہ پلکیں بھیگی تھیں
اب چہرہ دھوتا ہے آنکھوں کا یہ ساون
کاغذ کی ہے کشتی، ہیں یادیں سوار اس میں
اور پار لگاتا ہے آنکھوں کا یہ ساون
ہم سجنا بھول گئے تھے سنورنا جس کے لئے
وہ دیکھ نہ پاتا ہے آنکھوں کا یہ ساون
اب گہری زلفیں ہیں بے حال فقیروں سا
ہر روز آزماتا ہے آنکھوں کا یہ ساون
سوچوں دنیا نہ دیکھے مجھے کہیں خود کو چھپا ڈالوں
آنچل بن جاتا ہے آنکھوں کا یہ ساون
ان ہیروں میں چھپا لے ہیں ہم پھر بھی چلتے ہیں
ابھی اور جلاتا ہے آنکھوں کا یہ ساون
ٹوٹا تارا آسماں سے میری دنیا اجاڑ گیا
کرن دل بہلاتا ہے آنکھوں کا یہ ساون

پردیس نہ جانا

تم اپنے وطن کو دل کا محبوب بنا
سب کچھ ملتا ہے یہاں پردیس نہ جانا، پردیس نہ جانا
دولت ہے وہاں شہرت ہے وہاں تجھے پیار نہ ملے گا
یاد آئے گا تجھ کو یاروں کا پیار، پردیس نہ جانا
تنہائی میں تجھ کو یاد آئے گا وہ سماں
سنگ دوستوں کے لگ کر پتنگیں اڑانا، پردیس نہ جانا
پردیس جا کر تو کھو دے گا سب اپنے
اور اپنوں کیسنگ مل کر عید یں منانا، پردیس نہ جانا

جان کا نذرانہ

تیرے سنگ ہے یہ زمانہ	اے جان وطن تو نہ گھبرانا
جان کا دے کر نذرانہ	اس وطن کو تو بچانا
تیرا نام بھی روشن ہو گا	پیارا دل کا مقصد ہو گا
جان کا دے کر نذرانہ	شہیدوں میں ہم لکھانا
پھر سے نہ تجھے غلامی	توڑ زنجیر نامی
جان کا دے کر نذرانہ	ماں کی دعا لے جانا
تیری نظریں بس فن پہ ہوں	ہر قدم پہ دشمن بچھے ہوں
جان کا دے کر نذرانہ	ہر وار ناکام بنانا

تحریر...... کشور کرن
چنوک

نیلم شہزادی عرف رانو کی ارسال کردہ شاعری

غزل

ہم کو کس کے غم نے مارا یہ کہانی پھر سہی
کس نے توڑا دل ہمارا یہ کہانی پھر سہی
دل کے لٹنے کا سبب پوچھو نہ سب کے سامنے
نام آئے گا پھر تمہارا یہ کہانی پھر سہی
نفرتوں کے تیر کھا کر دوستوں کے شہر میں
ہم نے کس کس کو پکارا یہ کہانی پھر سہی
کیا بتائیں پیار کی بازی وفا کی راہ میں
کون جیتا کون ہارا یہ کہانی پھر سہی

بدل دیئے

چاہت میں ہم نے طور پرانے بدل دیئے
جذبہ ہر ایک سنبھال کے خانے بدل دیئے
بے فائدہ ہے لوٹ کے آنا ہواؤں کا
ہم نے سبھی پرانے ٹھکانے بدل دیئے
سوچا اُسے تو ہم نے نہ ملنے کی ٹھان لی
دیکھا اُسے تو سارے بہانے بدل دیئے
رو کے کہاں رُکے ہیں محبت کے قافلے
بس یوں ہوا کہ دل نے زمانے بدل دیئے
دیکھا تو اپنا آپ تھا نوک شکست پر
یوں وقت نے ہمارے نشانے بدل دیئے

غزل

دل پر ایسے بھی عذابوں کو اترتے دیکھا
ہم نے چپ چاپ اسے خود سے بچھڑتے دیکھا
تجھ کو سوچا تو ہر سوچ میں خوشبو اتری
ورنہ دنیا نے بھی ہم کو تڑپتے دیکھا

تیری صورت کو فقط آنکھ ہی نہ ترسی ہے
رستوں کو بھی تیری یاد میں روتے دیکھا
ہم محبت کے لئے آج بھی دیوانے ہیں
یہ الگ بات ہے کہ تم نے نہیں مڑ کر دیکھا

انتظار

ہمیں تم بھول جاؤ گے
ہمیں معلوم ہے لیکن
پلٹ کر جب بھی آؤ گے
محبت منتظر ہو گی
کبھی بھولے سے ہی مجھ کو
اگر تم یاد کر بیٹھو
میری تسبیح تلاوت اور
عبادت منتظر ہو گی
فلک کے پار جا اترو
سمندر پار جا ٹھہرو
کسی کی دشت چاہت کی
امامت منتظر ہو گی
ہماری آرزو جو ہے
تمہاری دسترس ہے
ملو نہ تم ملو لیکن
محبت منتظر ہو گی

غم زندگی

غم زندگی نے لا کر
ہمیں اس جگہ پہ مارا
جہاں اس طرف کنارہ
نہ ہی اس طرف کنارہ

یہاں کس کو اتنی فرصت
جو ہمارا حال پوچھے
یہ مزاج ہے سبھی کا
نہیں ذکر بس تمہارا
یہ عجیب سا جہاں ہے
یہاں سب ڈسے ہوئے ہیں
کوئی دشمنی کا مارا
تو کوئی دوستی کا مارا

مجبور

بس جاگتے ہی کے دیکھے تھے میں نے خواب
اُس گھر میں ایک شام کی مہمان بھی نہ تھی
دنیا کو دیکھتی رہی جس کی نظر سے میں
اُس آنکھ میں میرے لئے پہچان بھی نہ تھی
روتی رہی اگر تو میں مجبور تھی بہت راتو
وہ رات کاٹنی کوئی آسان بھی نہ تھی

دُعا

میرے دل کی یہ ہے آرزو
مجھے تو ہی بس ملا کرے
یونہی چاہے مجھ کو عمر بھر
نہ شکایتیں نہ گلہ کرے
میری چاہتیں میری خواہشیں
میری زندگی ہے تیرے لئے
میری رب سے یہی دعا ہے بس
تجھ کو نہ مجھ سے جدا کرے

شاعرہ.......نیلم شہزادی عرف رانو
ننہ جنڈ

نئے شاعر شاہد حسین ارمان کی شاعری

غزل

بچھڑ گیا جو اک شخص گلابوں کی طرح
کہ جس کے پیچھے میں بھاگا تھا سرابوں کی طرح
قیمتی اتنا تو میرا سکون و چین نہ تھا
پھر بھی وہ لے گیا انمول خزانوں کی طرح
اب تو تنہائی میں تنہا ہی سلگتا ہے یہ دل
زندگی میری ہوئی بجھتے چراغوں کی طرح
یہ تو سوچا بھی نہ تھا یوں وہ بچھڑ جائے گا
ساتھ جو چلتا رہا میرے رہبروں کی طرح
ہم جسے دیکھتے رہے تھے جہاں میں ارمان
سپنا وہ ٹوٹ گیا خواب خیالوں کی طرح

غزل

اس دل میں میرے حسرتیں ارمان بہت ہیں
یادوں کے بہاروں کے گلستان بہت ہیں
اک شخص جو تنہائی کا غم پی کے مر گیا
اب اُس کے جنازے میں پشیمان بہت ہیں
دُکھ درد نے حالت ہی میری ایسی بنائی
میرے لئے تو موت کے سامان بہت ہیں
میں قیمتی دو چہروں میں جو پھرتا ہوں ہراساں
اس دنیا میں فرعون و ہامان بہت ہیں
کرتے نہیں احساس جو جذبوں کے کسی کی
انسان کے جامے میں یہ شیطان بہت ہیں

غزل

شام ہوتے ہی میں سب دیپ بجھا دیتا ہوں
کبھی اوروں کو کبھی خود کو رُلا دیتا ہوں
شدت درد سے جو آنکھ میری بھر آئی
کبھی روتا ہوں کبھی اشک چھپا دیتا ہوں
جب تصور میں تیرا چاند سا چہرہ آئے
خود ہی میں عشق کے شعلوں کو ہوا دیتا ہوں
کچھ خبر اپنی نہیں کتنی اذیت میں ہوں میں
جانے کس بات کی میں خود کو سزا دیتا ہوں
کوئی برباد نہ ہو میری طرح عشق میں ارمان
ہر کسی درد کے مارے کو دعا دیتا ہوں

غزل

غم زندگی نے مجھ کو غم کی وادیوں میں چھوڑا
جہاں کچھ پتہ نہیں ہے کہ ہے کس طرف کنارا
میرے دل کا آئینہ ہوا کب کا ریزہ ریزہ
غم دل سناؤں تو کس کو نہیں میرا کوئی سہارا
میری داستان غم کا ہر اک پہلو ہے درد میں ڈوبا
میرے دل میں اب صرف جاناں! تیری یاد کا ہے بسیرا
میں جو جی رہا ہوں جہاں میں یہ تیری چاہتوں کا صلہ ہے
میری جان تجھ سے ہے وعدہ تو ہے میری اور میں تیرا
غم زندگی یہ بتا دے، چاہے پھر تماشا بنا دے
کر دیا جو مجھ کو اکیلا، کیا بگاڑا تھا میں نے تیرا

غزل

چل دیئے تم تو مگر پیار نبھانے والے
ہجر کا درد میرے دل میں جگانے والے
تم کو معلوم نہیں کیسے کوئی روتا ہے
کیسے روتے ہیں تیری یاد میں رونے والے
آ کبھی دیکھ تو لو کیسے تڑپتا ہوں میں
وحشت تنہائی میں اک درد بڑھانے والے
حال جو اب میرا دیکھو تو لرز جاؤ گی
مرغ بسمل کی طرح ہم ہیں تڑپنے والے
دل سے اک شور اٹھا عالم تنہائی میں
لوٹ کر آتے نہیں پھر کبھی جانے والے

شاعر.....شاہد حسین ارمان
محلہ انگور گڑھی، گاؤں ڈاگ بہسود، نوشہرہ

*

غزل

میرے اشکوں کو پلکوں پر مچلنا بھی نہیں آتا
انتہا ضبط سے مجھ کو نکلنا بھی نہیں آتا
گیا ہے ایسی راہوں میں اکیلا چھوڑ کر مجھ کو
مجھے لگتا ہے جیسے میں کوئی وہ غم کا سورج ہوں
کہ جس کو شام ہو جانے پہ ڈھلنا بھی نہیں آتا
اُس کی بے رخی اک دن انہیں برباد کر دے گی
جنہیں نظروں سے گر کر پھر سنبھلنا بھی نہیں آتا
نہ رہے منتظر اس کے تو پھر ہم اور کیا کرتے
ہمیں تو اس کی طرح رستہ بدلنا بھی نہیں آتا

غزل

اتنا ٹوٹا ہوں کہ چھونے سے بکھر جاؤں گا
اب اگر اور آزماؤ گے تو مر جاؤں گا
ایک عارضی مسافر ہوں میں تیری کشتی کا
تو جہاں مجھ سے کہے گا میں اتر جاؤں گا
ہاتھ پکڑو گے تو سایہ بن کے ساتھ رہوں گا
ہاتھ چھوڑو گے تو ہمیشہ کے لئے بچھڑ جاؤں گا

☆..مرسلہ: شبانہ پروین-وہاڑی

□

نئے شاعر سرفراز انجم کی شاعری

غزل

مت پوچھو کہاں جا کے دل لگا لیا ہم نے
خود پر حیراں ہوں کیا کر دیا ہم نے
لوگ اپنی محبت کے افسانے سناتے پھرتے ہیں
چپ چاپ کسی کو دل میں بسا لیا ہم نے
میں اس کو چاہتا ہوں یہ اس کے تصور میں بھی نہیں
اک طوفان اٹھے گا اگر اسے بتا دیا ہم نے
میں تو پہلے ہی تباہ تھا اس کی چاہت میں
خود کو کچھ اور تنہا بنا لیا ہم نے
مسافر ہوں چلا جاؤں گا کسی دن
تیرے شہر کو اپنا شہر بنا لیا ہم نے

غزل

اک آنسو ٹوٹ کے گرا ہے تیرے لئے آج پھر
کچھ یادیں ٹوٹ کر برسی ہیں تیرے لئے آج پھر
ان آنکھوں میں بسا ہے صرف اک تیرا ہی چہرہ
تجھے دعا کی صورت خدا سے مانگا ہے آج پھر
یوں تو روز ہی تجھے یاد کرتا ہوں ہر پل
پھر دل نے تجھے ٹوٹ کے چاہا ہے آج پھر

غزل

نہ جانے کیا ہوگا اگر نہ مل سکے تم
سانس تو چلے گی مگر زندہ نہ ہوں گے ہم
دل میں گلے تو ہوں گے بہت
مگر خاموش رہیں گے پھر بھی ہم
جی لیا بس جینا تھا جتنا
بس پھر خدا سے اک دعا کریں گے ہم
تم ہمیں بھول جاؤ اور زمانے کو ہم
میری بھی ساری خواہشیں ملیں تم کو
تیرے غم بھی چھین لیں گے ہم
اگر ایسا ہو جائے تو ہار کے بھی جیت جائیں گے ہم

غزل

دل بھل جائے تو چھوڑ جاتے ہیں لوگ
کرگئی اور مل جائے تو چھوڑ دیتے ہیں لوگ
چار دن کی چاندنی کی قدر کرنا دوستو!
چاندنی ڈھل جائے تو چھوڑ دیتے ہیں لوگ
قسمیں تو کھاتے ہیں لوگ سدا جینے کی
ذہن بدل جائے تو چھوڑ دیتے ہیں لوگ
دن بدل جائے تو جذبات بدل جاتے ہیں
حالات بدل جائیں تو چھوڑ دیتے ہیں لوگ
لوگ محبت کرتے ہیں مطلب کے لئے
مطلب نکل جائے تو چھوڑ دیتے ہیں لوگ

غزل

محبت کا وہ نگر جس میں کبھی تیرا مقام رہتا تھا
تنہائی نے بھی تو نا چھوڑ دیا اسے ویران سمجھ کر
تو فکرمند کیوں ہے دل میرا توڑ کر
میں خود ہی جا رہا ہوں تیرا شہر چھوڑ کر
اب تم ہمیں روکنا چاہو بھی تو کیا حاصل
ہم نہ دیکھیں گے رخ اپنا موڑ کر
تیری محبت میں خوب لٹایا ہے اپنا آپ
اب جا رہا ہوں سر یہ کے سوا سب کچھ چھوڑ کر
نہ دینا کسی اور کو دھوکہ محبت میں
کیا کرو گے تم اتنے دلوں کو توڑ کر
میں خود ہی جا رہا ہوں تیرا شہر چھوڑ کر

اب تو

بہت افسردہ لگتے ہیں مجھے اب یار کے قصے
گل و گلزار کی باتیں لب و رخسار کے قصے
یہاں سب کے مقدر میں فقط زخم جدائی ہے
سبھی جھوٹے افسانے ہیں وصل یار کے قصے
اہل عشق و محبت سے کسی کا پیٹ بھرا ہے
سنو! تم کو سناتا ہوں میں کروبار کے قصے
میرے احباب کہتے ہیں یہی اک عیب ہے مجھ میں
سر دیوار لکھا ہوں پاپ دیوار کے قصے
میں اکثر اس لئے لوگوں سے جا کر نہیں ملتا
وہی بیکار کی باتیں وہی بیکار کے قصے

غزل

ہم دل سے اتر جائیں گے معلوم نہ تھا
سب خواب بکھر جائیں گے معلوم نہ تھا
اترے تھے کبھی جھیل سی آنکھوں میں ان کی
ہم ڈوب کے مر جائیں گے معلوم نہ تھا
ہم جن کے لئے لڑے زمانے سے سرفراز
وہ وعدوں سے مکر جائیں گے معلوم نہ تھا

اک درد

اک درد مسلسل مجھے سونے نہیں دیتا
دل صبر کا عادی مجھے رونے نہیں دیتا
میں اس کا ہوں یہ راز تو وہ جان گیا ہے
وہ کس کا ہے یہ سوال مجھے سونے نہیں دیتا

تحریر ..... سرفراز انجم
دھیر کوٹ، بھاگسر، آزاد کشمیر

نئے اُداس شاعر ارمان سنگم کی شاعری

غزل

کبھی تو لوٹ کر آؤ مجھے بس اتنا سمجھاؤ
کہاں سے سیکھ لی تم نے ادا مجھ کو بھلانے کی
تمہیں جو مجھ سے شکوہ تھا یا کوئی بھی شکایت تھی
زحمت تو ذرا سی تھی نہ کی کوشش بتانے کی
بھلا یوں چھوڑ کر اپنا کوئی اپنوں کو جاتا ہے
مسلسل دکھ کی بارش میں جیون بھر رلاتا ہے
ابھی بھی ریت گیلی ہے ابھی بھی نقش باقی ہیں
گئے قدموں پہ لوٹ آؤ تم میرے پھر سے ہو جاؤ

غزل

گنگناتے ہوئے آنچل کی صدا دے مجھ کو
انگلیاں پھیر کے بالوں میں سلا دے مجھ کو
جس طرح فالتو گلدان پڑے رہتے ہیں
اپنے گھر کے کسی کونے سے لگا دے مجھ کو
یاد کر کے مجھے تجھ کو تکلیف تو ہوتی ہوگی
میں ہوں قصہ پرانا سا بھلا دے مجھ کو
ڈوبتے ڈوبتے آواز تیری سن جاؤں
آخری بار تو ساحل سے صدا دے مجھ کو
میں تیرے ہجر میں کہیں کانپتا نہ مر جاؤں
میں ہوں بکھتے میں آ کر جگا دے مجھ کو

غزل

میرا اپنا سدا آزماتا رہا
زخم کھا کے بھی میں مسکراتا رہا
ہجر کی رات اس پہ گزری کٹھن
وہ دیے کو جلاتا بجھاتا رہا
چٹکی اور بھی میری بڑھتی رہی
ساقی آنکھوں سے مجھ کو پلاتا رہا
ہجر کی دھوپ ارمان تھی سر پہ میرے
زندگی بھر میں خود کو جلاتا رہا

خواب ہی سارے ٹوٹ گئے

کچھ خود بھی تھے افسردہ سے
کچھ وہ بھی ہم سے روٹھ گئے
کچھ خود بھی زخم کے عادی تھے
کچھ شیشے ہاتھوں سے ٹوٹ گئے
کچھ خود بھی تھے حساس بہت
کچھ اپنے مقدر روٹھ گئے
کچھ ان کو جھوٹ سے نفرت تھی
کچھ ہم سے بولے جھوٹ گئے
کچھ لوگوں نے اکسایا نہیں
کچھ اپنے مقدر پھوٹ گئے
کچھ خود اتنے محتاط نہ تھے
کچھ لوگ بھی ہم کو لوٹ گئے
کچھ تلخ حقیقت اتنی تھی
کہ خواب ہی سارے ٹوٹ گئے

ناراض مت ہونا

کبھی جو روٹھ جاؤں میں
تو تم ناراض مت ہونا
فقط اتنا سمجھ لینا
میری بھی کوئی مجبوری ہے
بس چار دن کی دوری ہے
تمہیں پانے کی حسرت ہے
تمہیں کھونا نہیں چاہتا
بہت سے زخم جھیلے ہیں
میں اب رونا نہیں چاہتا
یہ دن تو کٹ ہی جاتے ہیں
مگر جب رات ہوتی ہے
جاناں! بہت ہی اداس ہوتی ہے
وصل کی تنہا راتوں میں
گر لوٹ کر نہ آؤں میں
تو تم ناراض مت ہونا
یہ دنیا غم کا جنگل ہے
یہاں پہ چلنا مشکل ہے
نہ رہنا تم خفا مجھ سے
نہ ہونا اب جدا مجھ سے
ہر اک چہرے کی صورت میں
تیرا چہرہ ہی پاؤں میں
بس تم ناراض مت ہونا
کبھی جو روٹھ جاؤں میں

غزل

بنا کہے کیسا یہ کام کر گیا
وہ شخص مجھ کو بدنام کر گیا
ہم کرتے بھی تو چھپکے سے کرتے تھے
وہ ساری غلطیاں سر عام کر گیا
ہم نے دو پل کی دوری مانگی تھی اس سے
وہ قصہ سارا تمام کر گیا
ہم نے چاہی جو اس سے اس کی محبت
وہ بدلے میں نفرت انعام کر گیا
وہ جو روشنیوں کا عالم تھا
وہی میری زندگی میں شام کر گیا
وہ جاتے ہوئے غم دے گیا ارمان
میری باقی زندگی کا بھی اہتمام کر گیا

تحریر ..... ارمان سنگم
چک نمبر 239 ر ب، فیصل آباد

نئے شاعر خورشید زوہیب کا کلام

غزل

اے ساقی آج تو لا دے، دو گھونٹ ہمیں
مہربانی ہو گی پلا دے، دو گھونٹ ہمیں
یہ ہوشی ہمیں پاگل نہ کر دے کہیں
پلا کے مدہوش بنا دے، دو گھونٹ ہمیں
ہماری ہمت نے اس موڑ پہ آ کے دم توڑا
کچھ تو ہی حبا دے، دو گھونٹ ہمیں
دے دے صراحی اور لبالب جام ہمیں
یا کوئی اور دوا دے، دو گھونٹ ہمیں
بستر مرگ پہ تڑپ رہا ہے دیوانہ زوہیب
زہر ہی سہی تو آ دے، دو گھونٹ ہمیں

مجھے خواب لگتا ہے

آنکھوں میں اشکوں کا ہونا، مجھے خوب لگتا ہے
مرا غم تنہا آنکھیں بھگونا، مجھے خوب لگتا ہے
تبسم کے تیلے والے مجھے اک آنکھ نہیں بھاتے
تبسم کا لبوں پہ آ کر رونا، مجھے خوب لگتا ہے
سنگ سنگ چاند ستاروں کے شب بیداری میں گزاری
تبسم سے گھبرا کر دن کا سونا، مجھے خوب لگتا ہے
یا اشکوں کی سوغات جان سے پیارے نے عطا کی ہے
اس کی یاد کا یہ بچھونا، مجھے خوب لگتا ہے
درد کی تپش نے عذاب میں مبتلا کر رکھا ہے
پھر بھی داغ دل سے نہ دھونا مجھے خوب لگتا ہے
ساحل پہ سفینہ لے جانا میرا شوق نہیں یارو!
گرداب میں سفینہ ڈبونا مجھے خوب لگتا ہے
خوش آمدید کہتا ہوں آنے والے غموں کو زوہیب
ہاں میرے ساتھ غم کا ہونا، مجھے خوب لگتا ہے

تیری محفل میں آیا ہوں

ساقی بھولے سے آج تیری محفل میں آیا ہوں
چھوڑ کر کام کاج تیری محفل میں آیا ہوں
بہت ضبط کیا مگر بڑھتا گیا درد دل
ہو کر میں لاعلاج تیری محفل میں آیا ہوں
کبھی کسی سے خیرات میں خوشیاں نہیں مانگیں
لے کر بدلا ہوا مزاج تیری محفل میں آیا ہوں
انا اپنی زمانے بھر میں مشہور تھی کبھی
توڑ کر انا کا تاج تیری محفل میں آیا ہوں
وصل لمحوں کی پیاسی میری آنکھیں زوہیب
ہو کر بے بس پھر آج تیری محفل میں آیا ہوں

عید کا دن

جاناں! چاند نظر آ گیا ہے کل آئے گا عید کا دن
شاید میرے دل کو بہت رلائے گا عید کا دن
دیدِ چاند کے ساتھ پلکیں بھیگ گئیں میری
کیا پتہ رلائے گا یا ہنسائے گا عید کا دن
محو انتظار ہوں میں شام ڈھلنے سے تیرا
تو آئے گا یا ایسے ہی گزر جائے گا عید کا دن
اے کاش کوئی تو پیغام لے کر آئے تیرے بن
کہ تیرا چاند تیرے ساتھ منائے گا عید کا دن
نہ ہی تم آئے نہ ہی تمہارا کوئی خط سندیسہ
پتہ نہیں کیا کیا غم یہ لائے گا عید کا دن
آ جاؤ جاناں تم کہ میں سجا لوں مہندی ہتھیلی پہ
بن تیرے مجھے بہت ہی ستائے گا عید کا دن
لاؤ جاناں چوڑیاں اور اب چلے آؤ جاناں زوہیب
گر تم ہی نہ آئے تو کون منائے گا عید کا دن

شاعر ..... خورشید زوہیب
آزاد کشمیر

''یاد'' کے عنوان کے تحت

ہمارا خون بھی شامل ہے تزئین گلستان میں
ہمیں بھی یاد کر لینا چمن میں جب بہار آئے

وہ جس کی یاد میں ہم نے سارا جہاں چھوڑ دیا
جاتے جاتے اس نے ہی مجھے راستہ چھوڑ دیا

رب مجھ کو یاد ہے حیات بھی ہم کو
کر زندگی میں ترستے ہیں زندگی کے لئے

کتنا مجبور تھا مجھ سے بچھڑنے والا
مجھ سے بچھڑ کے ابھی تو کبھی یاد نہ آیا مجھ کو

برستی آنکھیں جس نے پاس میں برسات کی طرح
وہ بھی بدل گئے میرے حالات کی طرح

مجھے اگر ایک لمحہ بھی آئی نہ تیری یاد
میں سمجھوں گی وہ لمحہ قیامت کی نشانی ہو گی

اندھیری راتوں میں جب کوئی ستارہ ٹوٹتا دیکھو
میرے ٹوٹے ہوئے دل کی وفائیں یاد کر لینا

ہم نے جن کے لئے راہوں میں بچھایا تھا لہو
ہم سے کہتے ہیں عہد وفا یاد نہیں

میں ڈوبتا ہوا سمندر اچھال دیتی ہوں
نہ جانے کون دعاؤں میں یاد کرتا ہے

یاد آ کر رہ جاتے ہیں زمانے وفاؤں کے
شعلے بجھ کر رہ گئے دیئے جبر کے ہواؤں کے

اپنے خوابوں میں تجھے پاس بلا کے روئے
آج تیری یاد کو سینے سے لگا کے روئے

ڈھلتی شام تیری یاد کے جلتے ہوئے چراغ
ہم تیری یاد میں ستاروں سے بہت دور نکل جاتے ہیں

☆ ..... کشور کرن ۔ چنگی

گل باز علی عاجز کی دردبھری شاعری

لباس

لباس تن سے اتار دینا
کسی کو بانہوں کے ہار دینا
پھر اس کے جذبوں کو مار دینا
اگر محبت یہ ہے جاناں!
تو معاف کرنا مجھے نہیں ہے
گناہ کرنے کا سوچ لینا
حسین پریاں دبوچ لینا
پھر اس کی آنکھیں ہی نوچ لینا
اگر محبت یہ ہے جاناں!
تو معاف کرنا مجھے نہیں ہے
کسی کو لفظوں کے جال دینا
کسی کو جذبوں کی ڈھال دینا
پھر اس کی عزت اچھال دینا
اگر محبت یہ ہے جاناں!
تو معاف کرنا مجھے نہیں ہے
اندھیری نگری میں چلتے جانا
حسین کلیاں مسلتے جانا
اور اپنی فطرت پہ مسکرانا
اگر محبت یہ ہے جاناں!
تو معاف کرنا مجھے نہیں ہے

پھر نہ جانے کیوں

رات کو اچانک ..... آنکھ جو کھل گئی میری ..... پھر نہ جانے کیوں ..... میں ماضی میں کھو گیا ..... کہ کبھی ..... ہمارے درمیان کوئی فاصلہ نہ تھا ..... خوشی کی آنکھ میں ..... غم کا کوئی صحرا نہ تھا ..... بچھڑ جانے کا کوئی گماں بھی نہ تھا ..... نہ جانے کیوں تم نے ..... فاصلہ بڑھا لیا ..... حالانکہ ..... کوئی بھی شخص ..... ہمارے درمیان نہیں تھا ..... پھر اچانک ..... مجھے احساس ہوا کہ ..... میری آنکھوں میں آنسو ہیں ..... اور واقعی میں رو رہا تھا

من نت

جب شام وداع کا آخری منظر ..... میری آنکھوں کو سونپ کر تم ..... دور جا چکے تھے ..... تو میں نے دیکھا کہ میری قمیض ..... کے دامن پر ..... تمہاری زلفوں کا اک بال رہ گیا تھا ..... میں نے وہ بال چوم کے ..... وہیں کسی پیڑ کی جھکی ہوئی شاخ ..... میں باندھ کر ..... اپنی تاریخ شکست خوردہ مقدر ..... کے ساتھ لوٹ آیا تھا ..... اب سنا ہے کہ لوگ اس پیڑ کی ..... ٹہنیوں پہ ..... سیاہ رنگ دھاگے باندھ کر ..... جانے والوں کی واپسی کی من نت ..... مانگتے ہیں

بھلدے نہیں

اساں پیار کیتا اے کوئی جرم تاں نہیں
وت کیوں اے لوک سزا ڈیندن
دکھ کر کے ساکوں سمجھاں تاں کر
ہر اک لوکا ساہ ڈیندن
کیوں پتھر دانگوں دل ہوئے ساڈے کیوں زخم
تے زخم دا ڈیندن
بندے موئے وی گل بھلدے نہیں کیوں
چیندیاں عاجز بھلا ڈیندن

بجھڑاں تاں

تیکوں تاں زبان دے عاجز چا سدایئے
گل دوجی ترنجی کائی نئی
تے جیویں مرضی جی چنن کردا وت
کوئی ذہن تے رنجی آئی نئی
میڈی نیت دا ڈھول خدا حافظ
اساں اپنڑی نیت وٹائی نئی
گل لوک گل باز نوں ایہہ نہ آکھن
تساں جیہناں تاں نبھائی نئیں

یاد

فاصلے صدیوں کے تھے آنے تیرے ہمارے درمیان
اور وہ یہ کہتی ہے مجھ میں فرق ذرا نہیں آیا
وہ تو داستانوں کا شوق رکھتی ہے
اور میری حالت پہ اسے رحم ذرا نہیں آیا
اس نے میرے بغیر جینا سیکھ لیا ہے
اور مجھے تو اب تک سنبھلنا بھی نہیں آیا
وہ کہتی ہے سانس بھی تجھے یاد کر کے لیتی ہوں
کیوں پھر کہتی ہے کہ کوئی یاد ہے آتا ہے یاد نہیں آیا

فردیات

تو محبت کی روایت سے بچ نہ پائے گا
جان لے لے گا کوئی جان سے پیارا بن کر

شاعر ..... گل باز علی عاجز
نواب شاہ ضلع بے نظیر آباد

مرجھائے دِلوں کے شاعر عمر دراز ساحر کی شاعری

غزل

تیری جدائی میں ہم تو صبح شام تمہیں یاد کرتے ہیں
یادوں کو دل میں بسا کر اکثر آہیں بھرتے ہیں
تیری تصویر کو سامنے رکھ کر تنہائی میں اکثر
پھر پاگلوں کی طرح اُس سے باتیں کرتے ہیں
سوچا جب تمہیں جانے موسم میں ہم نے
بارش کی ان بوندوں میں تم کو ڈھونڈا کرتے ہیں
جدائی کا ہر لمحہ قاتل بن کر گزرا ہم پر
اپنے حال کا کبھی نہ شکوہ تم سے کرتے ہیں
چھوڑ کر تم چلے گئے دل کی بستی اجاڑ دی ساحر
حوصلہ دیکھو ہمارا ہم پھر بھی محبت تم سے کرتے ہیں

غزل

تمہیں یاد کرتے رہے اور جلتے رہے رات بھر
چاند رہا ہم کو جاندلی رات بھر
اس سے بڑھ کر اور کیا دیں ثبوت ہم تمہیں
نشانیاں تیری سامنے رکھیں روتے رہے رات بھر
پھر لوٹ نہ جائے ہمارا تمہاری نظروں میں
یہی سوچ کر کروٹ بدلتے رہے رات بھر
گزرے ہوئے لمحوں کی ساری باتیں تمہاری
تحریروں کی نظر کرتے رہے رات بھر
جانے وہ لوگ کیسے ہیں جو بھول جاتے ہیں کسی کو ساحر
تیری تصویر سامنے رکھ کر یہی کہتے رہے رات بھر

غزل

وفائیں بیچتے ہیں جفائیں کاٹ لیتے ہیں
تیرے نے کی ساری سزائیں کاٹ لیتے ہیں

تیری محبت نے اس قدر پاگل کر دیا ہمیں
تیری یاد میں ہم ساری رات کاٹ لیتے ہیں
رات آئی بات گئی پھر وہی حال ہے
جانے وہ لوگ کیسے ہیں جو عمر کاٹ لیتے ہیں
محبت جب حد سے گزر جاتی ہے تو روگ بن جاتا ہے
ہم جیسے آوارہ لوگ یہ روگ کاٹ لیتے ہیں
محبت ہمیں تم سے اس قدر ہے ساحر
بھوکے پیاسے پاگل ہم کئی کئی دن کاٹ لیتے ہیں

غزل

کس سے کریں شکایت ہم اپنے حال کی
میرے نصیب نے میرا یہ حال کر دیا
راتوں میں تارے گنتے ہیں اکثر
دن تیرے دیدار کے بہانے گزار دیا
کیسے ہوتے ہیں کئی لوگ پاگل دیوانے
عشق نے اُن کو یہ حال کر دیا
ضروری تو نہیں اس دنیا میں ہر کسی کو پیار ملے
عشق نے اس دنیا میں کئی لوگوں کو ویران کر دیا
مجبوریاں ہر کسی کی ہوتی ہیں اس جہاں میں
کئی لوگوں نے یہ کہہ کر بہانہ کر دیا
کیسے گزارتے ہیں لوگ ہنس کر میدیں ساحر
ہم نے تو یہ دن انتظار میں اُن کے گزار دیا

تیرا سہارا

کیا بتائیں تم کو او جاناں کیا حال ہے ہمارا
تیری یاد جب آتی ہے تو کرتے ہیں دنیا سے کنارا
ہزاروں باتیں تم نے کی تھیں مجھ سے
یاد فون کر کر کے اکثر میں نے تمہیں پکارا

کیسے لوگ بیچتے ہیں نسی کر بھلا کر
ہم نہ بھلا پائے ابھی بھی چہرہ تمہارا
پیار جھوٹ سب فریب ہے اس سے دور رہو
بھول جاؤ کے وعدہ دنیا کا تماشا
راتوں کو اکثر تمہیں یاد کرتے ہیں نیند اڑ جاتی ہے ساحر
دل ٹوٹ گیا روٹھ گئی اور ہم سے چھوٹ گیا تیرا سہارا

تیرا میرا رشتہ

تیرا میرا رشتہ ایسے چاند کی چاندنی ہو جیسے
تیرا میرا رشتہ ایسے ساون میں بارش ہوتی ہو جیسے
تیرا میرا رشتہ ایسے چندن سے جڑے سانپ لپٹا ہو جیسے
تیرا میرا رشتہ ایسے پھول میں خوشبو ہو جیسے
تیرا میرا رشتہ ایسے دل میں دھڑکن ہو جیسے
تیرا میرا رشتہ ایسے سمندر میں لہریں اٹھیں جیسے
تیرا میرا رشتہ ایسے دھوپ میں سایہ ہو جیسے
تیرا میرا رشتہ ایسے شراب میں نشہ ہو جیسے
تیرا میرا رشتہ ایسے جسم میں روح ہو جیسے
تیرا میرا رشتہ ایسے چاند میں مست چکور ہو جیسے
تیرا میرا رشتہ ایسے خزاں میں بہار ہو جیسے تیرا میرا
تیرا میرا رشتہ ایسے بدن میں تم جان ہو جیسے

لگے...... عمر دراز ساحر
ذاکر آباد

◻◯◻

صبح سے تخت نشین شام کو مجرم ٹھہرے
ہم نے پل بھر میں نصیبوں کو بدلتے دیکھا

اسے وعدہ فراموش تیری خیر ہو لیکن
اک بات تیری مان کے کبھی وعدہ نہ کیا کر
...... گل باز علی عاجز

میاں شکیل کی کشور کی شاعری

غزل

آج بخت رسا نے حد کر دی
یعنی تیری عطا نے حد کر دی
تیری خوشبو اڑا کے لے آئی
آج باد صبا نے حد کر دی
دشت میں آ گیا سمندر آج
ایک پیاسی صدا نے حد کر دی
تا سحر رقص میں رہا وہ بھی
رات ایک پارسا نے حد کر دی
ہم نے ایک بات کی جدائی کی
اور اس نے بے وفائی کی حد کر دی
سب ستارے بھی ہو گئے مدھم
آج اس کی ضیاء نے حد کر دی
فرش سے عرش کر دیا کشور
اس جمال ادا نے حد کر دی

غزل

ہونٹوں پہ اک چپ سی جمی رہ جاتی ہے
دل کی اکثر دل میں دبی رہ جاتی ہے
لوگ بچھڑ جاتے ہیں اور تصویر ان کی
آنکھوں میں عمر بھی رہ جاتی ہے
ہاتھ ہاتھ رہ جاتا ہے پھر صدیوں تک
دروازے پہ آنکھ لگی رہ جاتی ہے
ہر آسائش حاصل ہو جاتی ہے پر
زیست میں پھر بھی کوئی کمی رہ جاتی ہے
چاہے وقت بدل دے سب حالات مگر
دل کے بکس میں یاد پڑی رہ جاتی ہے
ہو جاتا ہے رخصت ہم سے پر اس کی
سانسوں میں خوشبو سی بھی رہ جاتی ہے
قصہ گو میرے گاؤں کے سچ کہتے تھے
پیار کہانی درد بھری رہ جاتی ہے
دل کے زخم کون بھر سکتا ہے کشور
ایسی چوٹ تو دل پر لگی رہ جاتی ہے

غزل

ہمارے لب، محبت میں سلے تھے
وگرنہ تم سے تو کتنے گلے تھے
دلوں میں دوریاں اتنی نہیں تھیں
بظاہر ہم میں جتنے فاصلے تھے
محبت کے سفر میں ہر قدم پر
نئے کار جنوں کے سلسلے تھے
اسے معلوم کیا، ہم اس کی خاطر
چراغوں کی طرح شب بھر جلے تھے
نظر یکبار ان پر جم گئی تھی
وہ اس کے لب تھے جیسے گل کھلے تھے
کبھی حاصل تھی جب ہمراہی تیری
ستارے بھی مرے ہمراہ چلے تھے
اسے دیکھا تو کشور یوں لگا کہ
کہیں پہلے بھی ہم دونوں ملے تھے

دسمبر سو گیا ہے

اسے کہنا کتابوں میں رکھے سوکھے ہوئے کچھ پھول
اس کے لوٹ آنے کا یقین اب تک دلاتے ہیں
اسے کہنا کہ اس کی جھیل سی آنکھیں کسی منظر پہ چھا جائیں
تو سب منظر یونہی پھر جگ جاتے ہیں
اسے کہنا کہ فقط برف پہ کوئی کسی کے ساتھ چلتا ہے
تو قدموں کے نشاں پھر سے لوٹ آنے کا یقین دلاتے ہیں
اسے کہنا کہ اس کی بھیگی ہوئی آنکھوں کا وہ آنسو
ستارے کی طرح اب تک ہمیں شب کو جگاتا ہے
اسے کہنا کہ بارش کی جھڑی میں جو اس کے آنسو چنت کرتی ہے
اس کا نام لیتی ہے شب کو ہی گنگناتی ہے
اسے کہنا دسمبر سو گیا ہے
اسے کہنا دسمبر اب تو لوٹ آ

ڈائری

اسے کہنا کتابوں میں رکھے سوکھے ہوئے پھول
اس کے لوٹ آنے کا یقین دلاتے ہیں۔
اسے کہنا کہ اس کی جھیل سی آنکھیں کسی منظر پہ چھا جائیں
تو سب منظر یونہی پھر جگ جاتے ہیں
اسے کہنا کہ فقط برف پہ کوئی کسی کے ساتھ چلتا ہے
تو قدموں کے نشاں پھر سے لوٹ آنے کا یقین دلاتے ہیں
اسے کہنا کہ اس کی بھیگی ہوئی آنکھوں کے وہ آنسو
ستارے کی طرح اب تک ہمیں شب کو جگاتا ہے
اسے کہنا کہ بارش کی جھڑیوں پاس کے آنسو چنت کرتی ہے
اس کا نام لیتی ہے اس کو ہی گنگناتی ہے
...... میاں شکیل کشور
خان پور

◻◯◻

میری پسند

رات بھر گرتے رہے اُن کے چہرے پہ آنسو ٹوٹ کر
صبح ہوتے ہی وہ بولے کہ رات شبنم بہت تھی
☆...... مزمل حسین صمد۔ کسووال

نئی شاعرہ شبانہ پروین کی شاعری

اب کے برس کچھ ایسا کرنا

اب کے برس کچھ ایسا کرنا
اپنے پچھلے بارہ ماہ کے
دکھ سکھ کا اندازہ کرنا
پچھلی یادیں تازہ کرنا
سادہ سا اک کاغذ لے کر
بھولے بسرے پل لکھ لینا
پھر اس بیتے اک اک پل کا
اپنے گزرے اک اک پل کا
اک اک موڑ احاطہ کرنا
ساری قسمیں حاضر رکھنا
ساری شامیں پاس بلانا
سارے موسم دھیان میں رکھنا
اک اک یاد گمان میں رکھنا
پھر محتاط قیاس لگانا
اگر تو خوشیاں بڑھ جاتی ہیں
پھر تو تم کو میری طرف سے
آنے والا سال مبارک
اور اگر غم بڑھ جائیں تو
مت بے کار تکلف کرنا
پھر تم ایسا کرنا
میری خوشیاں تم لے لینا
مجھ کو اپنے غم دے دینا
اب کے سال تم ایسا کرنا

دل کی ویرانی

میں لے جاہا..... تیرے جنم دن پر ..... ایسا تحفہ تیری نذر کروں..... جسے تو عمر بھر یاد رکھے..... پھر اک لمحے کی سوچ نے ..... میرے ہاتھ بلند کیے..... کچھ لفظوں کے پھول ..... دعاؤں کے پنچھی ..... دل کی گہرائیوں سے آزاد کیے ..... کہ آنے والے موسموں میں .... غم کی گھٹائیں .... کبھی تیرے قریب نہ آئیں ..... تیری آنکھوں کے جگنو سدا چمکیں .... خدا تیرا دامن ہمیشہ مسرتوں سے ہمکنار کرے ..... کبھی جو تو زندگی کی کڑی دھوپ میں ..... ڈھلتی عمر کی شام میں ..... پلٹ کے دیکھے ..... تو بہت سی خوش رنگ یادیں ..... گلاب لہجوں کی دلفریب باتیں، بیتے لمحوں کی چاندنی ..... تیرے ویران دل کو بہار کرے .....
تو ہر گزرتے لمحے سے پیار کرے
اور خدائے لم یزل تیری عمر دراز کرے

..... شبانہ پروین
وہاڑی

غزل

جب ترا حکم ملا ترک محبت کر دی
دل مگر اس پہ وہ دھڑکا کہ قیامت کر دی
تجھ سے کس طرح میں اظہار تمنا کرتا
لفظ جو سوچا تو معانی نے بغاوت کر دی
میں تو سمجھا تھا کہ لوٹ آتے ہیں جانے والے
تو نے جا کر تو جدائی مری قسمت میں کر دی
تجھ کو پوجا ہے کہ اصنام پرستی کی ہے
میں نے وحدت کے مفاہیم کی کثرت کر دی
مجھ کو دشمن کے ارادوں پہ بھی پیار آتا ہے
تیری الفت نے محبت میری عادت کر دی
کیا ترا جسم ترے حسن کی حدت میں جلا
راکھ کس نے تری سونے کی سی رنگت کر دی

میری پسند

نازش کیوں روتے ہو چلے جاتے ہیں تیری محفل سے فراز
پہلے ان ٹوٹے ہوئے دل کے ٹکڑے تو اٹھا لینے دو

کتنا خوف ہوتا ہے شام کے اندھیروں میں فراز
پوچھو ان پرندوں سے جن کے گھر نہیں ہوتے

یہ اچھا ہے کہ ہم اکیلے نکل ہیں فراز
کسی کی آنکھ نم نہیں ہو گی ہمارے مرنے کے بعد

غزل حسین صدا۔ کسووال

غزل

نام اس کا لیا تو انجمن سی ہو گئی
شاید ہمیں اس سے محبت سی ہو گئی
وہ کرتا رہا بدنام ہمیں لوگوں میں
ہمیں بھی مشہور ہونے کی عادت سی ہو گئی
اس کے آنے سے پہلے ساری کائنات میں تھی خزاں
اس کے آنے کے بعد دنیا میں سجاوٹ سی ہو گئی
بچھڑتے وقت کہنے لگا وہ مجھ سے
ہم کو تو تم سے پیار نہیں تھا بس شرارت سی ہو گئی
جب وہ بچھڑا تو دل کی دنیا میں فراز
ایسے طوفان اٹھے کہ قیامت سی ہو گئی

☆..... انتخاب: نوید اختر سحر۔ کبیر والہ

محمد قاسم بلوچ کی شاعری

غزل

جب سے خیال تیرا ہم نے کیا
غم سے رشتہ بحال ہم نے کیا
کیا بتائیں بھلا زمانے کو
کیسے دل کا خیال ہم نے کیا
مسکراتے رہے ستم سہہ کر
ایک یہ بھی کمال ہم نے کیا
آنچ آنے نہ دی کوئی تم پر
پیار کو لازوال ہم نے کیا
اس کو پتھر کے بدلے پھول دیئے
کام یہ بے مثال ہم نے کیا
دے سکے نہ وہ جواب قاسم
ایک ایسا سوال ہم نے کیا

غزل

ستم سہنے کی عادت ہو گئی ہے
ہمیں تم سے محبت ہو گئی ہے
ستم کر وہ ہماری جان پر اب
تمہارا درد چاہت ہو گئی ہے
ہمارے دل پہ اپنا ہاتھ رکھ دو
ہمیں تم سے شکایت ہو گئی ہے
ہمیں اپنی جفاؤں سے ستاؤ
بہت بے تاب حسرت ہو گئی ہے
میری راہوں پہ آنکھیں کھو گئی ہیں
چلے آؤ یہ حالت ہو گئی ہے
ہمارے حال پہ ہنستی ہے دنیا
ہنسی سے اب تو نفرت ہو گئی ہے
بچھڑ کر تم سے تیری روشنی کی
اندھیروں سی طبیعت ہو گئی ہے

غزل

ہزاروں پل تمہارے بن نہ پوچھو کیسے کاٹے ہیں
کبھی یادیں رلاتی ہیں، کبھی موسم ستاتے ہیں
اسے کہہ دو ہم ڈرے ہیں ہمیں باتوں نہ کرے
ہمارا مان رکھ لینا ہمارا مان رکھ لینا
ہمیں واپس نہیں جانا ہمیں دل میں بسا لینا
ہمیں اپنا بنا لینا بہت ہوئے دل سے
بہت روٹھا نہیں کرتے محبت تو عبادت ہے
اسے رسوا نہیں کرتے زمانے سے چھپاتے ہیں
کبھی چرچا نہیں کرتے صنم ایسا نہیں کرتے

میرے قریب ہوتے

کاش وہ میرے قریب ہوتے
اسے گلے سے لگا کے روتے
تنہائی میں ہر وقت اسے دیکھتے
چپکے چپکے ہر دم وہ روتے
کاش وہ میرے قریب ہوتے
اس کی پلکوں سے ہم چھلکتے
اس کو اپنا بنانے کا خواب دیکھتے
اور جب وہ مسکرائے ہر پل
وہ میرے ہوش اڑا کے لے جاتے
کیا تھی آنکھیں اس کی میری محبت میں
جیسے آتش سے نکلتے ہیں انگارے
اور اس کو صنم کے نام سے پکارتے
اس کو دل کی دھڑکن سے پکارتے
کاش وہ میرے قریب ہوتے

چھوڑ نہ جانا

جتنی چاہت ہے تیرے دل میں گھر بنانے کی
تجھے خوشیاں دینے تیرا دکھ اپنانے کی
میری ذات تیرے ..... نشے میں بکھر جانے
بہت حسین ہے تیری عادت مسکرانے کی
ہاں تھمو ہاتھ تو جو اور قسم اٹھاؤ جان
مجھے کبھی بھی چھوڑ کر نہ جانے کی

اچھا نہیں

یونہی کسی کے گلشن کو جلانا اچھا نہیں
جیسے بے وضو مسجد میں جانا اچھا نہیں
تو قتل کر دے بے شک مجھے میں کچھ نہ کہوں گا
اس قدر بے رخی سے مجھے تڑپانا اچھا نہیں
میں دیوانہ ہوں تیرا اور دیوانہ ہی رہوں گا
پھر بار بار یوں مجھے آزمانا اچھا نہیں
میں گلشن میں کسی پھول کی مانند ہوں وین
یوں شاخ سے مجھے توڑ دینا اچھا نہیں
(وین محمد مگسی)

خیال گزرا

گیا یوں نہ دل گزرا نہ اس کو میرا خیال گزرا
عجب یہ دل کے سے تیرے ہاں بچھن بھی ملال گزرا
زباں بھی شکوہ کناں نہ تھی نہ نظر سے کوئی سوال گزرا
سانسیں بھاری ہوتی ہیں قاسم اسے جو لگے کہ جب خیال گزرا

..... محمد قاسم بلوچ
سندھ

عمران انجم راہی کی دل شکن شاعری

اعتبار مشکل ہے

خزاں رسیدہ چمن میں بہار مشکل ہے
تمہارے بعد کہیں اعتبار مشکل ہے
کسی سے اس لئے دشوار ہے خفا ہونا
منانے آئے گا ہم کو بھی یار مشکل ہے
عجیب راز جنوں تھا جو میرے دل پہ کھلا
تیری گلی میں بھی آ کر قرار مشکل تھا
ہمارا کون ہے اہل جفا کی بستی میں
ہمیں ملے گا کوئی غمگسار مشکل ہے
کہاں چلے ہو محبت خریدنے دوست
بغیر سود کے ملنا ادھار مشکل ہے

نادانی

مجھے بھلا نہ دینا، مجھے گنوا نہ دینا
کبھی نہ مجھ سے روٹھنا، کبھی آنسو نہ بہانا
مجھ سے نہ بچھڑنا، کیونکہ مجھے بچھڑنا
نہیں آتا اور نہ ہی مجھے بکھرنا آتا ہے
ہاں، تیری محبت میں ٹوٹ سکتا ہوں
ٹوٹ سکتا ہوں

ہمیشہ یاد رکھنا تم

فقط اتنا ہی کہتی ہوں، خفا ہونا، منا لینا
یہ صدیوں سے روایت ہے
محبت کی عدالت ہے
گلے شکوے کرو مجھ سے
تمہیں ہمدم اجازت ہے
مگر اک بات میری بھی
ذرا تم یاد رکھ لینا، کبھی ایسا بھی ہوتا ہے
ہوائیں رخ بدلتی ہیں
خطائیں ہو بھی جاتی ہیں
خفا ہونا بھی ممکن ہے، خطا ہونا بھی ممکن ہے
لیکن ہمیشہ یاد رکھنا تم
تعلق دور ہونے سے کبھی ٹوٹا نہیں کرتے۔

نیا ہمسفر

نیا ہمسفر تم کو مبارک ہو
لیکن مجھے اتنا تو بتا دیتے
کیوں چھوڑ دیا مجھے تم نے؟
کیا کمی تھی میری چاہتوں میں
کیا کانٹے تھے میری بانہوں میں
میں کیا کروں گا؟
جب راتوں کو یاد تیری آئے گی
دل کو پھر خوب رلائے گی
تو بھی نہ خوش رہے یہ دعا ہے میری
ہر پل، روئے یہ صدا ہے میری
پھر بھی اے دوست!
صدا سلامت رہو تم
نہ آئے تیرے پاس کوئی غم
خوشیوں سے تیرا جیون عبارت ہو
نیا ہمسفر تم کو مبارک ہو

غزل

شانے پہ میرے زلفیں بکھر جانے دو
خود میں مجھ کو سمٹ جانے دو
سنبھالو اپنے نین نشیلے اور
مجھ کو بھی سنبھل جانے دو
نہ کرو خود سے جدا ابھی
اپنی قربت کا کچھ نشہ لینے دو
نہ کھولو گیسو اپنے ذرا بکھرو
بزم سے ہم کو نکل جانے دو
تنہائی شب اور بے حساب یادیں تیری
کرو احسان مجھ پہ اور گھر آنے دو
کر دو خود کو حوالے میرے
اور حواس پہ اپنے چھا جانے دو
شانے سے شانہ ملاؤ اب
اور دل کو اپنے مچل جانے دو
پھیلا دو اپنی بانہیں سہانے موسم ہیں
پھر مجھ کو بانہوں میں سمٹ جانے دو

غزل

دامن چھڑا کے چل دیا غیروں کے ساتھ
قصہ میری محبت کا تمام کر گیا
آیا تھا جو اجالا بن کر زندگی میں
وہی آج میری زندگی میں شام کر گیا
کبھی آیا تھا میرا پرچار کرنے
بدلا ایسا کہ مجھے گمنام کر گیا
بدلے وفاؤں کے دھو کے دنیا
انجام محبت کا ظالم بدنام کر گیا
روپ تو تھے اس کے ہزار ہا مگر
اب کے یوں بدلا کہ حیران کر گیا
سر شام محفلوں میں آ خوشیں بدلنا
خود تو تھا لیکن مجھے بھی بدنام کر گیا
چل دیا سارے زمانے کی خوشیاں لے کر

عمران انجم راہی
حنہ پانی، کوٹلی

مقبول عام شاعرہ آمنہ کی شاعری

غزل

تیرا نام لب پہ آیا اکثر شام کے بعد
دل بیتاب نے پھر تڑپایا مجھے شام کے بعد
میں تو عشق کی تعریف اور بھی لکھنے لگا مگر
قلم ہی رک گیا تیرے نام کے بعد
جب سے ملی ہے تیرے ترک تعلق کی خبر
جہاں بیٹھے تھے ہل نہ پائے اس پیغام کے بعد
پی لیا ہے میں نے عشق کا جام ساقی
تیرے جام کی ضرورت نہیں اب اس جام کے بعد
کسی سنگ دل سے کبھی عشق نہ ہو کسی کو
ہر لب پہ یہی صدا تھی میرے انجام کے بعد۔

غزل

زندگی کی راہوں میں تم بھی چھوڑ گئے آخر
بڑے ہمدرد بنتے تھے میرا دل توڑ گئے آخر
تم پہ تو بڑے مان تھے میری امیدوں کو۔
اب کس سے گلہ کروں تم ہی منہ موڑ گئے آخر
لوگ تو چلو لوگ تھے انہوں نے جو کیا سو کیا
بھری دنیا میں آج تم بھی تنہا چھوڑ گئے آخر
تم تو کہتے تھے ہم وہ نہیں کہ چھوڑیں اپنوں کو
اپنے وعدے اپنی قسمیں خود ہی توڑ گئے آخر
واہ کیا خوب دوستی نبھائی ہے تم نے
دوست کو راہ میں رلتا چھوڑ گیا آخر

غزل

کبھی مہربان تھا تو کبھی انجان تھا
میرا وہم تھا یا وہ میرا گمان تھا
دے کر زخم وہ مرہم رکھتا تھا
بن رہا تھا یا واقعی وہ اتنا نادان تھا
مجھ سے بچھڑ گیا تھا وہ اک رات
وہ شخص جو کل تک میری پہچان تھا
کاش کہ وہ بن جاتا ہمارا ہمدم
کتنا دل کو اس بات کا ارمان تھا
خدا کو چاہتے اتنا تو پھول بھی جاتا شاید آمنہ
ہم نے چاہا جس کو وہ اک انسان تھا۔

غزل

تیری صورت کو نگاہوں میں بسا کر رکھوں
دل یہ کہتا ہے تجھے تجھ سے چرا کر رکھوں
تجھے دیکھوں تجھے چاہوں تجھی سے پیار کروں
تیرے رنگ روپ کو میں سب سے چھپا کر رکھوں
کر لوں قید اپنے دل میں تیرے جیون کو
تجھے میں عشق کی زنجیر پہنا کر رکھوں
کوئی بھی جان نہ پائے تیری آنکھوں کی گہرائی
میں تجھے اک کنول جھیل بنا کر رکھوں
دل یہ کہتا ہے تیرے بعد کوئی تجھ سا نہ ہو
میں تجھے آخری تحریر بنا کر رکھوں

خوشی کے آنسو

شام کے سائے جو سورج کو چھپانے نکلے
ہم دیے لے کر اندھیروں کو جلانے نکلے
اور تو کوئی نہ تھا جو جرم بغاوت کرتا
اک ہم ہی تھے جو یہ رسم نبھانے نکلے
شہر میں دشت میں صحرا میں بھی تجھ کو پایا
اے غم یار تیرے کتنے ٹھکانے نکلے
چاند نکلا تو میں لوگوں سے لپٹ کر رویا
غم کے آنسو تھے جو خوشیوں کے بہانے نکلے

محبت نہ کروں

وہ میری جاناں غزل ہے
کیوں اس کی چاہت نہ کروں
سانسیں رک جائیں اگر اسے محبت نہ کروں
اس کے ہونٹوں پہ تبسم کا یہ ہلکا سا غنچہ
جیسے گلشن میں دبے پاؤں چلی آئے بہار
اب جو کانٹے بھی چبھیں تو میں شکایت نہ کروں
سانسیں رک جائیں اگر اسے محبت نہ کروں
مل جائے مجھے جو عمر بھر اس کا ساتھ
زندگی بھر میں کبھی شکوہ قسمت نہ کروں
سانسیں رک جائیں اگر اسے محبت نہ کروں

شدت غم

زندہ ہوں مگر زندگی سے دور ہوں میں
آج اس قدر مجبور ہوں میں
بنا جرم کے ہی سزا ملتی ہے مجھے
کس سے کہوں کہ آخر بے قصور ہوں میں
میری ناکامیوں کا سبب ہیں یہ غم میرے
پھر کیوں دنیا سمجھتی ہے کہ مغرور ہوں میں
آج پھر شدت غم نہ رلا دے مجھ کو آمنہ
آج لگتا ہے کہ زخموں سے چور ہوں میں

آمنہ
(راولپنڈی)

دردِ دل رکھنے والی شاعرہ گلشن کی شاعری

خواب سہانا

تیرا دامن ہم سے چھوٹ گیا
تیری گلیاں ہم کو بھول گئیں
منزل تھی جو تیری اور میری
وہ راہیں ہم سے کھو گئیں
تیری یادیں سینے میں ہیں میرے
تیری باتیں ہم کو یاد رہیں ہیں
پلکیں تھیں جو خوابوں سے پرنم
وہ پلکیں بھی اب بھیگ گئیں
جو دل تھا میرا تیرے پاس
وہ دل بھی ہم سے روٹھ گیا
سپنا تھا جو تیرا اور میرا
ساتھ رہیں کے سدا ہم تیرے
پھر نہ کبھی ہم جدا تم سے ہوں گے
یہ ہمارا تم سے وعدہ رہا
پر وہ وعدہ اب ٹوٹ گیا
تم نہ رہے اب ہمارے جاناں
ہم بھی ہو گئے اب پرائے تم سے
مانگا تھا جب رب سے تم کو
خوش تھے ہم بہت تم کو پا کے
پر وہ تو اک خواب تھا سہانا
جو آنکھ کھلتے ہی چکنا چور ہو گیا

یہ دل

یہ دل ہوا بس تیرا دیوانہ
ہمیں تم یاد رکھنا عمر بھر
کبھی ہم کو بھول نہ جانا
ساتھ رہنا تم یونہی ہمارے سنگ
کبھی دور نہ جانا ہم سے
بس یہ وعدہ تم نبھانا
ہم کو تو جینا ہے صرف تیرے لئے
یہ بات تم بھول نہ جانا

بن تیرے

بن تیرے رہ نہ پائیں گے
مٹنے چلے ہیں اور مٹ جائیں گے ہم
نہ بڑھاؤ ہم سے یہ فاصلے یہ دوریاں
ہم کہتے ہیں تم سے بکھر جائیں گے ہم
بہت پچھتاؤ گے پھر تم
ہم روٹھ جائیں گے زندگی سے
پھر کبھی بھی ہم تم سے مل نہ پائیں گے
تب تنہائیوں میں بیٹھ کر رویا کرو گے تم
رات بھر خود کو لوریاں سناؤ گے
اور دن کو سویا کرو گے تم
کر لو ہم سے دل کی ساری باتیں
جب ہم نہ ہوں گے تو
پھر خود کو ہی حال دل سنایا کرو گے تم

وہ کچا آنگن مٹی کے کھلونے

کچھ ہم کو بھی یاد ہیں وہ پل
اور کچھ تم کو بھی یاد ہوں گے
وہ کچا آنگن اور مٹی کے کھلونے
وہ بچپن کی باتیں
وہ دادی کے قصے اور
پریوں کی کہانی
وہ لڑکپن کی یادیں
کچھ ہم کو بھی یاد ہیں وہ پل
اور کچھ تم کو بھی یاد ہوں گے
پھر آندھی چلی ایسی کہ
بدل گئے وہ سارے موسم
اور بھول گئے وہ ساری باتیں
کب بیتا وہ بچپن
اور کب آئی جوانی
دوریاں بڑھیں اس قدر کہ
روٹھ گئے ہم تم سے
اور یاد نہ آیا تم کو بھی منانا
وہ تمہارا ملنا اور مل کر بچھڑ جانا
کچھ ہم کو بھی یاد ہیں وہ پل
اور کچھ تم کو بھی یاد ہوں گے

ملک ہمارا جان سے پیارا

بچو! کام کرو ایسا کہ دنیا حیران ہو
ملک ہمارا ہے جان سے بھی پیارا
تم ہو رکھوالے اپنے وطن کے
یہ دل و جان کیا روح بھی کر دو نام اس کے
ایسا ہی کچھ کام کرو کہ ساری دنیا حیران ہو
روشن کرو دیے ارضِ پاکستان کے
رکھ لو لاج اپنے قائد کی کہ وطن حیران ہو
بچو کام کرو ایسا کہ دنیا حیران ہو
چھو لو آسمان کو زمیں تم پہ ناز کرے
پالو خوشیوں کو کہ غم سارے پریشاں ہوں
علامہ اقبالؒ کے خواب کی تعبیر ہو تم
یہ جان لو کہ اندھیروں میں روشن کی لکیر ہو تم

(گلشن ناز ..... تحفہ قریشی)

رشتے ناطے

"رشتے ناطے" کالم کے لئے ہر ماہ بہت سے رشتے وصول ہو رہے ہیں۔ جو خواتین و حضرات اپنے رشتے فوری شائع کروانا چاہیں وہ اپنے شناختی کارڈز کی فوٹو کاپی بھی ارسال کریں۔ رشتے ناطے کالم میں اپنے رشتے شائع کرانے کے لئے اپنے خطوں کے رشتے ارسال کرتے وقت اپنے شناختی کارڈز کی فوٹو کاپی ضرور ارسال کریں۔ جن رشتوں کے ہمراہ شناختی کارڈز کی فوٹو کاپی نہیں ہوگی وہ رشتے شائع نہیں کئے جائیں گے۔

☆..... مجھے اپنی شادی کے لئے ایک لڑکی کا رشتہ درکار ہے جو جواب عرض مستقل پڑھتی ہو، ایک اچھی رائٹر اور اچھی شاعرہ ہو یا ان دونوں چیزوں اور خواہشوں کو پورا کرنے کا شوق رکھتی ہو۔ جواب عرض میں لکھنے والی لڑکیاں اپنے والدین کی اجازت کے ساتھ اپنے مکمل کوائف اپنے شناختی کارڈ کی فوٹو کاپی اور اپنے موبائل نمبر کے ساتھ رابطہ کر سکتی ہیں۔ میری تصویر اور مکمل ایڈریس اسی ماہ کے جواب عرض کے شمارے میں کالم ملاقات سے حاصل کیا جا سکتا ہے۔ مزید تفصیلات کے لئے فوراً خط لکھیں۔ ذات اور عمر کی [illegible] ہے۔ میرا تعلق آرائیں فیملی [illegible]۔ میری ذات کا ہر پہلو [illegible] بتیوں اور میری شاعری کی [illegible] جواب عرض کے ہر شمارے [illegible] ہے۔ خط کے اندر قومی [illegible] کی کاپی اور تصویر اور [illegible] آنا بہت ضروری ہے۔
[illegible]۔ ڈیرہ بہاولپور [illegible]

☆..... اس ماہ فروری کے شمارے میں کالم رشتے ناطے میں جس نے بھی رشتے کا اشتہار دیا ہے ان کا کوئی رابطہ نمبر نہیں ہے۔ مجھے بھی ایک رشتہ کی ضرورت ہے جن کے پاس رشتے ہیں میں ان سے رابطہ کرنا چاہتا ہوں۔ ان میں ہیں محمد اکمل گجرات، عائشہ قندیل فیصل آباد اور محمد امجد ریاض ملتان۔ جناب آپ لوگوں کا میرے پاس نمبر نہیں ہے۔ ماہ جولائی 2011ء کے شمارے میں میرا نمبر ہے اگر آپ لوگ مجھ سے رابطہ کریں تو میں آپ سے رشتہ کر سکتا ہوں۔ شکریہ، انتظار رہے گا۔ (زیب ظہور احمد بلوچ۔ ڈیرہ مراد جمالی)

☆.. میرے کزن کے لئے رشتہ کی ضرورت ہے۔ میرا کزن جو کہ مزدور ہے جس کا قد چار فٹ ہے اور وہ کمشنر کا نائب قاصد ہے جس کی تنخواہ 16000 ہزار روپے ہے۔ وہ لڑکی کو بہت خوش رکھے گا۔ لڑکی شریف ہو، ان پڑھ ہو تو بھی کوئی بات نہیں مگر شریف ہو، خواہش مند حضرات رابطہ کر سکتے ہیں۔ لڑکی خود رابطہ کرنا چاہے تو کر سکتی ہے۔ (الطاف حسین ناز۔ گولڑہ سید محمود شاہ، جھنڈیر شاخ، ڈاک خانہ سید محمود شاہ کوڈ نمبر 00287، ضلع نصیر آباد)

☆.. مجھے اپنی چھوٹی بہن کے لئے ایک عدد رشتہ درکار ہے۔ میری بہن میٹرک پاس ہے جو بیوٹی پارلر کا کام کرتی ہے اور اچھے خاصے پیسے کما لیتی ہے۔ قد تقریباً چار فٹ نو انچ، رنگ گندمی، نین نقش خوبصورت، قوم آرائیں۔ لڑکا شریف ہو کسی قسم کا نشہ وغیرہ نہ کرتا ہو، کوئی بری عادت نہ رکھتا ہو، لڑکا کم از کم ایف اے پاس ہونا چاہئے اور اپنی ازدواجی ذمہ داریوں کو سمجھتا ہو۔ لڑکا سرکاری ملازم ہو یا اس کا اپنا کاروبار ہو۔ آرائیں فیملی سے تعلق ہونا ضروری ہے۔ خواہشمند حضرات یا والدین رابطہ کریں۔
(شاہین ذوالفقار۔ لاہور)

○

دُکھ درد ہمارے

"دکھ درد ہمارے" کالم کے لئے جو قارئین بھی اپنا دکھ شائع کرانا چاہتے ہیں وہ اپنے دکھ لکھ کر ہمراہ اپنے شناختی کارڈز کی کاپی بھی ارسال کریں۔ "دکھ درد ہمارے" کالم کے لئے جن قارئین کے شناختی کارڈز کی کاپی ہمراہ نہیں آئے گی ان کو "دکھ درد ہمارے" کالم میں جگہ نہیں دی جائے گی۔ ایسے تمام قارئین کے آئے ہوئے خطوط ضائع

☆ ..... میں اپنا دکھ کس کو جا کے سناؤں مجھے آج اپنے آپ پر بہت دکھ ہو رہا ہے کہ میں اتنا عرصہ R کو دھوکہ دیتا رہا، اس سے جھوٹ بولتا رہا اس کے اعتماد کو ٹھیس پہنچاتا رہا۔ آج مجھے شدت سے احساس ہو رہا ہے کہ مجھے اس کو دھوکہ نہیں دینا چاہئے تھا وہ مجھ سے دل سے سچا پیار کرتی تھی کرتی ہے اور کرتی رہے گی میں R سے بس اتنا کہوں گا کہ R پیار کرنے والوں کا دل بہت بڑا ہوتا ہے وہ اپنے پیار کو معاف کر دیتے ہیں اور خدا معاف کرنے والوں کو اپنا دوست بناتا ہے۔ R اگر تم مجھے اس قابل سمجھو تو مجھے معاف کر دو اور مجھے پتہ ہے تم پہ اعتماد ہے کہ تم مجھے معاف بھی کر دو گی کیونکہ تمہارا بہت بڑا دل ہے R میں اب صرف تمہارا ہوں اور تم میری ہو پلیز اب مجھے معاف کر بھی دو اور پلیز اب مجھ سے لڑائی نہ کیا کرو۔ (ایم اشفاق بٹ۔ لالہ موسیٰ)

☆ ..... جب سے آنسو میرے مقدر ہو گئے نفرتیں دل معصوم پر نشتر بن کر انسٹ اور گہرے گھاؤ لگانے لگیں میری وفا کا آنگن محبت کے درد سے بے خبر ان حسین چہروں اور شوخ چنچل مزاجوں کا مسکن بن گیا۔ نوع انساں کی فرض شناسی آوارگی کے سانچوں میں ڈھل گئی۔ میرا پیار ایک آہنی اور فولادی دیوار بنتے بنتے ریت اور کانچ کو تخلیق کر گیا۔ دل کے شیشوں کا مسیحا جب کوئی نہ رہا۔ الفت کا انداز جب میرے چاہنے والوں کو انتہائے عشق کی جانب گامزن کرنے کی بجائے فنائے جذبات کی پستی کے مقام پر لے گیا، ہم کچی محبت کی چاہ میں اب بھی سرگرداں ہیں۔ جب مغربی ثقافت کی یلغار ہمیں اپنے ہی ارمانوں کے اشکوں میں ڈبو رہی ہے۔ کاش اے کاش! کسی کے پاس تو محبت ہیرے کی مانند ہوتی کاش کسی کو تو محبت اس مقام پر لے جاتی۔ جہاں اس کی ہوا بھی نہ پہنچ پاتی جب ہم اپنائیت سے ساگر میں غوطہ زن نہ ہو سکیں تو تب تنہائیوں کا زہر ہمارا نصیب ہو گا۔ کسی کی نظر تو ایسی ہو جو ہمیں اپنے وجود میں پیوست کر لے اگر نہیں تو پھر یہ خلش یہ دھوپ کا سفر یہ ہجر کے طوفانوں کا قہر یہ ہماری شفاف سوچوں کو جلتی ہوئی فرسودہ رسمیں مجھے اور مجھ جیسے کروڑوں محبت کے پیاسوں کو لقمہ اجل کے منہ میں لے جائیں گی۔ "تلاش زیست اور راہ محبت کے فیصلے ہمارے معلوم نہ تھا یہی ہوں گے دکھ درد ہمارے"۔ (محمد خاں انجم۔ سوہیا پیور)

☆ آدمی سوچتا کچھ ہے اور قدرت کچھ اور کرتی ہے۔ دکھ درد بھی انسانی زندگی کا ایک حصہ ہیں۔ میرے دکھ میرے ساتھ ہوتے ہیں تو مجھے ایک عجیب سی خوشی محسوس ہوتی ہے۔ اب تو میں نے دکھوں کو ہی اپنا دوست سمجھ لیا ہے۔ میں نے زندگی میں اتنے دکھ دیکھے ہیں کہ اب ان کا درد بھی مجھے سکون دیتا ہے۔ ایک کے بعد ایک دکھ میری زندگی میں آتا ہے اور میں بہت خوش ہوتا کہ اللہ نے مجھے ایک اور دکھ دے کر مجھے یہ بتایا ہے کہ میں تم سے ناراض نہیں ہوں۔ دکھ سہنا بھی ایک فن ہے لہٰذا یہ فن میں نے سیکھ لیا ہے اپنے دکھوں سے۔ (محمد سرفراز نشتر۔ سرور آباد)

■

گلدستہ

اصلی دولت

○ علم، صحت اور دولت یہ تین دولتیں ایسی ہیں جو انسان کے پاس ہوں تو پھر اسے کسی دولت کی ضرورت نہیں رہتی۔ دین و دنیا کی تمام دولتیں اور نعمتیں ان تین چیزوں سے حاصل ہو سکتی ہیں۔ وہ انسان بڑے اچھے ہیں جن کو یہ تینوں چیزیں حاصل ہیں ان کو حاصل کرنے کی کوشش کرو باقی چیزیں تمہیں خود مل جائیں گی۔

بیوی ہو تو ایسی

○ اتنی موٹی نہ ہو کہ ممتا کی ماری لگے۔

○ اتنی پتلی نہ ہو کہ ہوا کے جھونکے سے گر جائے۔

○ اتنی لمبی نہ ہو کہ شوہر خود بر خوردار نظر آئے۔

○ اتنی چھوٹی نہ ہو کہ انگلی پکڑ کر چلانا پڑے۔

○ اتنی پڑھی لکھی نہ ہو کہ سیاست پر طبع آزمائی شروع کر دے۔

○ اتنی کم پڑھی نہ ہو کہ تار کے آنے پر رونے بیٹھ جائے۔

○ ایسی ہو کہ کم از کم ٹائی کی گرہ لگا سکے مگر جیبوں کی تلاشی لینے کی عادی نہ ہو۔

☆ ..... امجد علی بجار روکی۔ تربت

سنہری باتیں

○ غم کو برا نہ کہو کیونکہ اس کے بعد جو خوشی ملے گی اس کا تم اندازہ نہیں کر سکتے بلکہ تمہیں یہ کتنی خوشی دے گی۔

○ تم اللہ تعالیٰ کے ذکر میں دل لگا لو سکون و اطمینان تم سے دل لگا لیں گے۔

○ دنیا میں جینے کے لئے مسکراؤ کیونکہ دنیا ہنسنے والوں کا ساتھ دیتی ہے اور رونے والوں کو چھوڑ دیتی ہے۔

○ کسی کا دل نہ دکھاؤ ہو سکتا ہے وہی آنسو تمہارے لئے عذاب بن جائیں۔

○ اس دنیا میں اپنا دن اس طرح گزارو کہ یہ تمہارا اس دنیا میں آخری دن ہے۔

○ اپنے دل کی حالت کبھی نہ گرنے دو لوگ تو گرے ہوئے مکان کی اینٹیں بھی لے جاتے ہیں۔

○ انسان پہاڑ سے گر کر کھڑا ہو سکتا ہے لیکن کسی کی نظروں سے گر کر دوبارہ پہلے والا مقام حاصل نہیں کر سکتا۔

○ جب کوئی آدمی اکیلا ہو تو اپنے خیال کو قابو میں رکھے اور جب مجلس میں ہو تو اپنی زبان کو قابو میں رکھے۔

○ ایسے پھول مت چنو جو کسی کی ہنستی مسکراتی زندگی کو اجاڑ دیں۔

☆ ..... گلشن شہزادی۔ شاہ کوٹ

زندگی

اے میری زندگی میری جان سے پیاری میں ہر وقت تیری یاد میں جلتا ہوں، ہر وقت تجھے دیکھنے کو ترستا ہوں، تیرے بغیر میں کچھ بھی نہیں ہوں تو ہی میری زندگی ہے، میں تو تیرے قدموں کی خاک ہوں۔ اے میری زندگی میں تیری یاد میں ہر وقت روتا ہوں تیرے بغیر دنیا کچھ بھی نہیں ہے، تو ہی میرا سب کچھ ہے۔ جانو! ہم کو کبھی بھولنا نہیں ورنہ ہم تیرے بغیر مر جائیں گے۔

☆ ..... محمد جنید جانی۔ پشاور

محبت

عزیز و محترم میرے پیارے پیارے دوستو! آج ہم لوگ محبت کو بھول چکے ہیں محبت کے معنی تک بھول چکے ہیں۔ یہاں محبت تو لوگ کرتے ہیں مگر محبت نہیں محبت کو رسوا کرتے ہیں۔ محبت کی میت اٹھاتے ہیں۔ محبت کو رسوا کر کے سر بازار سجاتے ہیں۔ محبت کیا ہے؟ محبت

سنت ہے۔ محبت تو ہمارے رسولؐ نے بھی کی ہے۔ خدا سے اپنی امت سے اور محبت عبادت ہے، وہ دل نہیں جس میں محبت نہیں محبت چین و سکون ہے۔ محبت زندگی کی راحت ہے۔ آج کی محبت پہ اک نظر ڈالوں، محبت تو خدا یاد نہیں محبت ہے تو سکون نہیں۔ آغاز محبت میں روٹھنا منانا یہ سب ناکام محبت کی نشانی ہیں۔ اس کے بعد کا سفر دیکھو یا تو محبت جسمانی نکلتی ہے یا بے وفا، آخر کیوں؟ میرے کہنے کا مقصد یہ ہے خدا کے واسطے یہ سب نہ کرو کسی کو جھوٹی محبت کے جال میں پھنسا کر تا عمر رلاتے رہنا کوئی اچھی بات نہیں ہے لیکن "محبت کرو پکی اور سچی"۔

☆...... مدین محمد بگٹی - کراچی

ثنائی گلدستہ

جنت مہربان ہوگی

○ جنت پانچ آدمیوں پہ مہربان ہے۔

○ قرآن پڑھنے والے پر

○ زبان کو فضول باتوں سے روکنے والے پر

○ بھوکے کو کھانا دینے والے پر

○ دوسروں کی مدد کرنے والوں پر

○ اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود بھیجنے والے پر۔

گھریلو ٹوٹکے

○ جلد کی حفاظت: سب سے پہلے یہ معلوم کریں کہ جلد خشک ہے یا چکنی۔ یہ معلوم کرنے کے لئے رات کو صابن سے منہ دھو کر سو جائیں صبح اٹھ کر چہرے کو روئی سے صاف کریں۔ پہلے ناک اور ٹھوڑی صاف کریں اگر چکنائی آئے تو ظاہر ہے جلد چکنی ہے۔ چکنی جلد والے حضرات کو دانے کیل مہاسے وغیرہ کی شکایت زیادہ رہتی ہے اس لئے انہیں چاہئے دن میں دو سے تین بار صابن سے منہ دھوئیں۔ تلی چیزوں کا استعمال کم کریں۔ پھل وغیرہ زیادہ استعمال کریں۔ انڈے کی زردی میں سنگترے کا جوس ملا کر چہرے پر لگائیں اس سے دانے وغیرہ ختم ہو جاتے ہیں۔ انڈے کی سفیدی پھینٹ کر چہرے پر لگائیں۔ پندرہ منٹ بعد منہ دھو لیں چکنائی دور ہو جائے گی۔ خشک جلد: اگر جلد خشک ہے تو صابن کم استعمال کریں۔ سفید گلیسرین میں گلاب کا عرق ملا کر لیموں کے دو سے تین قطرے ملا کر لگانے سے خشکی ختم ہو جاتی ہے اور جلد تازہ تازہ اور چمکدار نظر آتی ہے۔ ہماری جلد بہت نازک ہوتی ہے ہمیں اس پر خاص توجہ دینی چاہئے۔ کسی پارلر پہ جانے کے بجائے گھر میں محنت کریں اور کھانے پینے کا خاص خیال رکھیں۔

پھل اور ہماری صحت

کھجور: پھلوں میں سب سے زیادہ مٹھاس کھجور میں ہوتی ہے۔ کھجور جسم کو طاقتور اور مضبوط بناتی ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کھجور کو جنت کا میوہ کہا ہے۔ آپ نے فرمایا۔ جو شخص کھجور کے سات دانے کھالے گا اس پر اس دن کوئی زہر اثر نہیں کرے گا۔ کھجور کھانے سے انسان دل کی بیماریوں سے بچا رہتا ہے۔ نہار منہ کھجور کھانے سے انسان کے پیٹ کے کیڑے مر جاتے ہیں۔ مسلسل کھانے سے دبلا پن دور ہو جاتا ہے۔ یہ خون کو بڑھاتی ہے اور رنگت کو سرخ و سفید کرتی ہے۔ یہ سینہ کے امراض کو بہت فائدہ دیتی ہے۔

☆ ثناء ملو لور عرف شوش - بہاولنگر

مہمان

جو لوگ اللہ پر اور آخرت پر ایمان رکھتے ہیں تو انہیں چاہئے کہ اپنے مہمان کی خاطر کریں۔ پہلا دن انعام و عطیہ کا دن ہے جس میں مہمان کو عمدہ سے عمدہ کھانا کھلانا چاہئے اور مہمانی تین دن تک ہے۔ چالیس سال سے میں نے روٹی وغیرہ کچھ نہیں پکائی البتہ مہمانوں کے واسطے اور میں اس میں طفیلی رہا ہوں۔ مہمان کے ساتھ تکلف نہ کرو ورنہ مہمان رکھنے کو دشمن رکھو گے۔ جو مہمان خود آ جائے اس کے لئے تکلف نہ کر اور جس کو تو خود بلائے اس کے لئے تکلف میں کچھ اٹھا نہ رکھ۔ غریب مہمان آ جائے تو قرض لے کر بھی تکلف کر۔ مہمان کے روبرو تھوڑا کھانا رکھنا بے مروتی ہے اور حد سے زیادہ رکھنا تکبر ہے۔ مہمان کے آگے کھانا رکھنے سے پہلے اہل وعیال کا حصہ نکال لیں۔ مہمان اللہ تعالیٰ کی رحمت ہوتی ہے۔

☆... محمد لقمان اعوان - سریا نوالہ

عارف گلدستہ

عورت

عورت وفا ایثار نیکی اور محبت مروت کا درس ہوتی ہے۔ محبت جو مرد کی زندگی کا ایک واقعہ ہوتا ہے وہ عورت کی زندگی کی ایک مکمل داستان ہوتی ہے۔ عورت سے بے نیاز ہو کر زندگی بسر کرنا ایک ایسا جرم ہے جسے فطرت کبھی معاف نہیں کرتی۔ عورت فرشتوں اور انسانوں کی درمیانی مخلوق ہے۔ عورت کی زبان اس کی تلوار ہے اور وہ کبھی اسے زنگ آلود نہیں ہونے دیتی۔ عورت دنیا کا بہترین سرمایہ ہے۔ عورت قدرت کا بہترین عطیہ ہے۔ عورت مرد سے زیادہ ذہین ہے۔

بہترین فقرات

کسی انسان سے ملو تو اتنے پرخلوص انداز سے ملو کہ تمہاری یاد اس کے دل پر انمٹ نقوش چھوڑ دے۔ کوشش اور ہمت سے انسان مشکلات پر قابو پا لیتا ہے۔ محنت انسان کو عظمت کا درس دیتی ہے۔ انسان کا سب سے بڑا دشمن اس کا اپنا نفس ہے۔ دل میں محنت کا جذبہ ہو تو انسان کو کبھی ناکامی نہیں ہوتی۔ پودے کی خوبصورتی پھول اور انسان کی خوبصورت اس کا اخلاق ہے۔ انسان خود ہنسے یا نہ ہنسے دوسروں کے آنسو ضرور پونچھے۔

☆ ...... محمد عارف - مانسہرہ

درود پاک کی برکتیں

○ درود پاک پڑھنے والے کو نہ قبر میں مٹی کھاتی اور نہ کیڑے مکوڑے۔

○ درود پاک جنت کا راستہ ہے۔

○ درود پاک کی برکت سے مال و دولت میں اضافہ ہوتا ہے۔

○ درود پاک تنگ دستی کو دور کرتا ہے۔

○ درود پاک پڑھنے والے کی دعا قبول ہوتی ہے۔

○ درود پاک پڑھنے سے عمر میں اضافہ ہوتا ہے۔

○ درود پاک کی برکت سے ہر مرض کا علاج ہوتا ہے۔

○ درود پاک کثرت سے پڑھنے سے گناہ معاف ہوتے ہیں اور درجات بلند ہوتے ہیں۔

○ درود پاک پڑھنے والے کو حضور اکرمؐ کی خوشنودی حاصل ہوتی ہے۔

○ درود پاک دونوں جہانوں میں کامیابی اور کامرانی کی کنجی ہے۔

○ درود پاک کی وجہ سے عبادت کی قبولیت ہوتی ہے۔

○ کثرت سے درود پاک پڑھنے سے اللہ تعالیٰ اور نبی اکرمؐ کی خوشنودی حاصل ہوتی ہے۔

☆ ...... مجاہد حسین - منھن کوٹ

گناہوں سے پردہ نہ اٹھاؤ

ایک دن حضرت موسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ سے ہم کلام ہونے کے لئے کوہ طور پر جا رہے تھے کہ ان کو راستے میں ایک عورت ملی اور اس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ اے موسیٰ (علیہ السلام) آج جب آپ اللہ سے ہم کلام ہوں گے تو میرے بارے میں بھی پوچھنا کہ آخرت میں میرا ٹھکانا کیا ہے یعنی کہ میں جہنمی ہوں کہ جنتی۔ آپ چلے گئے اللہ سے ہم کلام ہوئے اور آخر میں اس عورت کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے پوچھا تو اللہ رب العزت نے جواب دیا کہ اس عورت کو خوشخبری سنا دو کہ اس کا ٹھکانا ابھی تک جنت ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کوہ طور سے واپس آئے تو عورت نے پوچھا کہ میرے بارے میں اللہ نے کیا فرمایا تو آپ نے اس عورت کو بتا دیا کہ آخرت میں تیرا ٹھکانا جنت ہے۔ اس بات پہ وہ عورت حیران ہو گئی اور حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ اے موسیٰ (علیہ السلام) اب کی بار اللہ سے پوچھنا کہ میرا ٹھکانا جنت کیسے ہو سکتا ہے کیونکہ میں تو بہت گناہگار ہوں یہاں تک کہ میں اپنے سگے بیٹے کے ساتھ زنا کرتی ہوں۔ دوسرے دن پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے اس عورت کے بارے میں پوچھا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے موسیٰ (علیہ السلام) اس عورت کو بتا دو کہ اب تیرا ٹھکانا جہنم ہے اس پر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا

کہ یااللہ یہ کیا ماجرا ہے۔ کل اس عورت کا ٹھکانا جنت میں تھا اور آج وہ دوزخی ہوگئی ہے تو اللہ نے فرمایا۔ اس سے پہلے وہ جو گناہ کرتی رہی اور اپنے بیٹے کے ساتھ زنا کرتی رہی ان گناہوں کا علم صرف مجھے تھا مگر اب تیرے گناہوں کا علم موسیٰ کو ہو گیا۔ تمہارے گناہوں کا ایک گواہ بن گیا پہلے تیرا گناہ تیرے اور میرے درمیان تھا میں نے پردہ ڈالے رکھا اور اب تم نے وہ پردہ اٹھا دیا اس لئے اب تمہارا ٹھکانہ جہنم ہے۔

☆... مدثر سعید تبسم-فتح جنگ

دکھ

دکھ بھی ہمیشہ ساتھ ساتھ لگ کے پھرتے رہتے ہیں ذرا ان کا ذکر چھیڑو، ان کی بات کرو، ان کا نام لو تو آموجود ہوتے ہیں۔ ان کے قریب بھی کوئی اور کب ہوتا ہے جو بہت پاس ہوتے ہیں۔ وہ بھی اکثر کھو جاتے ہیں، روٹھ جاتے ہیں اور پیچھے بس دکھ رہ جاتے ہیں محبتوں، رفاقتوں کا حاصل، ان کی اخیر یہ دکھ ہی تو ہوتے ہیں۔ شاید اس دنیا کا سب سے پکا، سب سے مضبوط، سب سے جاندار رشتہ انہی دکھوں سے ہوتا ہے۔ پھر جن کے دکھوں کا پتہ نہ ہو ان کو دلاسہ دینا کتنا مشکل ہوتا ہے۔ کوئی اگر دکھ پہ رو پڑے تو اسے بندہ آسرا دے لیتا ہے اور جو صرف دکھ کی بات کریں، اداس ہو جائیں، ان کو بندہ کیسے تسلی دے۔

☆... عابد محمود-مکھہ پانس

مہکتے پھول

○ گناہوں کی عادت چھڑوانے کے لئے "یَامُؤمِنُ" ایک سو گیارہ مرتبہ روزانہ پابندی کے ساتھ سوتے ہوئے پڑھے۔ ان شاء اللہ گناہوں کی عادت چھوٹ جائے گی۔

○ دنیا کی محبت سے نجات کے لئے "اَلْقَہَّارُ" کو 313 مرتبہ پڑھے دنیا کی محبت دور ہو جائے گی۔

○ ڈراؤنے خواب سے بچنے کے لئے "یَامُتَکَبِّرُ" کا ورد کرے ڈراؤنے خوابوں سے نجات مل جائے گی۔

○ اگر عبادت میں دل نہ لگتا ہو تو "یَااَللّٰہُ یَاغَفَّارُ یَاقَادِرُ" کو 121 مرتبہ پڑھے اوّل و آخر گیارہ مرتبہ درود پاک کے ساتھ۔ ان شاء اللہ عبادت میں دل لگ جائے گا۔

○ دوزخ سے حفاظت کے لئے جو شخص فجر و عصر کے بعد سات سات مرتبہ اس دعا کو پڑھ لے تو دوزخ اللہ تعالیٰ سے دعا کرتی ہے کہ اللہ مجھے اس شخص سے بچا "اَللّٰہُمَّ اَجِرْنِیْ مِنَ النَّارِ"۔

☆..... عصمت-جھنوال

دلچسپ ایس ایم ایس

○ "ہم دوستی میں صورت کو نہیں سیرت کو دیکھتے ہیں فراز"..... تبھی تو میرے سارے دوست دیکھنے چیچے سے ہیں۔

○ "کچھ اس لئے بھی دوستوں سے رابطہ کم رکھتا ہوں فراز"..... جو ملتا ہے کہتا ہے یار گرمی بہت ہے بوتل تو پلاؤ۔ لو دس سو سورج تو اس آگ میں لائی اے۔

○ میری شادی میں تم ضرور آنا، تیار ہو کے نہ آنا اور پلیٹیں صاف کرتے بیٹھ جانا، اے جانِ جاناں میری شادی میں تم ضرور آنا۔

○ نئے نئے شکاری نے مرغابی کو نشانہ بنایا ہر بار ہی نشانہ چوک جاتا۔ چار پانچ بار ایسا ہوا تو مرغابی خود اڑ کر شکاری کے پاس آئی اور اپنے پروں میں سے پچاس روپے کا نوٹ نکال کر اسے دیتے ہوئے کہا: "برخوردار! یہ لو پچاس روپے بازار سے کچھ لے کر کھا لینا"۔

☆. پرنس افضل شاہین-بہاولنگر

مختاجی اور غربت

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا محتاجی اور غربت سات چیزوں سے آتی ہے۔

○ جلدی جلدی نماز پڑھنے سے۔

○ کھڑے ہو کر پانی پینے سے۔

○ منہ سے چراغ بجھانے سے۔

○ آستین یا دامن سے منہ صاف کرنے سے۔

○ عصر کے بعد گھر میں جھاڑو دینے سے۔

○ دانتوں سے ناخن توڑنے سے۔

○ فجر کی نماز کے بعد فوراً سونے سے۔

☆... نثار احمد حسرت-نور جمال

ذرا سا مسکرائیے

○ خواجہ حسن نظامی کی چٹکی: ایک انگریز نے حضرت حسن نظامی سے پوچھا۔ سارے انگریزوں کا رنگ ایک سا ہوتا ہے لیکن پتہ نہیں کیوں ہمارے ہندوستانیوں کا رنگ ایک سا نہیں ہوتا۔ خواجہ حسن نظامی نے جواب دیا۔ گھوڑے کے رنگ مختلف ہوتے ہیں لیکن سارے گدھوں کا رنگ ایک سا ہوتا ہے۔

○ تمہارا چہرہ چھوٹا دکھائی دے رہا ہے۔ شاعر اشرف بخاری سے ایک دوست نے کہا۔ چہرہ اتنا ہی ہے حجامت کرائی تھی سر چھوٹی بحر میں آ گیا ہے۔ اشرف نے جواب دیا۔

○ مشہور شاعر اختر شیرانی ایک جوتوں کی دکان میں جوتا خریدنے پہنچے۔ دکاندار نے ان کے سامنے جوتوں کا ڈھیر لگا دیا۔ اختر شیرانی نے ایک ایک جوڑا دیکھا مگر کوئی جوڑا پسند نہیں آیا، قیمتوں پر بھی انہیں اعتراض تھا۔ دکاندار طنزیہ لہجے میں بولا۔ اتنے جوتے پڑے ہیں آپ اب بھی مطمئن نہیں ہوئے۔ اختر شیرانی ایک جوڑا پہنتے ہوئے بولے۔ "بارہ روپے لیتے ہو یا اتاروں جوتا"۔

☆..... محمد آفتاب شاد-میلسی

دست مبارک کی خوشبو

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جس شخص سے بھی مصافحہ فرماتے اس شخص کے ہاتھ سے سارا دن خوشبو آتی رہتی تھی اور جس بچے کے سر پر آپ دست مبارک رکھ دیتے تو وہ بچہ خوشبو میں دوسرے بچوں سے ممتاز ہو جاتا۔ اسی حوالے سے حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ میں نے حضور (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے ساتھ ظہر کی نماز پڑھی پھر آپ اپنے اہلِ خانہ کی طرف نکلے، میں بھی آپ کے ساتھ نکلا۔ بچے آپ کے سامنے آئے تو آپ ان میں سے ہر ایک کے رخسار کو اپنے دست مبارک سے مس فرمانے لگے۔ میرے رخسار کو بھی آپ نے مس فرمایا۔ پس میں نے آپ کے دست مبارک کی ٹھنڈک یا خوشبو ایسی پائی کہ گویا آپ نے اپنا دست مبارک اقدس عطار کے صندوقچے سے نکالا تھا۔

☆ .... مقبول احمد ساغر- چک 14/68

چاہت

چاہت کا صرف ایک اصول ہے انسان یا تو ٹوٹ کر چاہتا ہے یا ٹوٹ جاتا ہے۔ جب ٹوٹ کے چاہے تو دنیا سمیٹ لیتا ہے اور جب چاہت میں ٹوٹ جاتا ہے تو بکھر جاتا ہے۔ ٹوٹ کے چاہے تو موت کو ہرا دیتا ہے اور چاہت میں ٹوٹ جائے تو زندگی سے ہار جاتا ہے۔

☆ جنید اقبال-اٹک

صفدر کی گلدستہ

صدقہ

○ ایک حدیث میں ہے کہ روزانہ جب طلوع آفتاب ہوتا ہے تو آدمی کے ہر جوڑ کے بدلے میں ایک صدقہ ہے۔ دو آدمیوں کے درمیان انصاف کرو یہ صدقہ ہے۔ کسی شخص کی سواری پر سوار ہونے پر مدد کرو یہ بھی صدقہ ہے۔ کلمہ طیبہ پڑھنا بھی صدقہ ہے۔ ہر وہ قدم جو نماز کے لئے ہو وہ بھی صدقہ ہے۔ راستے سے تکلیف دینے والی چیز ہٹا دو یہ بھی صدقہ ہے۔ (جامع الصغیر)

○ ایک اور حدیث میں ہے کہ جو نماز کے لئے چاشت کی دو رکعت نفل سب کے تمام گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ (مشکوٰۃ)

باتیں یاد رکھنے کی

○ داعی اگر خود یقین سے محروم ہو تو دعوت میں تاثیر نہیں رہتی۔

○ بالکل غلط سے تقریباً درست ہونا بہتر ہے۔

○ دنیا دو قسمت دو گھڑی بہنیں ہیں جن سے بیک وقت نکاح جائز نہیں۔

○ بہترین شکر یہ ہے کہ انسان خود کو ادائیگی شکر سے عاجز تصور کرے۔

○ آگے بڑھنے کے لئے جو چیز سب سے زیادہ ضروری ہے وہ ہے چلنا۔

☆.... محمد صفدر دکھی-کراچی

:::*:::

میری زندگی کی ڈائری

رضا کی ڈائری ایم کے نام

دل کا رشتہ بڑا ہی پیارا ہے ..... کتنا پاگل یہ دل ہمارا ہے ..... کتنا خوبصورت رشتہ ہوتا ہے ..... یہ دل جب کسی دل کے ساتھ مل جاتا ہے ..... تو پھر دل پر ..... عجیب قسم کا سرور ملتا ہے ..... ان دونوں دلوں پر بہاریں اندآتی ہیں ..... جو دو دل مل جائیں! ..... دل کیسے کام کرتا ..... لیتا ہے ..... دل ایک طرف سے تو کتنا پاگل لگتا ہے ..... لیکن ایک طرف سے کتنا خوبصورت لگتا ہے ..... ایسے لگتا ہے اگر دل جو دل سے نہ ..... ملا تو کیا ہوگا ..... اگر مل گئے دو دل تو کیسا مزہ آئے گا ..... لیکن جب ان دو دلوں پر خزاں آجاتی ہے ..... تو پھر جیسے ..... کہ وہ دونوں دل مرجاتے ہیں ..... ہاں مرجاتے ہیں ..... وہ کتنا پیارا موسم ہوتا ہے جب ..... شاخوں پہ پھول کھلتے ہیں ..... وہ کیسا خوبصورت موسم ہوتا ہے جب پھولوں ..... پہ بہار آتی ہے ..... وہ کیسا پیارا موسم ہے ..... جب پھول اپنی مست دھند میں ہوتے ہیں ..... لیکن جب خزاں آتی ہے ..... تو پھول مرجھا جاتے ہیں ..... وہ بھی ..... شاخوں سے ناراض ہو جاتے ہیں ..... اس طرح دو دل ہیں ..... دل پر خزاں بھی آتی ہے اور بہار بھی آتی ہے ..... لیکن بہار کم وقت ..... اور ..... خزاں زیادہ وقت ..... کیوں کہ یہ انسان کی ہی ..... قسمت ہوتی ہے ..... اے کاش! یہ سب کچھ میری جان M تو جان جائے ..... ان دلوں کو ..... کہ ان کی خوشی کے لئے ..... کیا کرنا چاہیے!

☆ .... حسن رضا۔رکن تنی

جانی کی ڈائری سے پسندیدہ غزل

مجھے اپنی زندگی کی ڈائری میں یہ غزل بہت پسند ہے:

زندگی رخ بدل گئی ہوتی
کاش تو مجھ کو مل گئی ہوتی
زندگی کو گلے لگا لیتا
یہ تمنا نکل گئی ہوتی
کاش! تو مجھ کو مل گئی ہوتی
خواب پلکوں پہ میں سجا لیتا
تجھ کو سینے سے میں لگا لیتا
اپنے دل کے اندر بسا لیتا
میری قسمت بدل گئی ہوتی
کاش! تو مجھ کو مل گئی ہوتی
بے وفا تو نے دل کو توڑ دیا
دو قدم چل کے ساتھ چھوڑ دیا
اپنی منزل کا رخ ہی موڑ دیا
دو قدم ساتھ چل گئی ہوتی
کاش! تو مجھ کو مل گئی ہوتی
آہ نکلے گی ہونٹ سی لوں گا
جس طرح ہو سکے جی لوں گا
زہر بھی ہنستے ہنستے پی لوں گا
غم کی ہر دھوپ ڈھل گئی ہوتی
کاش! تو مجھ کو مل گئی ہوتی
اب تیرے غم کو دل میں پالوں گا
ہاں جدائی کا زخم کھا لوں گا
موت کو بھی گلے لگا لوں گا
موت بھی آ کے ٹل گئی ہوتی
کاش! تو مجھ کو مل گئی ہوتی

☆ .... محمد جنید جانی۔پشاور

امداد علی کی ڈائری اپنے ہمدرد کے نام

امداد علی کی برباد زندگی میں جہاں مجھے تین لڑکیوں نے برباد کیا تو ایک اچھا دوست بھی ملا جو کہ میرے ساتھ ہی رہتا ہے، فیضان احمد ہری پور والا۔ اپنے پیارے دوست کے لئے یہ احمد فراز صاحب کے چند اشعار امید ہے کہ ضرور پسند آئیں گے۔

مجھ سے گریز پا ہے تو ہر راستہ بدل
میں سنگ راہ ہوں تو سبھی راستوں میں ہوں
مجھ سے بچھڑ کے تو بھی تو روئے گا عمر بھر

ابرار بلوچ کی ڈائری کا صفحہ

میری زندگی کی ڈائری ہر مہینے کے رسالے میں آپ قارئین کی نظر ہوتی آرہی اور ان شاء اللہ جب تک زندگی رہی میں اپنی زندگی کے ہر بدلتے ہوئے اوقات اپنے ڈائری میں اور جواب عرض کے ذریعے آپ پیارے قارئین کی نظر کرتا رہوں گا۔ بظاہر تو میں اپنی زندگی میں بے حد خوش ہوں اپنے ماحول اپنے علاقے کی آب و ہوا اور اپنے اچھے اچھے دوستوں کے ساتھ کبھی بھی اداسی محسوس نہ ہو اور میں اللہ کا بہت بہت شکرگزار ہوں کہ جس نے مجھے ایسی انمول زندگی عطا فرمائی۔ باقی دکھ درد، خوشی غمی وہ تو ہر ایک کی زندگی میں آتے جاتے ہیں۔ کسی کا نصیب دکھوں میں لکھا ہوا ہوتا ہے اور کسی کا خوشیوں میں اور اسی طرح ہمیں بھی ہر طرح کی حالت کو سمیٹ کر چلنا ہوگا کیونکہ ہم انسان ہیں ہمارے ساتھ ہر طرح کے واقعات پیش آ سکتے ہیں۔

☆ عبدالوحید ابرار بلوچ۔آواران

ضیافت علی کی بھیجی گئی ڈائری

کیا کروں اس دل میں ارمان تو بہت ہیں پر اتنے وسائل نہیں ہیں جتنی اس دل کی خواہش ہے۔ ایک غریب ہونے کی وجہ سے کٹھن سی زندگی گزار رہا ہوں۔ نہ جانے کیوں میرا ساتھ سب چھوڑ دیتے ہیں جس کو اپنا سمجھتا ہوں جس کو اپنا دوست بناتا ہوں وہی میرے ساتھ دغا کرتا ہے، وہی میرا ساتھ چھوڑ دیتا ہے۔ مجھے دکھ اس بات کا ہے کہ آج تک کسی سے سچا پیار نہیں ملا۔ جس کی میرے دل میں خواہش تھی آج تک کسی اپنے نے ساتھ نہیں دیا تو غیروں سے کیا گلا کروں، شاید قسمت میں کچھ ایسا لکھا ہے اور اللہ تعالیٰ کو بھی یہ سب پسند ہے۔

☆ ..... ضیافت علی۔کوٹلی آزاد کشمیر

کالا باغ سے جواد کی ڈائری

ماہ اگست کے رسالے میں بھی میری ڈائری شائع ہوئی اس کے بعد میں یہ ڈائری قارئین کی نذر کر رہا ہوں۔ جب سے جواب عرض میں لکھنا شروع کیا تب سے کچھ سکون میں رہتا ہوں۔ جو بھی بات مجھے دکھ دے تو شاعری کے ذریعے دل سے نکال دیتا ہوں اس سے میرے غم میں کچھ کمی آجاتی ہے۔ دوست کوئی وفادار نہیں ملا، ہر دوست دکھ سن کر منہ موڑ جاتا ہے۔ جس سے دل کو اور بھی دکھ مل جاتے ہیں زندگی میں جو بھی خوشی کی گھڑی آتی ہے تو دل کو خوشی پھر بھی نہیں ملتی۔

☆ .... محمد افضل جواد۔کالا باغ

فیض کی ارسال کردہ ڈائری

میری جان تم سدا خوش و خرم رہا کرو۔ خدا کرے کہ تم تا قیامت سدا خوش و خرم اور سلامت رہو۔ جان تم میری قسمت میں ہی نہ تھی۔ جان میں تم سے گلے شکوے کیسے کروں اور کیوں کروں؟ کیونکہ جان تم بے وفا تو نہیں تھی، تم تو وفا کی مثال تھی، تم نے مجھ جیسے ادنیٰ انسان کو جینے کا راستہ دکھایا، مجھے منزل پہ منزل پہنچایا۔ جان جب تک تیرا ساتھ رہا اس وقت تک میں اپنے آپ کو دنیا کا سب سے اعلیٰ اور خوش قسمت انسان تصور کرتا رہا مگر جب سے جان تم نے وہ تعلق، وہی ساتھ ہی توڑ ڈالا تو میں اعلیٰ سے ایک کمتر، واقعی انسان بن گیا ہوں۔

☆ . فیض اللہ خٹک۔والکی محبت خیل

خلیل ملک کی اداس ڈائری

اپنی سانسوں کا تسلسل آنسوؤں کی جھڑیاں، یہ رنگین موسم، ادھورے خواب، سہانے پل ٹوٹے سپنے، بھیگی راتیں ..... یہ سب میں نے ساحل تمہارے نام لکھ دیئے ہیں۔ تمہیں دیکھنے کی تمنا، تمہیں چھونے کی خواہش میں میں نے اپنی ہستی کو کھو دیا ہے۔ تمہیں پانے کی امنگ نجانے کن انجان راستوں میں چھوڑ گئی کہ شاید اب تم کبھی بھی میری صدا نہیں سن پاؤ گی۔ جانتی ہو میری زندگی میں اب صرف تلخیاں ہی کیوں جمع ہیں کیونکہ میری آنکھیں پل پل تمہارا راستہ دیکھتی ہیں۔ میں نے تمہیں بڑی آرزو سے چاہا ہے، میری شاعری کا ہر حرف تمہاری ذات سے جاملتا ہے اور میری ڈائری کا ہر ورق تم پر ہی ختم ہوتا ہے۔ تم مجھ سے اور کیا چاہتی ہو؟ میں تم کو کیسے بتاؤں کہ سو قسم کے وسوسے میرے دل کو لاحق رہتے ہیں۔ کتنے ہی

خدشے رات بھر میری آنکھوں میں آہٹیں دیتے رہتے ہیں، محبت کے بھرم کی چادر بنتے بنتے میں خود اندر سے ادھڑ چکا ہوں۔ ایک لمحے کی محبت کی طلب میں میں نے اپنی ساری عمر گنوا دی۔

☆ شکیل احمد ملک۔ شیدانی شریف

ساگر کی حسرت بھری ڈائری

زندگی بھی عجیب کھیل کھیلتی ہے، محبت بھی اسی سے ہوتی ہے جو ہمیں مل نہیں سکتا اور ہم اسے پانے کے لئے ہمیشہ تڑپتے رہتے ہیں اور ایسے ہی زندگی ختم ہو جاتی ہے لیکن ایک حسرت پھر بھی دل میں رہتی ہے کہ کاش مجھے پیار نہ ہوا ہوتا اور اگر ہونا ہی تھا تو اس سے ہوتا جو قسمت میں ہے لیکن پیار تو ہو جاتا ہے یہ نہیں دیکھتا کہ کون قسمت میں ہے کون نہیں۔ میرے ساتھ بھی ایسا ہی ہوا ہے مجھے پیار بھی ہوا تو کسی ایسے جو میرے لئے تھی ہی نہیں لیکن پھر بھی اسی پیار کے سہارے زندگی گزار رہا ہوں۔ کاش وہ مجھے مل جاتی۔

☆ .... ملک افضل ساگر۔ صفدر آباد

جنید جانی کی پُرشکوہ ڈائری

یہ پیار میں کیوں ہوتا ہے، کیوں کیوں کسی کو وفا کے بدلے وفا نہیں ملتی۔ کیوں کسی کو دعا کے بدلے دعا نہیں ملتی، کیوں کسی کو خوشی کے بدلے خوشی نہیں ملتی۔ یہ پیار میں کیوں ہوتا ہے، یہ پیار میں کیوں ہوتا ہے لوگ عشق میں کیا سے کیا ہو اٹھ گئے کبھی تو پھر جدا ہوئے بس خزاں ملی اس بہار میں عمر کٹ رہی انتظار میں کیوں کسی کو خوشی کے بدلے خوشی نہیں ملتی کیوں کسی کو وفا کے بدلے وفا نہیں ملتی۔ یہ پل ہیں ٹھہرا نہیں یادوں میں تو کوئی پہرا نہیں جب وہ ہے بھی زخم نہ بھرے ایسے حال میں سوچو کوئی کیا کرے کیوں کسی کو خوشی کے بدلے خوشی نہیں ملتی۔ پتہ نہیں کیوں محبت میں انسان کے ساتھ بھی معاملہ پیش آتا ہے؟

☆ .... محمد جنید جانی۔ اکبر پورہ

مبین نذر کی پُرسوچ ڈائری

کہاں سے شروع کروں کہاں یہ ختم کروں اب تو دل نہیں کرتا کسی کو اپنا حال سناؤں لیکن پھر بھی کب تک اپنے میں اسے چھپا رکھوں۔ کوئی یہاں اپنا نہیں سب مطلب پرست ہیں۔ محبت صرف دولت یا حسن سے کی جاتی ہے انسان کی اپنی کوئی اوقات نہیں اگر کسی کے پاس دولت ہے تو سب اس کے دوست ہیں۔ اگر مجھ جیسا غریب ہے تو اس کا کوئی دوست نہیں۔ کیوں غریب کے سینے میں دل نہیں، کیا اسے یہ حق حاصل نہیں کہ وہ بھی کسی کو پسند کرے، کسی کو اپنا حال دل سنائے؟ انسان سب ایک جیسے ہیں اگر کوئی حسن والا ہے تو مجھ ناچیز سے بات کرنا بھی گوارا نہیں کرتا۔ کیا وفا صرف حسن والے ہی کرتے، مجھ جیسے وفا کیوں نہیں کر سکتے؟ کرتے ہیں لیکن ان سے پیار کرنے والا کوئی نہیں۔ مجھ جیسے غریب اور کالے رنگ والے سے کون پیار کرے سب کی نظر سفید رنگ کے لوگوں پر ہے یا کوئی بہت زیادہ امیر ہے۔ بس یہ لوگ پیار کرتے ہیں ہم کو تو صرف دیکھنے یا محسوس کرنے کا حق حاصل ہے۔ ایسا کیوں ہے؟ ہمارے اندر دل نہیں، مجھ سے وفا کیوں نہیں کوئی کرتا بس اب جینے کی تمنا بھی ختم ہے۔ اب یہ دل دنیا سے اٹھ گیا ہے اب ہم کسی کو اپنا نہیں بنائیں گے نہ کسی سے وفا کرنے یا نہ کرنے کی شکایت کریں گے۔

☆ .... محمد مبین نذر۔ اسلام پورہ جبر

ایم شہزاد کی امید بھری ڈائری

میں اپنی زندگی کی ڈائری کہاں سے شروع کروں، زندگی میں غم ہی ملے اور خوشی بھی ہم لوگ خوشی کے موقع پر غم بھول جاتے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ اب زندگی میں کبھی کوئی غم نہیں آئے گا بلکہ خوشی میں بھی غم محسوس کرو اور غم میں خوشی کی امید رکھو کہ زندگی میں کبھی نہ کبھی تو غم آتے ہیں ساری عمر کے لئے نہیں اور کبھی نہ کبھی غم کے بعد ضرور خوشی ملے گی۔

☆ .... ایم شہزاد۔ تھامن بگے

میرے ہی دل کو مکیں لگا وہ شخص وہی
اور میں شہر بھر میں ڈھونڈتا رہا اسے کسی پاگل کی طرح

☆ ۔ مرسلہ: آرزو

میری زندگی کی ڈائری

آج پھر میں آپ کی یاد شدت آ رہی ہے اتنی یاد کہ آج سوچ بھی نہیں سکتی ہیں آپ کے بارے میں کیا کچھ لکھوں میرے پاس تو ایسے حروف بھی نہیں ہیں جو میں آپ کے لیے کچھ لکھ سکوں تمہارے لیے یہ محبت کے الفاظ بھی بے معنی سے ہیں کیونکہ آپ تو محبت کو بھی بہت پیچھے چھوڑ گئی ہوا تا مجھے کہ عشق کرنے لگی ہو ہاں جان تم واقعی ایک لاجواب حسینہ ہو ایسی حسینہ کہ تمہارے پیار پر فخر ہونے لگتا ہے جانی ہو ہمارے پیار کو آٹھ سال ہو گئے ہیں اور آج یعنی میں جون کو اس کا نواں شروع ہو رہا ہے اور ہمارے پیار میں ذرا بھی کمی واقع نہیں ہوئی ہے اور کمی واقع ہو بھی کیسے ہم نے سچی محبت کی کوئی دل لگی نہیں کی ہے اور نہ ہی ہمارا پیار کوئی مذاق ہے۔ آج جب بیس جون یاد آیا تو قلم خود بخود چلنے لگا کہ میں اپنی جان کو وش کر لوں جان آپ کو میری طرف سے بیس جون بہت بہت مبارک ہو۔ بس دعا کرنا کہ ہمارا اسی طرح عشق بن کر ہمیشہ ہمارے ساتھ رہے اور ہم اسی طرح پیار کی منزلوں کو طے کرتے رہیں جانی ہو ہمارا پیار جسمانی نہیں ہے ہمیں جسموں کی خواہش نہیں ہے ہمیں ایک دوسرے سے دلی پیار ہے اور جانتی ہو کہ ہمارا یہ پیار ایک رانگ نمبر سے شروع ہوا تھا مجھے ایک ایک بات یاد ہے ایک ایک لمحہ یاد ہے وہ سب یاد ہے جو ہم میں ہوتا رہا ہے کچھ بھی نہیں بھولا ہوں اور نہ ہی بھولنا چاہوں گا مجھے دیکھنے کے لیے ہزاروں میل کی مسافت طے کر کے میرے پاس آنا اور آنکھوں کی پیاس بجھانا سب کچھ مجھے یاد ہے جان تم جیسا انسان نہ تو دنیا میں پیدا ہوا ہے اور نہ ہی پیدا ہوگا تم لاجواب ہستی ہو ایسی ہستی کہ تمہاری پوجا کرنے کو جی چاہتا ہے تو ہوتی اس قابل کہ تمہاری پوجا کی جائے تم نے ثابت کر دیا ہے کہ پیار کر کے کیسے نبھایا جاتا ہے میری زندگی کی ہر سانس تم سے جڑی ہوئی ہے میں آج بھی تمہارا ہی منتظر ہوں آج بھی میری نظروں کو تمہارے دیدار کی پیاس ہے میرے دل کو آج بھی تمہاری طلب ہے میں بہت خوش قسمت ہوں کہ تم جیسی مجھے چاہنے والی ملی ہے تمہارے دم سے ہی میرے چہرے پر رونق ہے تمہارے پیار میں وہ کشش ہے کہ کسی کا بھی تصور مجھے اچھا نہیں لگتا ہے تم میری محبت ہو ہاں جان تم میرا پیار ہو آئی لو یو۔ جان آئی لو یو سو مچ۔ اور ہاں میری مانو کا کیا حال ہے وہ مسکرانے لگی ہے ناں تمہاری طرح وہ بھی بہت پیاری ہے پیاری ہو بھی کیوں نہ ایک شہزادی کی شہزادی سی بیٹی ہے میری مانو کو منہ چوم کر پیار کرنا اور یاد رکھنا کہ مجھے تمہارے آنے کا انتظار رہے گا ایک بار پھر تمہیں دیکھنے کے بعد اپنی آنکھوں کی پیاس بجھانا چاہتا ہوں۔ دل بے قرار کو سکون دینا چاہتا ہوں۔ جان ایک بار پھر بیس جون بہت بہت مبارک ہو آؤ آج کے دن پھر سے عہد کریں کہ ہم اپنی محبتیں چاہتیں ایک دوسرے پر لٹاتے رہیں گے اور کبھی بھی پیچھے نہ ہٹیں گے ہمیں اس پیار کو ہمیشہ نبھانا ہے ہمیشہ ساتھ دینا ہے ہمیشہ ساتھ رہنا ہے اور ہمیشہ ایک دوسرے کا بن کر رہنا ہے۔۔۔ تم میری زندگی ہو میری خوشی ہو میری مسکراہٹ ہو اور میرا سب کچھ ہو۔ صرف اور صرف تمہارا اپنا۔ ایک دیوانہ

دکھ دے کر سوال کرتے ہو
تم بھی غالب کمال کرتے ہو
دیکھ کر پوچھ لیا حال میرا
چلو کچھ تو خیال کرتے ہو
شہر دل میں یہ اداسی کیسی
یہ بھی مجھ سے سوال کرتے ہو
مرنا چاہیں تو مر نہیں سکتے
تم بھی جینا محال کرتے ہو
اب کس کس کی مثال دوں تم کو
ہر ستم بے مثال کرتے ہو

علی حیدر لاشاری۔ سکھر

ہر روز بھلا دیتے ہو کمال کرتے ہو
ہنستے کو رلا دیتے ہو کمال کرتے ہو
نہیں ہے محبت تو صاف کہہ دو
کیوں امید بڑھا دیتے ہو کمال کرتے ہو
ہم تمہیں بھولنے لگتے ہیں جب بھی کبھی
آ کر پیار جتا دیتے ہو کمال کرتے ہو
جانتے بھی ہو کہ ایک ہی دیا ہے میرے گھر میں
پھر بھی ہوا دیتے ہو کمال کرتے ہو
بھولنے کا جو مجھے ہر روز کہتے ہو
یوں یاد اپنی دلا دیتے ہو کمال کرتے ہو

علی حیدر لاشاری۔ سکھر

اتنی ہمت نہیں کہ کسی کو حال دل سنائیں
بس جس کے لیے اداس ہیں وہ محسوس کر لے تو کیا بات ہے

طالب حسین۔ چونکی۔ ضلع قصور۔۔۔۔

ہم سے زندگی کی حقیقت نہ پوچھو غالب
بہت پرخلوص لوگ تھے جو تنہا چھوڑ گئے

علی حیدر لاشاری۔ سکھر

اسی کا شہر وہی گواہ وہی منصف
ہمیں یقین تھا ہمارا قصور نکلے گا
سوکھے پتے کی طرح بکھرے ہیں ہم تو
کسی نے سمیٹا بھی تو صرف جلانے کیلئے

علی حیدر لاشاری۔ سکھر

شعری پیغام اپنے پیاروں کے نام

ساجد عباس اعوان، حافظ آباد کے نام

الوداع اے دوست الوداع
زندگی میں پھر ملیں گے اگر موقع ملا
محمد ہارون قمر اعوان-تیج پور ہزارہ

FK اسلام کے نام

میرے جذبوں کی سچائی بھی ویسی ہے
تیرے بن میری تنہائی اب بھی ویسی ہے
اب کیا احساس دلاؤں تجھ کو اپنے درد کا
سنا ہے تیری لاپرواہی اب بھی ویسی ہے
خلیل احمد ملک-شیدانی شریف

R جان کے نام

کچھ لوگ آنکھوں میں بس جاتے ہیں
آنکھوں سے دل میں اتر جاتے ہیں
ہم چاہیں تو مٹا نہیں سکتے اس ہستی کا نام
کچھ لوگ یوں ہاتھوں کی لکیریں بن جاتے ہیں
ایم اشفاق بٹ-لالہ موسیٰ

NS بریڈفورڈ کے نام

میں تم کو بھول جاؤں یہ میرے اختیار میں نہیں
صورت تو خوبصورت ہے نام بھی پیارا لگتا ہے
ذوالفقار حسین ناز-بریڈفورڈ

میری جان کے نام

کبھی فرصت ملے تو یاد کر لینا اے دوست
کہیں ایسا نہ ہو کہ تم بن جینے کی عادت پڑ جائے
مطلوب حسین پردیسی-لاہور

A راولپنڈی کے نام

میری عبادت کو ایسے کر قبول یارب!
کہ سجدے میں جھکوں تو مجھ سے جڑے
ہر رشتے کی زندگی سنور جائے
عمران ثنا-بلوچستان

FM کراچی کے نام

مدتوں بعد اس کو کسی کے ساتھ خوش دیکھا تو یہ احساس ہوا
کاش کہ ہم نے اس کو بہت پہلے چھوڑ دیا ہوتا
آمنہ-راولپنڈی

این پھول نگر کے نام

کشتی بھی نہیں بدلی دریا بھی نہیں بدلا
ہم ڈوبنے والوں کا جذبہ بھی نہیں بدلا
ہے شوق سفر اتنا کہ اک عمر سے ہم نے
منزل بھی نہیں پائی اور راستہ بھی نہیں بدلا
عثمان غنی-قبولہ شریف

SHA شیخوپورہ کے نام

اے صنم تیرے عشق میں مجھے اس قدر برباد کیا
کہ سجدے کی حالت میں دل نے تجھے یاد کیا
محمد اشرف زخمی دل-چیچکی

YA سیانوالی کے نام

اس کو تعریف کر کے دیکھا ہے
کچھ بھی میزان میں نہیں رہتا
نرگس ناز-سکھر

اے اعوان کراچی کے نام

وفا میری ہو یقین آپ ہو
رات میری ہو خواب آپ ہو
پر میرے دوست دعا کرنا کبھی ایسا نہ ہو کہ
آنسو میرے ہوں اور وجہ آپ ہو
ماجد علی اعوان کھیری-کراچی

Z جان گوجرہ کے نام

دل کی چوٹوں نے کبھی چین سے رہنے نہ دیا
جب چلی سرد ہوا میں نے تجھے یاد کیا
اس کا رونا نہیں کہ تم نے کیا دل برباد کیا
اس کا رونا ہے بہت دیر میں برباد کیا
محمد افضل اعوان-گوجرہ

شہزادہ عالمگیر (مرحوم) کے نام

بے سبب نہیں ان سونے گھروں کے سناٹے
مکاں بھی روتے ہیں مکینوں کو یاد کر کے
حماد ظفر بادی-منڈی بہاؤالدین

K ماں جی شمع قریشی کے نام

دل نے چاہا آپ کو کوئی تحفہ دوں
مگر میرے پاس وفاؤں کے سوا کچھ بھی نہیں
عمر بھر نہ پڑے غم کا سایہ آپ پر
میرے پاس دعاؤں کے سوا کچھ بھی نہیں
مریم بشیر گوندل-گوجرہ

این کے نام

کیا رکھا ہے اپنی زندگی کے افسانے میں
کچھ گزری ہے اسے چاہنے میں
کچھ گزری جائے گی بھلانے میں
سفیر اداس سوہری-پنجکوٹ

AZ عبدالحکیم کے نام

تو اس شہر کے لوگوں کے حسن سلوک سے
واقف نہیں اے فراز
یہ تو اپنا محسن کو بھی سر عام سزا دیتے ہیں
محمد اعجاز احمد-عبدالحکیم

خاص شخص سکھر کے نام

کچھ لوگ دیکھتے ہی روٹھ جاتے ہیں
کچھ لوگ دیکھتے ہی دل میں اتر جاتے ہیں
محمد لقمان اعوان-شیخوپورہ

M مخلصی خورو کے نام

خوشی ملی تو کئی درد مجھ سے روٹھ گئے
یارو! دعا کرو کہ میں پھر سے اداس ہو جاؤں
مناظر علی گوندل-بھلوال

کسی اپنے کے نام

کسی کی خستہ حالت کو دیکھ کر یوں مسکرانے والے
وقت تجھے اس حال میں لے آئے تو کیا ہو گا
نیلم شہزادی رانو-ترنڈہ بھنڈر

محمد عرفان خانیوال کے نام

ہم آپ کے قابل تو نہیں لیکن پھر بھی
وفا ہم کریں گے ان شاء اللہ زندگی کی آخری سانس تک
ایم جاوید اداس-خانیوال

این راولپنڈی کے نام

اک شخص جو مجھ کو زخم شناسائی دے گیا
جب دے نہ سکا پیار تو رسوائی دے گیا
جاتے جاتے اپنی نشانی کے طور پر
کتنے پیار سے مجھ کو تنہائی دے گیا
عامر امتیاز نازی-کلر سیداں

H لاہور کے نام

میری آوارگی میں کچھ تیرا قصور ہے
جب تیری یاد آتی ہے تو گھر اچھا نہیں لگتا
عکاس احمد ڈاکٹر-حضرو

MU تلہ گنگ کے نام

مجھ سے بچھڑ کر بے نام ہو جاؤ گے
دائروں کے ساتھ نیلام ہو جاؤ گے
مجھ کو اچھا نہیں لگتا تیرا ہر کسی سے ملنا
ہر کسی سے چلو گے تو عام ہو جاؤ گے
شاہ کنول-چکوال

Z ہیڈ راجگان کے نام

تو کیا جانے میری اداسی کی داستان کو اے دوست
میں اُن کو بھی دعا دیتا ہوں جو
میرے نام سے نفرت کرتے ہیں
بوٹا دکھی-بہاولپور

ریاض احمد کے نام

جسے چاہا اس نے بڑے رنج دیئے
جو بچھڑا بڑا یاد آیا
ہاتھ اٹھائے تھے فقط اپنے لئے
بس وقت دعا تو یاد آیا
منیر رضا-ساہیوال

GN شمع قریشی کے نام

تو نے کہا نہ تھا کہ میں کشتی میں بوجھ ہوں
چہرے کو اب نہ ڈھانپ مجھے ڈوبتا بھی دیکھ
پرنس عبدالرحمن گجر-نین لانجھہ

بھائی غلام فرید شولہ تا محمد لیاقت والہ کے نام

ہم ہر روز اداس ہوتے ہیں تو شام گزر جاتی ہے
اک روز شام اداس ہو گی اور ہم گزر جائیں گے
عبدالمجید احمد-فیصل آباد

بے وفا لوگوں کے نام

ہزاروں منزلیں ہوں گی ہزاروں کارواں ہوں گے
نگاہیں ہم کو ڈھونڈیں گی نہ جانے ہم کہاں ہوں گے
کاشف گگونہ-بنوں دولن ملز

KS کراچی کے نام

کیا بھلا میں مدعا ہو گیا
تمہیں چاہا تھا چاہنے کی سزا پائی
عبدالجبار جان-گوجر خان

M شیخوپورہ کے نام

مٹانا چاہوں بھی تو نہ مٹا پاؤں گا
تیرا نام اپنے دل سے
مٹائے تو وہ جاتے ہیں حروف
جو غلطی سے لکھے جاتے ہیں
ایم احمد تجمی-کالا باغ

AHS بھاگووال کے نام

کہنے کو تو ہیں بہت سی باتیں مگر
منہ سے کہنے دیتی نہیں کچھ محبت تیری
ہجر کے صدمے تو یاد ہیں بہت تا مگر
مگر بھول جاتی ہوں سب کچھ دیکھ کر صورت تیری
یاسمین رانا-چک نمبر 17 سیدوالہ

کسی اپنے کے نام

عشق خدا سے تعلق مشکل تو نہیں
وفا کی یہ راہ مشکل تو نہیں
کرو رب کے آگے صرف اک سجدہ
یہ سجدہ ہزار سجدوں سے کوئی مشکل تو نہیں
محمد آصف مغل-واہ کینٹ

ایم زلیخا ہاہی والہ کے نام

اس نے ہمیں یہ سوچ کر الوداع کہہ دیا محسن
یہ غریب لوگ ہیں محبت کے سوا کیا دیں گے
عالم شیر زاہد-ہاہی وال

آئی ایس چوک اعظم کے نام

یہ کیا کہ سب سے بیان دل کی حالتیں کرنی
جان تجھ کو نہ آئیں محبتیں کرنی
سنان سحر آزمتی-چوک اعظم

R چک نمبر 14 ایم آر کے نام

ہماری سلطنت میں دیکھ کر قدم رکھنا
ہماری محبت کی قید میں رہائی نہیں ہوتی
محمد زبیر شاہد-ملتان

اے ناز بلوچ گڈانی کے نام

اپنی چاہت سے میرے دل کو چرا کر لے جا
جس طرح تو نے غزل میری چرائی ہے صنم
عصمت علی عاصی بلوچ-دبئی

AS گوجرانوالہ کے نام

کل چودھویں کی رات تھی
شب بھر رہا چرچا تیرا
کچھ نے کہا یہ چاند ہے میں نے کہا چہرہ تیرا
ہر شخص تیرا نام لے ہر شخص دیوانہ تیرا
مسٹر ایم ارشد وفا - گوجرانوالہ

ایس شیخوپورہ کے نام

مجھے کسی سے بھلائی کی اب توقع نہیں ہے
میں عادتاً سب سے کہہ رہا ہوں مجھے دعاؤں میں یاد رکھنا
چوہدری سعید آکاش - مظفر آباد

سید سعد شاہ چھیر آزاد کشمیر کے نام

اے دوست تیرے لئے دنیا چھوڑ دیں گے
آئے جو تیری طرف طوفان تو اسے موڑ دیں گے
لیکن یاد رکھنا کہ اگر تو نے بے وفائی کی تو
قسم سے تیری بھی ہڈیاں توڑ دیں گے
سید اظہر حسین شاہ - چھیر آزاد کشمیر

اے آر راحیلہ جمرو ٹی کے نام

زندگی کی ہر سانس میں تجھے مانگا ہے
ہم نے رو رو کر دعاؤں میں تجھے ہی مانگا ہے
مجھ پہ یقین نہیں تو اپنے رب سے پوچھ
میں نے کس کس ادا سے تجھے مانگا ہے
کلثوم گبول - کراچی

HG الیہ کے نام

محبت کا جہاں بھی نام ہوتا ہے
رونا تڑپنا وہاں عام ہوتا ہے
خوش نصیبوں کو کبھی محبت نہیں ہوتی
یہ تو بدنصیبوں کا ہی کام ہوتا ہے
نبیل احمد گبول - کراچی

A گبول کراچی کے نام

وہ محبت بھی تیری تھی
وہ نفرت بھی تیری تھی
وہ اپنانے اور ٹھکرانے کی ادا بھی تیری تھی
میں اپنی وفا کا انصاف کس سے مانگتا
وہ شہر بھی تیرا تھا وہ عدالت بھی تیری تھی
بے وفا ایم زیڈ اے گبول - کراچی

محترم جناب شہزادہ عالمگیر لاہور کے نام

یادوں میں تیری یاد کیا یاد تھا یاد نہیں
تیری یاد میں سب بھلایا کیا بھولا یاد نہیں
بس یاد ہو تم صرف تمہیں یاد رکھتا ہوں
مجھے تم کیوں یاد آتے ہو یہ یاد نہیں
مریز بشیر گوندل - گوجرہ

R جہانیاں کے نام

چاہت ہے کسی کی چاہت کو پانے کی
چاہت ہے چاہت کو آزمانے کی
وہ چاہے ہمیں چاہے نہ چاہے
پر چاہت ہے ان کی چاہت میں مر جانے کی
محمد یٰسین شفیق - خانیوال

اے اے آصف لاہور کے نام

میری آنکھوں سے تیری یاد کا سایہ نہیں جاتا
میں نے مان لیا تم کو بھلایا نہیں جاتا
میری دعا ہے خدا سے کہ کاش لگ جائے
میری حیات کی لمحوں کی زندگی تم کو
محمد صفدر رو کھی - کراچی

A چارسدہ کے نام

تیری انداز گفتگو میں بات ہی کچھ ایسی تھی
دل نہ دیتے تو جان چلی جاتی
یاسر ساقی - مانسہرہ

نثار احمد حسرت کے نام

وہ مجھ سے روٹھا ہے مجھے منظور ہے لیکن
یارو! اسے سمجھاؤ کہ وہ میرا شہر تو نہ چھوڑے
محمد عمیر ساقی - نور جمال شاہی

ذوالفقار تبسم میاں چنوں کے نام

پھول پھول کو کہوں یا تجھے کہوں
خوشبو تو دونوں میں پھول کس کو کہوں
خرم وقار - کراچی

ایس ساؤتھ افریقہ کے نام

تجھے کھونے کا حوصلہ نہیں مجھ میں
میرے حق میں دعا کرنا
کہ تجھ سے بچھڑنے سے پہلے
بس اک سانس کا رشتہ ٹوٹ جائے
رائے اطہر مسعود سحر - فورٹ عباس

FK اسلام آباد کے نام

میرے ہر پل پہ ان کا مسکرانا غضب تھا
بنا بات مجھے ان کا ستانا غضب تھا
ملنے کی بات چلی تو بہانہ بنا دیا اس نے
اور بنا وعدے کے ان کا آنا غضب تھا
خلیل احمد ملک - شیدانی شریف

ایس میلسی کے نام

نہیں چھوٹے گا تیری یاد کا تسلسل تجھا
چاہے جتنا بھی ہو جاؤں میں ذلیل و خوار
زبیر الیس تنہا - میلسی

ایم یو ایس تلہ گنگ کے نام

آپ کی یاد دل کو بیقرار کرتی ہے
نظر تلاش آپ کو بار بار کرتی ہے
گلہ نہیں جو ہم دور ہیں آپ سے
ہماری تو جدائی بھی آپ سے پیار کرتی ہے
ثناء کنول - چکوال

ایس آر میرپور خاص کے نام

ڈوبتی کشتیوں کو بھی کنارے ملتے ہیں
ٹوٹے دلوں کو بھی سہارے ملتے ہیں
زندگی بہت پیاری چیز ہے

پر چھوڑ زندگی سے بھی پیارے ملتے ہیں
محمد سلیم بروہی - میرپور خاص

پیاری بہن ایس این میاں چنوں کے نام

ممکن نہیں وہ مجھ کو بھلا دے گی
وہ تو ہر پل ہر دم مجھ کو دعا دے گی
پیار دیا ہے اس قدر میں نے اپنی بہن کو
کس طرح وہ کسی اور کو میری جگہ دے پائے گی
کھوکھر ندیم شوکت - ننکال

نثار احمد حسرت کے نام

عجب بے بسی کا عالم ہے دل کے آنگن میں دوستی
ترس گئے ہیں ہونٹ تیرے ساتھ گفتگو کے لئے
ایم شفیع تنہا - امرہ خورد

A کرک کے نام

ہم نہ ہوں گے تو کون ستائے گا تجھے
یہ بھی بات ہے ہر بات پہ روٹھا نہ کرو
وسیم سلطان صابر خٹک - کرک

ایس مظفر گڑھ کے نام

بھیگی آنکھ ہے اداس دل ہے آنکھوں
میں ایک خواب ہے
آ جاؤ لوٹ کر تم یہ دل کہہ رہا ہے
فیاض احمد جانذیب - مظفر گڑھ

AR کبیر والہ کے نام

قدم قدم پہ ملے اک نئی خوشی تم کو
اندھیری راہ میں مل جائے روشنی تم کو
میری دعا ہے خدا سے کہ کاش لگ جائے
میری حیات کے لمحوں کی زندگی تم کو
نوید اختر سحر - کبیر والہ

R ہزمان کے نام

جان ہے مجھ کو زندگی سے پیاری
جن کے لئے کر دوں قربان یاری
جان کے لئے تو دوستی ساری
اب تم سے کیا چھپانا تم ہی تو ہو جان ہماری
اکبر علی شاہین - ہزمان

محمد عثمان میلسی کے نام

زندہ رہا تو تمہارا ہی ساتھ نبھاؤں گا دوست
بھول جاؤں تو سمجھ لینا کہ زندگی نے ساتھ چھوڑ دیا
محمد زبیر - ملتان

عبدالشکور ملائی کھور کے نام

گفتار نہ تکرار نہ اظہار کا رشتہ
اس جانِ وفا سے میرا اعتبار کا رشتہ
سمجھو تو بہت قابلِ تعظیم ہے لوگو!
اک دوست کا اک دوست سے پیار کا رشتہ
محمد طارق انور - مکران

R دینہ کے نام

زہر دیتے ہو اور کہتے ہو پینا بھی ہوگا
جب پی لیتے ہیں زہر تو کہتے ہو جینا بھی ہوگا
طاہر محمود - بھاگ نگر

نثار احمد حسرت کے نام

سدا روشن رہے تیرے مقدر کا ستارہ
تجھے اور تیرے نصیب کو کسی کی نظر نہ لگے
این - زیبنڈ

KS لاہور کے نام

تیری ہلکی سی مسکراہٹ کو ہم محبت سمجھ بیٹھے جگر
کبھی ہر وقت مسکرانا تیری عادت تو نہیں
عامر سہیل جگر بھٹی - سمندری

شاہ زیب چک نمبر 75/12 کے نام

سنگ مرمر کا تراشا ہوا یہ شوخ بدن
کتنا دلکش ہے کہ اپنانے کو جی کرتا ہے
سرخ ہونٹوں پہ تھرکتی وہ رنگین شراب
جسے پی پی کے بہک جانے کو جی کرتا ہے
محمد عباس جانی - چک نمبر 75/12L

KS ہنوکی کے نام

وہ یاد کرے گا جس دن میری محبت
وہ روئے گا بہت پھر سے میرا ہونے کیلئے
مہر شہباز رئیس - چونیاں

AA سمندری کے نام

زمانے کو جلانے کو چلو اک ساتھ چلتے ہیں
نئی دنیا بسانے کو چلو اک ساتھ چلتے ہیں
مجھے جیون کا ہر لمحہ تمہارے نام کرنا ہے
یہی وعدہ نبھانے کو چلو اک ساتھ چلتے ہیں
سنا ہے مل کر چلنے سے مقدر جاگ جاتے ہیں
یہی بات آزمانے کو چلو اک ساتھ چلتے ہیں
ارمان سنگم - فیصل آباد

غلام مصطفیٰ عرف موجو کے نام

تیرے جانے کے بعد اب کسی سے محبت نہیں کرتے
زندگی کے کچھ دن ہیں یاد کرتے گزر جائیں گے
SA - مری

MNB دبئی کے نام

مت سمجھنا کہ سو کر بزنجو تجھے بھول جاتا ہے
میں تو سوتا ہوں صرف تمہیں دیکھنے کے لئے
بزنجو کا حق تو نہیں ہے پھر بھی یہ تم سے پوچھتے ہیں
اپنی جان کی یہ زندگی تو لے لو مگر اداس مت رہا کرو
عبدالرشید بزنجو - گڈانی

SK سیالکوٹ کے نام

ہو سکے تو زندگی کی اک شام میرے نام کر دو
اس حسین محفل کا اک جام مجھ پہ قربان کر دو
اور کوئی گلہ نہیں تجھ سے زندگی میں اے صنم
آج خود کو سرِ بازار مجھ پہ نیلام کر دو
ایم افضل کھرل - ننکانہ صاحب

***

مجھے شکوہ ہے

مجھے شکوہ ہے اپنی جان N سے جو مجھ سے بات نہیں کرتی اور جب بھی کرتی ہے غصے میں کرتی ہے۔ (زیب ظہور احمد بلوچ- ڈیرہ مراد جمالی)

مجھے شکوہ ہے ہمیں تو کسی سے پیار کوئی بھی اپنا نہیں بنا کوئی اپنا بنا تو پھر شکوہ بھی کروں گا۔ (اللہ دتہ بے درد- راولپنڈی کینٹ)

مجھے شکوہ ہے ان لوگوں سے جو کسی کے پیار کی قدر نہیں کرتے اور وفا کے بدلے میں بے وفائی کرتے ہیں ایسا نہ کرو ہم سب ایک ہیں۔ (سیف الرحمن زخمی- مقابر)

مجھے شکوہ ہے T سے جس نے دنیا والوں کا ساتھ دیا اور مجھے چھوڑ دیا، تناہ اس دنیا کے رحم و کرم پہ۔ (ندیم شہزاد- کوہاٹ کینٹ)

مجھے شکوہ ہے میں کس سے شکوہ کروں، شکوہ تو اپنوں سے کیا جاتا ہے لیکن میرا تو کوئی اپنا ہی نہیں ہے۔ (عبدالمجید احمد- فیصل آباد)

مجھے شکوہ ہے ایسے لوگوں سے جو خودغرض ہوتے ہیں اپنی غرض کی خاطر دوسروں کی زندگیوں سے کھیلتے ہیں۔ (غلام مصطفیٰ خان بھٹی)

مجھے شکوہ ہے ایسے دوستوں سے جو دوستی کا حق ادا نہیں کرتے، دوستی کی آڑ میں اپنا مطلب نکالتے ہیں۔ (بوٹا وکی- بہاولپور)

مجھے شکوہ ہے اُن لوگوں سے جو پیار و محبت کے نام پر دوسروں کو دوکا دیتے ہیں اور محبت کے معنی تو جانتے نہیں اور محبت کر کے محبت جیسے انمول رشتے کو بدنام کرتے ہیں۔ (یاسر ساقی- مانسہرہ)

مجھے شکوہ ہے جمیل احمد سے وہ ہر وقت لڑکیوں کو بلاوجہ فون کرتا ہے اس کو اپنی عزت کا ذرا بھی خیال نہیں ہے۔ (الٰہی بخش شمشاد- کیچ مکران)

مجھے شکوہ ہے اپنے آپ سے جو میں نے اپنے گھر والوں کی بات نہیں مانی اور کراچی چلا آیا اور یہاں آ کر پتہ چلا کہ وہ ٹھیک کہتے تھے۔ (مدثر بروہی- عارف والا)

مجھے شکوہ ہے اپنے نصیب سے کہ اس نے ہر وقت مجھے غم دیئے خوشی کا اک پل بھی نہیں دیا۔ (عمران شاہ- لسبیلہ)

مجھے شکوہ ہے ایسے لوگوں سے جو سچی محبت کرنے والوں کی قدر نہیں کرتے اور جو بعد میں پچھتاوا ان کا مقدر بن جاتا ہے۔ آخر سچے لوگوں کی قدر کیوں نہیں ہے۔ (عثمان غنی- قبولہ شریف)

مجھے شکوہ ہے کسی ایسے انسان سے جو وفادار بھی ہے وفا بھی کرتا ہے لیکن مل نہیں پاتا کیا وہ مجبور ہے یا مغرور؟ (آصف ساقول- بہاولنگر)

مجھے شکوہ ہے اپنے آپ سے کیوں کہ یہ دل ابھی تک محبتوں کے لفظوں سے خالی مگر افسوس اس دل میں کوئی آتا ہی نہیں ہے۔ (مسٹر ایم ارشد وفا- گوجرانوالہ)

مجھے شکوہ ہے مس عالیہ، مس اقراء اور کرن ناز سے انہوں نے لکھنا کیوں چھوڑ دیا پلیز لکھا کرو۔ آپ کی تحریریں بہت اچھی ہوتی ہیں۔ (عبدالرحمن مجر- نین لانجھ)

مجھے شکوہ ہے شاہد منیر راز سے اور ایم سندھی شکار پور سے کہ آپ لوگوں نے رابطہ ختم کر دیا ہے۔ (نظام الدین تبسم- ڈیرہ مراد جمالی)

مجھے شکوہ ہے نثار احمد مظفر آباد سے کہ وہ مجھے جانتے ہوئے بھی انجان بنے ہوئے ہیں۔ نیار کم از کم رابطہ تو کرو۔ (ہمراز نزاکت- مظفر آباد)

مجھے شکوہ ہے اپنے دوستوں سے یاد بھی میں کروں اور گلے شکوے بھی ان کے سنوں۔ (جنید اقبال- اٹک)

مجھے شکوہ ہے شہزادہ صاحب سے جس نے میری شاعری شائع نہیں کی، مہربانی کر کے شائع کر دو۔ (مظہر علی ہکی- نواب شاہ)

:::

مجھے شکوہ ہے ان لوگوں سے جو نماز نہیں پڑھتے۔ (ستان سحر آزمی- چوک اعظم)

مجھے شکوہ ہے Z سے جس نے جھوٹی محبت کی اور میری زندگی برباد کر دی۔ (ریاض احمد زیڈ- جڑانوالہ)

مجھے شکوہ ہے ان لوگوں سے جو مس کال دے کر تنگ کرتے ہیں۔ (نوید اختر سحر- کبیر والا)

مجھے شکوہ ہے ان لوگوں سے جو جھوٹ بولتے ہیں۔ (اشتیاق ساغر- میرپور)

مجھے شکوہ ہے خود پر کہ میں جو سوچتا ہوں وہ نہیں ہوتا اور جس کے بارے میں کبھی سوچا بھی نہ وہ ہو جاتا ہے۔ (ایم خالد محمود ساقول- مروٹ)

مجھے شکوہ ہے بے وفا S کی یادوں سے جو ہر لمحہ مجھے تڑپاتی ہے۔ (شواز اللہ ارمانی خٹک- کرک)

مجھے شکوہ ہے اپنی دوست A سے جو سہانے خواب دکھا کر نجانے کہاں غائب ہو گئی ہے۔ (خلیل احمد ملک- شیدانی شریف)

مجھے شکوہ ہے ایسے لوگوں سے جو کسی سے سچے دل کے ساتھ دوستی نہیں کرتے اور صرف مطلب کے لئے کرتے ہیں۔ (محمد فاروق- ننکانہ)

مجھے شکوہ ہے K سے جو پہلے تو ہر روز مجھے فون پہ رابطہ کرتی تھی لیکن اب ناراض ہے۔ (عامر سہیل بھٹی- سمندری)

مجھے شکوہ ہے اک بے وفا سے جس نے اپنا بنا کے لوٹا۔ (محمد عمران بٹ- ڈل سوہادہ)

مجھے شکوہ ہے دنیا والوں سے کہ جو پیار اور ہمدردی کے جذبات کو بالکل نہیں سمجھتے۔ (محمد افضل اعوان- گوجرہ)

مجھے شکوہ ہے اپنے کزن سے جو مجھ سے رابطہ نہیں کرتا۔ (راجہ عدنان- چوتالہ)

مجھے شکوہ ہے اپنے ابو سے کہ وہ ہمیشہ وعدہ کر کے بھول جاتے ہیں۔ (ایم بخاری- نوشہرہ)

مجھے شکوہ ہے ان لوگوں سے جو والدین کی خدمت نہیں کرتے، نماز نہیں پڑھتے اور قرآن پاک کی تلاوت نہیں کرتے۔ (واصف علی- ہجر بارود)

مجھے شکوہ ہے ان لوگوں سے جو لڑکیوں کو پیار کے جال میں پھنسا کر ان کی عزت لوٹتے ہیں پھر ان کو تنہا چھوڑ دیتے ہیں۔ (چیئر مبشر جانی آرٹ- اسلام آباد)

مجھے شکوہ ہے شکوہ کرنا میری فطرت میں نہیں۔ (عبدالصمد SK- کراچی)

مجھے شکوہ ہے ایسے لوگوں سے جو دھوکا فراڈ اور کسی کی زندگی سے کھیلتے ہیں۔ (بے وفا ایم زیڈ اے- کراچی)

مجھے شکوہ ہے شہباز راجن پور سے کہ اس نے مجھ سے پیسے مانگے تھے میں نے نہیں بھیجے تو اس نے دوستی چھوڑ دی۔ (پرنس مظفر شاہ- پشاور)

مجھے شکوہ ہے ان دوستوں سے جو ایک خط لکھ کر پھر بھول جاتے ہیں۔ (اسلم سٹوڈیو- قصور)

مجھے شکوہ ہے شہزادہ صاحب سے جو جواب عرض کو لیٹ شائع کرتے ہیں۔ (رئیس ارشد- خان بیلہ)

مجھے شکوہ ہے AK، سے کہ انہوں نے لکھنا چھوڑ دیا پلیز دوبارہ لوٹ آؤ۔ (عبدالرحمن مجر- نین لانجھا)

مجھے شکوہ ہے ان لوگوں سے جو انسانیت کی قدر نہیں کرتے۔ (طارق غفور)

مجھے شکوہ ہے ان لوگوں سے جو میری چاہت کو نہیں جان پاتے اور مجھے درد دیتے ہیں۔ (محمد شہباز گل- گوجرانوالہ)

مجھے شکوہ ہے G کراچی سے جس نے دوستی کے بڑے دعوے کیے تھے مگر بہت جلد ساتھ چھوڑ گیا۔ (خالد فاروق آسی- فیصل آباد)

مجھے شکوہ ہے شہزادہ صاحب سے کہ وہ میری تحریروں کو شائع نہیں کرتے۔ (محمد محسن ساغر- عارف والا)

مجھے شکوہ ہے اس بے وفا دنیا سے جو اپنے حقیقی خدا کو بھول گئی ہے اور غیر کی محبت میں گرفتار ہو رہی ہے اور دنیا میں آنے کا مقصد تک بھول گئی ہے۔ (ایم افضل کھرل- ننکانہ صاحب)

مجھے شکوہ ہے ان لوگوں سے جو صرف اپنی من مانی کروانا جانتے

ہیں۔ (ایم شفیع تنہا۔ امرہ خورد)

مجھے شکوہ ہے ڈاکٹر رئیس اقبال شاد سے انہوں نے وعدہ کیا تا کہ میں رسالہ ضرور TCS کروں گا لیکن ابھی تک نہیں کیا۔ (زبیر الیس۔ میلسی)

مجھے شکوہ ہے جواب عرض سے جو ہمیشہ لیٹ ملتا ہے ٹائم پہ نہیں ملتا۔ (خضر حیات بلوچ۔ میاں چنوں)

مجھے شکوہ ہے N سے جس نے میری زندگی برباد کر کے اب میرا حال بھی نہیں پوچھتا۔ (الٰہی بخش فمشاد۔ کیچ مکران)

مجھے شکوہ ہے ان تمام دوستوں سے جو انگلش میں ایس ایم ایس کرتے ہیں، اردو میں کیا کرو بھائی۔ (امین مراد انصاری۔ کراچی)

مجھے شکوہ ہے دھوکے باز انسان سے کہ بھروسے میں انسان کو دھوکے دیتے ہیں، اپنی محبت کو بدنام کرتے ہیں۔ (شاہد اقبال خٹک۔ کرک)

مجھے شکوہ ہے ان لوگوں سے جو دو پیار کرنے والوں کو جینے نہیں دیتے۔ (وسیم صابر خٹک۔ کرک)

مجھے شکوہ ہے بے وفا لوگوں سے پہلے تو وفا کی قسمیں کھاتے ہیں بعد میں بھول جاتے ہیں جیسے کبھی ملے ہی نہیں۔ (سفیر اداس موہری۔ مظفر آباد)

مجھے شکوہ ہے اپنے دوست اشرف سے کہ وہ ہمیشہ جھوٹ پے جھوٹ بولتا ہے۔ (محمد ندیم قاسمی۔ جھنگ صدر)

مجھے شکوہ ہے ان لوگوں سے جو کسی کے جذبات کے ساتھ کھیلتے ہیں اور پھر تنہا چھوڑ دیتے ہیں۔ (ظہیر عباس انجم کمبوہ۔ حاصل پور)

مجھے شکوہ ہے شہزادہ انکل سے جو جواب عرض اور خوفناک ڈائجسٹ میں میری کم تحریریں شائع کرتے ہیں۔ (رئیس ساجد کاوش۔ خان بیلہ)

مجھے شکوہ ہے K بھکر سے جو ایک معمولی سی بات نے میری محبت کو ٹھکرا دیا ہے۔ (امداد علی عرف ندیم عباس تنہا۔ میر پور خاص)

مجھے شکوہ ہے ایس تیری یادوں نے جب بھی مجھے دیکھتی ہیں تو رلانے چلی آتی ہیں۔ (دین محمد بگٹی۔ کراچی)

مجھے شکوہ ہے خود سے غصے کی حالت میں دوستوں کو ٹھکرا دیتا ہوں اور بعد میں شرمندہ ہو جاتا ہوں۔ (افتخار حسین مجنوں ترکیو۔ سکردو)

مجھے شکوہ ہے NAT سے جو موبائل پر مجھ سے رابطہ نہیں کرتا۔ (مس صوبیہ کنول۔ بھکر)

مجھے شکوہ ہے شکوہ کس سے کروں زمانے والوں سے پر اپنے نہیں، اپنوں سے شکوہ کرتے نہیں۔ (تیمور زخمی۔ کلیام)

مجھے شکوہ ہے اے آصف صاحب سے جس پر مجھ غریب پر اعتماد نہیں کیا زندہ ہوتا تو ضرور وعدہ پورا کرتا لیکن افسوس تم نے مجھے اس قابل نہیں سمجھا۔ (محمد صفدر رونگی۔ کراچی)

مجھے شکوہ ہے اپنی زندگی سے کہ ہزاروں دکھوں کا مرکز بن گئی ہے، اتنے دکھ نہ جانے کیسے چھپائے پھرتی ہے۔ (منیر رضا۔ ساہیوال)

مجھے شکوہ ہے مجھے شکوہ کسی سے نہیں مگر افسوس ضرور ہے کہ اس نے مجھے اپنے قابل نہیں سمجھا۔ (محمد اسماعیل آزاد۔ کھر کوہ)

مجھے شکوہ ہے اپنی کزن M سے وہ بہت ہی پریشان رہتی ہے۔ (عباس علی گجر۔ چکسواری)

مجھے شکوہ ہے آپ نے جواب عرض نے مختصر اشتہارات ختم کر کے قارئین کے زخموں پر نمک رکھ دیا۔ (مرزا بشیر گوندل۔ گوجرہ)

مجھے شکوہ ہے شکوہ نہیں کسی سے کسی سے گلہ نہیں نصیب میں نہیں تھا جو ہم کو ملا نہیں۔ (ساجد پرویز۔ منگال)

مجھے شکوہ ہے شکوہ تو نہیں کر سکتا بس شہزادہ بھائی سے کہنا تھا کہ میں نے ایک غزل "تیری آنکھیں" بھیجی تھی برائے مہربانی وہ نمبر کے ساتھ شائع ضرور کریں۔ (جواد احمد آکاش بانی۔ جنڈ)

مجھے شکوہ ہے شہزادہ انکل نے دو میرے دوست عمر دراز وفا کی تحریریں شائع نہیں کرتے۔ (جبرائیل آفریدی۔ ناصر آباد)

مجھے شکوہ ہے اپنے آپ سے کہ میں جسے بھولنا چاہتا ہوں وہ مجھے اتنا ہی یاد آتا ہے کیونکہ وہ میری محبت ہے، میرا مقدر ہے S۔ (بھائی لوگ 75/12L-ASZ)

❖❖❖

کیا آپ ایک اچھے دوست ہیں؟

میں واقعی بھی اچھا دوست ہوں، کیونکہ میرے دوست میرے ساتھ ہیں میرے جتنے بھی دوست ہیں وہ سب اچھے ہیں اللہ میاں میرے دوستوں کو سلامت رکھے۔ (زیب ظہور احمد بلوچ۔ ڈیرہ مراد جمالی)

میں واقعی ایک اچھا دوست میں اچھا ہوں یا برا یہ مجھے نہیں پتہ، یہ بات میرے دوست مجھے بتا سکتے ہیں لیکن میں دن رات اچھا بننے کی کوشش کر رہا ہوں۔ (محمد عباس جانی اے ایس۔ چیک نمبر 75/12L)

میں واقعی ایک اچھا دوست ہوں مجھے اپنے رب اور اپنے آپ پہ فخر ہے کہ مجھے اچھے اچھے دوستوں سے نوازا اور ان کی محفل میں بیٹھ کر مجھے اچھا بننے کا موقع دیا اور اس طرح میں اپنے آپ کو اچھا دوست کہلوانے کا حقدار بنا۔ (خلیل احمد ملک۔ شہدانی شریف)

میں واقعی ایک اچھا دوست ہوں لیکن ان کے لئے جو میرے اچھے دوست ہیں کیونکہ میں نے ان کو پرکھ لیا ہے کہ وہ میرے کتنے مخلص ہیں میں ان کے لئے اور وہ میرے لئے اچھے دوست ہیں۔ (شہزاد سلطان کیف۔ الکویت)

میں واقعی ایک اچھا دوست ہوں اس لئے کہ میں جواب عرض کے ذریعے اکثر دوستوں کو یاد کرتا ہوں اور قدر بھی کرتا ہوں۔ (فنکار شیر محمد مان پشاوری۔ پشاور شہر)

میں واقعی ایک اچھا دوست اگر کوئی اچھا دوست مل جائے تو انسان اچھا بن جاتا ہے جیسا کہ ڈاکٹر اور نرس اچھے ہوتے ہیں اپنے مریضوں کا خیال رکھتے ہیں۔ (محمد اشرف۔ بچیکی)

میں واقعی ایک اچھا دوست ہوں ان کے لئے جو مخلص اور پاکیزہ جذبے اور خوش اخلاق کے اوزار سے مسلح ہوں جن کے دل میں لالچ نہ ہو۔ (خان افسر خاکسار۔ دنیا پور)

میں واقعی ایک اچھا دوست ہوں اس کا ثبوت میرے دوست ندیم مرزا اور شاہد ہیں وہ بتا سکتے ہیں کہ میں ان کے ساتھ کتنا مخلص ہوں۔ (عامر امتیاز نازی۔ کلر سیداں)

میں واقعی ایک اچھا دوست میں اچھی دوست ہوں یا نہیں یہ تو کوئی مجھ سے دوستی کر کے آزمائے گا تو پتہ چلے گا۔ (الیس جان۔ کراچی)

میں واقعی ایک اچھا دوست ہوں یا نہیں یہ تو میرے دوست ہی بتا سکتے ہیں میں کیسے اپنے منہ سے اپنی تعریف کروں مجھے آزما کر دیکھ لیں۔ (مہر ریاض احمد زید لوکا۔ جڑانوالہ)

میں واقعی ایک اچھا دوست کیونکہ میری دوستی سے کسی کو کوئی نقصان نہیں ہوتا بلکہ میں ہر دوست کو خوشیاں دیتا ہوں چاہے خود کو غم ملیں۔ (ارمان شمیم۔ فیصل آباد)

میں واقعی ایک اچھا دوست ہاں میں نہیں مانتا ہوں کہ میں ایک اچھا دوست ہوں یا نہیں یہ تو میرے تمام دوست ہی آپ کو بتائیں گے۔ (محمد محسن ساغر۔ عارف والہ)

میں واقعی ایک اچھا دوست نہیں ہوں، قول مشہور ہے کہ دوستی کرنی آسان مگر نبھانی بہت مشکل ہے۔ آج کل لوگ ایک دوسرے سے دوستی محض لالچ کی خاطر کرتے ہیں، ٹھوکریں کھا کھا کر میں بھی ایسا ہی ہو گیا ہوں۔ (سید مبارک علی شمسی۔ قائم پور)

میں واقعی ایک اچھا دوست ہوں کہ نہیں یہ میں نہیں بتا سکتا ہوں یہ میرے دوست میرے رشتے دار اور جواب عرض کے قارئین بہتر بتا سکتے ہیں۔ (بے وفا ایم زیڈ اے گبول۔ کراچی)

میں واقعی ایک اچھا دوست ہوں کیونکہ میرا دوست طاہر محمود طاہری اور ارسلان علی بھٹی اور عامر جی کہتے ہیں کہ میں بہت اچھا دوست ہوں

میں واقعی ایک اچھا دوست ہوں کیونکہ میرے دوستوں نے آج تک مجھے شکوہ نہیں کیا۔ (عبدالصمد SK کبول-کراچی)

میں واقعی ایک اچھا دوست ہوں یا نہیں یہ میرے دوست بتا سکتے ہیں۔ (بے وفا ایم زیڈ اے کبول-کراچی)

میں واقعی ایک اچھا دوست ہوں میں واقعی ایک اچھا دوست ہوں لیکن مجھے آج تک اچھا دوست نہیں ملا۔ (محمد صفدر دکھی-کراچی)

میں واقعی ایک اچھا دوست کیوں کسی نے ایک بار اچھا کہا تو کیا حاصل اگر ہر کوئی اچھا کہے تو پھر کیونکہ میرے دوست نے کہا تھا کہ تم بہت اچھے ہو۔ (مسٹر ایم ارشد وفا-گوجرانوالہ)

میں واقعی ایک اچھا دوست ہوں، اور ان شاء اللہ میں اپنے دوستوں سے پیار سے خلوص سے یہ انمول رشتہ نبھاؤں گا۔ (ندیم اقبال قریشی-بھریا روڈ)

میں واقعی ایک اچھا دوست شاید ہوں، یہ تو میرے پیارے دوست بتا سکتے ہیں۔ (ظفر نور-اوباوڑہ)

میں واقعی ایک اچھا دوست نہیں ہوں، سیدھی سی بات ہے جب کسی نے ہم سے وفا نہیں کی تو ہم کیوں رہیں اچھے۔ (تنویر خالد-وووکوٹہ)

میں واقعی ایک اچھا دوست ہوں، یہ تو میں کم جانتا ہوں مجھ سے زیادہ میرے دوست جانتے ہیں۔ (عبدالمجید احمد-فیصل آباد)

میں واقعی ایک اچھا دوست ہوں کیونکہ میں اپنے دوستوں کی بہت عزت کرتا ہوں، ان کے ہر دکھ سکھ میں ہمیشہ شریک رہتا ہوں۔ (مجاہد ناز عباسی-سنجر پور)

میں واقعی ایک اچھا دوست اچھی دوست ہوں یہ میری دوست کہتی ہیں۔ (ثوبیہ کنول-بھکر)

میں واقعی ایک اچھا دوست ہوں کیونکہ میں نے آج تک اپنے کسی دوست کو تنگ نہیں کیا، یہی اچھے دوست کی پہچان ہے۔ (حسنین کاظم-سرگن)

میں واقعی ایک اچھا دوست ہوں، کیونکہ میں اپنے سارے دوستوں سے بہت پیار و محبت کرتا ہوں۔ (محمد خادم کنگ-ڈیرہ مراد جمالی)

میں واقعی ایک اچھا دوست جی ہاں جس نے بھی میرے ساتھ وفاداری کی تھی میں اس کی وفا مرتے دم تک نہیں بھول پاؤں گا۔ (مصطفیٰ گل-کراچی)

میں واقعی ایک اچھا دوست ہم دوست بہت ہی اچھے ہیں، وہ اب بھی میرے دل کے قریب ہیں اور میں بھی ان کے لئے مخلص ہوں۔ (ملک محمد افضل طاہر-لاہور)

میں واقعی ایک اچھا دوست ہوں، میں سب لوگوں کی قدر کرتا ہوں۔ (محمد طیب طاہر-چوک اعظم)

میں واقعی ایک اچھا دوست میرے خیال میں تو میں ایک اچھا دوست ہوں مگر پھر بھی دوست ہی بہتر بتا سکتے ہیں میرے بارے میں۔ (پرنس عبدالرحمٰن گجر-گاؤں نین لانجھا)

میں واقعی ایک اچھا دوست مجھے یہ تو نہیں پتہ کہ میں ایک اچھا دوست ہوں کہ نہیں اتنا ضرور جانتا ہوں کہ پہلے دوسرا ہی مجھ سے رابطہ ختم کرتا ہے۔ (علی ناز دکھی-ڈھوک مراد)

میں واقعی ایک اچھا دوست ہوں، ان کے لئے جو بغیر کسی لالچ کے دوستی کرتے ہیں۔ (عامر سہیل-ردیاپور)

میں واقعی ایک اچھا دوست میں اپنے آپ کو ایک اچھا اور سچا دوست ثابت کرتا ہوں اور میں سب دوستوں کو اچھا سمجھتا ہوں۔ (عبدالرشید بزنجو-گنڈانی)

میں واقعی ایک اچھا دوست ثابت ہوا ہوں کیونکہ میرا دوست مجھے اچھا کہتا تھا۔ (یار محمد-ڈیرہ بگٹی)

میں واقعی ایک اچھا دوست میں واقعی ایک اچھا دوست ہوں یا نہیں اس سے مجھے کوئی سروکار نہیں لیکن ایک اچھے دوست کو پرخلوص اور وفادار ہونا چاہئے اور دوستوں کے جذبات اور خوشیوں کا احترام کرنا چاہئے۔ (ذیشان بن نذیر-فیصل آباد)

میں واقعی ایک اچھا دوست ہوں یا نہیں یہ تو میرے دوست ہی بتا سکتے ہیں مانا کہ زمانے کے ہزاروں عیب ہیں مجھ میں مگر دوستوں کو بھول جانا مجھے آج بھی نہیں آیا۔ (مدثر سعید تبسم-گاؤں ماڑی)

میں واقعی ایک اچھا دوست ہوں یا نہیں یہ تو میں بھی نہیں جانتا میرے جاننے والے ہی بتا سکتے ہیں۔ (ظہیر عباس انجم کبوہ-حاصل پور)

میں واقعی ایک اچھا دوست ہوں یا نہیں میرے دوست بتا سکتے ہیں۔ (علی نواز مزاری-گھوٹکی)

میں واقعی ایک اچھا دوست کیونکہ میں دوستوں کو قدر کی نگاہ سے دیکھتا ہوں ان کی عزت کرتا ہوں اور ہمیشہ ان کا خیال کرتا ہوں۔ (فیض جی-دریا خان سرور)

میں واقعی ایک اچھا دوست ہوں، آزما کر دیکھ لیں۔ (محمد سلیم عاصی-حاصل پور)

میں واقعی ایک اچھا دوست ہوں، کیونکہ تمام دوست یہ حقیقت جانتے ہیں اور اس بات کا اعتراف بھی کرتے ہیں۔ (چوہدری یاسین احمد-جن پور)

میں واقعی ایک اچھا دوست ہوں، کیونکہ میں دوستی کے نام پر دھوکہ نہیں دیتا نہ کسی کو بیچ سفر میں تنہا ادھورا چھوڑتا ہوں۔ (ارمان سنگھ-فیصل آباد)

میں واقعی ایک اچھا دوست تو بننے کی کوشش کرتا ہوں کہ میری وجہ سے کسی دوست کو کوئی دکھ و تکلیف نہ ملے۔ (محمد اقبال رحمٰن-سبکی بالا)

میں واقعی ایک اچھا دوست اپنے منہ میاں مٹھو بننا کوئی اچھی بات تو نہیں ہوتی لیکن اگر پھر بھی یقین نہیں تو دکھوں اور غموں سے پوچھ لو۔ (عبدالباسط بابو-کھلابٹ)

میں واقعی ایک اچھا دوست ہوں کیونکہ میں اپنی غرض یا مفاد کی خاطر دوستی نہیں کرتی دوستی کا رشتہ مجھے بہت پسند ہے اور برے وقت میں میں اپنی دوستوں کا ساتھ نہیں چھوڑتی۔ (صندل-گوجرانوالہ)

میں واقعی ایک اچھا دوست خود کا تو پتہ نہیں جی پر میرے دوستوں کو کچھ پتہ ہوگا کہ میں کیسا ہوں۔ (محمد شہباز گل-گوجرانوالہ)

میں واقعی ایک اچھا دوست تھا، ہوں اور ان شاء اللہ بن کے رہوں گا کیونکہ میرے سب دوست اکثر مشکل وقت میں میرے کام آ جاتے ہیں اس لئے میں ایک اچھا دوست بن کر ثابت کر دوں گا اپنے تمام دوستوں کو۔ (عبدالوحید ابرار بلوچ-آواران)

میں واقعی ایک اچھا دوست ہوں اور یہ ان لوگوں سے پوچھیں جو میرے ساتھ رہ چکے ہیں۔ (پرنس مظفر شاہ-ناگمان چوک)

میں واقعی ایک اچھا دوست ہاں میں واقعی اچھا دوست ہوں۔ (امین مراد انصاری-کراچی)

میں واقعی ایک اچھا دوست ہوں، میں نے جس سے دوستی کی مگر اس نے مجھے دھوکہ دیا۔ (ستان سحر آزمی-چوک اعظم)

میں واقعی ایک اچھا دوست میں اچھا دوست نہیں ہوں اس لئے میرا کوئی اچھا دوست نہیں ہے۔ (ملک عرفان-عبدالحکیم)

میں واقعی ایک اچھا دوست نہیں ہوں کیونکہ میرے دوست مجھے کافی رابطہ کر کے چھوڑ گئے ہیں، اگر میں اچھا ہوتا تو وہ ایسا نہ کرتے۔ (اللہ دتہ بے درد-راولپنڈی کینٹ)

میں واقعی ایک اچھا دوست بننے کی کوشش کرتا ہوں۔ (محمد محسن ساغر-عارف والہ)

میں واقعی ایک اچھا دوست ہوں یا نہیں یہ تو میرے دوست ہی بتا سکتے ہیں۔ (ندیم عباس ڈھکو-ساہیوال)

میں واقعی ایک اچھا دوست ہوں، ایسا میرے دوست کہتے ہیں۔ شکریہ میرے سب دوستو! (عابدہ رانی-گوجرانوالہ)

میں واقعی ایک اچھا دوست ہوں یا نہیں میں نہیں جانتا آپ دوست مجھے بتا دو پلیز میں اچھا دوست ہوں یا نہیں۔ (دین محمد ہاشی-گلشن معمار)

میں واقعی ایک اچھا دوست ہوں مگر آج کل کی دوستی مطلب پرستی کی دوستی ہے۔ (محمد آفتاب شاد-کوٹ ملک روکوٹہ)

میں واقعی ایک اچھا دوست ہوں اور یہ بات تو میرے دوست ہی آپ سب کو بتا سکتے ہیں۔ (ایم اشفاق بٹ-لالہ موسیٰ)

میں واقعی ایک اچھا دوست ہوں یہ تو میرے دوست ہی بتا سکتے ہیں۔ (غلام عباس-محمد پور دیوان)

میں واقعی ایک اچھا دوست میں واقعی اچھا دوست ہوں پر کچھ لوگ مجھے اچھا بننے نہیں دیتے۔ (سید اشفاق حسین نقوی-گوجرانوالہ)

غم کے بعد خوشی ملتی ہے تو کیسا لگتا ہے؟

میری رائے میں غم کے بعد خوشی ملتی ہے تو انسان جھوم جاتا ہے لیکن جو لوگ غم دینے والے ہوتے ہیں جب خوشی ملتی ہے تو غم دینے والے ہدا کو بھی بھول جاتے ہیں۔ (محمد قتاب شاہ-کوٹ ملک دوکوہ)

میری رائے میں کوئی ہے ایسا ہدہ ہے جہڑا سانوں ہاسیاں وا پتہ دیوے جدوں خوشی لبدی ای نئیں بھاویں غم خوشی تو پہلے آون دیں بعدوچ کی فرق پیندا اے ہنوں۔ (محمد خاں انجم-لدھے وال)

میری رائے میں میری رائے میں ی ساتھ نجانے والی ہوں عارض ں تو پھر مزہ آتا ہے۔ (زاہدہ نیا-مری)

میری رائے میں بہت اچھا لگتا جب انسان کو غم کے بعد خوشی ، ہے تو غم بھول جاتے ہیں غم غم بل رہتا بہت خوشی ہوتی ہے۔ (عابد شاہ-چک نمبر 26 گ-ب رسالہ)

میری رائے میں بہت اچھا محسوس ہوتا ہے لیکن کبھی کبھی خوشی زیادہ دیر کسی کو راس نہیں آتی جیسے میرا خوشیوں کا وقت جلدی گزر جاتا ہے پھر بھی اللہ کا شکر ہے ملتا تو ہے۔ (عابد رشید-ڈھوک مغل)

میری رائے میں غم کے بعد خوشی ملتی ہے تو دل یہی دعا کرتا ہے کہ خدا دوبارہ غم نہ دینا انسان اپنے غموں کو بھول جاتا ہے اور اک خوشی کے احساس میں سارے غم بھول جاتے۔ (چوہدری الطاف حسین دھمی)

میری رائے میں بہت اچھا لگتا ہے جیسے زندگی میں رونق آ گئی ہو دنیا بہت حسین لگنے لگتی ہے جیسے خزاں سے بہار کا سفر ہو۔ (نامعلوم)

میری رائے میں انسان کو خدا کا شکر ادا کرنا چاہئے سابقہ گناہوں کی معافی مانگنی چاہئے، آئندہ گناہوں سے توبہ کرنی چاہئے۔ (ظفر اقبال جوئیہ-چشتیاں شریف)

میری رائے میں انسان کو ہر حال میں خوش ہونا چاہئے کیونکہ انسان خوشی اور غم کا ذمے دار خود ہوتا ہے جب کوئی غم ملتا ہے تو کہتا ہے کہ فلاں نے مجھے غم دیا ہے یہ نہیں سوچتا کہ غم پانے میں اس کی کتنی غلطی ہے۔ (الطاف حسین ناز-جھنڈیر شاخ محمود شاہ)

میری رائے میں زندگی غم ہی ہے۔ خوشی نہیں ہے۔ (عمران-چشتیاں)

میری رائے میں دکھ بہت بڑی چیز ہے لیکن جب نہ ہوتا تو خوشی کہاں سے آتی اس لئے ہر وقت خوشی غمی ساتھ ساتھ چلتی رہتی ہیں خدا سب کو غموں سے بچائے۔ (ایم وائی سجا-جدہ)

میری رائے میں بھیا مجھے زندگی میں غم زیادہ ملے ہیں خوشی کم ملی ہے لیکن خوشیاں ملیں تو ہر اک کو اچھا لگتا ہے غم کے بعد خوشی ملے تو روتا ہے جو اس نعمت سے محروم ہوتا ہے۔ (عابد علی آرزو-سانگلہ ہل)

میری رائے میں بہت خوب اچھا لگتا ہے خوشی ایک ایسی چیز ہے جیسے شبنم بنا بادل میں گرے۔ (عبدالصمد SK گبول-کراچی)

میری رائے میں خوشی کے ساتھ دنیا میں ہزاروں غم بھی ہوتے ہیں جہاں بجتی ہے شہنائی وہاں غم بھی ہوتے ہیں۔ (خالد فاروق آسی-فیصل آباد)

میری رائے میں اچھا تو لگتا ہے مگر میری زندگی میں کوئی خوشی نہیں غم ہی غم ہیں۔ (مس صبا-کلر سیداں)

میری رائے میں ابھی تک تو ہر غم کے بعد ایک غم نیا دہلیز پر کھڑا رہتا ہے مگر پھر بھی امید کرتے ہیں کہ اللہ ضرور خوشی نصیب کر دے گا۔ (وسیم سلطان خٹک-دوڑ خیل)

میری رائے میں جب انسان کو غم کے بعد خوشی ملتی ہے تو انسان کو اللہ تعالیٰ صبر دیتے ہیں جب انسان کا کوئی اپنا پیارا اسے چھوڑ دیتا ہے تو اسے وہ دن قیامت لگتا ہے اس لئے خوشی سے صبر ملتا ہے۔ (ذوالفقار علی سانول-ملک وال)

میری رائے میں اللہ کرے کسی کی زندگی میں غم کبھی نہ آئے، مجھے تو خوشی بہت کم ملی ہے غم زیادہ۔ (فیاض احمد جانثار-مظفر گڑھ)

میری رائے میں غم کے بعد خوشی ملتی ہے تو دل بہت مسرور ہو جاتا ہے مگر ساتھ میں بہت ہی اچھا ڈر بھی ہوتا ہے کہ کہیں یہ پھر سے غم میں نہ بدل جائے۔ (محمد عمیر ساقی-نور جمال)

میری رائے میں غم کے بعد خوشی ملتی ہے تو بہت اچھا لگتا ہے یہی سنا اور پڑھا ہے۔ شاید ایسا ہوتا ہو گا انسان سب دکھوں اور تکلیفوں کو بھول کر خوشیوں میں کھو جاتا ہو گا۔ (راحیلہ منظر-جمبرہ ستی)

میری رائے میں ایسا لگتا ہے جیسے بیماری کے بعد موت ملتی ہے، رمضان کے بعد عید اور پیپرز کے بعد اچھا رزلٹ، بہت ہی اچھا۔ (سید اظہر حسین شاہ-جہیر آزاد کشمیر)

میری رائے میں غم کے بعد خوشی ملتی ہے، خوش نصیبوں کو۔ ہمیں تو غم ہی غم ملے ہیں مگر پھر بھی خدا کا شکر ادا کرتی ہوں۔ (کلثوم گبول-کراچی)

میری رائے میں جب غم کے بعد خوشی ملتی ہے تو اس کا ذائقہ کچھ مختلف ہوتا ہے اور وہ بہت خوش قسمت ہوتے ہیں جنہیں غم کے بعد خوشی ملتی ہے۔ (نبیل احمد گبول-کراچی)

میری رائے میں جب ہم کو غم کے بعد خوشی ملتی ہی نہیں تو کیا لکھوں قارئین اب بتائیں میں کیا کروں۔ (عبدالصمد SK گبول-کراچی)

میری رائے میں جب غم کے بعد خوشی ملتی ہے تو ایسے لگتا ہے جیسے خزاں کے بعد بہار آ گئی ہو، خوشی ملتے ہی غم کا احساس نہیں ہوتا، خوشی بہت اچھی لگتی ہے۔ (ایم اشتاق بٹ-لالہ موسیٰ)

میری رائے میں غم کے بعد خوشی کا تو پتہ نہیں کیسا لگ گا فی الحال تو صرف غم ہی ملے ہیں پتہ نہیں خوشی کب ملے گی اور اپنی رائے جواب عرض میں لکھوں گی۔ (ثوبیہ کنول-بھکر)

میری رائے میں غم کے بعد جب خوشی ملتی ہے تو بہت دلفریب سا احساس محسوس ہوتا ہے۔ دل کا موسم نکھرا نکھرا سا لگنے لگتا ہے۔ ہر نظارہ اچھا لگنے لگتا ہے۔ (محمد عمیر مظہر ستی-حمکیاں)

میری رائے میں غم کے بعد خوشی ملتی ہے تو ایسا لگتا ہے جیسے انسان کو ایک نئی زندگی ملی ہو۔ (محمد خادم جنگ-ڈیرہ مراد جمالی)

میری رائے میں غم کے بعد خوشی ملے تو انسان پچھلے غموں کو بھول کر اک نئی زندگی شروع کر دیتا ہے۔ (منان سحر آزحتی-چوک اعظم)

میری رائے میں یہ بیان سے باہر ہے غم کے بعد جب خوشی ملتی ہے بتا نہیں سکتا لگتا ہے مرنے والے کو زندگی، بیمار کو صحت، قیدی کو رہائی ہاں ایسا ہی لگتا ہے غم کے بعد۔ (پرنس عبدالرحمٰن گجر-گاؤں نین لانجی)

میری رائے میں خوشی کیا ہے خوشی آج تک ملی ہی نہیں، ہمارے لئے بنی ہی نہیں غم ہمارے ساتھ ساتھ ہے خوشی کی آرزو جو ہمیشہ رہے گی خوش خوشی خوشی... (ثمر اعجاز عمر بڑ گوندل-گوجرہ)

میری رائے میں غم کے بعد جب خوشی ملتی ہے تو انسان کو اپنے سب غم بھول جاتے ہیں۔ (صاعقہ نورین-گجرات)

میری رائے میں میری رائے یہ ہے کہ مجھے خوشی ملتی ہے تو مجھے خوشی بالکل اچھی نہیں لگتی کیونکہ مجھے غموں سے پیار ہے۔ (علی ناز دکھی-ڈھوک مراد)

میری رائے میں جب غم کے بعد خوشی ملتی ہے تو ایسا محسوس ہوتا ہے کہ کبھی غم تو زندگی میں آیا ہی نہ ہو اور زندگی میں جیسے خوشی ہی خوشی

ہو۔(عامر سہیل-دنیاپور)

میری رائے میں جب غم کے بعد خوشی ملتی ہے تو انسان حسرتوں کے آسمان پہ پہنچ جاتا ہے، اسے ایسے لگتا ہے جیسے وہ ایک سہانا خواب دیکھ رہا ہو۔(چوہدری یاسین احمد-ستی خان بیلہ)

میری رائے میں غم کے بعد خوشی جب ملتی ہے تو بہت ہی اچھا لگتا ہے، انسان ساری زندگی کے غم بھول جاتا ہے لیکن خوشی ہوتی بہت کم غم زیادہ۔ (اے ڈی ناز-ساہیوال)

میری رائے میں غم کے بعد جب خوشی ملتی ہے تو ایسا لگتا ہے جیسے کسی نے بہت پٹائی کی ہو اور تین چار دن بعد کھانے کو کچھ دیا ہو۔ (منظور اکبر اداس-جھنگ)

میری رائے میں غم کے بعد خوشی ملتی ہے تو بہت ہی اچھی لگتی ہے مگر ساتھ میں یہ بھی ڈر رہتا ہے کہ کہیں یہ خوشیاں پھر سے غموں میں نہ بدل جائیں۔ (نثار احمد حسرت- نور جمال شالی)

میری رائے میں اگر غم کے بعد خوشی ملے تو ایسا لگتا ہے کہ موسم خزاں میں تمام پتے گرنے کے بعد خشک ہونے کے باوجود ٹھہرے رہے اور پھر بہار نے آ کر رنگین بنایا۔(یار محمد پیروزانی کھتی-ڈیرہ بگٹی)

میری رائے میں زندگی اک دفعہ پھر دھوکہ کھانے کے لئے تیار ہو جاتی ہے، وہ کیوں بھول جاتی ہے کہ غموں کے طوق پہننے والے خوشیاں کیوں کر دیں، ان کی خوشی کے پیچھے ہزاروں مفاد پوشیدہ ہوتے ہیں، ہمیں خوشیاں نہیں چاہئیں ہم نے غموں کے گھر میں رہنا ہے۔(مجید احمد جائی-ملتان)

میری رائے میں خدا نے ہر چیز کے متبادل کوئی نہ کوئی چیز بنا رکھی ہے جیسے دن کے بعد رات، بیماری کے بعد شفا اسی طرح غم کے بعد خوشی، خوشی جب ملتی ہے تو انسان غم کو بھول جاتا ہے۔(مدثر سعید تبسم-ماڑی گاؤں)

میری رائے میں خوشی کو تو سب مل کر مناتے ہیں مزہ تو تب آتا ہے جب آپ کے چاہنے والے آپ کا دکھ درد میں شریک ہوں۔ (ظہیر عباس انجم کمبوہ-حاصل پور)

میری رائے میں غم کے بعد خوشی ملتی ہے تو دل باغ باغ ہو جاتا ہے۔ میں اللہ پاک کا شکر گذار ہوں اور آگے کے لئے دعا کرتا ہوں۔(محمد امین مزاری-گھوٹکی)

میری رائے میں پتہ نہیں کیا ہوتا ہے، مجھے تو خوشی ملی نہیں ہے غم ہی غم ملے ہیں، جب خوشی ملی تو پھر پتہ چلے گا۔(محمد سلیم عاصی-حاصل پور)

میری رائے میں جیسے خزاں میں بہار آ جائے، جیسے کسی گہرے درد سے راحت مل جائے اور سکون آ جائے۔(ظفر نور بھٹو-اوباڑو)

میری رائے میں جب انسان کو خوشی ملتی ہے تو وہ اسے بھرپور طریقے سے انجوائے کرے کیونکہ خوشی زندگی میں کبھی کبھی آتی ہے اور غم ہمیشہ رہتے ہیں۔(ارمان شمیم-لیعل آباد)

میری رائے میں غم کے بعد جب خوشی ملتی ہے تو انسان بہت خوش ہوتا ہے لیکن خوشی سے غم بہتر ہے کیونکہ غم میں خدا یاد آتا ہے جبکہ خوشیوں میں انسان خدا کو بھی بھول جاتا ہے۔ (عمر دراز بادشاہ-جڑانوالہ)

میری رائے میں زندگی کے نشیب و فراز میں دکھ کے بعد جب خوشی ملتی ہے جیسے انسان آگ سے نکل کر گلشن میں پہنچ گیا ہو۔(شبیر حیدر واصف-محب پور)

میری رائے میں خوشی ان کو ملتی ہے جن کے اپنے پاس ہوں، میرے اپنوں نے مجھ کو ہمیشہ غم ہی غم دیئے ہیں اور آج تک کبھی خوشی نہیں دیکھی۔ (محمد آفتاب شاد-کوٹ ملک دوگوہ)

میری رائے میں جب غم کے بعد خوشی ملتی ہے تو ایسے لگتا ہے جیسے کڑی دھوپ میں سنسان موسم میں ہواؤں کا ٹھنڈا موسم ایک پل کے لئے آ گیا ہو۔(وسیم ارشد-خان بیلہ)

میری رائے میں غم کے بعد خوشی ملے تو بہت اچھا لگتا ہے کہ انسان کو ایسا محسوس ہوتا ہے کہ اب دوبارہ غم نہیں آئیں گے لیکن دکھ سکھ زندگی کا حصہ ہیں خدا قارئین کو خوشی ہی دے۔(محمد اقبال رحمن-بسکی بالا)

ماں سے پیار کا اظہار

✻ ... میں اپنی ماں سے بہت پیار کرتا ہوں اور اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ ہر بیٹے کے دل میں ماں کا پیار پیدا کر دے۔(زیب ظہور احمد بلوچ-ڈیرہ مراد جمالی)

✻ ... میں اپنی ماں سے بہت پیار کرتا ہوں میری ماں بہت اچھی ہے، میرا دعا ہے کہ ماں خوش رہے۔(علی نواز مزاری-گھوٹکی)

✻ ... قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ اے انسان تو ماں باپ کی خدمت کر تو میں تجھے جنت عطا کر دوں گا اور ساتھ میری عبادت بھی کر۔(ایم افضل کھرل-ننکانہ صاحب)

✻ ... میں اپنی ماں سے بہت پیار کرتا ہوں اور یہ میری ماں کی دعائیں ہی ہیں کہ میں ابھی تک زندہ ہوں ورنہ...... (عامر سہیل بھٹی-مندری)

✻ ... میں اپنی ماں سے بے حد پیار کرتا ہوں اتنا اتنا کہ شاید اسے آپ سے بھی آپ سے بھی نہیں۔ اللہ میری ماں کو لمبی زندگی دے۔ (رئیس صدام ساحل-خان بیلہ)

✻ ... میں اپنی ماں سے بے حد پیار کرتا ہوں۔ میری ماں دنیا کی عظیم ماں ہے۔ (ثنا احمد حسرت-نور جمال شالی)

✻ ... ماں کے قدموں تلے جنت ہے، ماں کی خدمت کرنی چاہئے، ماں کے بغیر گھر قبرستان کی مانند ہے، وہ لفظ نہیں جس میں ماں کی تعریف ہو، ماں عظیم تحفہ ہے۔(قمر عمر بشیر گوندل-گوجرہ)

✻ ... میں اپنی ماں سے کتنا پیار کرتا ہوں یہ میں بتانے سے قاصر ہوں کیونکہ میری ماں دنیا کی عظیم ماں ہے۔ (مسز ایم ارشد وفا)

✻ ... میں اپنی ماں سے بے پناہ محبت کرتا تھا مگر اب اس دنیا میں نہیں ہے اور ماں کے بغیر میں آدھا ہوں۔(سردار اقبال-سردار گڑھ)

✻ ... اے میری پیاری ماں آج میں جو کچھ بھی ہوں تیری وجہ سے ہوں۔ اے میری ماں میرے لئے دعا کرنا۔ (ندیم عباس ڈھکو-ساہیوال)

✻ ... میں اپنی ماں سے بہت پیار کرتا ہوں یہ زندگی تو ماں کی دی ہوئی ہے۔ (عبدالصمد SK-کراچی)

✻ ... ماں ایک خوشبو ہے جس سے سارا جہاں مہک جاتا ہے۔ ماں کی ممتا پتھر دل کو بھی موم بنا دیتی ہے۔ ماں دنیا کی سب سے حسین ہستی ہے۔(حماد ظفر بادی-گوجرہ)

✻ ... میری ماں عظیم ہستی ہے، اللہ اس کا سایہ مجھ پر ہمیشہ قائم رکھے۔ (غضنفر حیات ہوتی-میاں چنوں)

✻ ... ماں جی آپ صدا خوش رہیں اللہ پاک آپ کو ہماری زندگی دے اور آپ کا سایہ ہمیشہ ہمارے سر پہ قائم رکھے۔ (نیافت علی-گوکلی)

✻ ... ماں کے لئے ساری دنیا کو چھوڑ دو لیکن ساری دنیا کے لئے ماں کو مت چھوڑنا۔(سید اظہر حسین-چنیر)

✻ ... میں اپنی ماں سے بہت پیار کرتا ہوں، میری ماں دنیا کی عظیم ماں ہے۔ (منیر اداس موہڑوی-مظفر آباد)

✻ ... ماں دنیا کی عظیم ہستی ہے، اس کی جتنی تعریف کرو وہ بہت کم ہے، ماں کی خدا کرو اور اس کی دن رات خدمت کرو کیونکہ یہی ہماری جنت ہے۔(نبیل احمد گبول-کراچی)

✻ ... میں اپنی ماں سے بہت پیار کرتا ہوں ماں کی دعا جنت کی ہوا۔ (عمران رمضان-تھینگ موڑ)

✻ ... ماں ڈانٹتی ہے تو لگتا ہے کہ پیار ہے ماں کی مار میں بھی پیار ہوتا ہے۔(راحیلہ منظر-جہرہ شی)

✻ ... میرے لئے ماں ہی سب کچھ ہے۔(جنید اقبال-اٹک)

✻ ... میں اپنی ماں سے بہت پیار

کرتا ہوں مگر وہ مجھ سے روٹھ جاتی ہیں۔ پلیز ماں ایسا نہ کرو پھر میں بہت اداس رہتا ہوں۔ (بسم سلطان خٹک-کرک)

✿...... میں اپنی ماں سے بہت پیار کرتا ہوں، میری ماں کا سایہ ہمیشہ میرے سر پر قائم رہے۔ (تحو کھر ندیم-شاد باغ)

✿.... ماں کی قدر کرو اگر ماں ہے تو سب خوشیاں آپ کے ساتھ ہیں، ماں کی دعا کو خدا بھی قبول کرتا میری ماں تجھے میں سلام کرتا ہوں۔ (سیف الرحمٰن زخمی-مقابر)

✿.... اے میری ماں تو ہمیشہ خوش رہے، سدا سلامت رہو، آپ ہی کی وجہ سے اس دنیا میں خوش ہوں۔ (اللہ دتہ بے درد-راولپنڈی کینٹ)

✿..... میری ماں دنیا کی سب سے اچھی ماں ہے، میں جب بھی تھکا ہارا آتا ہوں تو اس کی گود میں سر رکھ کر مجھے بڑا سکون ملتا ہے۔ (ارمان سنگم-فیصل آباد)

✿..... میری ماں میرے لئے جنت کا ایک نظارہ ہے، میری ماں میرے لئے ایک چھتری کی طرح سایہ ہے، میں اپنی ماں سے بہت پیار کرتا ہوں۔ (عبدالرشید بزنجو-گنڈانی)

✿..... ماں کی دعا اور یونس پنکھے کی ہوا بالکل ایک جیسے ہیں۔ (یونس مظفر شاد-پشاور)

✿...... جس کے نام سے دل کو قرار ملتا ہے جہاں سے محبتوں کا پیغام ملتا ہے میرا دن تو میری ماں کو دیکھ کر ہی نکلتا ہے، میری ماں میری چاہت ہے۔ (محمد شہباز گل-گوجرانوالہ)

✿... ماں اس دنیا میں ایک عظیم تحفہ خداوندی ہے۔ ماں کے بغیر گھر ویران لگتا ہے، مجھے اپنی ماں سے بہت پیار ہے۔ (رخسانہ آفتاب-موشن چمن)

✿ ماں سے پیار کرو، ماں کا پیار آپ کو جنت میں لے جائے گا۔ (محمد اشرف زخمی دل-نجینیا)

✿... میں اپنی ماں سے بہت پیار کرتا ہوں وہ صرف ماں ہی ہے جو ہر وقت میرے لئے دعائیں کرتی ہے اور میں خود کو خوش قسمت انسان سمجھتا ہوں۔ (عدنان حیدر-جہلم)

✿ ماں کی محبت جنت کو جانے کا آسان راستہ ہے، ماں کے قدموں کے نیچے جنت ہے، پلیز ماں کی قدر کرو۔ (الٰہی بخش غمشاد-پنج گران)

✿ میں اپنی ماں سے بہت پیار کرتا ہوں۔ خاص طور پر اب یہاں جیل میں ماں بہت یاد آتی ہے۔ (عبدالمجید احمد-فیصل آباد)

✿.. ماں گلاب کا پھول ہے، ماں کے بغیر گھر ویران لگتا ہے، ماں نہیں تو کچھ بھی نہیں، ماں کے بغیر ساری دنیا بے رونق لگتی ہے۔ (غلام مصطفیٰ خان-چونیاں)

✿ میں اپنی ماں سے بہت محبت کرتا ہوں۔ خدا میری ماں کو عمر دراز عطا کرے۔ (بزنادوحی-دلپور)

✿.... ماں سے [illegible] وہ ایک چھوٹا سا لفظ ہے مگر ساری کائنات فقط اس چھوٹے سے لفظ کے بغیر نامکمل ہے اور ماں کے بغیر دنیا کچھ بھی نہیں۔ (محمد آفتاب شاہ-کوٹ ملک دوکوٹہ)

✿ میری ماں ہے ماں کا دوسرا نام جنت، ماں میری دنیا کی عظیم ترین ہستی ہے جسے طلب جنت ہے، وہ اپنی ماں کے قدموں کے نیچے تلاش کرے، ماں کی قدر اس سے پوچھو جس کی ماں نہیں ہے۔ (یاسر ساقی-ساہیوال)

✿ ماں ایک ایسا رشتہ ہے جو سب رشتوں کو جوڑے رکھتا ہے اور اگر ماں نہ ہو تو سب بکھر جاتے ہیں اور ماں خدا کا [illegible] روپ ہے۔ (مدثر بیگی-عارف والہ)

✿ ماں تیری عظمت کو سلام، ماں آج تم کو بہت یاد کیا اشک آنکھوں میں لے کر تمہاری قسم رات بھر ہم روتے رہے۔ کاش! ماں تم واپس لوٹ آؤ۔ (آصف سانول-بہاولنگر)

✿ ماں اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھیجا ہوا ایک انمول تحفہ ہے اور جنت میں جانے کا ایک ذریعہ بھی ہے جس کی خدمت کرنے سے ہی ہم جنت میں داخل ہو سکتے ہیں۔ (عثمان غنی-قبولہ شریف)

✿ ماں تجھے سلام، ماں کی تعریف کیا، اللہ تعالیٰ نے ماں کو اتنی عظمت دی ہے کہ جنت بھی اس کے قدموں تلے رکھ دی۔ (عمران فنا-لسبیلہ)

✿✿✿

عرصہ ہو گیا لوگ لکھ رہے ہیں ان میں دس فیصد ہوں گے جو کہ اس پر عمل بھی کرتے ہوں باقی سب صرف لکھتے ہیں۔ (عبدالرحمٰن گجر-نین لانجھا)

✿... میں اپنی ماں سے بے حد پیار کرتا ہوں کیونکہ ان کی محبت میں میرے دونوں جہاں کی خوشیاں شامل ہیں، وہ راضی ہیں تو خدا راضی ہے۔ (رئیس صدام ساحل-خان بیلہ)

✿...... میری ماں دنیا کی سب سے اچھی ماں ہے، میں اپنی ماں سے بہت پیار کرتا ہوں۔ (علی ناز دکھی-اچوک مراد)

✿... میں اپنی ماں سے اتنا پیار کرتا ہوں کہ میں اپنی ماں کے لئے دنیا کی ہر چیز چھوڑ سکتا ہوں۔ (ناصر سہیل-دنیاپور)

✿..... اگر میری ماں نہیں ہوتی تو میں بھی اس سرزمین میں نہ ہوتا، میری ماں میری جنت الفردوس ہے، میں اپنی ماں سے بہت پیار کرتا ہوں۔ (عبدالرشید بزنجو-گنڈانی)

✿ .. ماں انمول ہستی ہے، ماں کی نیک دعائیں انسان کو کامیاب کرتی ہیں، ماں بس ماں ہے، اے اللہ میری ماں کو میری عمر دے دے۔ (الٰہی بخش غمشاد-پنج گران)

✿ میں اپنی ماں کو بہت مس کرتا ہوں، کاش! میری ماں زندہ ہوتی میں اپنی ہر خوشی اپنی ماں پہ قربان کر دیتا۔ (اے ڈی ناز-ساہیوال)

✿..... میری ماں دنیا میں ہی میرے لئے رحمت ہے، اللہ تعالیٰ میری ماں کا سایہ میرے سر پہ رکھے۔ (منان سحر آزمی-چوک اعظم)

✿..... ماں جی آپ ہمیشہ خوش رہو کوئی غم نہ ملے آپ کو۔ (صائمہ-مرید)

✿..... اے ماں تیرا بیٹا تیرے بغیر نامکمل ہے، زمانے نے اسے زخموں سے چور چور کر دیا ہے، پلیز ماں اب تو اپنی آغوش میں لے لے مزید دکھ نہیں برداشت ہوتے، ماں اپنی گود میں جگہ دے دو ناں! (عبدالمجید جائی-ملتان)

✿.... ماں کو تو سب بہت پیار کرتے ہیں مگر مجھے اپنی ماں سے اتنی محبت ہے کہ میں بیان نہیں کر سکتا۔ (ظہیر عباس انجم-حاصل پور)

✿.... ماں سے میں بہت پیار کرتا ہوں ماں کو پلیز ناراض نہ کیا کرو خدا کے لئے ماں کو ناراض مت کرنا میری دعا ہے کہ میری ماں کی عمر لمبی ہو۔ (ندیم عباس ڈھکو-ساہیوال)

✿...... میں اپنی ماں سے بہت پیار کرتا ہوں۔ ماں کی ایک دعا زندگی بنا دے گی مگر تم کو ہنسا دے گی۔ کبھی بھول کر بھی ماں کو نہ رلانا ورنہ ایک چھوٹی سی بددعا سے پورا عرش ہل جائے گا۔ (علی نواز ہزاروی-گھوٹکی)

✿.... ماں کے دم سے یہ دنیا قائم ہے، ماں کے بغیر گھر قبرستان لگتا ہے، ماں کی خدمت سے جنت میں گھر بنانا چاہتا ہوں۔ (ملک محمد افضل طاہر-لاہور)

✿ ... خدا نے ماں کو کتنی شان دی ہے جنت کو بھی ماں کے قدموں تلے لا رکھا، جبھی اس لئے میں کہتا ہوں میری ماں میری جنت ہے۔ (مدثر سعید تبسم-ماڑی)

✿... ایسا رشتہ ہے ماں سے میرا جو نہ ٹوٹے قیامت کے بعد بھی جس کے قدموں تلے ہے جنت میری جسے دیکھ کر ہوتا ہے میرا دل شاد بھی۔ (تصور علی حسرت کھوکھر-گوجرانوالہ)

✿ .. ماں کے بغیر دنیا کی کوئی ہستی سچا پیار نہیں کرتی، سچا پیار صرف ماں ہے۔ (فیض بخش-نئی سرور)

✿.... ماں کے قدموں تلے جنت ہے، میری ماں مجھ سے بہت پیار کرتی ہے، خدا میری ماں کو سلامت رکھے۔ (محمد سلیم عاصی-حاصلپور)

✿.... میں اپنی ماں سے بہت پیار کرتا ہوں جس کا شمار شاید ممکن نہ ہو کیونکہ وہی میرے لئے ایک بڑی ہستی ہے۔ (چوہدری یاسین احمد-شی جن پور)

✿..... ماں کے معنی ہیں "م" محبت بھرا دل، "ا" اللہ کا دیا ہوا تحفہ، "ں" نور سے بھرا بھرا۔ سدا سلامت رہو ماں! (ظفر نور بھٹو-اوباوڑہ)

✿✿✿

پسندیدہ اشعار

آسان تو نہیں تھا تیری یادوں کو بھلانا
اس لئے مجھے خود کو پڑا میٹھی نیند سلانا
☆——— ظفر نور-اوباوڑہ

انگلیاں ٹوٹ گئیں پتھر تراشتے تراشتے
اور جب بنی صورت یار کی تو خریدار آ گئے
☆——— بہادر عاربانی-گھوٹکی

اسے چاہا تو بہت مگر اسے پا نہ سکے
وہ بے وفا تھا بہت اسے آزما نہ سکے
☆——— ضیافت علی-کوٹلی

اے قاصد ذرا پھر سے بتا
اس نے پہلے کیا کہا، پھر کیا کہا، پھر کیا کہا؟
☆——— محمد افضل اعوان-گوجرہ

اس قدر دیئے تیرا انہوں کی چاہت نے فریب
اب تو اپنا سے بھی جاوید خوف سا آتا ہے
☆——— جاوید اقبال جاوید-فیصل آباد

اپنی قسمت میں جلنا ہے تو جل جاؤں گا
میں تیرا وعدہ نہیں جو بدل جاؤں گا
☆——— عبدالمجید احمد-فیصل آباد

اگر کسی سے بچھڑنا اتنا آسان ہوتا تو
جسم سے روح کو فرشتے لینے کبھی نہ آتے
☆——— ندیم عباس ڈھکو-ساہیوال

اگر چومنا ہی مقصود ہو تو نظروں سے
چوم لیا کرتے ہیں ساول
لگا کر جونٹ کسی کے دامن تو
ہم داغدار نہیں کرتے
☆——— بشیر ساول-مانسہرہ

اس کی وفا نہ ملی مگر اس کو وفادار کہتے ہیں
وہ بے وفا سہی میرے جینے کا سہارا تو ہے
☆——— بدنصیب خورشید احمد-مانسہرہ

اک دوست میری زندگی میں ایسا بھی ہے
پھولوں میں گلاب جیسا ہے
میری دوستی کی حد اس پہ ختم ہے
زمین پہ رہتا ہے مگر چاند جیسا ہے
☆——— شہناز مجید-میرپور ماتھیلو

اب تو وہ دن بھی نہیں ہیں کہ مرے نام کے ساتھ
آپ کا نام بھی لیتے تھے زمانے والے
☆——— محمد اسحاق انجم-کنگن پور

اب کی بار وہ رو پڑے گا دیوان کا منہ دیکھ کر
آخری خط میں اسے میں نے لکھا کچھ بھی نہیں
☆——— امین مراد انصاری-کراچی

اتنا بھی نہ کرو ناز اپنی جوانی پہ دین
ہم زندگی کی بازی ہار دیتے ہیں تیری اداؤں پہ
☆——— دین محمد گجنی-کراچی

اک شخص مجھ کو زخم جدائی دے گیا
جب دے نہ سکا پیار تو رسوائی دے گیا
جاتے ہوئے اپنی نشانی کے طور پر
کتنے خلوص سے مجھے تنہائی دے گیا
☆——— رئیس ارشد-سعودی عرب

ایک آرزو ہے وہ پوری پروردگار کرے
میں دیر سے جاؤں اور وہ میرا انتظار کرے
لپٹ جائے وہ مجھ سے عالم مدہوشی میں
اور جوش و جنوں میں محبت کا اظہار کرے
☆——— پرنس مظفر شاہ-پشاور

اس دنیا میں کون ساری زندگی ساتھ دے گا
لوگ اپنے ہاتھ سے دفنا کر بھول جاتے ہیں قبر کون تھی

☆——— محمد نعمان نوفی-ساہیوال

اگر ہماری سازش تھی بے نقاب تو کرتے
ہمارا نہ سہی محبت کا آداب تو کرتے
ہم خود غرض نہیں بے لوث تھے ساول
ہماری وفاؤں کا بھی حساب تو کرتے
☆——— آمنہ ساول-چشتیاں

اپنی چاہت کی کرنوں سے
میرے دل میں اجالا کر دو
یا پھر اس تپتی دھوپ میں
مجھ پہ اپنی زلفوں کا سایہ کر دو
☆——— سید عارف شاہ-جہلم

ابھی تو ساتھ چلنا ہے سمندر کی مسافت میں
کنارے پہ ہی دیکھیں گے کنارہ کون کرتا ہے
☆——— محبوب حسین پردیسی-تھوال

بیٹھ جاتی ہے وہ سب بھلا دیں آ کر
تیری یاد میرے گھر میں کوئی فرد ہو جیسے
☆——— ارمان سحر

بعد مرنے کے میری جو کہانی لکھنا
کیسے برباد ہوئی میری جوانی لکھنا
☆——— نرگس ناز-سکھر

بے وفا زمانہ کیا جانے کیا دولت ہوتی ہے
دل دے کر ہمیں معلوم ہوا کیا چیز محبت ہوتی ہے
☆——— یاسر ساقی-مانسہرہ

باغ جنت میں محو مسکرات ہو گئے
رحمت کے پھول گر پڑے ہم ان سے جا ملے
☆——— محمد محسن ساغر-خارف والا

بعد مرنے کے تیری لحد پہ آئے گا کون خدا

یہاں لوگ بتوں کو فنا کے نہیں جلا دیتے ہیں
☆——— جمیل ندا خیرپوری-خیرپور میرس

بڑی سوچ چھوٹا دماغ ہے تیرا کیا سمجھے گا تو
اس دنیا کو یہاں کون ہے تیرا
کرتا ہے تو یاد کر اس اپنے خدا کو
پھر دیکھ اس دنیا میں وہی کون ہے تیرا
☆——— محمد لقمان اعوان-سریانوالہ

پھر درد دل پہ کوئی دینے لگا ہے دستک
جانے پھر دل وحشی کا طلبگار ہے کون
☆——— اللہ دتہ بے درد-راولپنڈی کینٹ

پیار حد سے بڑھ جائے تو غم ملتے ہیں
یہی سوچ کے ہم ہر شخص سے کم ملتے ہیں
☆——— مریم بشیر گوندل-گوجرہ

پتھر سمجھ کر ٹھوکر مار دی تم نے اے جاناں
تراش کر دیکھتے تو شاید ہیرے سے بھی انمول تھے ہم
☆——— شازیہ چوہدری-شیخوپورہ

تم حقیقت ہو یا فریب میری آنکھوں کا محسن
نہ دل سے نکلتے ہو نہ زندگی میں آتے ہو
☆——— نوید اختر سحر-کبیر والا

تیری اک خوشی کی خاطر میں نے کتنے غم چھپائے دوست
اگر میں اک بار روتی تو تیرا شہر ڈوب جاتا
☆——— صائمہ-چکوال

تم محبت کے کون سے خاصوں کی بات کرتے ہو قمر
یہاں تو لوگ خدا کو بھی فرصت ملے تو یاد کرتے ہیں
☆——— محمد ہارون قمر تیج پور ہزارہ

تمنا تھی کہ مر جاتے ہم بھی کسی کی راہ الفت میں
کاش میری محبت کا بھی لیتا امتحان کوئی وفا
☆——— مسز ایم ارشد وفا-گوجرانوالہ

تمنا عشق میرا جنون ہے اے خالد
اے کاش اس جنون میں زندگی گزر جائے
☆——— ایم خالد محمود ساول-مردوٹ

تو ملا ہو ساتھ تو جئیں کیسے جان وفا کی قسم
ہم تو زندہ ہیں صرف تیری دوستی کے لئے
☆——— ایم وائی سچا-جدہ

تحریر ہو سیاہی کی تو کاغذ سے کھرچ ڈالوں
بنا نقش تیرا دل سے مٹاؤں کیسے
☆——— بدر عمران ساحل-تلواڑہ

ج

جن کی آنکھوں کا مقدر نہیں تھی نیندیں
ان کے ہر خواب ادھورے ہی ہوا کرتے ہیں
☆——— شعیب شیرازی-جوہر آباد

جب سے تیرے نام کر دی زندگی اچھی لگی
تیرا غم تیری ہر خواہش اچھی لگی
تیرا پیکر تیری خوشبو تیرا لہجہ
تیری بات دل کو تیری گفتگو اچھی لگی
☆——— امداد علی عرف ندیم عباس تنہا

جو ہو سکے تو میری روح میں سما جاؤ
دل و نگاہ کے رشتے تو ٹوٹ جاتے ہیں
☆——— فنکار شیر زمان پشاوری-پشاور

چ

چاہا بھی تو اسے جو تھا ہی نہ تقدیر میں
نگاہوں میں رکھ کر یاد کرتے ہیں اسے تصویر میں
☆——— ماجد علی اعوان کشمیری-کراچی

خ

خود کو اس دل میں بسانے کی اجازت دے دو
مجھ کو تم اپنا بنانے کی اجازت دے دو
مجھ کو قید کر لو اپنے عشق میں تم
یا مجھے عشق کرنے کی اجازت دے دو
☆——— محمد اشرف زخمی دل-بھکی

خزاں کا موسم آیا بہار دل سے گئی
کوئی تو میری خطاؤں کو معاف کر کے گیا
☆——— طارق نور-مکران

خوشیوں سے ناراض ہے میری زندگی
پیار کی محتاج ہے میری زندگی
ہنس لیتا ہوں لوگوں کو دکھانے کے لئے
ورنہ درد کی کتاب ہے میری زندگی
☆——— واصف علی آرائیں

خوشی ملی تو کئی درد مجھ سے روٹھ گئے
دعا کرو کہ میں پھر سے اداس ہو جاؤں
☆——— صدا حسین صدا-کیلا

دکھ تو یہ ہے کہ وہ بھی نہ مل سکا بزنجو کی
دکھ جس کے قبول کئے بزنجو نے خوشی کی طرح
جاں کا ملنا ہی بزنجو کے حسرت مقدر میں نہ تھا
ورنہ کیا کچھ نہیں کیا بزنجو نے اسے پانے کے لئے
☆——— عبدالرشید بزنجو-گنڈانی-لسبیلہ

دل میں خدا کا ہونا بھی لازم ہے غالب
یوں سجدوں میں پڑے رہنے سے جنت نہیں ملتی
☆——— عمران ثنا-حب ڈیم

دیوانہ بنا کے دل توڑنا عادت ہے تیری
شاید اسی کا نام تو نے وفا رکھا ہے
☆——— محمد صفدر روکھی-کراچی

روز شام کی تم بھی بجھتی ہوئی شمع کو دیکھ کر
کسی کی زندگی میں اندھیرا ہو گیا تمہاری بے وفائی سے
☆——— سفیر اداس سوہری-مجگوٹ

زمانے گزر گئے رو کر نہیں دیکھا
آنکھوں میں نیند تھی مگر سو کر نہیں دیکھا
وہ کیا جانے گا درد محبت کا بے وفا

ملاقات

فنکار شیر زمان پشاوری
عمر: 33 سال
تعلیم:
مشغلے: جواب عرض پڑھنا، مدھیر کی پاکستانی فلمیں دیکھنا
پتہ: توحید کالونی نمبر 1، گلی نمبر 4 شاہین مسلم ٹاؤن نزد پھندو روڈ، پشاور شہر

عبدالرشید بزنجو
عمر: سال
تعلیم:
مشغلے: قلمی دوستی کرنا
پتہ: معرفت بزنجو گولڈ ڈرنک اینڈ جنرل سٹور، گنڈانی سٹی، ڈاک خانہ شیخ آباد کوڈ نمبر 90300، تحصیل گنڈانی، ضلع لسبیلہ

شوکت علی وفا
عمر: 20 سال
تعلیم:
مشغلے: دوستی کرنا، فلمیں دیکھنا
پتہ: بستی قادر بخش نورانی، ڈاک خانہ ماہی چوک، تحصیل صادق آباد، ضلع رحیم یار خان

عبدالصمد SK گبول
عمر: 23 سال
تعلیم:
مشغلے: جواب عرض پڑھنا، قارئین سے دوستی کرنا
پتہ: شہر کراچی، ضلع ملیر جلاب گوٹھ

یاسر ساقی
عمر: 22 سال
تعلیم:
مشغلے: ہمدردی کرنا، دل جیتنا، قلمی دوستی کرنا، مطالعہ کرنا
پتہ: ہنگو نور، پوسٹ آفس لساں نواب، تحصیل و ضلع مانسہرہ

عبدالغفار تبسم
عمر: سال
تعلیم:
مشغلے: ہمسفر کی تلاش ہے
پتہ: فلیٹ نمبر 229 سی این بلاک، ماڈل ٹاؤن، لاہور

امجد وکی کوروٹانہ
عمر: 30 سال
تعلیم:
مشغلے: خوشی کی خاطر کچھ بھی کرنا، جواب عرض پڑھنا
پتہ: بمقام لکڑیانوالہ، ڈاک خانہ سلسلکی منڈی
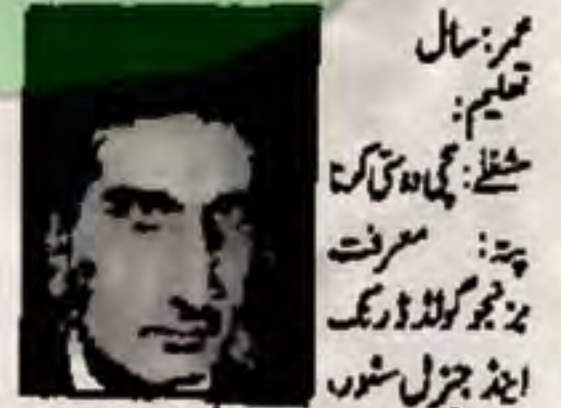
ارمان سنگم
عمر: 18 سال
تعلیم:
مشغلے: لڑکے اور لڑکیوں سے قلمی دوستی کرنا، مطالعہ کرنا
پتہ: چک نمبر 239 ر ب برلاں، ڈاک خانہ خالو آنہ خاص، تحصیل و ضلع فیصل آباد
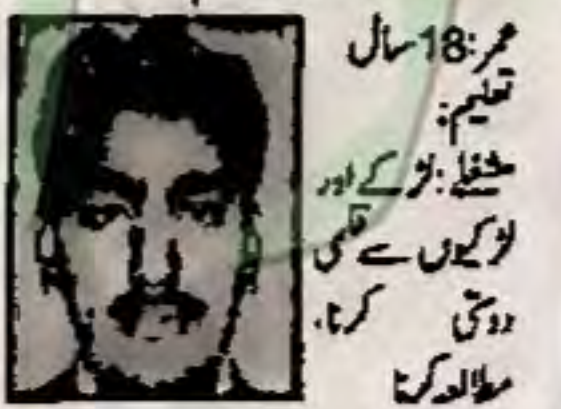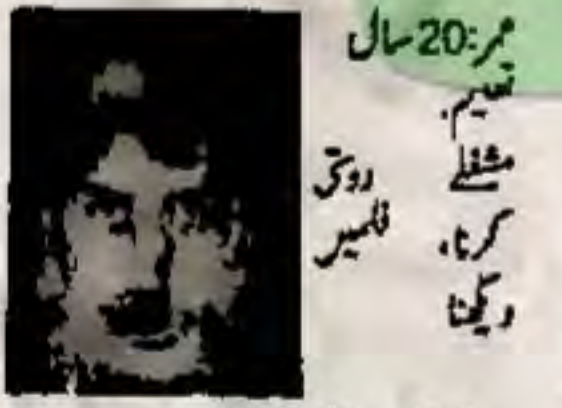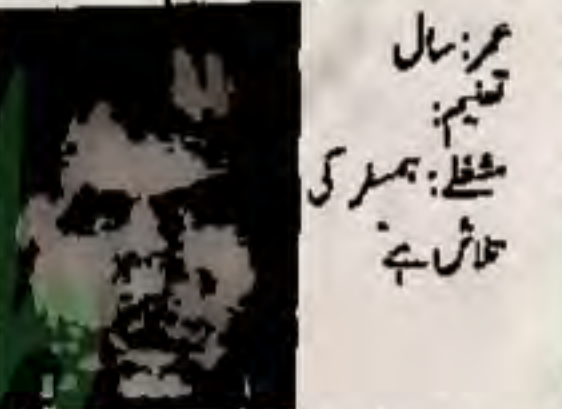
مرزا محمد بلال
عمر: 23 سال
تعلیم
مشغلے: قلمی دوستی کرنا، جواب عرض پڑھنا
پتہ: گاؤں ذوہ پور، براستہ خلاص پور، ڈاک خانہ نکہ پور، تحصیل و ضلع جہلم
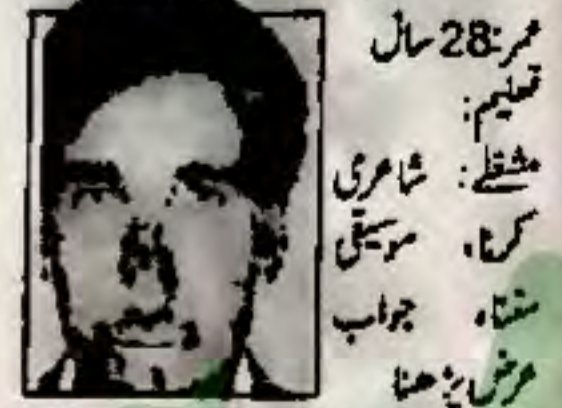
شہزادہ سلطان کیف
عمر: 28 سال
تعلیم:
مشغلے: شاعری کرنا، موسیقی سننا، جواب عرض پڑھنا
پتہ: حال وقت کویت، تحصیل برنالہ، ضلع بھمبر، آزاد کشمیر

عبدالمجید احمد
عمر: 20 سال
تعلیم: میٹرک
مشغلے: شاعری کرنا، کرکٹ کھیلنا، جواب عرض پڑھنا
پتہ: سیل بلاک P1 ج نیو سینٹرل جیل، فیصل آباد

منیر رضا
عمر: 21 سال
تعلیم:
مشغلے: لڑکے لڑکیوں سے قلمی دوستی کرنا
پتہ: چک نمبر 110/9L، ڈاک خانہ 97/9L، ساہیوال

امین مراد انصاری
عمر: 30 سال
تعلیم:
مشغلے: قلمی دوستی کرنا، جواب عرض پڑھنا
پتہ: F/5-33 لال مارکیٹ، منشی سنوری، نیو کراچی

عبدالجبار جان
عمر: سال
تعلیم: میٹرک
مشغلے: وفا کی تلاش، قلمی دوستی کرنا، جواب عرض پڑھنا
پتہ: مراویال، ڈاک خانہ میلانہ، تحصیل گوجر خان، ضلع راولپنڈی

بوٹا دکھی
عمر: سال
تعلیم:
مشغلے: جواب عرض ... قارئین سے دوستی اور ملاقات
پتہ: چاہ نمبر ... DNB، تحصیل یزمان، ضلع بہاولپور

امین حزاری
عمر: 18 سال
تعلیم:
مشغلے: لڑکیوں سے فون، قلمی دوستی کرنا
پتہ: تحصیل و ضلع گھوٹکی

محمد صلاح مرہٹہ
عمر: 23 سال
تعلیم:
مشغلے: اچھے دوست بنانا، جواب عرض پڑھنا
پتہ: امروٹی میڈیکل سٹور، نزد پھانہ شاہی وادی، کشمور

ابراہیم خان بلوچ
عمر: 20 سال
تعلیم
مشغلے: کرکٹ کھیلنا، خبریں سننا، قلمی دوستی کرنا
پتہ: الحسنین سویٹ ہاؤس، الازفیرہ، تحصیل دنیاپور، ضلع لودھراں

شاہد ندیم
عمر: سال
تعلیم:
مشغلے: دوستی کرنا اور مطالعہ کرنا، جواب عرض پڑھنا
پتہ: چک نمبر 172 مراد، ڈاک خانہ خاص، تحصیل چشتیاں، ضلع بہاولنگر
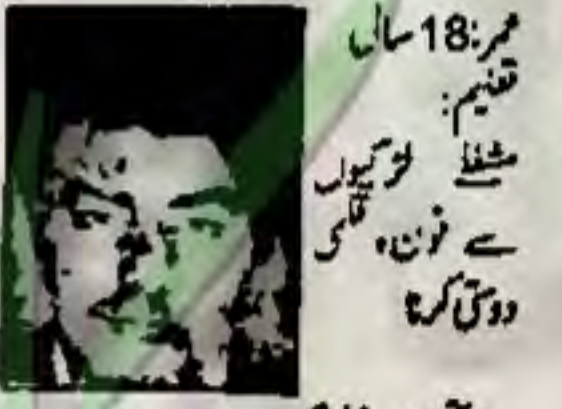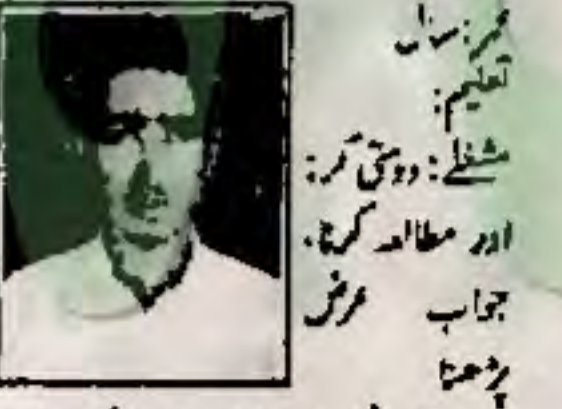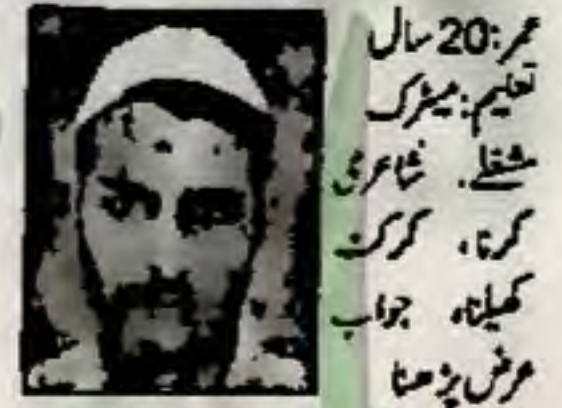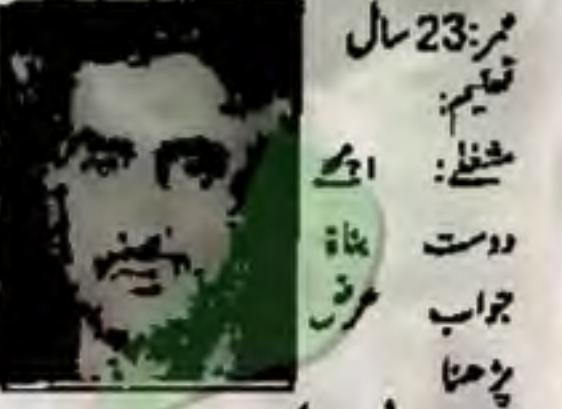
محمد اختر خان
عمر: 22 سال
تعلیم:
مشغلے: کوئی خاص نہیں
پتہ: بمقام دوری خیل، ڈاک خانہ اخوک، تحصیل پہاڑپور، ضلع ڈیرہ اسماعیل
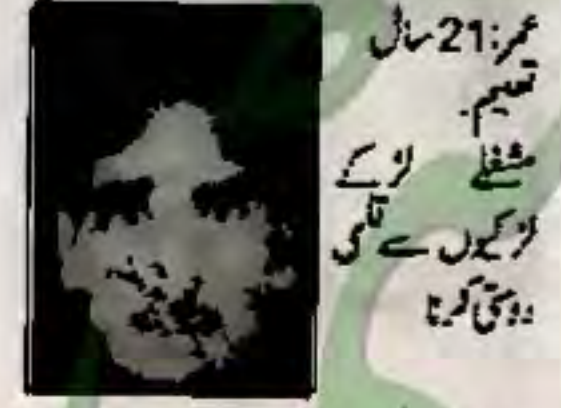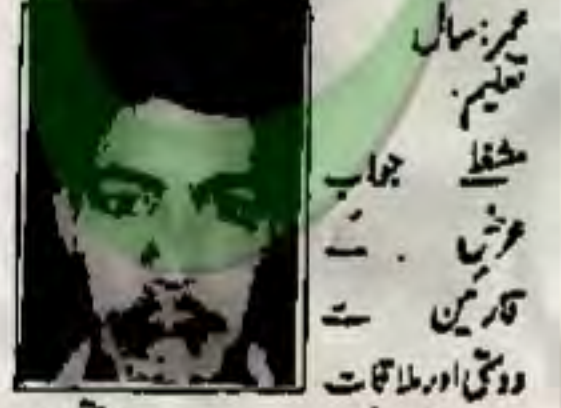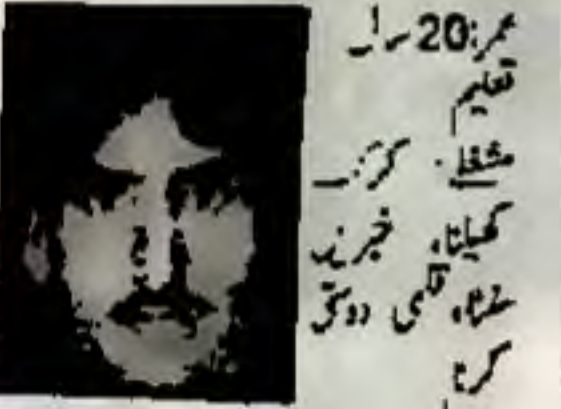
وسیم سلطان صابر خٹک
عمر: 24 سال
تعلیم
مشغلے: دکھی لوگوں کی مدد کرنا، قلمی دوستی کرنا
پتہ: گاؤں ذب دوزنیں، ڈاک خانہ ذب، تحصیل و ضلع کرک
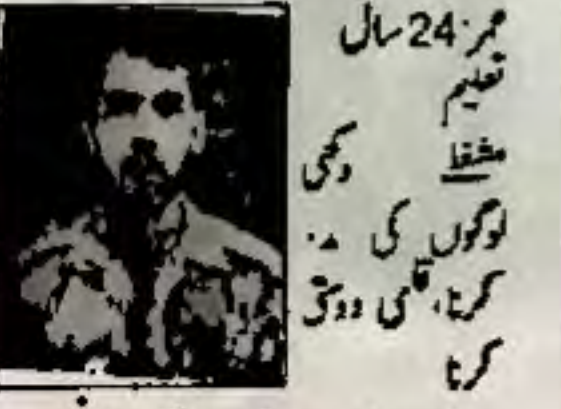
ریاض احمد
عمر: 36 سال
تعلیم: ایف اے
مشغلے: جواب عرض میں لکھنا پڑھنا، قلمی دوستی کرنا۔
پتہ: باغبانپورہ، تحصیل [illegible] نور

نبیل احمد گبول
عمر: 20 سال
تعلیم:
مشغلے: باوفا لوگوں سے دوستی کرنا
پتہ: جلاب گوٹھ، سید حادے، شہر کراچی، تحصیل ملیر

سپاہی محمد اسماعیل آزاد
عمر: 20 سال
تعلیم
مشغلے: غزلیں لکھنا، جواب عرض سے دوستی
پتہ: پوسٹ آفس محمود، ضلع [illegible]

سیف الرحمٰن زخمی
عمر: 31 سال
تعلیم:
مشغلے: دکھی لوگوں کی مدد کرنا، جواب عرض پڑھنا
پتہ: گاؤں مقابرہ شریف، ڈاک خانہ ککھر سیال، تحصیل و ضلع سیالکوٹ

محمد محسن ساغر
عمر: 20 سال
تعلیم:
مشغلے: قلمی دوستی کرنا، جواب عرض پڑھنا
پتہ: شاہنواز کالونی، پائپ تھمن روڈ، عارف والہ

خالد محمود ساقول
عمر: 25 سال
تعلیم
مشغلے: جواب عرض کی خدمت کرنا، شعر و غزل لکھنا
پتہ: جنگلات کالونی مروٹ، تحصیل فورٹ عباس، ضلع بہاولنگر

عمر دراز آکاش
عمر: 18 سال
تعلیم:
مشغلے: فٹ بال کھیلنا، سنگنگ کرنا۔
پتہ: چک نمبر 377 گ-ب، ڈاک خانہ 376 گ-ب، براستہ منڈی موڑ والہ، تحصیل جڑانوالہ، ضلع فیصل آباد

ارمان سنگم ہاشمی
عمر: 19 سال
تعلیم:
مشغلے: قلمی، ٹوبک دوستی اور جواب عرض پڑھنا
پتہ: چک نمبر 239 ر-ب برلاں، ڈاک خانہ خاص خانوآنہ، فیصل آباد

عالم شہزاد
عمر: 25 سال
تعلیم:
مشغلے: [illegible]
پتہ: [illegible]، تحصیل لالیاں، ضلع چنیوٹ

بے وفا ایم زیڈ اے گبول
عمر: 24 سال
تعلیم:
مشغلے: جواب عرض پڑھنا اور اس کے لئے لکھنا
پتہ: جلاب گوٹھ سید حادے، گبول آباد، نزد عثمانیہ ہوٹل، شہر کراچی، ضلع ملیر

آصف معروف صدیقی
عمر: 19 سال
تعلیم:
مشغلے: شاعری، مصوری اور خطاطی
پتہ: ڈی ایس ٹاؤن، ھوان، تحصیل بھلوال، ضلع سرگودھا

عمران عباس پرنس
عمر: 15 سال
تعلیم:
مشغلے: [illegible] کھیلنا، [illegible] کرنا، جواب عرض پڑھنا
پتہ: چک نمبر 71.10R، ڈاک خانہ 70/10R، تحصیل و ضلع خانیوال

افضال احمد عباسی
عمر: 30 سال
تعلیم:
مشغلے: کرکٹ کھیلنا اور دیکھنا، جواب عرض پڑھنا
پتہ: مکان نمبر 190، بلاک ڈی، رحمت آباد، راولپنڈی

شفیق احمد بھٹی
عمر: 17 سال
تعلیم:
مشغلے: جواب عرض پڑھنا، قلمی دوستی کرنا
پتہ: سردار گڑھ، ڈاک خانہ خاص، تحصیل و ضلع رحیم یار خان

مظہر علی مجی
عمر: 20 سال
تعلیم:
مشغلے: ہر دوست سے پیار کرنا، جواب عرض پڑھنا
پتہ: چک نمبر 48 سیڈی، نور شاہ آبادی، ٹکورہ، تحصیل و ضلع ساہیوال

غلام مصطفیٰ عرف موجو
عمر: سال
تعلیم:
مشغلے: شاعری کرنا، قلمی دوستی کرنا، جواب عرض پڑھنا
پتہ: کورنگی روڈ، قیوم آباد بی ایریا، 161/6 کراچی

عنصر دکھی دیدار
عمر: 18 سال
تعلیم:
مشغلے: پنجابی شاعری کرنا، جواب عرض پڑھنا
پتہ: چک نمبر 7/3، نزد ٹوبیاں والی جھال، ڈاک خانہ تحصیل احمد پور سیال، ضلع جھنگ

سہیل آصف
عمر: 17 سال
تعلیم:
مشغلے: لڑکوں اور لڑکیوں سے قلمی دوستی کرنا
پتہ: چک نمبر 129/RB، ربیع ال، تحصیل چک جھمرہ، ضلع فیصل آباد

خلیل احمد ملک
عمر: 23 سال
تعلیم:
مشغلے: ڈاک ٹکٹ جمع کرنا، دوست کی تلاش
پتہ: گورنمنٹ H/3 شیدانی شریف، ڈاک خانہ خاص، تحصیل لیاقت پور، ضلع رحیم یار خان

محمد کاشف تبسم زرگر
عمر: 20 سال
تعلیم:
مشغلے: دوستوں کو ایس ایم ایس کرنا اور قلمی دوستی کرنا
پتہ: 283 گ-ب، منڈی روڑالہ روڈ، تحصیل جڑانوالہ، ضلع فیصل آباد

ساجد اعوان ساجد
عمر: 24 سال
تعلیم:
مشغلے: تنہائی پسند، اچھے دوست کی تلاش
پتہ: سریتا انڈسٹری، 22 کلومیٹر شیخوپورہ روڈ، قلعہ ستار شاہ، شیخوپورہ

افضال حسین
عمر: 20 سال
تعلیم:
مشغلے: اپنے محبوب کو یاد کرنا، قلمی دوستی کرنا
پتہ: گاؤں کروٹا، ڈاک خانہ خاص، تحصیل کہوٹہ، ضلع راولپنڈی

محمد خان انجم
عمر: 30 سال
تعلیم: F.A.
مشغلے: کہانیاں لکھنا، شاعری کرنا، اچھے دوستوں کی تلاش
پتہ: معرفت احمد نواز بزی آف لدھے والا، پوسٹ آفس و تحصیل دیپالپور، ضلع اوکاڑہ

مدثر علی مدثر
عمر: 23 سال
تعلیم:
مشغلے: اچھے دوستوں سے بے پناہ محبت کرنا
پتہ: معرفت حاجی خادم الیکٹریشن ورکس، اگو چک، حافظ آباد روڈ، گوجرانوالہ

ایم خالد محمود سانول

عمر: 26 سال
تعلیم:
مشغلے: جواب عرض میں اچھی اچھی حقیقی سٹوریاں لکھنا
پتہ: جنگلات کالونی مروٹ، تحصیل فورٹ عباس، ضلع بہاولنگر

اکبر علی قوم مغل

عمر: 20 سال
تعلیم:
مشغلے: قلمی دوستی کرنا
پتہ: چک نمبر 21 ڈی آر بی، چولستان، ضلع بہاولپور

ایم ٹی نور

عمر: 18 سال
تعلیم:
مشغلے: کتابیں پڑھنا اور موبائل سے کھیلنا
پتہ: دشتی مارکیٹ روڈ نزد مجید سبزی منڈی، ورسانگ، بلوچستان

عبدالستار نیازی

عمر: 20 سال
تعلیم:
مشغلے: لڑکیوں سے دوستی کرنا اور موبائل سے کھیلنا
پتہ: معرفت مجید سبزی والا، اکبری سینٹر مین روڈ تربت، دشت ڈرین مگ، ضلع کیچ۔

عامر سہیل جگر راجپوت بھٹی

عمر 19 سال
تعلیم:
مشغلے: قلمی دوستی کرنا، جواب عرض پڑھنا
پتہ: چک نمبر 387 گ ب 1، ڈاک خانہ خاص، تحصیل سمندری، ضلع فیصل آباد

نثار احمد حسرت

عمر: 21 سال
تعلیم

مشغلے: شاعری کرنا، کرکٹ کھیلنا
پتہ: نور جمال شمالی، ڈاک خانہ خاص، تحصیل کھاریاں، ضلع گجرات

خلیل احمد ملک

عمر: 22 سال
تعلیم:
مشغلے: اچھے دوستوں کو ایس ایم ایس کرنا
پتہ: قمری سٹار ڈیپارٹمنٹل سٹور، میر کر روڈ، شیدانی شریف، تحصیل لیاقت پور، ضلع رحیم یار خان

محمد ہارون قمر

عمر: 48 سال
تعلیم:
مشغلے: بے وفاؤں سے وفا کرنا
پتہ: گاؤں بیج پور، ڈاک خانہ لساں، تحصیل و ضلع مانسہرہ

سیف الرحمٰن زخمی

عمر: 30 سال
تعلیم:
مشغلے: لڑکے اور لڑکیوں سے دوستی کرنا
پتہ: گاؤں ستارے شریف، ڈاک خانہ ٹھکر سیال، تحصیل و ضلع سیالکوٹ

محمد افضل اعوان

عمر: 24 سال
تعلیم:
مشغلے: کرائے کھیلنا
پتہ: مکان نمبر 450P، گلی نمبر 5، محلہ طارق آباد، چنیٹ روڈ، گوجرہ، ضلع ٹوبہ ٹیک سنگھ

عبدالصمد گبول

عمر: 23 سال
تعلیم:
مشغلے: جواب عرض پڑھنا شاعری کرنا
پتہ: شہر کراچی جلاب گوٹھ گڈاپ ٹاؤن ضلع ملیر

محمد عابد مغل

عمر: 20 سال
تعلیم: ایف اے
مشغلے: باڈی بلڈنگ کرنا
پتہ: کوٹ خواجہ سعید، لاہور

مجید احمد جائی

عمر: 25 سال
تعلیم:
مشغلے: قلمی دوستی کرنا
پتہ: چاہ جائی والا، موضع اسماعیل شاہ، مین بہاولپور روڈ، تحصیل و ضلع ملتان

قیصر مسعود

عمر: 19 سال
تعلیم:
مشغلے: اپنی جان الیس سے پیار کرنا
پتہ: محلہ مجاہدین ڈلوال، ڈاک خانہ خاص، تحصیل چوآ سیدن شاہ، ضلع چکوال

حسنین کاظمی

عمر: 15 سال
تعلیم:
مشغلے: مطالعہ کرنا
پتہ: محلہ حسنانہ رکن، تحصیل ملکوال، ضلع منڈی بہاؤالدین

اشفاق ساگر

عمر: 21 سال
تعلیم:
مشغلے: دکھی لوگوں سے پیار کرنا
پتہ: مرغی فارم، 139 ڈد کوٹ، میلسی، ضلع وہاڑی

مسٹر ایم ارشد وفا

عمر: 20 سال
تعلیم:
مشغلے: غریبوں اور دکھی لوگوں کی مدد کرنا
پتہ: رحمان پورہ، قذافی روڈ، گرجاکھ، گوجرانوالہ

محمد صفدر دکھی

عمر: 40 سال
تعلیم:
مشغلے: سب سے قلمی دوستی کرنا
پتہ: معرفت شاہ پور کریانہ سٹور نزد مدینہ مسجد، خالد بن ولید روڈ، گلستان کالونی، کراچی نمبر 53

توقیر اسلم رحمانی

عمر: 16 سال
تعلیم:
مشغلے: لڑکے اور لڑکیوں سے دوستی کرنا
پتہ: ڈاک خانہ سنگھڑ شرقی، تحصیل تونسہ شریف، ضلع ڈیرہ غازی خان

علی ناز دکھی

عمر: سال
تعلیم: طالب علم
مشغلے: صرف محبوب کی یاد کو دل سے لگانا
پتہ: گاؤں ڈھوک مراد، ڈاک خانہ خاص، تحصیل و ضلع منڈی بہاؤالدین

ندیم عباس ڈھکو

عمر: سال
تعلیم:
مشغلے: دکھی لوگوں کی کہانیاں لکھنا
پتہ: چک نمبر 79/5، ڈاک خانہ 78/5L، تحصیل و ضلع ساہیوال

نبیل احمد گبول

عمر: 20 سال
تعلیم:
مشغلے: جواب عرض شوق سے پڑھنا
پتہ: شہر کراچی، جلاب گوٹھ، گڈاپ ٹاؤن، ملیر

جاوید سکھیرا

عمر: 19 سال
تعلیم:
مشغلے: ایڈونچر اور دوستی نبھانا

پتہ: بستی بھل والا، موضع فیروز پور، ڈاک خانہ سکندر آباد، تحصیل و ضلع ملتان

سید عارف شاہ

عمر: سال
تعلیم:
مشغلے: لڑکے لڑکیوں سے دوستی کرنا، جواب عرض پڑھنا
پتہ: اسامہ چوک، شالیمار کالونی، اسلامیہ ہائی سکول روڈ، جہلم

شاعر اشفاق دکھی

عمر: 20 سال
تعلیم:
مشغلے: دکھی لوگوں سے پیار کرنا
پتہ: مرغی فارم، چک نمبر 139 ڈڈ کوٹ، تحصیل میلسی، ضلع وہاڑی

ملک عرفان

عمر: 21 سال
تعلیم:
مشغلے: قلمی دوستی کرنا
پتہ: چک نمبر 9 ب عبدالحکیم، ضلع خانیوال

محمد شہباز گل

عمر: 22 سال
تعلیم:
مشغلے: صرف لڑکیوں سے دوستی
پتہ: معرفت بسم اللہ جنرل سٹور، محلہ رمضان پور، لوشہرہ روڈ، گوجرانوالہ

شہزادہ سلطان کیف

عمر: 28 سال
تعلیم:
مشغلے: شاعری، کرکٹ دیکھنا، سیر و سیاحت کرنا
پتہ: حال وقت کویت، تحصیل برنالہ، ضلع بھمبر، آزاد کشمیر

مظہر علی چھچی

عمر: 20 سال

تعلیم: ایف اے
مشغلے: پیار کی دعوت دینا ہر مسلمان کو اور پڑھنا
پتہ: آبادی شکورہ، چک نمبر 48، جیڈی، تحصیل و ضلع ساہیوال

نوید اختر سحر

عمر: سال
تعلیم:
مشغلے: کرکٹ کھیلنا، جواب عرض پڑھنا
پتہ: اڈا نور پور، شہر مخدوم پور پہوڑاں، تحصیل کبیر والا، ضلع خانیوال

عثمان غنی

عمر: 22 سال
تعلیم:
مشغلے: دوستی کرنا اور مطالعہ کرنا
پتہ: الجامعہ اسلامیہ قبولہ شریف، ڈاک خانہ خاص، تحصیل عارف والا، ضلع پاک پتن

نعمت اللہ اور کزئی

عمر: 18 سال
تعلیم:
مشغلے: قلمی دوستی کرنا
پتہ: گاؤں بگو، ڈاک خانہ ہنگو، تحصیل و ضلع ہنگو

میر احمد میر بھٹی

عمر: 25 سال
تعلیم:
مشغلے: قلمی دوستی کرنا وفا والوں سے
پتہ: معرفت فیض بخش پریم میڈیکل سٹور، پپ اڈا، بجلی کالونی، تحصیل ہوتی کیس قلندر، ضلع ڈیرہ بگٹی

قاضی عبدالمنان

عمر: 22 سال
تعلیم:
مشغلے: کتابیں پڑھنا اور شاعری
پتہ: محمد پور طے، ڈاک خانہ خاص، تحصیل صادق آباد، ضلع رحیم یار خان

ایم یعقوب اعوان

عمر: 26 سال
تعلیم:
مشغلے: بے رحم زمانے سے پیار کرنا
پتہ: گاؤں دکھوال بالا، ڈاک خانہ بشارت، تحصیل چوآ سیدن شاہ، ضلع چکوال

جاوید اقبال جاوید

عمر: 30 سال
تعلیم:
مشغلے: شاعری کرنا، دوستی کرنا
پتہ: 217 ر ب، اچکرہ، فیصل آباد

محمد امین

عمر: 30 سال
تعلیم:
مشغلے: اخبار پڑھنا، جواب عرض پڑھنا، موبائل فون دوستی کرنا
پتہ: سکنہ ستوکتلہ، نزد ایچ بلاک، واپڈا ٹاؤن، ڈاک خانہ گرین ٹاؤن، لاہور

پروفیسر ڈاکٹر واجد نگینوی

عمر: سال
تعلیم:
مشغلے: قلمی دوستی، شاعری، افسانہ نگاری
پتہ: ایچ 1/10، ملیر کالونی، کراچی، پوسٹ کوڈ نمبر 75080

محمد ذیشان سلطان

عمر: 21 سال
تعلیم: بی اے
مشغلے: قلمی دوستی، وطن کی خدمت
پتہ: باٹا پور، ڈاک خانہ باٹاپور، لاہور

محمد عزیز بشیر گوندل

عمر: 21 سال
تعلیم:
مشغلے: ایس ایس کو یاد کرنا
پتہ: شہر گوجرہ، ملکوال، ضلع منڈی بہاؤالدین

حاجی خالد

عمر: سال
تعلیم:
مشغلے: ماں باپ، بہن بھائی کی تلاش ہے خدمت کروں گا
پتہ: سعودی عرب

میاں محمد عمیر ساقی

عمر: سال
تعلیم:
مشغلے: قلمی دوستی کرنا، جواب عرض پڑھنا
پتہ: نور جمال شاہی

رائے مسعود قمر

عمر: 17 سال
تعلیم:
مشغلے: انگریزی اخبار پڑھنا
پتہ: چک نمبر 214/9R، ڈاک خانہ 227/9R، تحصیل فورٹ عباس، ضلع بہاولنگر

ناصر خان قمر

عمر: 25 سال
تعلیم:
مشغلے: ماڈرن بہنوں اور بھائیوں سے دوستی کرنا
پتہ: اقراء منیشنری کارنر، ملتانی محلہ، کیعبد روڈ، کوئٹہ

ذیشان الیس

عمر: 29 سال
تعلیم:
مشغلے: تنہائی پسند
پتہ: محلہ امام آباد، ملتان روڈ، میلسی، ضلع وہاڑی

عبدالمجید احمد

عمر: 19 سال
تعلیم:
مشغلے: شاعری کرنا
پتہ: فیصل آباد

فیاض احمد چانڈیہ

عمر: 20 سال
تعلیم:
مشغلے: بڑوں کے ساتھ دوستی کرنا
پتہ: بستی مانے والا، مبارک پورہ، مظفر گڑھ

چوہدری سعید آکاش

عمر: 16 سال
تعلیم:
مشغلے: کرکٹ کھیلنا، دوستی کرنا
پتہ: گاؤں سوہری، مظفر آباد

خالد فاروق آسی

عمر: 35 سال
تعلیم:
مشغلے: دوستی، شاعری
پتہ: دی لائٹ پبلک سکول، علی پورہ، ملت کالونی، فیصل آباد

شعیب شیرازی

عمر: 22 سال
تعلیم:
مشغلے: بزنس، خطابت، کتابت، شاعری
پتہ: چوہدری ملک شاپ، ٹی اینڈ ٹی مارکیٹ، PTCL کالونی، G84، اسلام آباد

شاہد اقبال خٹک

عمر: 22 سال
تعلیم:
مشغلے: باوفا دوست کی تلاش
پتہ: گاؤں مرکی خیل SK، ڈاک خانہ جندری، تحصیل و ضلع کرک

عابد علی آرزو

عمر: 29 سال
تعلیم:
مشغلے: کسی کی یاد میں رہنا
پتہ: چک نمبر 42/RB، ڈاک خانہ خاص مرڑ، تحصیل سانگلہ ہل، ضلع ننکانہ

وزیر محمد بگٹی

عمر: 19 سال
تعلیم:
مشغلے: نفرتیں مٹانا
پتہ: نور بخش بروہی گوٹھ، نزد گلشن معمار، کراچی

چوہدری احسان جٹ

عمر: 27 سال
تعلیم:
مشغلے: موسیقی سننا، والی بال کھیلنا
پتہ: گاؤں بلوارہ، تحصیل و ضلع بھمبر پورہ آزاد کشمیر (وقت حال کویت)

مجید خان قمر

عمر: 30 سال
تعلیم:
مشغلے: دکھی لڑکیوں سے دکھ بانٹنا، جواب دینا
پتہ: معرفت حاجی عبدالمعروف جنرل سٹور، جائنٹ روڈ، کوئٹہ بلوچستان

محمد حسین تنہا

عمر: 22 سال
تعلیم:
مشغلے: لڑکے اور لڑکیوں کے علاوہ سب سے دوستی کرنا
پتہ: معرفت نور کاظم ہاؤس، ڈاک خانہ دوبیر بالا، تحصیل پٹن، ضلع کوہستان

معاویہ عنبر

عمر: 20 سال
تعلیم:
مشغلے: حقائق کا اصلی شکل میں مطالعہ کرنا
پتہ: موضع احمد کھیلا بستی حویلیاں والی، ڈاک خانہ داوڑہ، تحصیل چیچہ وطنی، ضلع ساہیوال

جواد احمد آکاش

عمر: 20 سال
تعلیم:
مشغلے: دوستی کرنا، مخلص لوگوں سے، گھومنا پھرنا
پتہ: ساجد موبائل زون، نزد حبیب بینک، پیپلز پارٹی سیکرٹریٹ، حکمڈ روڈ، جنڈ، اٹک

سلیم اختر راجہ

عمر: 26 سال
تعلیم:
مشغلے: قلمی دوستی کرنا اور نبھانا
پتہ: راجہ ٹریڈرز، چونیاں روڈ، حجرہ شاہ مقیم

اسد الرحمٰن بھنگو

عمر: 20 سال
تعلیم:
مشغلے: مطالعہ کرنا
پتہ: مسلم ماڈل سکول، عثمانیہ روڈ، شور کوٹ سٹی

عمر دراز ساحر

عمر: 23 سال
تعلیم:
مشغلے: تنہا رہنا، جواب عرض پڑھنا
پتہ: بمقام ڈاکرآباد، تحصیل و ضلع خوشاب

مختیار حیدر عسکری

عمر: 25 سال
تعلیم:
مشغلے: خدمت خلق اور دوستی
پتہ: گاؤں ڈھل، ڈاک خانہ کوٹ جائی، تحصیل پہاڑ پور، ضلع ڈیرہ اسماعیل خان

شاہد نذر لاشاری

عمر: 18 سال
تعلیم:
مشغلے: رسائل پڑھنا، اچھی کتابیں پڑھنا
پتہ: نزد شاہین ماڈل سکول، محلہ ماڈل ٹاؤن، فاضل پور

مزمل حسین صدا

عمر: 16 سال
تعلیم:
مشغلے: سٹڈی کرنا، موبائل فرینڈ شپ بنانا
پتہ: چک نمبر 5/14L، کسووال، ڈاک خانہ خاص، تحصیل چیچہ وطنی، ضلع ساہیوال

سعید عرف مزمل فراز

عمر: 21 سال
تعلیم:
مشغلے: قلمی دوستی، لوگوں کے دکھ بانٹنا
پتہ: چک نمبر 5/14L کسووال، ڈاک خانہ خاص، تحصیل چیچہ وطنی، ضلع ساہیوال

ایم مظہر نذیر

عمر: 16 سال
تعلیم:
مشغلے: مخلص لوگوں سے قلمی دوستی کرنا
پتہ: ڈاک خانہ کیوائی (ہزارہ) تحصیل بالا کوٹ، ضلع مانسہرہ

حافظ محمد شفیق عاجز سلطانی

عمر: 27 سال
تعلیم:
مشغلے: جواب عرض کے قارئین سے قلمی دوستی کرنا
پتہ: گاؤں بل ناڑ، ڈاک خانہ خاص، تحصیل و ضلع کوٹلی

محمد جنید جانی اکبرپوری

عمر: سال
تعلیم:
مشغلے: وفا کی تلاش کرنا
پتہ: محلہ قاضیاں، پوسٹ آفس اکبرپورہ، ضلع نوشہرہ، پشاور

ذکاء اللہ گوندل

عمر: 18 سال
تعلیم:
مشغلے: جواب عرض پڑھنا اور میوزک سننا
پتہ: بمقام ابل رانجھا، ڈاک خانہ مدھ رانجھا، تحصیل کوٹ مومن، ضلع سرگودھا

غلام فرید جاوید

عمر: 20 سال
تعلیم:
مشغلے: دکھ درد شیئر کرنا
پتہ: چونیاں روڈ، حجرہ شاہ مقیم

جبرائیل آفریدی

عمر: سامنے ہوں
تعلیم: ایف اے
مشغلے: کہانیاں لکھنا، اچھے دوستوں کی تلاش
پتہ: ناصر آباد

اے ڈی ناز

عمر: 16 سال تعلیم:
مشغلے: لڑکے اور لڑکیوں سے قلمی دوستی
پتہ: ساہیوال

محمد لقمان اعوان

عمر: 20 سال تعلیم:
مشغلے: گاڑیوں کا رینٹ
پتہ: گاؤں سریا نوالہ، ڈاک خانہ مالووال، تحصیل و ضلع شیخوپورہ

عبدالصمد SK

عمر: 23 سال تعلیم:
مشغلے: جواب عرض کے لئے لکھنا پڑھنا
پتہ: شہر کراچی، ضلع ملیر جلاب گوٹھ

عابد محمود

عمر: 30 سال تعلیم:
مشغلے: اخبارات، رسائل اور کتابیں پڑھنا، رسالوں میں لکھنا
پتہ: مین روڈ مکہ ہاؤس ضلع پاک پتن

تصور علی حسرت کھوکھر

عمر: سال تعلیم:
مشغلے: شعر و شاعری، قلمی دوستی کرنا
پتہ: اکو چک، گوجرانوالہ

ایم زیڈ اے گبول

عمر: 23 سال تعلیم:
مشغلے: لڑکے اور لڑکیوں سے قلمی

ایم خالد محمود سانول

عمر: 25 سال
تعلیم: ایف اے
مشغلے: کہانیاں لکھنا، اچھے دوستوں کی تلاش
پتہ: جنگلات کالونی مروٹ، تحصیل فورٹ عباس، ضلع بہاولنگر
دوستی کرنا
پتہ: جلاب گوٹھ سید حاوے، کراچی

حماد ظفر بادی

عمر: 17 سال تعلیم:
مشغلے: ایس ایم ایس کرنا، مطالعہ کرنا
پتہ: شہر گوجرہ نزد ڈنگی پل ڈیرہ بگے کا، تحصیل ملکوال، ضلع منڈی بہاؤالدین

اللہ دتہ بے درد

عمر: 27 سال تعلیم:
مشغلے: مطالعہ کرنا، قلمی دوستی کرنا
پتہ: ذوالفقار کالونی، بھکروان، بھلوال، ضلع سرگودھا

محمد شہباز گل

عمر: 22 سال تعلیم:
مشغلے: صرف لڑکیوں سے دوستی
پتہ: بسم اللہ جنرل سٹور، نوشہرہ روڈ، گھوڑے شاہ بازار، محلہ رمضان پورہ

منان سحر آزمتی

عمر: 18 سال تعلیم:
مشغلے: وفادار لوگوں سے محبت کرنا
پتہ: منان سحر آزمتی سبزی منڈی لیہ روڈ چوک اعظم، ضلع لیہ

طلعت تبسم NRK

عمر: 13 سال تعلیم:
مشغلے: دوستی کرنا
پتہ: سوکڑی حسن خیل، میرا انشاء روڈ، تحصیل و ضلع بنوں

نام: علی شیر بھٹی
عمر 28
مشغلے: لڑکے اور لڑکیوں سے قلمی دوستی کرنا
مکمل پتہ: حاجانی اسٹریٹ نیو نظر محلہ لاڑکانہ سندھ

رائے جاوید کھرل

عمر: 17 سال تعلیم:
مشغلے: جواب عرض پڑھنا
پتہ: چک نمبر 257/HL، ڈاک خانہ فورٹ عباس، تحصیل فورٹ عباس، ضلع بہاولنگر

ایم جنید پیرزادہ

عمر: 20 سال تعلیم:
مشغلے: شاعری کرنا اور کتابیں پڑھنا
پتہ: پکل پیران، ڈاک خانہ خاص، تحصیل و ضلع خوشاب

لوبہ اختر سحر

عمر: 18 سال تعلیم:
مشغلے: کرکٹ کھیلنا، جواب عرض پڑھنا اور موبائل چیٹ کرنا
پتہ: اڈا انور پور، مخدوم پور، تحصیل کبیر والہ، ضلع خانیوال

محمد افضل جواد

عمر: 20 سال تعلیم:
مشغلے: دکھ بانٹنا، تنہائی پسند
پتہ: ہاشم بک ڈپو، نزد گورنمنٹ ہائی سکول کالا باغ، میانوالی

ملک عبدالرحمان ساحل

عمر: 19 سال تعلیم:
مشغلے: لڑکوں اور لڑکیوں سے قلمی دوستی کرنا
پتہ: ناز سینما روڈ، پرانا کارخانہ محلہ

شریف پورہ، نزد عمران کریانہ سٹور، خان پور، ضلع رحیم یار خان

الٰہی بخش شاد

عمر: سال تعلیم:
مشغلے: قلمی دوستی کرنا
پتہ: نزد الائیڈ بینک سبزی منڈی، کیچ مکران، تربت

محمد جنید جانی

عمر: 17 سال تعلیم:
مشغلے: کرکٹ کھیلنا اور قلمی دوستی کرنا
پتہ: محلہ قاضیاں، پوسٹ آفس اکبر پورہ، نوشہرہ، ضلع پشاور

دین محمد کلثی

عمر: 19 سال تعلیم:
مشغلے: محبتیں بڑھانا
پتہ: مکان نمبر C-78، رحمانی بخش بروہی برادر، سیکٹر A-51، سکیم 33U، گڈاپ ٹاؤن، کراچی

سردار محمد اقبال خان مستوئی

عمر: 29 سال تعلیم:
مشغلے: اچھے لوگوں سے دوستی کرنا
پتہ: ڈاک خانہ خاص سردار گڑھ، تحصیل و ضلع رحیم یار خان

ساجد حسن

عمر: 19 سال تعلیم:
مشغلے: قلمی دوستی کرنا صرف لڑکوں سے، مطالعہ کرنا
پتہ: شاہ جمال، ضلع مظفر گڑھ

محمد ارسلان علی

عمر: 20 سال تعلیم:
مشغلے: کہانیاں پڑھنا اور لکھنا
پتہ: ڈھوک امیر باز، وارڈ نمبر 9، گوجر خان

ایم شفیع تنہا

عمر: 27 سال تعلیم:
مشغلے: دوستی کرنا اور لکھنا
پتہ: امرہ خورد، 110 امرہ کلاں، تحصیل کھاریاں ضلع گجرات

سید اطہر حسین شاہ کاظمی

عمر: 19 سال تعلیم:
مشغلے: دکھی لوگوں سے دوستی کرنا، غرباء کی مدد کرنا
پتہ: چیر، ڈاک خانہ موئیل، تحصیل برنالہ، ضلع بھمبر آزاد کشمیر

جوڑیا گبول

عمر: 24 سال تعلیم:
مشغلے: جواب عرض پڑھنا
پتہ: شہر کراچی، ملی عبدالحمید گوٹھ

محمد رمضان شاہد

عمر: 18 سال تعلیم:
مشغلے: لڑکیوں سے دوستی کرنا اور جواب عرض پڑھنا
پتہ: چک نمبر 24، گھنگھ ڈاک خانہ عبدالحکیم، تحصیل کبیروالہ، ضلع خانیوال

شہزاد سلطان کیف

عمر: 28 سال تعلیم:
مشغلے: سیر و تفریح، شاعری
پتہ: وقت حال کویت، تحصیل برنالہ، ضلع بھمبر

محمد اشرف زخمی دل

عمر: 28 سال تعلیم:
مشغلے: قلمی دوستی کرنا، لکھنا پڑھنا
پتہ: چک نمبر 51/1، تحصیل چیچہ، ننکانہ صاحب

عمر دراز ساحر

عمر: 23 سال تعلیم:
مشغلے: تنہا رہنا اور جواب عرض پڑھنا
پتہ: بمقام ذاکر آباد، تحصیل و ضلع خوشاب

مصطفیٰ گل

عمر: سال تعلیم:
مشغلے: اچھے لوگوں سے ملنا
پتہ: چاکیواڑہ، لیاری، کراچی

سمیع اللہ سمی

عمر: 18 سال تعلیم:
مشغلے: قلمی دوستی اور سفرنامے پڑھنا
پتہ: گاؤں دری خیل، ڈاک خانہ اتھوگ، تحصیل پہاڑ پور، ضلع ڈی آئی خان

ڈاکٹر محمد اقبال شاد

عمر: 25 سال تعلیم:
مشغلے: قلمی دوستی کرنا، محبتیں بانٹنا
پتہ: بمقام رڑیالہ جگ دیو، پی او کوٹ بصیرہ، ضلع جہلم

بشیر سانول

عمر: سال تعلیم:
مشغلے: کرکٹ کھیلنا، دیکھنا
پتہ: ڈاک خانہ لساں نواب، تحصیل و ضلع مانسہرہ

عامر سہیل راجپوت بھٹی

عمر: 18 سال تعلیم:
مشغلے: قلمی دوستی، دکھی دلوں کا سہارا
پتہ: چک نمبر 387 گ ب کلاں، تحصیل سمندری، ضلع فیصل آباد

سیف الرحمٰن زخمی

عمر: 20 سال تعلیم:
مشغلے: غریب لوگوں سے پیار کرنا
پتہ: گاؤں مقابر شریف، ڈاک خانہ

ٹھکرسیال، تحصیل و ضلع سیالکوٹ

راجہ عدنان حیدر چوآلہ
عمر:19 سال تعلیم:
مشغلے: میوزک سننا
پتہ: شانی گفٹ سینٹر، چوآلہ

میاں محمد عرف دکھی
عمر:28 سال تعلیم:
مشغلے: جواب عرض پڑھنا اور کرکٹ کھیلنا
پتہ: بمقام ڈاک خانہ نوشہرہ، تحصیل پنڈی گھیب، ضلع اٹک

محمد افضل اعوان
عمر:24 سال تعلیم:
مشغلے: کراٹے کھیلنا
پتہ: گلی نمبر 5 محلہ طارق آباد، پینترہ روڈ، گوجرہ، ضلع ٹوبہ ٹیک سنگھ

عمران خان بلوچ
عمر:21 سال تعلیم:
مشغلے: کرکٹ کھیلنا اور دیکھنا
پتہ: چک نمبر 510 گ ب، ڈاک خانہ ماموں کانجن، تحصیل تاندلیانوالہ، ضلع فیصل آباد

خالد فاروق آسی
عمر:35 سال تعلیم:
مشغلے: دوستی، شاعری
پتہ: علی پورہ، ملت کالونی، فیصل آباد

راجہ فیصل مجید
عمر:25 سال تعلیم:
مشغلے: قلمی دوستی کرنا، مطالعہ کرنا
پتہ: شارع فیصل، کراچی

آصف سانول
عمر: سال تعلیم:

مشغلے: شاعری کرنا، دکھی دلوگوں سے دوستی کرنا
پتہ: کھر کالونی، بستی گائیں والی، تحصیل چشتیاں ضلع بہاولنگر

محمد ہارون قمر تیج پور ہزارہ
عمر:46 سال تعلیم:
مشغلے: کسی سے محبت کرنا
پتہ: گاؤں تیج پور ہزارہ، ڈاک خانہ لساں، تحصیل و ضلع مانسہرہ

علی نواز حراری
عمر: سال تعلیم:
مشغلے: لڑکیوں سے قلمی دوستی کرنا
پتہ: تحصیل و تحصیل گھوٹکی

عثمان غنی
عمر:22 سال تعلیم:
مشغلے: دوستی کرنا اور جواب عرض کا مطالعہ کرنا
پتہ: ڈاک خانہ خاص جامعہ اسلامیہ، قبولہ شریف، تحصیل عارف والہ، ضلع پاک پتن

طاہر محمود
عمر:21 سال تعلیم:
مشغلے: قلمی دوستی کرنا
پتہ: ڈاک خانہ بھاگ نگرہ تحصیل سرائے عالمگیر، ضلع گجرات

چوہدری الطاف حسین دکھی
عمر:27 سال تعلیم:
مشغلے: جواب عرض پڑھنا
پتہ: بھمبر آزاد کشمیر

سردار زاہد محمود خان
عمر:30 سال تعلیم:
مشغلے: قلمی دوستی کرنا اور جواب عرض پڑھنا

پتہ: ڈاک خانہ خاص، تحصیل و ضلع باغ، آزاد کشمیر

نواز گل محمد
عمر:28 سال تعلیم:
مشغلے: قلمی دوستی کرنا
پتہ: گل محمد جنرل سٹور، مین روڈ آبسر، بلوچی بازار، نزد گرڈ سٹیشن تربت

ذوالفقار تبسم
عمر:16 سال تعلیم:
مشغلے: قلمی دوستی کرنا لڑکوں کے ساتھ
پتہ: ڈاک خانہ خاص چک نمبر 92/15-L، تحصیل میاں چنوں، ضلع خانیوال

کامران علی ملک
عمر:20 سال تعلیم:
مشغلے: قلمی دوستی صرف بے وفا لوگوں سے
پتہ: نزد اکرم آفس، ڈاک خانہ بھلائی، تحصیل محراب پور، ضلع نوشہرو فیروز

فیض اللہ مجاور،
عمر:21 سال تعلیم:
مشغلے: P T V ڈراموں میں کام کرنے کی خواہش
پتہ: محلہ کوٹ نزد مسجد طیب سلطان والی، دربار روڈ سخی سرور، ڈیرہ غازی خان

مہر ریاض احمد ڈیڈ
عمر:31 سال تعلیم:
مشغلے: لڑکیوں سے قلمی دوستی کرنا
پتہ: چاک نمبر 282 گ ب، ڈاک خانہ خاص، تحصیل جڑانوالہ، ضلع

فیصل آباد

محمد اشتیاق ساغر
عمر:33 سال تعلیم:
مشغلے: اسلامی اور اچھی معلومات حاصل کرنا
پتہ: میرپور آزاد کشمیر

خلیل احمد ملک
عمر:20 سال تعلیم:
مشغلے: ایک بہن کی تلاش
پتہ: تھری سٹار ڈیپارٹمنٹل سٹور، سرکلر روڈ شیدانی شریف، ڈاک خانہ شیدانی شریف، تحصیل لیاقت پور، ضلع رحیم یار خان

عالمگیر تبسم
عمر:20 سال تعلیم:
مشغلے: جواب عرض پڑھنا
پتہ: رکھ کیر کرانوالی جنگی، نزد جامع مسجد اہلحدیث، تحصیل و ضلع گوجرانوالہ

محمد فاروق
عمر:19 سال تعلیم:
مشغلے: اچھے لوگوں سے دوستی
پتہ: ڈی سی او آفس فنانس اینڈ پلاننگ ڈیپارٹمنٹ، ننکانہ صاحب

راجہ فضل الرحمٰن
عمر:26 سال تعلیم:
مشغلے: لڑکے اور لڑکیوں سے دوستی کرنا، ایس ایم ایس کرنا
پتہ: گاؤں تندنہ جنال، ڈاک خانہ چوک پنڈوڑی، تحصیل کلر سیداں، ضلع راولپنڈی

حافظ محمد شفیق عاجز سلطانی
عمر:27 سال تعلیم:

مشغلے: جواب عرض پڑھنا اور قلمی دوستی کرنا
پتہ: بمقام خاص دندلی، گاؤں نل تاڑ منواکلاہ، ڈاک خانہ کوٹلی، تحصیل و ضلع کوٹلی

میاں ذوالقرنین شمر
عمر:18 سال تعلیم:
مشغلے: مطالعہ کرنا
پتہ: باڑی اللہ بچایا، ڈاک خانہ خاص، تحصیل خان پور، ضلع رحیم یار خان

چوہدری الطاف جٹ
عمر:18 سال تعلیم:
مشغلے: لڑکے اور لڑکیوں سے قلمی دوستی کرنا
پتہ: رانا آٹو انجینئرنگ ورکس، ایبٹ آباد روڈ، نزد واپڈا دفتر، حویلیاں، راولپنڈی

سید مبارک علی شمسی
عمر:22 سال تعلیم:
مشغلے: شعر و شاعری سیاحت لڑکے لڑکیوں سے دوستی
پتہ: پوسٹ بکس نمبر 63040 قائم پور، تحصیل حاصل پور، ضلع بہاولپور

میاں شکیل کشور
عمر:18 سال تعلیم:
مشغلے: مطالعہ
پتہ: بستی گل حسن، چاک خانہ باڑی اللہ بچایا، تحصیل خان پور، ضلع رحیم یار خان

رئیس ساجد کاوش
عمر:18 سال تعلیم:
مشغلے: جواب عرض پڑھنا، قلمی دوستی کرنا
پتہ: رئیس برادرز سروس سٹیشن، خان بیلہ، تحصیل لیاقت پور، ضلع رحیم یار خان

غلام فرید جاوید
عمر:22 سال تعلیم:
مشغلے: تنہا رہنا اور اسے یاد کرنا
پتہ: راجہ ٹریڈرز، چونیاں روڈ، حجرہ شاہ مقیم

سلیم اختر راجہ
عمر:26 سال تعلیم:
مشغلے: قلمی دوستی کرنا
پتہ: راجہ ٹریڈرز، چونیاں روڈ، حجرہ شاہ مقیم

ایم وکیل عامر جٹ
عمر:20 سال تعلیم:
مشغلے: دکھی لوگوں کی مدد کرنا
پتہ: ڈاک خانہ خاص چک نمبر 159/9L، تحصیل و ضلع ساہیوال

ماجد علی
عمر:16 سال تعلیم:
مشغلے: قلمی دوستی کرنا
پتہ: انور بھی کریانہ سٹور، مجید کالونی لانڈھی، کراچی نمبر 22

پرنس عبدالرحمٰن گجر
عمر: سال تعلیم:
مشغلے: جواب عرض پڑھنا، فون پہ دوستی کرنا
پتہ: گاؤں نمین لانجھہ، تحصیل و ضلع منڈی بہاؤالدین

ایم مظہر نذیر منتظر
عمر:16 سال تعلیم:
مشغلے: باوفا لوگوں سے قلمی دوستی کرنا

پتہ: ڈاک خانہ بالاکوٹ، تحصیل بالا کوٹ، ضلع مانسہرہ

علم الدین گبول

عمر: 25 سال تعلیم:
مشغلے: جواب عرض کے قارئین سے قلمی دوستی کرنا
پتہ: گوٹھ عبدالوحید گبول سپر ہاوے، کراچی

منیر رضا

عمر: 21 سال تعلیم:
مشغلے: لڑکے لڑکیوں سے قلمی دوستی
پتہ: چک نمبر 110/9L، ڈاک خانہ 97/9L ساہیوال

ایم اسماعیل آزاد

عمر: سال تعلیم:
مشغلے: غزلیں لکھنا، کرکٹ کھیلنا
پتہ: کمرکوہ، گھر یونگ ضلع ننکھے چیلو ننکھے

نثار احمد حسرت

عمر: سال تعلیم:
مشغلے: قلمی دوستی، جواب عرض پڑھنا
پتہ: نور جمال شمالی، ڈاک خانہ خاص، تحصیل کھاریاں، ضلع گجرات

جبرائیل آفریدی

عمر: 21 سال تعلیم:
مشغلے: جواب عرض پڑھنا، قلمی دوستی کرنا
پتہ: معرفت نیاز محمد، ڈاک خانہ کمرشالی، ناصر آباد، تحصیل عیسیٰ خیل، ضلع میانوالی

جواد احمد آکاش ہانی

عمر: 23 سال تعلیم:
مشغلے: پرخلوص لوگوں سے دوستی کرنا، کتابیں پڑھنا لکھنا
پتہ: ساجد موبائل زون نزد حبیب بنک پاکستان پیپلز پارٹی سیکرٹریٹ، مکھڈ روڈ، جنڈ، ضلع اٹک

زوہیب اختر

عمر: 19 سال تعلیم:
مشغلے: اپنے ملک کے لئے کوئی اچھا کام کرنا اور جواب عرض پڑھنا
پتہ: چک نمبر 132 مراد، ڈاک خانہ 134 مراد، تحصیل چشتیاں، ضلع بہاولنگر

عمر بن بشیر گوندل

عمر: 19 سال تعلیم:
مشغلے: اس کو یاد کرنا
پتہ: شہر گوجرہ، تحصیل ملکوال، ضلع منڈی بہاؤالدین

محمد لقمان قمی

عمر: سال تعلیم:
مشغلے: تعلیم حاصل کرنا، لڑکے لڑکیوں سے قلمی دوستی کرنا
پتہ: محلہ فاروق اعظم نزد ریلوے سٹیشن کوٹ سلطان، تحصیل و ضلع لیہ

ساگر گلزار کنول

عمر: 17 سال تعلیم:
مشغلے: شاعری کرنا
پتہ: چک نمبر 231/9R، تحصیل فورٹ عباس، ضلع بہاولنگر

محمد یمین ندر

عمر: سال تعلیم:
مشغلے: شاعری اور دوستی کرنا
پتہ: ڈاک خانہ اسلام پور جبر، تحصیل گوجرخان، ضلع راولپنڈی

تنویر احمد گوندل

عمر: 20 سال تعلیم:
مشغلے: غریبوں کی مدد کرنا اور اچھے لوگوں سے دوستی کرنا
پتہ: لالہ موسیٰ، تحصیل کھاریاں، ضلع گجرات

ساجد پرویز ساحل

عمر: 21 سال تعلیم:
مشغلے: ایس ایم ایس کرنا، موبائل پہ دوستی
پتہ: بمقام و ڈاک خانہ منگال، تحصیل کلرسیداں، ضلع راولپنڈی

ایم مظہر نذیر

عمر: 18 سال تعلیم:
مشغلے: تنہا رہنا، ڈائری لکھنا
پتہ: ڈاک خانہ کیوائی، تحصیل بالا کوٹ، ضلع مانسہرہ

سید اظہر حسین شاہ کاظمی

عمر: 19 سال تعلیم:
مشغلے: میوزک سننا، گانا گانا، شاعری کرنا
پتہ: گاؤں چنیر، ڈاک خانہ موئل، تحصیل برنالہ، ضلع بھمبر آزاد کشمیر

پرنس مظفر شاہ مہمند

عمر: سال تعلیم:
مشغلے: سروس کرنا اور جواب عرض پڑھنا
پتہ: معرفت محمد شفیع ناگمان چوک ضلع پشاور

ایم اختر بلوچ

عمر: 20 سال تعلیم:
مشغلے: میسج کرنا اور جواب عرض پڑھنا
پتہ: بولان میڈیکل سٹور، ساکرانی روڈ، تحصیل و ڈاک خانہ حب لسبیلہ

دین محمد بلتی

عمر: 19 سال تعلیم:
مشغلے: دلوں کو چرانا
پتہ: وھنی بخش روہی گوٹھ نزد گلشن معمار، گڈاپ ٹاؤن، کراچی

چوہدری احسان جٹ

عمر: 26 سال تعلیم:
مشغلے: کرکٹ، میوزک
پتہ: معرفت شہزاد کیف، کویت، گاؤں بلوارہ، ضلع میرپور آزاد کشمیر

ظہیر عباس انجم کمبوہ

عمر: 19 سال تعلیم:
مشغلے: دوستی کرنا اور کرکٹ کھیلنا
پتہ: چک نمبر 69/F فتح، ڈاک خانہ 71/F، تحصیل حاصل پور، ضلع بہاولپور

جانی آرٹس

عمر: 24 سال تعلیم:
مشغلے: شعر و شاعری اور لکھائی کرنا
پتہ: مدینہ ٹینٹ سروس، موڑ روے چوک نزد حبیب بینک، اسلام آباد

میاں فیصل مشتاق احمد

عمر: 25 سال تعلیم:
مشغلے: اچھے لوگوں سے دوستی کرنا
پتہ: کلی سٹور، ریل بازار، مریدکے

امداد علی عرف مدیم عباس تنہا

عمر: 24 سال تعلیم:
مشغلے: جواب عرض پڑھنا
پتہ: ڈاک خانہ ٹالی، تحصیل کنری، ضلع میرپور خاص

ایم افضل کھرل

عمر: 20 سال تعلیم:
مشغلے: اچھے دوستوں سے دوستی نبھانا
پتہ: گاؤں عظیم والہ، ڈاک خانہ وار برٹن، تحصیل و ضلع ننکانہ صاحب

طارق غفور

عمر: 20 سال تعلیم:
مشغلے: بے وفاؤں سے دوستی
پتہ: چک نمبر 465 گ ب، سمندری، فیصل آباد

امین مراد انصاری

عمر: 30 سال تعلیم:
مشغلے: ایس ایم ایس کرنا
پتہ: 33 سنگل سٹوری، 5/F، لال مارکیٹ، نیو کراچی

سفیر اداس دکھی

عمر: 23 سال تعلیم:
مشغلے: دکھی لوگوں سے محبت دوستی
پتہ: گاؤں موہری، ڈاک خانہ دھنی براہنچ نوسیری، تحصیل پھکہ، ضلع مظفر آباد

افتخار حسین مجنوں تر گھو

عمر: 25 سال تعلیم:
مشغلے: جواب عرض پڑھنا
پتہ: مکان نمبر 142، گلی نمبر 2-8-I

عبدالستار انجم

عمر: 40 سال تعلیم:
مشغلے: قلمی دوستی، فوٹو گرافی
پتہ: معرفت اسلم فوٹو سٹوڈیو، ریلوے روڈ، قصور

محمد رحمن دھرمہ خیل سورانی

عمر: 16 سال تعلیم:
مشغلے: قلمی دوستی اور R سے محبت کرنا
پتہ: مکان نمبر 35/RM دھرمہ خیل سورانی، نزد نظام بازار، تحصیل و ضلع بنوں

عمر بن بشیر گوندل

عمر: 22 سال تعلیم:
مشغلے: کرکٹ دیکھنا، اس کو یاد کرنا
پتہ: شہر گوجرہ، تحصیل ملکوال، ضلع منڈی بہاؤالدین

عاشق حسین طاہر

عمر: 35 سال تعلیم:
مشغلے: جواب عرض پڑھنا، دکھی لوگوں کی مدد کرنا
پتہ: منڈی ٹوٹانوالی، تحصیل کھاریاں، ضلع گجرات

تیمور زخمی

عمر: سال تعلیم:
مشغلے: قلمی دوستی کرنا
پتہ: گاؤں گگیام، ضلع راولپنڈی

ظفر اقبال وردی

عمر: 22 سال تعلیم:
مشغلے: شاعری، صحافت، کتابیں پڑھنا
پتہ: چک نمبر 70/D، ڈاک خانہ نور پور، ضلع پاک پتن

حماد ظفر ہادی

عمر: 17 سال تعلیم:
مشغلے: مطالعہ کرنا
پتہ: عامر کریانہ سٹور نزد برف خانہ، نہر پل، قینچی اڈہ، گوجرہ، منڈی بہاؤالدین

عبدالرشید بزنجو

عمر: سال تعلیم:
مشغلے: قلمی دوستی و فونک دوستی کرنا
پتہ: معرفت بزنجو گولڈ ڈرنک ایجنڈ جنرل سٹور، گنڈانی سٹی، ڈاک خانہ شیخ آباد، کوڈ نمبر 90300، تحصیل گنڈانی،

ضلع لسبیلہ

محمد سلیم عاصی

عمر:20 سال تعلیم:
مشغلے:N کی یاد
پتہ: نور پور، ڈاک خانہ جمال پور، تحصیل حاصل پور، ضلع بہاولپور

فیاض بابا

عمر:18 سال تعلیم:
مشغلے: جواب عرض پڑھنا اور دوستی کتاب سے
پتہ: کراچی گزری

عبدالرحمن جھولے والا

عمر:25 سال تعلیم:
مشغلے: ہر ایک سے محبت کرنا
پتہ: مکان نمبر 1272، محلہ ولایت آباد نمبر 2، وہاڑی روڈ، ملتان

سمیع اللہ چاند

عمر:20 سال تعلیم:
مشغلے: جواب عرض پڑھنا اور شاعری کرنا
پتہ: چک نمبر 152/9، ڈاک خانہ خاص، تحصیل و ضلع ساہیوال

صادق DM

عمر:23 سال تعلیم:
مشغلے: غمگین میوزک سننا
پتہ: مکران عرن بند، ضلع تربت

فاروق احمد شاقی

عمر:21 سال تعلیم:
مشغلے: پیار محبت کرنا
پتہ: بمقام سدھی محلہ سادات، ڈاک خانہ خاص، تحصیل و ضلع چکوال

خان افسر الیس ساقی

عمر:17 سال تعلیم:
مشغلے: کسی کی یاد میں تڑپنا
پتہ: موہاڑ کلاں ڈاک خانہ لساں نواب، تحصیل و ضلع مانسہرہ

ملک عرفان

عمر:22 سال تعلیم:
مشغلے: سپنے دیکھنا
پتہ: چک 9 ب عبدالحکیم، ضلع خانیوال

سید سرفراز نازش کشمیری

عمر:20 سال تعلیم:
مشغلے: انڈین دکھی گانے سننا، تنہائی پسند کرنا
پتہ: بمقام باغڑی سیداں، پنجور گلی کوہیرا، ضلع مظفر آباد، آزاد کشمیر

آفتاب احمد عباسی

عمر: سال تعلیم:
مشغلے: اچھے لوگوں کی تلاش کرنا
پتہ: الخبر 31952 پوسٹ بکس 535، ارکاس نمبر 4444، الخبر، سعودی عرب

مزمل حسین صدا

عمر:16 سال تعلیم:
مشغلے: شاعری کرنے والوں دوستی کرنا
پتہ: چک 5/14L، کسوال، ڈاک خانہ خاص، تحصیل چیچہ وطنی، ضلع ساہیوال

فیضان احمد تنہا فیضی

عمر:21 سال تعلیم:
مشغلے: لڑکے لڑکیوں سے قلمی دوستی
پتہ: ڈاک خانہ کھلابٹ ٹاؤن شپ، تحصیل کنری، ضلع میرپور خاص

نوید احمد

عمر:55 سال تعلیم:
مشغلے: مطالعہ، فلمیں
پتہ: پوسٹ بکس نمبر 2191، لاہور جی پی او

عبدالمجید عطاری قتوی

عمر:22 سال تعلیم:
مشغلے: شعر پڑھنا
پتہ: فیصل آباد

شیراز خان

عمر:23 سال تعلیم:
مشغلے: دوستی کرنا اور نبھانا
پتہ: مجید کالونی لانڈھی کراچی نمبر 22

رانا وارث اشرف عطاری

عمر:22 سال تعلیم:
مشغلے: سچی محبت کرنے والوں کے لئے دعا کرنا
پتہ: احمد نگر، ڈاک خانہ خاص، تحصیل وزیر آباد، ضلع گوجرانوالہ

محمد علی شیخ

عمر: سال تعلیم:
مشغلے: دنیا بھر کی ماؤں سے محبت
پتہ: چک نمبر 51/1، بچکی، تحصیل و ضلع ننکانہ صاحب

محمد وسیم ارشد آرائیں

عمر:22 سال تعلیم:
مشغلے: جواب عرض پڑھنا
پتہ: معرفت تیمین کریانہ سٹور نزد ڈاک خانہ کھڑیانوالہ، فیصل آباد

کاشف گوندہ

عمر:18 سال تعلیم:
مشغلے: S سے پیار کی باتیں کرنا اور قلمی دوستی کرنا
پتہ: 37 لیبر کالونی ڈومیل طرز بنوں، تحصیل و ضلع بنوں

حافظ فیاض احمد کنول

عمر:25 سال تعلیم:
مشغلے: جواب عرض روزانہ پڑھنا
پتہ: سکنہ بہاول داس، ڈاک خانہ چھیس، تحصیل دیپالپور، ضلع اوکاڑہ

شاہد اقبال خٹک

عمر:22 سال تعلیم:
مشغلے: باوفا دوست کی تلاش
پتہ: گاؤں مرکی خیل، ڈاک خانہ جندری، تحصیل و ضلع کرک

منکورا کبرا داس

عمر:17 سال تعلیم:
مشغلے: نئے نئے دوست بنانا اور چیٹنگ کرنا
پتہ: چاہ احمد والہ، جمال والہ، ڈاک خانہ خاص، تحصیل و ضلع جھنگ صدر

شاعری اشفاق دکھی

عمر:22 سال تعلیم:
مشغلے: دکھی لوگوں سے پیار کرنا
پتہ: مرغی فارم، چک نمبر 139/WB، دوکوٹہ، تحصیل کہلیی، ضلع وہاڑی۔

توقیر اسلم

عمر:16 سال تعلیم:
مشغلے: بے وفا لوگوں سے کہنا کہ بے وفائی نہ کریں
پتہ: ڈاک خانہ لنگڑوتو شرقی، تحصیل تونسہ شریف، ضلع ڈیرہ غازی خان

ڈاکٹر اورنگ زیب بھٹی

عمر: سال تعلیم:
مشغلے: انسانیت کی خدمت کرنا
پتہ: بمقام و ڈاک خانہ فتح پور، تحصیل و ضلع گجرات

سید عارف شاہ

عمر:25 سال تعلیم:
مشغلے: جواب عرض پڑھنا، لڑکے لڑکیوں سے دوستی کرنا
پتہ: اسامہ چوک، اسلامیہ ہائی سکول روڈ، ضلع جہلم

عبدالباسط بابو

عمر:18 سال تعلیم:
مشغلے: کالج میں ہمیشہ لیٹ جانا
پتہ: محلہ انورہ، کھلابٹ سیکٹر 3

سپاہی ملک طیب اعوان ہزاروی

عمر:20 سال تعلیم:
مشغلے: اپنے پاک وطن کی حفاظت کرنا
پتہ: گاؤں کھیری شریف، ڈاک خانہ خاص، تحصیل ہری پور، ضلع ہزارہ

مولانا عبدالشکور نقشبندی گیلانی

عمر:43 سال تعلیم:
مشغلے: اچھے اور باوفا لوگوں سے دوستی کرنا
پتہ: جامع مسجد نقشبندیہ گیلانیہ، اعظم گارڈن نزد ڈی پی ایس سکول، مدے یالوالہ حافظ آباد

ندیم احمد ساحر

عمر: سال تعلیم:
مشغلے: شعر و شاعری کرنا
پتہ: مکان نمبر 77A، لطیف آباد نمبر 4A، حیدر آباد

محمد حسین تنہا

عمر:22 سال تعلیم:
مشغلے: دکھی لڑکے لڑکیوں سے دوستی کرنا
پتہ: معرفت نور کلاتھ ہاؤس، ڈاک خانہ دوہیر بازار، تحصیل پتن، ضلع کوہستان

ایم واثق سچا

عمر: سال تعلیم:
مشغلے: دکھی دلوں کی تسکین کے جواب عرض میں کچھ نیا نیا لکھنا۔
پتہ: معرفت شفقت پاکستانی ص ب 690، جدہ، السعودیہ

رئیس ارشد

عمر:23 سال تعلیم:
مشغلے: دوستی کرنا، جواب عرض پڑھنا
پتہ: رئیس برادرز سروس سٹیشن، خان بیلہ، تحصیل لیاقت پور، ضلع رحیم یار خان

محمد عباس

عمر:20 سال تعلیم:
مشغلے: جواب عرض پڑھنا، دوستی کرنا
پتہ: تھانہ روہیلانوالی، ڈاک خانہ ماہڑہ خاص، تحصیل و ضلع مظفر گڑھ

آفتاب احمد چوہدری

عمر: سال تعلیم:
مشغلے: اچھے دوستوں کی تلاش
پتہ:

مجید احمد جائی

عمر:26 سال تعلیم:
مشغلے: دوستی کرنا
پتہ: چاہ جائی والہ، موضع ملی والا، مین بہاولپور روڈ، تحصیل و ضلع ملتان

عمران ساجن

عمر:17 سال تعلیم:
مشغلے: جواب عرض پڑھنا، کرکٹ کھیلنا
پتہ: رئیس برادرز سروس سٹیشن، خان بیلہ، تحصیل لیاقت پور، ضلع رحیم یار خان

آئینہ روبرو

دوستی نمبر.......... ماہ دسمبر 2011ء

— ماہ دسمبر 2011ء کے رخصتی مہینہ کا جواب عرض لیا تو گزرے ماضی کی طرح کچھ تلخ یادیں چھوڑ گیا۔ سال کیا ختم ہوا کہ ہمارا دکھی بھائی دکھ درد بانٹنے والا ہمارا پیارا بھائی بھی دنیا سے رخصت ہو گیا۔ رسالہ کھولتے ہی جب یہ خبر پڑھی تو بہت صدمہ ہوا اللہ تعالیٰ شہزادہ بھائی کو جنت میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور شہزادہ اَلتمش صاحب اللہ آپ کو لمبی عمر نصیب کرے۔ پہلے ہی صفحہ پر جہاں شہزادہ بھائی کی افسوس ناک خبر تھی وہاں ایجنٹوں کو خوشخبری والا اشتہار دینا اچھا نہیں لگا۔ بہرحال شاعروں میں سبھی کی شاعری اچھی تھی۔ چوہدری الطاف حسین صاحب کے دکھوں میں برابر کا شریک ہوں باقی اپنی چار غزلیں دیکھ کر خوشی ہوئی، شکریہ اَلتمش صاحب۔ باقی کہانیوں میں لمبی کہانیاں تو پڑھ نہ سکا بہرحال سبھی رائٹرز اچھا لکھتے ہیں جو پڑھیں کہانیاں ان میں سب سے پہلے آمنہ راولپنڈی کی دولت کی ہوس پڑھی اچھی لگی بہرحال ہر انسان کی سوچ ایک جیسی نہیں ہو سکتی۔ گلشن ناز کی آمد پر خوشی ہوئی۔ گلشن جواب عرض کا گلشن آباد رکھنا۔ ایم شفیع تنہا کی محبت یا دھوکا پڑھی دکھ ہوا حاجرہ غفور مجید احمد جائی اور مشال بھی اچھا لکھتے ہیں۔ ارم کنول کی میں جیت کر ہار گئی بہت ہی دکھی تھی۔ انتظار حسین ساقی کی بوگس کہانی تھی۔ گلدستہ میں مس صبا کرسیدا اس کی ماں کی وصیت اچھی تھی۔ سبھی خواتین کو ان باتوں پر عمل کرنا چاہئے۔ کالم ڈائری دیکھ کر دکھ ہوا کہ خلیل احمد ملک صاحب کے علاوہ کوئی اور بندہ ڈائری نہیں لکھتا افسوس سر اب لوگوں پر ہوا باقی کرن خان کو منگنی کی مبارک باد باقی میری چھ کہانیوں کو کب موقع ملے گا نظر ثانی کی جائے۔

شہزاد سلطان کیف۔ الکویت

— دسمبر 2011ء کا شمارہ میرے ہاتھوں میں ہے۔ ہمارے پیارے شہزادہ عالمگیر کا پڑھ کر بے حد دکھ ہوا۔ اللہ سے دعا ہے کہ انہیں اپنے جوارِ رحمت میں جگہ عطا فرمائے۔ رسالے کے بارے میں کیا عرض کروں اس کے متعلق ایک نظم ارسال کر چکا ہوں امید ہے کہ کسی شمارے میں جگہ دیں گے۔ مگر مجھے شکوہ ضرور ہے وہ یہ کہ آپ لوگ غزلوں اور کہانیوں سے متعلق شاید کوئی چھان بین نہیں کرتے اس کی زندہ مثال میری غزل روشنی کے شہر کے عنوان سے پہلے ہی جواب عرض کے پچھلے ایک شمارے میں شائع ہو چکی ہے مگر دسمبر 2011ء کے شمارے میں میری یہ غزل اے ناز بلوچ نے اپنے نام سے شائع کروائی ہے جو کہ سراسر چوری کے زمرے میں آتا ہے۔ اس سے کافی عرصہ قبل بھی میری ایک غزل کسی نے دوبارہ اپنے نام سے شائع کروائی تھی۔ پلیز اس طرف دھیان دیں۔

عصمت علی عاصی بلوچ۔ دبئی

— اس ماہ دسمبر کا دوستی نمبر ملا پڑھ کر بہت خوشی ہوئی۔ شہزادہ صاحب آپ نے اس بار اسلامی صفحہ شائع نہیں کیا دکھ ہوا اور ابھرتے ہوئے شاعروں کی شاعری پڑھی جن کی شاعری پسند آئی ان کے نام کشور کرن، اے ناز بلوچ، محمد عمر لاشاری، چوہدری الطاف حسین دکھی، ایم عارف بلوچ۔ کہانیوں میں جن کی کہانی پسند آئی ان کے اسم گرامی تجھ سے ناراض نہیں فائزہ شاہ گجرات، میں جیت کر ہار گئی ارم کنول، تھوڑی سی خوشی تھوڑا سا غم گلشن ناز نخبہ قریشی اور دولت کی ہوس آمنہ راولپنڈی، ہائے رے تیری جدائی حاجرہ غفور، ہاتھ کی لکیریں کشور کرن چنوکی، چند لمحے محبت کے شازیہ منہاس، کیسے

بھول پاؤں گا شازیہ چوہدری، دوستی لے ڈوبی مجید احمد جائی اللہ ان سب کو خوشی اور ترقی دے۔

زیب ظہور احمد بلوچ۔ ڈیرہ مراد جمالی

دوستی نمبر.......... ماہ جنوری 2012ء

— ماہ جنوری 2012ء کا جواب عرض پڑا جو اپنی مثال آپ تھا۔ تمام اچھا لکھنے والوں کو دلی مبارک باد۔ میری فیورٹ رائٹر شازیہ وقاص کو خلوص بھرا اسلام۔ جواب عرض کے ٹاپ رائٹر انتظار حسین ساقی اور حسن رضا رکن شی کی سٹوری بھی اچھی تھی۔ باقی تمام رائٹر جن میں خاص میری سویٹ سسٹر آمنہ راولپنڈی ہشاہ ماہ نور، سلمیٰ گلاب، کرن خان، گلشن ناز، نرگس ناز، مشال سکلی، نادیہ حسن، راحیلہ منظر، اقرا لاہور، حاجرہ غفور یہ، گریٹ رائٹر کشور کرن اور ڈاکٹر سونیا حیدر علی کو بہت اچھا لکھنے پر مبارکباد اور سلام پر خلوص۔

ثوبیہ A کنول۔ ضلع بھکر

— ماہنامہ جواب عرض ہر ماہ پڑھتا ہوں مجھے شہزادہ عالمگیر کا بہت ہی افسوس ہوا اللہ تعالیٰ اُن کو جنت الفردوس میں جگہ دے، ان کے لواحقین کو صبر کرنے کی توفیق دے۔ 2012ء جنوری کا جواب عرض جب لینے گیا تو اس کی قیمت 80 روپے ہوگئی تھی اگر 200 روپے بھی ہو جائے تو پھر بھی جواب عرض پڑھتا رہوں گا۔ جنوری 2012ء میں لاوارث لڑکی، ظالم دنیا، تمہارا گلاب جیسا شباب کشور کرن سب ہی کہانیاں اچھی تھیں۔

مہر ریاض احمد زیڈ لوکا۔ جڑانوالہ

لاوارث لڑکی نمبر.......... ماہ فروری 2012ء

— شہزادہ اَلتمش بھائی کو کویت میں جواب عرض کی ترسیل کے بارے میں آگاہ کرنا چاہتا ہوں کہ شہزادہ عالمگیر کے دنیا سے جانے کے بعد مجھے کویت سے جواب عرض نہیں مل رہا۔ دسمبر، جنوری، فروری اور مارچ کا بھی میں نے پاکستان سے منگوائے آخر کیوں؟ پلیز غور کیجئے! فروری 2012ء لاوارث لڑکی پاکستان سے منگوایا ذاتی صفحہ کی جگہ پر غزل اچھی لگی۔ معروفیت کے دور میں میں لمبی کہانیاں نہیں پڑھتا بہرحال جو پڑھی ہیں ان میں ایم اشفاق بٹ کی محبت نہ کرنا سبق آموز ہے۔ آسیہ آسی کی برباد محبت دکھی کہانی ہے۔ شاباش انتظار حسین جو ہم سے بچھڑ گئے ان کی یاد میں اتنا کچھ کرتے پر آپ کو خراج تحسین ان شاء اللہ اگلے پروگرام میں میں بھی شامل ہونا چاہوں گا کیونکہ جلد پاکستان آرہا ہوں۔ باقی اے ڈی بی ڈی کی گم نام محبت خوفناک میں جگہ دینی چاہیے تھی، ایاز احمد کی زخم آرزو کے درد بھری ہے، ایم مبین کی عجیب اتفاق درد بھری ہے، فلک صفدر کی نئی منزلیں عجیب کہانی تھی، شیخ اے ڈی کی محبت کی نہیں جاتی ہو جاتی ہے پڑھ کر مشورہ ہے جہاں سے شادی کر رہے ہو وہاں کے حالات کیسے ہیں۔ معلوم نہیں خیر نائلہ سے شادی کر لو۔ باقی فروری 2012ء میں میری شاعری شامل کرنے کا شکریہ۔ غزلوں میں محمد جنید جانی کی اور کشور کرن کی تیرے جیسے نام ہزاروں ہیں اور ہر دلعزیز شاعرہ آمنہ راولپنڈی کی شاعری بہت ہی اچھی تھی، کالم ملاقات کا معیار اچھا تھا۔ پرانے رائٹروں کا دیدار نصیب ہوا باقی ایم وائی سجا، احمد نجمی اور ایم اشفاق بٹ کا شکریہ۔

شہزاد سلطان کیف۔ الکویت

— ماہ فروری 2012ء کا شمارہ یکم فروری کو ہی مل گیا، ایک خوبصورت انداز میں کہانیوں میں لاوارث لڑکی بہت

پسند آئی۔ سب سے زیادہ پرچے کی تعریف کرنی ہوگی۔ اتنا معیاری پرچہ مہیا کرنے پر بے حد نوازش۔ بھیا آپ کی تعریف کرنی ہوگی۔ شہزادہ انکل کے فرائض کو بہت سلیقے سے ادا کر رہے ہیں۔ کوپن ملاقات کا نیا انداز بے حد پسند آیا۔ آئینہ روبرو میں خطوط بے حد اچھے لگے۔ قارئین کا تہہ دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں کہ انہوں نے لکھنے کے لئے بار بار فون اور خطوط لکھے۔ جب کہ میرا ذہن اس سوچ میں گم تھا کہ شہزادہ انکل کے بعد اب لکھنے کا وہ جوش کہاں مگر آپ نے شہزادہ انکل کی یادیں اور ہی تازہ کر دیں۔ معیاری پیپر مہیا کیا اور پہلے کی طرح شمارے کا ڈیزائن رکھا۔ آخر پہ قارئین کا اور آپ کا تہہ دل سے شکر گزار ہوں۔

منیر رضا۔ ساہیوال

فروری 2012ء کے جواب عرض میں اس دفعہ بہت ہی اچھی کہانیاں اور غزلیں وغیرہ شائع ہوئیں۔ رائٹرز حضرات کو لکھنے پر بہت مبارک باد قبول ہو۔ ہم لوگوں نے بہت پسند کی ہیں۔ خاص کر جو کہانیاں پسند آئیں ہیں ان میں سے کچھ یہ تھیں۔ لاوارث لڑکی حمیرا اسعد لاہور، انوکھا سفر کشور کرن چتوکی، شازیہ چوہدری شیخوپورہ، پاکیزہ کو داغ رانا وارث اشرف وزیر آباد، خزاں کا موسم محمد خان دیپالپور، نئی منزلیں ملک صفدر جہانیاں، اداس اداس سی زندگی مجید احمد جائی ملتان خاص کر پسند آئیں۔ آج کل کرن ناز شگفتہ قریشی کی تحریریں نہیں آ رہیں شاید آپ نے شہزادہ عالمگیر کے دنیا فانی ہونے سے جواب عرض سے منہ موڑ لیا ہے نہیں تو اگر آپ کی طبیعت یا صحت ٹھیک نہیں ہے تو دعا کر سکتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ آپ کو صحت تندرستی عطا کرے۔ غزلوں میں سے جو پسند آئیں ان میں خاص تم کیسی ہو شہباز مجید میرپور ماتھیلو، عائشہ لیلیٰ کوٹ رادھا کشن، ثانیہ کنول کراچی، ایم سلیم ناز خانیوال، شاعری میں سے کشور کرن چتوکی، اے آر راحیلہ جمیرہ سٹی، حاجرہ غفور لیہ بہت زیادہ پسند آئیں۔ پسندیدہ اشعار میں ثوبیہ کنول جوہر آباد، سمیع اللہ ساہیوال، نرگس ناز سکھر، اے آر راحیلہ جمیرہ سٹی، کرن خان شگفتہ قریشی بہت پسند آئے۔

ناصر خان قمر۔ کوئٹہ

ماہ فروری 2012ء کا جواب عرض اس وقت میرے ہاتھوں میں ہے۔ میں اس کا مکمل مطالعہ کر چکا ہوں۔ ماشاء اللہ تمام رائٹرز اپنی محنت اور لگن سے جواب عرض کی ترقی کی منزلیں عبور کر رہے ہیں جن میں لاوارث لڑکی حمیرا اسعد، انوکھا سفر کشور کرن، محبت نہ کرنا ایم اشفاق بٹ، تنہائی شازیہ چوہدری، کاش آپ ہمارے ہوتے عمر لاشاری، اپنی خطا احمد نجمی دکھی اور میرے دوست مجید احمد جائی کی کہانی اداس اداس زندگی بہترین ہے۔ ان سب کو میری طرف سے سلام اور مبارک ہو۔ شاعری میں کشور کرن، اے آر راحیلہ، ماریہ چوہدری، نیلم شہزادی، آمنہ، حاجرہ غفور کو بھی مبارک ہو۔ میری دعا ہے کہ آپ سب رائٹرز ایسے ہی لکھتے رہیں۔ باقی اتمش صاحب کیا بات ہے آپ میرے کوپن اور خط شائع نہیں کر رہے۔

بوٹا زخمی۔ بہاولپور

اس ماہ فروری اور مارچ کا جواب عرض اکٹھا ہی لے کر پڑھا اور اکٹھے ہی کوپن بھیج رہا ہوں۔ اپنی کہانی مارچ کے شمارے میں جن دوستوں نے پڑھ کر مبارک باد کے تحفے سے نوازا اسٹوری اپنی خطا اور ایک غلطی دل کی پر جو مجھے عزت و حوصلہ افزائی ملی اس کے صحیح حقدار آپ اور آپ کی پوری ٹیم ہے۔ شہزادہ اتمش آپ کی ماہ فروری کے جواب عرض کے شروع میں جو غزل تھی وہ پورے شمارے کی جان تھی۔ آپ کی غزل نے بہت دکھی کر دیا، اللہ آپ کو اور آپ کے اہل خانہ کو صبر جمیل و اجر عظیم عطا فرمائے۔ اللہ کریم شہزادہ عالمگیر صاحب کی قبر کو اپنے نور سے بقعۂ نور فرمائے اور کروڑوں رحمتیں نازل فرمائے۔ باقی سبھی کالم اچھے تھے۔ فروری کی کہانیاں لاوارث لڑکی، تنہائی، پاکیزہ کو داغ، محبت نے نہ کرنا، محبت کی نہیں جاتی، قربتیں

اور فاصلے، کیا کھویا کیا پایا اور سب سے بڑھ کر اداس اداس سی زندگی بھائی مجید احمد جائی صاحب نے بہت متاثر کیا۔ مارچ کے شمارے میں پیاری باجی اور پرانی فیورٹ رائٹر باجی نائلہ طارق لیہ کو میرا پہلا پیار، محترم پرانے لکھاری دوست محمد خان وٹو صاحب کی محبت اب نہیں ہوگی بڑے منفرد انداز میں تھی جو بہت اچھی لگی۔ محبتوں کے اداس موسم، وفا کی تلاش، جگر چھلنی، انتہائے عشق، وفا کے آنسو بہت ہی پیاری تحریریں تھیں۔ سبھی نے بہت اچھا لکھا ان سب کو تہہ دل سے مبارک باد پیش کرتا ہوں اور آئندہ بہت زیادہ محنت کے ساتھ لکھنے کی تاکید کرتا ہوں۔ محترم اتمش صاحب میں نے کئی دوستوں سے سنا ہے اور جواب عرض میں بھی پڑھا ہے کہ کہانی کے ساتھ رائٹر کی تصویر اور موبائل نمبر ضرور شائع کریں تو بھائی میری بھی درخواست اور رائے ہے کہ یہ بالکل ٹھیک ہے ایسا لازمی ہونا چاہئے کیونکہ رائٹرز کو اپنی تحریروں کی خوبیوں اور خامیوں کا بھی پتہ چلے گا اور اس کی حوصلہ افزائی بھی ہوگی۔ نمبر صرف مرد رائٹروں کے کہانی کے ساتھ ضرور شائع کریں۔

احمد نجمی۔ کالا باغ

ماہ فروری کا شمارہ بہت ہی خوب رہا خوبصورت تبدیلی کے ساتھ بہت اچھا لگا۔ لاوارث لڑکی قسط نمبر 3 بہت ہی اچھی تھی۔ انوکھا سفر کشور کرن جی بہت ہی اچھا سفر جا رہا ہے آپ کا۔ جو ہم سے بچھڑ گئے انتظار حسین ساقی صاحب ویری گڈ ویری نائس بیوٹی فل جو شام آپ نے شہزادہ عالمگیر صاحب کے نام کی پڑھنے کے بعد یہ خواہش بار بار ہو رہی تھی کہ کاش اس شام میں ہم بھی شامل ہوتے اور میری طرف سے آپ کو بہت بہت مبارک باد قبول ہو۔ پاکیزہ کو داغ رانا وارث اشرف عطاری بھائی آپ کی سٹوری بہت اچھی تھی میرے خیال میں ایسے گرے ہوئے لوگوں کو پیار کرنے کا کوئی حق نہیں۔ محبت نہ کرنا ایم اشفاق بٹ صاحب بہت اچھی اور دکھ بھری کہانی تھی آپ کی۔ آسیہ چغتائی آپ بہت دکھی کیا آپ کی برباد محبت نے۔ گم نام محبت اللہ دتہ بے وردا اچھی اور حیرت میں ڈوبی ہوئی سٹوری تھی آپ کی۔ موسم تیری یادوں کا عمر دراز ساحر جی بے حد اچھا انداز اینڈ ویری گڈ سٹوری تھی آپ کی۔ خطا احمد نجمی دکھی صاحب بہت اچھی لگی آپ کی کوشش۔ اداس اداس سی زندگی مجید احمد جائی صاحب آپ کی کہانی سے اندازہ ہوا کہ عام اور غریب انسان کا پیار صرف مذاق ہے۔ شام ہو گئی اے ڈی ناز ساہیوال بیسٹ غزل تھی آپ کی۔ شہزاد سلطان کیف، کشور کرن، اے آر راحیلہ، ماریہ چوہدری، نیلم شہزادی، آمنہ، حاجرہ غفور بیوٹی فل شاعری تھی آپ سب کی، سب کی غزلیں شاعری بہت اچھی رہی باقی میرے پیارے دوستوں کو بہت بہت سلام قبول ہو۔

نرگس ناز۔ سکھر

ماہ فروری کا جواب عرض لیا بہت اچھا تھا۔ شاعری، غزلیں، کالم گلدستہ سب اچھے تھے کہانیوں میں کہانیاں جو ہم سے بچھڑ گئے جناب انتظار حسین ساقی فیصل آباد آپ کی کہانی بہت اچھی تھی۔ میری طرف سے مبارکباد قبول فرمائیں دوسری کہانی برباد محبت اور دل ہے بے قرار محمد شفیق ڈوگر، انوکھا سفر کشور کرن چتوکی، موسم تیری یادوں کا عمر دراز اور اداس اداس زندگی مجید احمد جائی ملتان۔ کشور کرن کی ذاتی شاعری بہت اچھی تھی۔

محمد اشرف زخمی دل۔ ننکانہ صاحب

دنیائے ادب کے تابندہ ستارے جناب شہزادہ عالمگیر صاحب کی وفات کی خبر نے دہلا کے رکھ دیا۔ بے شک ہر جاندار نے موت کا مزہ چکھنا ہے۔ موت کا فیصلہ اٹل اور برحق ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ اور آپ کی تمام فیملی، تمام سٹاف جواب عرض اور قارئین جواب عرض کو شہزادہ عالمگیر صاحب کی جدائی کا صدمہ برداشت کی توفیق عطا فرمائے۔ اور شہزادہ عالمگیر کی قبر کو جنت کا باغ بنا دے۔ فروری کا جواب عرض مکمل پڑھ چکا ہوں۔ اس ماہنامہ کی ابتدا جناب شہزادہ اتمش عالمگیر کی اپنے والد صاحب کی یاد میں غزل سے کی، غزل پڑھتے پڑھتے میری آنکھوں سے آنسو چھلک پڑے۔ محترمہ حمیرا اسعد

کامیابی سے اپنی تحریر لاوارث لڑکی کو رواں رکھے ہوئے ہے، پاکیزہ کو داغ، محبت نہ کرنا، جو ہم سے بچھڑ گئے، عجیب اتفاق، کاش آپ ہمارے ہوتے، محبت کی نہیں جاتی ہو جاتی ہے، قربتیں اور فاصلے، موسم تیری یادوں کا، اپنی خطا، اداس اداس سی زندگی، کیا کھویا کیا پایا، مذکورہ بالا تمام تحریروں، کہانیوں کے رائٹرز حضرات خوب محنت کی اور جواب عرض کو چار چاند لگا دیے۔ جواب عرض کے تمام کالم بے مثال اور لاجواب ہیں۔

——————— خان افسر خاکسار-دنیا پور

——— ماہ فروری کا جواب عرض پورا پڑھ چکا ہوں اور پڑھنے کے بعد اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ اس بار جواب عرض بہت ہی زبردست تھا لیکن شہزادہ عالمگیر کی جدائی نے اتنا پریشان کیا ہے کہ جواب عرض پڑھتے ہی اس کا چہرہ بار بار آنکھوں کے سامنے آ جاتا ہے پتہ نہیں اس میں کیا کشش تھی کہ ہمیں ابھی تک یاد آتا رہتا ہے۔ بس اللہ تعالیٰ اس کو جنت الفردوس نصیب کرے۔ کہانیوں میں حمیرا اسعد کی لاوارث لڑکی اور کشور کرن کی انوکھا سفر بالکل افسانے ہیں۔ باقی کہانیوں میں دل ہے، پاکیزہ کو داغ، پیار میں ایسا بھی ہوتا ہے، دوستی یا پیار، اداس اداس سی زندگی، بہت پیار کہانیاں تھیں تاہم کاش آپ ہمارے ہوتے، عجیب اتفاق، زخم آرزو کے، خزاں کا موسم اور اشفاق بٹ کی محبت نہ کرنا اچھی کہانیاں تھیں۔ باقی کالم بھی اچھے تھے۔

——————— پرنس مظفر شاہ-پشاور

——— ماہ فروری 2012ء کا شمارہ لاوارث لڑکی کچھ زیادہ ہی لیٹ ملا یوں جیسے صدیوں بعد ملا ہو اور ملتے ہی دل کو ایک سکون سا مل گیا۔ سب سے پہلے اس میں موجود انتظار حسین ساقی کی تحریر کردہ جو ہم سے بچھڑ گیا پڑھی اور پڑھ کر تو دل رونے لگا کہ ہم سب میں اب شہزادہ عالمگیر صاحب نہیں ہیں۔ ہمیں ان کی کمی شدت سے محسوس ہو رہی ہے پلیز انتقش جیسا جواب عرض کا وہی پرانا معیار برقرار رکھیں اور سٹوریوں کے لیٹر لگایا کریں۔ اس کے بعد آئینہ روبرو میں جن دوستوں نے میری سٹوری کی تعریف کی ان کا میں تہہ دل سے شکر گزار ہوں اس کے علاوہ احمد نجمی کی کہانی اپنی خطا اور مجید جائی کی کہانی اداس اداس زندگی بھی کافی اچھی سٹوریاں تھیں ان کو میری طرف سے عمدہ کارکردگی پر مبارکباد قبول ہو۔ شاعروں میں کشور کرن، اے آر راحیلہ، نیلم شہزادی اور شہزادہ سلطان کیف کی شاعری پسند آئی۔

——————— ایم شفیع تنہا-امرو خورد

——— فروری کا رسالہ میرے ہاتھ میں ہے آپ کا رسالہ کافی اچھا ہے۔ پہلے بھی میں نے لکھا ہے لیکن آپ نے شائع نہیں کیا چلو کوئی بات نہیں اب پھر لکھ رہی ہوں کہ شہزادہ صاحب کو اب ترس آیا ہے محبت نہ کرنا کافی اچھی کہانی تھی اور ویسا بھی بٹ صاحب کی کہانیاں مجھے کافی اچھی لگتی ہیں۔ اے زندگی تجھے کیا نام دوں مجھے بہت اچھی لگی کشور کرن کی شاعری بہت اچھی ہے ساقی بھائی بہت اچھا لکھتا ہے کچھ بھائی بہن اپنی شاعری میں صنم کا ذکر کرتے ہیں تو میں نے سوچا کیوں نہ اب صنم کو انٹری کرنی چاہیے آج تک جتنا بھی رسالہ میں نے پڑھے ہیں آپ کا رسالہ ان سب کی جان ہے۔ شہزادہ صاحب پلیز میرے کوپن اور شاعری ضرور شائع کرنا۔

——————— صنم

دکھی دوشیزہ نمبر .... ماہ مارچ 2012ء

——— مارچ 2012ء کا دکھی دوشیزہ نمبر پیارے جڑانوالہ سے دو مارچ کو خریدا۔ ٹائٹل زیادہ متاثر کن نہ تھا۔ سوچا پی اے کے سالانہ پیپروں کے بعد ہی پڑھوں گا لیکن صبر نہ ہو سکا۔ کہانیوں کی دنیا میں لاوارث لڑکی کا اینڈ سین قابل دید تھا۔

باقی محبتوں کے اداس موسم، محبت ہو گئی تم سے جاناں، وفا کے آنسو، آخری سانس، شام کی تنہائیاں، گزرے دنوں کا قرض اچھی تھیں جبکہ مارچ کی نمبر ون سٹوری ایک خلش دل کی، اور نمبر دو محبت ہو تو ایسی، میں احمد نجمی صاحب اور مس حاجرہ غفور کو اچھی سٹوری لکھنے پر مبارکباد پیش کرتا ہوں۔ باقی سلسلوں میں سے جبرائیل آفریدی، منظور اکبر اداس، ارمان سنگم، آصف سانول، پرنس مظفر شاہ، کامران کمانڈو، عمر دراز ساحر، افضل جواد کالا باغ کی تحریریں اچھی تھیں۔

——————— عمر دراز آکاش-جڑانوالہ سٹی

——— ماہ مارچ کا شمارہ ملا جو بہت پیارا اور دلکش تھا جو میرے دل کو بہت پسند آیا ویسے تو جواب عرض میری جان ہے میں نے سب سے پہلے مس نائلہ طارق کی کہانی میرا پہلا پیار پڑھی جو بہت زبردست کہانی تھی۔ میری طرف سے مس نائلہ طارق کو مبارک باد قبول ہو۔ اس کے بعد مس حمیرا اسعد کی کہانی لاوارث لڑکی کی آخری قسط نے تو کمال ہی کر دیا۔ لاوارث لڑکی کہانی کی ابھی اور بھی قسطیں ہونی چاہئیں تھیں اس کہانی کو بہت جلدی ختم کر دیا ہے۔ میری طرف سے مس حمیرا اسعد کو مبارک باد قبول ہو۔ میری دعا آپ کے ساتھ ہے۔ مس کشور کرن کی کہانی انوکھا سفر بھی بہت پیاری کہانی ہے آگے دیکھتے ہیں کیا ہوتا ہے۔ میری طرف سے مس کشور کرن کو مبارک باد قبول ہو۔ مس کشور کرن آپ کے قلم میں جادو ہے جو کہانی کو اچھا بنا دیتا ہے۔ مدثر عمران ساحل کی کہانی یہی ہے عہد میرا بہت پیاری کہانی تھی۔ بھائی انتظار حسین کی کہانی محبت ہو گئی تم سے جاناں، دوست محمد خان ڈٹو کی کہانی اب محبت نہیں ہو گی پیاری کہانی تھی۔

——————— سیف الرحمن زخمی-سیالکوٹ

——— مارچ 2012ء کا جواب عرض پا کر خوشی ہوئی کہ اس میں کہانیاں اور غزلیں اشعار بہت پسند آئے۔ خاص کر کہانیوں میں سے میرا پہلا پیار نائلہ طارق لیہ، انوکھا سفر کشور کرن چتوکی، وفا کی تلاش حسن رضا رکن شی، انتہائے عشق آسیہ کنول آر کی لاہور، محبت ہو تو ایسی ہو حاجرہ غفور لیہ، غزلوں میں سے نوید سحر کبیر والا، تازیہ منڈی بہاؤ الدین، نسرین کنول منڈی ککلن پور، شاعری میں سے کشور کرن چتوکی، نرگس ناز سکھر، محمد خان انجم وہپالپور، نائلہ طارق ملک لیہ، بہت ہی زیادہ اچھی اور پسند آئیں۔

——————— ناصر خان قمر-کوئٹہ

——— اس وقت ماہنامہ مارچ 2012ء میرے ہاتھ میں ہے۔ اس بار جواب عرض بہت دیر سے ملا۔ ملنے کے بعد اسی وقت ورق گردانی شروع کر دی۔ تمام کہانیاں بہت اچھی تھیں۔ اگر چند ایک کا نام لیا جائے تو یہ باقی رائٹرز کے ساتھ ناانصافی ہو گی۔ شاعری میں کشور کرن، محمد خان انجم، ثناء، کنول، ثناء، ماہ نور عرف شونوں کی شاعری بہت اچھی رہی۔ مجھے ان لوگوں سے گلہ ہے جو رائٹرز کی تنقید کرتے ہیں پلیز دوستو ایسا نہ کیا کرو بلکہ رائٹرز کی حوصلہ افزائی کرو تا کہ وہ بہتر سے بہتر لکھ سکیں۔ میں جواب عرض تین چار سال سے پڑھ رہی ہوں مگر لکھنے کا حوصلہ اب ہوا ہے پلیز سر میرے کوپن شائع کر کے شکریہ کا موقع دیں۔

——————— گلناز-شاہ کوٹ

——— ماہ مارچ 2012ء کا جواب عرض خریدار دکان پر کھڑے ورق گردانی شروع کی، میں کوپنوں میں اپنا نام تلاش کر رہا تھا مگر مجھے سوائے مایوسی کے کچھ نہ ملا۔ پھر زندگی کی ڈائری میں اپنا نام دیکھ کر خوشی ہوئی اس بار بھی سب کہانیاں پہلے کی طرح اچھی لگیں خاص کر ان رائٹروں کی جنہوں نے اپنی ذاتی لائف کے متعلق لکھا اللہ تعالیٰ ان کے بچھڑے ہم سفروں کو ان سے ملا دے اور جن کے ساتھی اس دنیا میں نہیں رہے اللہ ان کو جنت میں اعلیٰ مقام عطا کرے۔ تمام غزلیں اور شاعری بہترین ہے نئے ابھرتے ہوئے شاعر کافی محنت اور لگن سے اپنی شاعری کے ذریعے جواب عرض کی زینت بنا رہے ہیں۔

——————— زاہدہ-چتوکی

— ماہ مارچ 2012ء کا شمارہ دس مارچ کو ملا۔ دکھی دوشیزہ نمبر کہانیوں میں انتہائے عشق انوکھا سفر بے حد پسند آئیں۔ دوسرے رائٹرز نے بھی بہت اچھا لکھا ہے ابھرتے شاعروں میں کشور کرن چتوکی اور نرگس ناز کی شاعری پسند آئیں مگر کوثر ریاض کی کمی بہت محسوس ہوئی ہے وہ میری پسندیدہ رائٹر ہیں۔ باقی تمام کوبز بہت اچھے ہیں۔ آئینہ روبرو میں تمام قارئین کی محبت سے پتہ چلا کہ وہ آپ کو کتنا پسند کرتے ہیں۔

— منیر رضا—ساہیوال

— مارچ 2012ء کا جواب عرض بہت خوبصورت تھا کہانیوں میں میرا پہلا پیار نائلہ طارق، لاوارث لڑکی حمیرا سعد، انوکھا سفر کشور کرن، محبتوں کے اداس موسم آمنہ راولپنڈی، آمنہ جی میری اللہ سے دعا ہے کہ فیصل آپ کو مل جائے اور آپ کے آنگن میں پھر سے خوشیوں کی بہار آجائے۔ محبت اب نہیں ہوگی دوست محمد خان ڈٹو، ایک خلش دل کی احمد نجمی، احمد بھائی آپ کو ایسا نہیں کرنا چاہیے تھا آپ کی وجہ سے کوثر اپنی زندگی سے ہاتھ دھو بیٹھی آپ اس کے مجرم ہیں آپ اس کے لئے دعا کریں اللہ اس کو جنت میں اعلیٰ مقام عطا کرے۔ احمد بھائی آپ کو میری بات بری لگی ہو تو معذرت چاہتا ہوں۔ محبت ہوگئی تم سے جاناں انتظار ساقی، انتہائے عشق آسیہ کنول، وفا کے آنسو شازیہ چودھری، جگر چھلنی اللہ دتہ بے درد کی تلاش حسن رضا ان کے ساتھ باقی سب رائٹروں کی کہانیاں اچھی تھیں۔ کچھ کہانیاں ایسی تھیں کہ پڑھتے پڑھتے آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے۔ کیونکہ انہوں نے میرے ماضی کے زخموں کو تازہ کر دیا۔

— نامعلوم

— جناب میں ہر ماہ کوپن، خط وغیرہ بھیج رہا ہوں لیکن بہت افسوس کے ساتھ کہہ رہا ہوں کہ ماہ مارچ 2012ء میں نہ تو کوئی خط اور نہ ہی کوپن وغیرہ شائع ہوا ہے۔ دکھی دوشیزہ نمبر مارچ 2012ء میرے ہاتھ میں ہے جو کہ بہت ہی اچھا رہا۔ ایک دفعہ پھر اسلامی صفحہ نہ پاکر بہت دکھ ہوا۔ پھر اس کے بعد کہانیوں کی طرف آیا۔ کہانیوں میں میرا پہلا پیار، اب محبت نہ ہوگی، لاوارث لڑکی، انوکھا سفر، ایک خلش دل کی، محبت کانچ جیسی، گزرے دنوں کا قرض، محبتوں کے موسم، جگر چھلنی اور بھی بہت ہی اپنی اپنی جگہ پر اچھی رہیں۔ میں صرف دو رائٹر سے بہت ناراض ہوں ایک انتظار حسین ساقی اور دوسرے اللہ دتہ بے درد، آپ دونوں بہت بے وفا ہیں کیونکہ میرے خط کا جواب نہیں دیتے۔

— کاشف گلونہ—بنوں وولن ملز

— اس وقت ماہ مارچ 2012ء دکھی دوشیزہ نمبر میرے ہاتھ میں ہے۔ سب سے پہلے شہزادہ بھیا کے لئے دعا ہے کہ خدا تعالیٰ انہیں جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ سب سے پہلے کہانیوں کے ٹائٹل پر نظر پڑی تو محبتوں کے اداس موسم، آمنہ راولپنڈی کی سٹوری پڑھی بہت پسند آئی۔ آمنہ اک بات ہمیشہ یاد رکھنا اس دنیا کا دستور ہے جیسی کرنی ویسی بھرنی۔ اس کے بعد انوکھا سفر کشور کرن، یہی عہد ہے میرا مدثر عمران، محبت ہوگئی تم سے جاناں انتظار بھیا، گزرے دنوں کا قرض عاشق حسین، وفا کی تلاش حسن رضا، جگر چھلنی اللہ دتہ، انتہائے عشق آسیہ کنول، وفا کے آنسو شازیہ چوہدری، دنیا کب بدلے گی مشال سکنی، محبت ہو تو ایسی حاجرہ غفور، آخری سانس شعیب اختر اور میرا کیا قصور ساجد حسین کا سٹوریاں مجھے بے حد پسند آئیں۔ تمام رائٹرز کو مبارکباد اس کے بعد غزلیات کی دنیا میں قدم رکھا اپنی کوئی غزل نہ پاکر تھوڑا اساد کھ ضرور ہوا غزلوں میں خرم شہزاد دلیہ، صائمہ نازیہ منڈی بہاؤالدین، مس فوزیہ کنول ننکانہ پور، خیانت علی کوٹلی، ہارون سومرو منچن آباد، ڈاکٹر زاہد وہاڑی، نرگس ناز سکھر، محمد خاں انجم کی اچھی شاعری تھی نئی شاعرہ شاہ کنول آپ کی شاعری مجھے بہت پسند آئی دعا ہے خوش رہو اور آئندہ بھی لکھتی رہیں۔ دکھ درد ہمارے میں عائشہ نیب ملتان کی تحریر پڑھ کر بہت دکھ ہوا، باقی تحریریں بھی بہت دکھی تھیں۔ مجھے شکوہ ہے میں سعادیہ عنبر بڑپہ کی تحریر بے حد پسند آئی۔ کالم گلدستہ میں اے آر راحیلہ، محمد

ہارون قمر، جاوید اقبال اور احمد نجمی کی تحریریں بہت اچھی تھیں۔ کالم ملاقات میں شاہد صدیق شکر گڑھ آپ مجھ سے ضرور رابطہ کرنا انتظار رہے گا۔ کچھ دوستوں کو مجھ سے شکوہ رہتا ہے کہ میں رابطہ نہیں کرتا تو میرے پاس ٹائم بہت کم ہوتا ہے یقین مانیں چوبیس گھنٹوں میں صرف چھ گھنٹے کچھ ریسٹ ہوتی ہے۔ آپ لوگوں کی محبت ہے جو میری شاعری کو پسند کرتے ہیں۔ آپ لوگ ہمیشہ میرے دل میں رہے ہو۔

— سرفراز انجم تنہا—ڈھیر کوٹ

— مارچ 2012ء کا شمارہ ملا تو سہی مگر ذرا دیر کے بعد۔ سب سے پہلے شاعری کی طرف آتے ہیں تو شاعری میں ہمارے دکھوں کو لفظوں کی زبان دینے والی شاعرہ کشور کرن نے چار چاند لگا رکھے تھے۔ باجی کشور کرن ارفع کریم نے انفارمیشن ٹیکنالوجی میں تہلکہ مچایا تھا پر لگتا ہے کہ شاعری اور ناولوں کی دنیا میں آپ تہلکہ مچا دو گی۔ پھر شاہ کنول کی شاعری پڑھی تو حیرانگی ہوئی کہ یہ شاعری نہیں کہ نقطوں والی شاعری تو کبھی کبھی ہم لکھا کرتے تھے پر شاہ جی آپ بھی ایسا کر لیتی ہو مبارک ہو۔ پھر کہانیوں کی طرف آتے ہیں تو پہلے دو قسط وار کہانیاں چل رہی تھیں ان کی دیکھا دیکھی نائلہ طارق نے وہ کہاوت سچ کر دکھائی وہ کیا کہتے ہیں کہ ''ماسوں کی بیٹی چلی اور پھر میں کیوں رہوں اکیلی'' اچھا تو بات ہو رہی تھی کہانیوں کی تو کہانیوں میں انتظار حسین کی محبت ہوگئی، مدثر عمران کی یہی ہے عہد میرا، شازیہ چوہدری کی وفا کے آنسو، حاجرہ غفور کی محبت ہو تو ایسی، اللہ دتہ کی جگر چھلنی، آسیہ کنول کی انتہائے عشق، دوست محمد کی اب محبت نہ ہوگی اور دنیا کب بدلے گی، مشال سکنی کی کہانیاں زبردست تھیں۔

— تنویر خالد—دوکوٹہ

— ماہ مارچ کا دکھی دوشیزہ نمبر تین مارچ 2012ء کو ملا دل باغ باغ ہو گیا کہانیوں میں لاوارث لڑکی کی آخری قسط زبردست تھی۔ گزرے دنوں کا قرض ملک عاشق حسین ساجد دوبارہ بھی زبردست تھی محبتوں کے اداس موسم منہ راولپنڈی، باقی سب کہانیاں خوب اچھی تھیں۔ میں کچھ خاص دوستوں کا شکر گزار ہوں جنہوں نے مجھے پھر سے لکھنے پر مجبور کیا۔

— شیراز عارف حسین—کوٹ ادو

— ماہ مارچ کا تازہ شمارہ دکھی دوشیزہ نمبر اس وقت میرے ہاتھوں میں ہے۔ ایک بات کی بہت خوشی ہوئی کہ آپ نے اس شمارے میں میری کہانی شائع کی جس کا نام وفا کی تلاش تھا۔ بہت شکریہ۔ یہ میری ویسے دوسری کہانی شائع ہوئی اس سے پہلے وعدہ وفا نہ جاتا ہے ماہنامہ جنوری کے شمارے میں شائع ہو چکی ہے۔ اس کے بعد کہانیاں تو سب ہی ٹھیک تھیں لیکن محبتوں کے اداس موسم آمنہ فرام راولپنڈی کی کہانی پڑھ کر بہت ہی دکھ ہوا۔ میرے مطابق آمنہ صاحبہ فیصل نے آپ سے محبت کی ہی نہیں۔ کہانی پڑھ کر تو یہی لگتا ہے۔ اتنی چھوٹی سی غلطی کی اتنی بڑی سزا، یقیناً ٹائم پاس۔ دوسری سٹوریوں میں میرا پہلا پیار، اب محبت نہیں ہوگی، لاوارث لڑکی، محبت کانچ جیسی، انوکھا سفر، یہی ہے عہد میرا، محبت ہوگئی تم سے جاناں، ایک خلش دل کی، محبتوں کے اداس موسم، وعدہ وفا نہ ہو سکا، گزرے دنوں کا قرض، شام کی تنہائیاں، وفا کی تلاش، جگر چھلنی، انتہائے عشق، میرا کیا قصور، وفا کے آنسو، دنیا کب بدلے گی، محبت ہو تو ایسی، آخری سانس یہ سب سٹوریاں بہت اچھی تھیں۔

— حسن رضا—رکن ٹی

— ماہنامہ جواب عرض مارچ 2012ء دکھی دوشیزہ نمبر کو پڑھ کر ایک بار پھر قلم اٹھانے پر مجبور ہو گیا ہوں۔ شہزادہ عالمگیر صاحب کی وفات کی خبر کا بہت دکھ ہوا اللہ تعالیٰ انہیں غریق رحمت کرے اور ان کے درجات بلند کرے۔ جواب عرض کی محفل میں پہلے کی طرح دکھی دل اپنا دکھ درد لے کر حاضر ہو رہے ہیں قلم کا بہت اچھے اور خوبصورت طریقے سے استعمال ہو رہا ہے۔ میں جواب عرض کے تمام رائٹرز کو اچھا لکھنے پر مبارکباد دیتا ہوں اور آج میں جواب عرض کی معرفت سے سب

قارئین سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ کیا کوئی ایک یا دو کال کرنے سے یا دو چار ایس ایم ایس کرنے سے وہ دوست بن جاتا ہے۔ جہاں تک میرا تجربہ کہتا ہے کہ دوست بننے میں سال کے سال گزر جاتے ہیں پھر کہیں کوئی کسی کا دوست بنتا ہے۔

——————— نامعلوم

——— ماہ مارچ کا شمارہ میرے ہاتھوں میں ہے بہت اچھا لگا پڑھ کر، تمام کہانیاں بہت اچھی تھیں اور جس کہانی نے مجھے متاثر کیا وہ انتہائے عشق ہے جسے تحریر کیا ہے آسیہ کنول آسی لاہور نے، آسیہ کنول آسی باجی اس طرح لکھتے رہنا آپ بہت اچھا تحریر کرتی ہیں۔ آپ کے لکھنے میں واقعی حقیقت پسندی کے جذبات ہیں شاعری بھی پڑھی سب شاعروں کی شاعری بہت اچھی تھی۔

——————— ماجد علی اعوان کھیری۔ کراچی

——— ماہ مارچ 2012ء کا دکھی دوشیزہ نمبر میرے ہاتھوں میں ہے بھائی اورنگزیب صاحب نے مانسہرہ سے لاکر دیا سب سے پہلے اپنی تحریریں تلاش کیں ڈھونڈنے پر تقریباً سات آٹھ تحریریں مل گئیں۔ بڑی خوشی ہوئی باقی تحریریں اور کہانیاں فی الحال نہ پڑھ سکا کیونکہ گاؤں میں میرا ایک دوست وفات پا گیا ہے سب بہن بھائی ان کی مغفرت کے لئے دعا فرمادیں۔

——————— محمد ہارون قمر تیج پور ہزارہ۔ اساں نواب

——— مجھے ماہ مارچ کا ماہنامہ جواب عرض جلد ہی مل گیا۔ کہانیوں میں محبت ہوگئی تم سے جاناں انتظار حسین ساقی ٹانڈلیانوالہ نے بہت اچھی لکھی۔ دنیا کب بدلے گی مشال سنگنی گوجر خان، ایک خلش دل کی احمد نجی کا لا باغ، یہی ہے عہد میرا مدثر عمران ساحل وزیر آباد کی سٹوریاں اچھی تھیں۔ باقی کالم زبردست تھے تماں تے پیار کا اظہار میں کرن خان تحسینہ قریشی ہاں کی بیماری کے بارے میں پڑھا اللہ تعالیٰ آپ کی ماں کو صحت دے۔ گلدستہ میں آپی اے آر راحیلہ منظر جمیرہ وٹی بسم اللہ قصور سید عارف شاہ جہلم خلیل احمد ملک شیدائی شریف نے بہت اعلیٰ لکھا۔ باقی سلسلے بھی بہت اچھے تھے۔

——————— عمر یز بشیر گوندل۔ گوجرہ

——— دعا کرتا ہوں جناب شہزادہ عالمگیر کو اللہ تعالیٰ جنت میں جگہ دے۔ اس کے جواب عرض کی پوری ٹیم کو سلام پیش کرتا ہوں اور شہزادہ التمش صاحب کا بہت بہت شکریہ ادا کرتا ہوں جناب عالی اس طرح حوصلہ افزائی کرتے رہیں تو اللہ کے کرم سے آگے بڑھوں گا۔ جناب عالی اس ماہ بھی میں کچھ غزلیں اور کوپن وغیرہ ارسال کر رہا ہوں ان کو بھی جلد از جلد شائع کر دینا مہربانی ہوگی۔ ماہ مارچ کے جواب عرض میں سب کہانیاں اپنی مثال آپ تھیں اور غزلیں بھی بہت اچھی تھیں اور میں ان سب بہنوں اور بھائیوں کا شکریہ ادا کرتا ہوں جو میری تحریریں پسند کرتے ہیں اور کالیں بھی کرتے ہیں اور لیٹر بھی لکھتے ہیں۔ کشور کرن، نرگس ناز، ثناء کنول، ثناء ماہ نور ان سب کی غزلیں بھی بہت اچھی تھیں۔ کوشش کیا کرو کہ شاعری اپنی لکھنے کی دوسروں کی کاپی نہ کیا کرو۔

——————— محمد لقمان اعوان۔ سریانوالہ

——— ابرار بلوچ آوارا ن کا شکریہ جس نے مجھے میسج کر کے بتایا کہ مارچ کا جواب عرض مارکیٹ میں آ گیا ہے تھینکس اگین لیکن شمارے میں اپنی کوئی تحریر نہ پا کر بہت دکھ ہوا۔ بھیا آپ ہماری تحریریں کیوں شائع نہیں کرتے اس لئے کہ ہم دور ہیں۔ شہزادہ عالمگیر کی وفات کے بعد میری کوئی بھی تحریر شائع نہیں ہوئی ہے پلیز ہمیں اس بزم کی کمی سے جوڑے رکھیں۔ شاعری میں کشور کرن، نرگس ناز نکھر اور ثناء ماہ نور کی شاعری زبردست تھی۔ کہانیوں میں حمیرا اسعد پڑھ کر کافی دکھ ہوا کہ آخر کیوں انسان کو جب ایک خوشی ملتی ہے تو دوسری خوشی روٹھ جاتی ہے۔ میری طرف سے بہت بہت مبارک ہو۔

نائلہ طارق کی کہانی نئی پہلی قسط تو سر کے اوپر سے گزر گئی شاید اگلی قسط سمجھ میں آ جائے۔ بھائی انتظار حسین ویری گڈ، AD بے درد، احمد نجی، ملک عاشق، مشال سنگنی اور مسٹر آمنہ راولپنڈی کی تحریر اچھی تھی لیکن آپی محبت صرف پانے نہیں کھونے کا بھی نام ہے۔ جن دوستوں نے مجھے یاد کیا ان کا بہت بہت شکریہ۔

——————— عمران وفا۔ بلوچستان

——— مارچ کا جواب عرض پڑھا بہت اچھا لگا میری تحریریں آپ نے شائع کیں اس کا شکر گزار ہوں۔ بھائی صاحب ایک تو موبائل نمبر کا سلسلہ دوبارہ شروع کریں اور دوسرا یہ آپ کے آفس کا اصل ایڈریس کون سا ہے کیونکہ پچھلے شمارے میں کیولری گراؤنڈ والا تھا جبکہ اس پر پھر پرانا تھا جس کی وجہ سے ہم بہت کنفیوز ہوئے اپنے دوست خالد آسی سے پوچھا تو اس نے کہا دونوں ٹھیک ہیں اگر ایک بار آپ کنفرم کر دیں تو مہربانی ہوگی۔

——————— محمد افضل اعوان۔ گوجرہ

——— ماہنامہ جواب عرض مارچ دکھی دوشیزہ نمبر بروقت ملنے پر بے حد خوشی ہوئی ہر ماہ کی طرح اس ماہ کا رسالہ بھی اپنی مثال آپ تھا سب رائٹرز لکھنے والوں کو دل کی گہرائی سے سلام اور لکھنے والوں کو مبارکباد پیش کرتی ہوں۔ اس ماہ اپنی شاعری نہ پا کر بہت دکھ ہوا۔ باقی سب کی شاعری بہت اچھی تھی۔ کشور کرن، نرگس ناز، محمد خان انجم، نائلہ طارق، ثناء کنول، ثناء ماہ نور، ایم لقمان اعوان کی شاعری بہت پسند آئی۔ نثار احمد حسرت صاحب کہاں غائب ہیں کچھ نہ کچھ لکھتے رہا کریں۔ باقی سارے کالم بھی بہت اچھے تھے۔

——————— نیلم شہزادی عرف رانو۔ فتح جنگ

——— ماہ مارچ 2012ء کا جواب عرض دو مارچ کو مل گیا جب اپنی سٹوری محبتوں کا اداس موسم دیکھی بہت زیادہ خوشی ہوئی اور ایک آس سی ہوگئی میرا فیصل کہانی پڑھ کر داد آئے گا کہانیوں میں سب سے زیادہ جس کی کہانی نے متاثر کیا وہ ہے محبت ہوگئی تم سے جاناں انتظار حسین ساقی، ایک خلش دل کی احمد نجی کالا باغ، وفا کی تلاش حسن رضا رکن بٹی، آخری سانسیں شعیب اختر آسی قلکت ان سب رائٹر کو اچھی کہانی لکھنے پہ مبارکباد۔ ابھرتے ہوئے شعراء میں محمد خان انجم لقمان اعوان، ثناء کنول ان سب دوستوں کی شاعری مجھے بہت زیادہ پسند آئی۔ جواب عرض کے باقی کالم بھی اپنی جگہ بہت اچھے تھے جن لوگوں نے میری کہانی شک جدائی دیتا ہے پسند کی ان سب کا بہت بہت شکریہ۔

——————— آمنہ۔ راولپنڈی

——— مارچ کا شمارہ ملا بہت خوشی ہوئی۔ شہزادہ انکل کے ذاتی صفحہ کی کمی بہت شدت سے محسوس ہوئی۔ خیر جانے والوں کو کون روک سکتا ہے۔ تمام کہانیاں بہت اچھی تھیں۔ محبت ہوگئی تم سے جاناں انتظار حسین ساقی محبتوں کے اداس موسم آمنہ راولپنڈی، محبت کا سچ جیسی محمد اشرف زخمی دل، یہی ہے عہد میرا مدثر عمران ساحل، ایک خلش دل کی ایم احمد نجی اس ماہ کی ہٹ کہانیاں تھیں اس کے علاوہ باقی کہانیاں بھی بہت اچھی تھیں۔ ابھرتے ہوئے شاعروں میں کشور کرن، نرگس ناز، ایم لقمان اعوان کی شاعری بیسٹ تھی۔ تمام لکھنے اور پڑھنے والوں کو سلام۔

——————— طالب حسین۔ چوکی

——— ماہ مارچ کا شمارہ اس وقت میرے ہاتھ میں ہے جو کہ میں مکمل پڑھ چکا ہوں سب سے پہلے کہانیوں کی فہرست دیکھی جس میں نائلہ طارق کی کوئی کافی عرصہ بعد کی قسط وار کہانی میں دیکھا اس کے بعد لاوارث لڑکی کی آخری قسط پڑھی بہت اچھی کہانی تھی اس کے بعد آمنہ، حاجرہ غفور، مشال، شازیہ چوہدری کی کہانیاں بھی ہمیشہ کی طرح بہت اچھی تھیں۔

آسیہ کنول کو پہلی دفعہ دیکھا خوش آمدید کہتے ہیں۔ نئے ابھرتے ہوئے شاعر میں کشور کرن، نرگس ناز، شاہ ماہ نور کی شاعری نے کافی متاثر کیا۔ گلدستہ میں اے آر راحیلہ اور ملک غلیل کی تحریریں اچھی تھیں۔ زندگی کی ڈائری میں زیب بلوچ، غمشاد، رئیس ساجد کی تحریریں اچھی تھیں۔ باقی ایک دو کہانیاں پہلے بھی شائع ہو چکی ہیں۔

پرنس عبدالرحمٰن گجر۔ گاؤں نین لانجھ

ماہ مارچ 2012ء دکھی دوشیزہ نمبر میرے ہاتھوں میں اس ماہ جواب عرض بہت ہی اچھا لاوارث کی آخری قسط تھی حمیرا اسعد بہت ہی بہت اچھی آپ نے کہانی لکھی ہے اور نائلہ طارق کی میرا پہلا پیار انتظار حسین ساقی کی محبت ہو گئی تم سے جاناں یہ بھی بہت اچھی کہانیاں ہیں۔ نگران شہزادہ فیصل اور شہلا عالمگیر آپ سے ایک شکایت ہے آپ میرا پورا پتہ نہیں لکھتے اللہ جنت الفردوس میں جگہ دے شہزادہ عالمگیر صاحب تو میرا پورا ایڈریس لکھتے تھے آپ بھی پورا لکھا کریں۔ آپ کو شاید معلوم نہیں کہ میں جواب عرض کو کتنا پسند کرتا ہوں پر آپ میرا جیل کا پورا ایڈریس لکھا کریں مہربانی ہوگی۔ میں سزائے موت کا قیدی ہوں اب جواب عرض ہی پڑھ کر دل کو سکون محسوس کرتا ہوں۔

عبدالمجید احمد۔ فیصل آباد

جواب عرض مارچ 2012ء جلد ہی مل گیا پڑھ کر دنیا کے حالات سے آگاہی ہوئی۔ اسلامی صفحہ تو پڑھنے کو نہ ملا سب سے پہلے ذکر کروں گا آمنہ راولپنڈی کی تحریر محبتوں کے اداس موسم کا آمنہ کا انداز تحریر بہترین ہے آمنہ نے سادہ لفظوں میں بہترین کہانی لکھی ہے اور موقع کی مناسبت سے بہت ہی پیارے شعروں کا انتخاب کیا ہے۔ دوست محمد خان ڈلو کی تحریر محبت اب نہیں ہوگی بڑی پیاری کہانی ہے لیکن عالمانہ فقرات اور محاورات کے استعمال نے کہانی مشکل بنا دی ہے۔ ڈلو صاحب سے گزارش ہے کہ عام فہم اور سادہ فقرات استعمال کیا کریں۔ واہ جی واہ کیا بات ہے نجمی صاحب کی، اللہ کرے ان کے دل کی خلش ختم ہو جائے کہانی میں حالات و واقعات بڑے پیارے طریقے سے تحریر کیے گئے ہیں۔ نجمی بھائی نے کہانی کے اختتام پر بہت ہی غمگین کر دیا۔ ملک عاشق حسین ساجد صاحب کے گزرے دنوں کا قرض پڑھ کر اپنے اعمال پر غور کرنا پڑا کہ کہیں ہم سے کسی سے زیادہ نہ ہو جائے بڑی پیاری تحریر ہے خاص طور پر ابتدا بہت ہی پیاری ہے ملک صاحب ایسی کہانیاں لکھتے رہا کریں یہ معاشرے پر اچھا عکس چھوڑتی ہیں۔ حاجرہ غفور صاحبہ کی کہانی محبت ہو تو ایسی کے بارے میں نہ لکھا جائے تو ناانصافی ہوگی۔ حاجرہ کا انداز تحریر اپنا الگ مقام رکھتا ہے۔ مشال ملکی کی دنیا کب بدلے گی یہ تو میں نہیں جانتا لیکن اس کہانی میں انہوں نے معاشرے کی جن برائیوں کا ذکر کیا ہے یہ برائیاں تو ہر جگہ پائی جاتی ہیں۔ اللہ دتہ بے درد صاحب کی کہانی جگر چھلنی بہت دکھی تحریر ہے یہ کہانی پڑھتے ہی دل سوگوار ہو گیا۔ اے ڈی صاحب کا انداز تحریر دلکش ہے، بڑی خوبصورتی سے تحریر کیا ہوا ہے۔ انتظار حسین ساقی تو ہر بار کمال کر دیتے ہیں کبھی انڈیا سے تو کبھی پہاڑوں کے دامن سے چن چن کے کہانیاں لاتے ہیں محبت ہو گئی جاناں پڑھ کے ساقی صاحب کو داد دینی پڑتی ہے لیکن ساقی صاحب تو ایس ایم ایس کا جواب دینا بھی گوارا نہیں کرتے لیکن ان کو معلوم ہونا چاہئے کہ فنکار ہمیشہ داد دینے والوں سے ہی ہوتا ہے۔ مدثر عمران ساحل کی تحریر یہی ہے عہد میرا پڑھ کر انسان رنجیدہ ہو جاتا ہے۔ گلدستہ کی طرف آئیں تو خلیل ملک کی تحریر داڑھی اور اولاد کی تعلیم و تربیت پڑھ کر آنکھیں کھل گئیں۔ سید عارف حسین شاہ صاحب نے ماں کے بارے میں بہت ہی خوبصورت انداز میں ہمیں نصیحت کی ہے۔ اس پر سب کو عمل کرنا چاہئے۔ میری زندگی کا چاند اس کالم میں سیف الرحمٰن زخمی بھائی کے چاند کے بارے میں پڑا زخمی کی زندگی کا چاند کبھی R ہوتا ہے تو کبھی S ہوتا ہے۔ زخمی صاحب صرف ایک چاند پر گزارا کریں کیونکہ اگر ایک بھی مل جائے تو غنیمت ہے۔ اشفاق بٹ صاحب تو اپنے چاند کو چھپائے پھرتے ہیں کہ کہیں کسی کی نظر نہ لگ جائے۔ غزلوں کے کالم میں پرنس افضل شاہین کا خواب بہت ہی پیارا ہے۔ شاہ ماہ نور

شوقوں کی شاعری کی کیا بات ہے۔ نائلہ طارق ملک نے بھی کمال کر دی ہے۔ محمد خان انجم صاحب آپ کا بھی جواب نہیں۔ آخر میں جواب عرض کے تمام سٹاف اور سیف الرحمٰن زخمی، ایم اے نجمی، محمد اشفاق بٹ، ڈاکٹر زاہد جاوید، امین صاحب قتال پور اور دوسرے تمام محبت کرنے والوں کو میرا سلام۔

مظہر اقبال بچیانہ۔ فیصل آباد

ماہنامہ مارچ 2012ء دکھی دوشیزہ نمبر میرے ہاتھ میں ہے۔ آپ نے سٹارٹ ہی کہانیوں سے کیا، دیکھ کر بہت افسوس ہوا کہ اسلامی صفحہ غائب ہے۔ اس بار میرے کوپن بھی دو تین ہی شائع ہوئے جن میں سے ایک کوپن جو کہ میرا نہیں تھا کسی اور کا میرے نام لگا دیا۔ پرلیس ٹیم سے گزارش ہے کہ اس بات کا خیال رکھیں کہ کسی کی تحریریں کسی کے نام سے منسوب مت کریں۔ کہانیوں میں انتظار حسین ساقی کی سٹوری محبت ہو گئی ہے تم سے جاناں بہت اچھی تھی۔ جناب محمد اشرف زخمی دل چیچکی، آسیہ کنول آسی لاہور کی سٹوری انتہائے عشق محمد اسماعیل آف گھر بوٹنگ کی شام کی تنہائیاں، آمنہ راولپنڈی کی محبتوں کے اداس موسم، خاص کر بہت اچھی تھیں۔ ان تمام رائٹرز کو میں سیلوٹ پیش کرتا ہوں انہوں نے بہت اچھا لکھا۔ باقی سٹوریز بھی بہت اچھی تھیں لیکن ایک بات کا افسوس ہے کہ میں چھ ماہ سے باقاعدگی سے ہر ماہ کوپن، لیٹرز سٹوری اور اپنی شاعری بھیج رہا ہوں لیکن ابھی تک میری نہ تو کوئی سٹوری شائع ہوئی اور نہ ہی میری شاعری۔ اگر آپ ہماری حوصلہ افزائی نہیں کریں گے تو ہم جواب عرض پڑھنا چھوڑ دیں گے۔

ارمان عکم۔ فیصل آباد

مارچ 2012ء کا خوبصورت رسالہ جواب عرض بہت لیٹ ملا۔ کہانیوں میں اب محبت نہیں ہوگی، لاوارث لڑکی کی آخری قسط، یہی ہے عہد میرا، محبتوں کے اداس موسم، شام کی تنہائیاں، وفا کی تلاش، وفا کے آنسو، دنیا کب بدلے گی اچھی تھیں۔ غزلیں نظمیں میں خرم شہزاد وحر، محمد اسحاق انجم، ایم خالد محمود سانول، پرنس افضل شاہین، صائمہ، رئیس ارشد، ہارون سومرو، شہزاد سلطان کیف کی غزلیں اچھی تھیں۔ ابھرتے ہوئے شاعروں میں کشور کرن، نرگس ناز، شاہ کنول، ایم لقمان اعوان کی شاعری پسند آئی۔ پسندیدہ اشعار بھی بہت اچھے تھے۔ شعری پیغام میں جبرائیل آفریدی، فاروق احمد شانی، الٰہی بخش غمشاد، نرگس ناز کے شعری پیغام بہت اچھے تھے۔ عکاس احمد سے ریکوئسٹ ہے کہ جب بھی فارغ ہوا کرو تو میری طرف آ جایا کرو۔

جنید اقبال۔ اٹک

ماہ مارچ 2012ء کا شمارہ دکھی دوشیزہ نمبر اس وقت میرے ہاتھوں میں ہے، میں اس کا مطالعہ کر رہا ہوں۔ سب سے پہلے میں نے اپنے کوپنوں کو تلاش کیا اس میں سے مجھے چند کوپن ملے ہیں جو آپ نے شائع کیے ہیں۔ میں آپ کا بہت مشکور ہوں کہ آپ نے میرے کوپنوں کو جواب عرض میں جگہ دی۔ شہزادہ التمش بھائی اس بار بھی آپ نے میری غزل شائع نہیں کی اور نہ ہی میری کہانی کو آپ نے شائع کیا۔ جب کہ میں ہر ماہ آپ کو غزل ارسال کر رہا ہوں۔ پتہ نہیں کیوں آپ میری غزل شائع نہیں کرتے ہیں۔ شہزادہ التمش بھائی فون نمبر شائع کرنے کا سلسلہ اب پھر سے شروع کر دیں آپ کی مہربانی ہوگی۔

بے وفا ایم زیڈ اے کبول۔ کراچی

ماہنامہ مارچ 2012ء کا جواب عرض خریدا۔ ابھی زیر مطالعہ ہے معروفیت کی وجہ سے ابھی کچھ نہیں پڑھا ہے پڑھ کر سب دوستوں کو رائے دوں گا۔ ریاض احمد بھائی یہ جان کر بہت دکھ ہوا اپنی کہانی۔ پاگر دل کے ہاتھوں مجبور ہو کر گلہ کر رہا ہوں پلیز اپریل میں نظر انداز نہ کرنا میں انتظار کروں گا۔ اس بار پھر تصویریں اچھی نہیں تھیں جس طرح فروری میں شائع ہوئی تھیں اس طرح ہونی چاہئیں۔ ان دوستوں کا بہت شکریہ ادا کرتا ہوں جنہوں نے مجھے خطوط اور ٹیلی فون کر کے

میری حوصلہ افزائی کی۔

جبرائیل آفریدی۔ ناصر آباد

ماہ مارچ 2012ء کا شمارہ دکھی دوشیزہ نمبر اس دفعہ بہت جلد مل گیا۔ کہانیوں میں میرا پیا! پیار ناتمہ طارق لیے، اب محبت نہیں ہوگی دوست محمد خان وٹو، لاوارث لڑکی حمیرا اسعد لاہور، محبت کا نچ جیسی محمد اشرف زخمی دل چیچی، ان کہا سفر، کشور کرن چتوکی، یہ بھی عہد میرا، مدثر عمران ساحل وزیر آباد، محبت ہوگئی تم سے جاناں انتظار حسین ساقی تاندلیانوالہ۔ ایک خلش دل کی احمد نجمی دکھی کالا باغ، محبتوں کے اداس موسم آمنہ راولپنڈی، وعدہ وفا نہ ہوسکا، عارف حسین ساغر گلگت، گزرے دنوں کا قرض ملک عاشق حسین ساجد، ہیلہ بکانی، شام کی تنہائیاں محمد اسماعیل آزاد گھر یوتگ، وفا کی تلاش حسن رضا رکن سٹی، جگر چھلنی اللہ دتہ بے درد راولپنڈی کینٹ، انتہائے عشق آسیہ کنول آر سی لاہور حمیرا اسعد کی۔ تصور ساجد حسین بھنڑ ولی زد یال۔ وفا کے آنسو شازیہ چوہدری شیخوپورہ، دنیا کب بدلے گی شال سنگنی گوجرخان، محبت ہو تو ایسی حاجرہ غفور لیہ، آخری سانس شعیب اختر آسی گلگت۔ ابھرتے ہوئے شاعروں میں محمد خان انجم، ناتمہ طارق، شاد کنول، شاہ ماہ نور عرف شونو، ایم لقمان اعوان ان سب کی شاعری بہت اچھی تھی۔ کالم شعری پیغام میں رانا وارث اشرف عطاری، ماریہ چوہدری، صدا حسین صدا، اللہ دتہ بے درد، ذوالفقار علی سانول، ایم خالد محمود سانول، نرگس ناز محمد اسماعیل آزاد، خالد فاروق آسی، عمران فنا ان سب کے شعری پیغام بہت اچھے تھے۔ غزلوں نظموں میں نعت شریف محمد ہارون قمر تج پور ہزارہ، قمر عباس نور جمال، خالد محمود سانول، محمد شہباز جوئیہ بہاول نگر، بہادر عاربانی بلوچ گھوٹکی، صائمہ فخر سانول، خالد فاروق آسی، ضیافت علی کوٹلی آزاد کشمیر، پرنس عبدالرحمٰن گجر، حافظ محمد شفیق عاجز کوٹلی، شہزاد سلطان کیف الکویت، کشور کرن، نرگس ناز ان سب کی غزلیں بہت نائس تھیں۔ ماں سے پیار کا اظہار ایم اشفاق بٹ، ایم شفیع تنہا امرو خورد، سیف الرحمٰن زخمی سیالکوٹ، نیام شہزادہ فتح جنگ، محمد اسماعیل آزاد، ذوالفقار علی سانول۔ کالم گلدستہ میں اے آر راحیلہ، خلیل احمد ملک، محمد سفدر دکھی، احمد نجمی دکھی، جاوید اقبال جاوید اچکرو، سید عارف شاہ ان سب کی تحریریں بھی بے حد پسند آئیں۔

ثار احمد حسرت۔ نور جمال شمالی

ماہ مارچ 2012ء کا جواب عرض دکھی دوشیزہ نمبر 29 فروری کو مندہ ایک بک سٹال سے طلب کیا۔ ٹائٹل زبردست رہا اسلامی صفحہ کی کمی شدت سے محسوس ہوئی۔ سب سے پہلے قسط وار کہانیوں کا مطالعہ کیا لاوارث لڑکی حمیرا اسعد اور میرا پیا! پیار ناتمہ طارق اس شمارہ کی اچھی تحریریں تھیں۔ مکمل کہانیوں میں محبت ہوگئی تم سے جاناں، اک خلش دل کی، محبت کانچ جیسی، محبتوں کے اداس موسم گزرے دنوں کا قرض، دنیا کب بدلے گی بہت ہی زبردست کہانیاں ہیں۔ باقی کہانیوں کا ابھی تک مطالعہ نہیں کیا۔ ابھرتے شاعروں کی شاعری اور پسندیدہ اشعار کا تو جواب ہی نہیں۔ نیا سلسلہ آپ کا بہترین دوست کون ہے بہت ہی زبردست سلسلہ ہے۔

ایم عمیر مظہر سنی۔ تھکیاں

متفرق خطوط

میں اس غم میں آپ کے اس دکھ میں برابر کا شریک ہوں اللہ تعالیٰ ہم سب کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آج ساری دکھ کی نگری سوگ میں ڈوبی ہوئی ہے ہزاروں نہیں کروڑوں انسان اس عظیم ہستی کے بچھڑ جانے سے غم زدہ ہیں۔ ہر سو اک خاموشی سی ہے دلوں کی دھڑکنیں ساکت ہوگئی ہیں۔ عظیم ہستی کے بچھڑ جانے کا غم ہم سب کو ایسے رلا گیا ہے کہ جیسے ہمارے جسم سے روح کی غذا چھن گئی ہو۔ ہمارے دکھوں کا مداوا ہمارے جذبات کا عکاس ہمارے ارمانوں ہماری آرزوؤں ہماری

خواہشوں ہماری امیدوں آس کا ترجمان ہم سے بچھڑ گیا ہے۔ میری اپنی یہ کیفیت ہے کہ آج کتنے دنوں کے بعد میں نے قلم اٹھایا ہے اور اپنے جذبات کا اظہار کر دیا ہے۔ مجھ میں اتنی ہمت نہ تھی کہ اس عظیم ہستی کے بارے میں کچھ تحریر کر سکوں کیونکہ اس عظیم ہستی کے بارے میں میرے یہ الفاظ بہت چھوٹے سے ہیں۔ میرے پاس ایسے الفاظ ہی نہیں کہ میں اس عظیم انسان کے نام کروں۔ کہتے ہیں ناں کہ وقت زخموں کا گھاؤ بھر دیتا ہے مگر اس گھاؤ کے نشان باقی رہ جاتے ہیں۔ یہی حالت ہم سب کی ہے کہ آج ہم میں جناب شہزادہ عالمگیر صاحب موجود نہیں۔ ہر جاندار چیز نے موت کا مزہ چکھنا ہے ہمیں ان کی بخشش کے لئے دعا کرنی چاہئے کہ اللہ تعالیٰ ان کو اجر عظیم اور جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ دوسری طرف مجھے خوشی ہے کہ ان کے عظیم سپوت شہزادہ التمش عالمگیر صاحب نے جس ہمت اور جرأت سے اس عظیم کام کا بیڑہ اٹھایا ہے اور دکھوں کے مارے قارئین کا سہارا بنے ہیں اور جس تسلسل سے اس رسالے کو سپورٹ کیا وقت پر قارئین کے ہاتھوں میں یہ پرچہ دیا ہے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ بھی اس عظیم ہستی کی طرح دکھوں کے مارے ہوئے انسانوں کا درد رکھتے اور ان کے درد کو سمجھتے اور ان کے سچے مسیحا بنے ہیں۔ ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو اس عظیم مقصد میں کامیاب و کامران کرے۔

ڈاکٹر اورنگزیب بھٹی۔ گجرات

جناب عالی میں نے کافی لیٹر آپ کو لکھے مگر جواب عرض میں نہیں شائع ہوئے مگر میں تو ہر ماہ آپ کو لیٹر لکھ رہا ہوں۔ کیا مجھ سے کوئی غلطی تو نہیں ہوگئی ہے جواب تک میرا کوئی لیٹر نہ کوئی غزلیں وغیرہ شائع کیں۔ جناب عالی اگر مجھ سے کوئی غلطی ہوگئی ہے تو میں معافی چاہتا ہوں۔ مگر ایسے نہ کرو کہ جواب عرض سے میرا رشتہ نہ توڑو پلیز۔ میں اپنی کچھ تحریریں ارسال کر رہا ہوں جناب عالی انہیں بھی جواب عرض میں جگہ دے دینا مہربانی ہوگی۔ اس کے بعد میں ان سب بہنوں اور بھائیوں کا شکریہ ادا کرتا ہوں جو میری تحریریں اور غزلیں وغیرہ کو پسند کرتے ہیں۔ ابھی تک آپ سب لوگ مجھ کو یاد آتے ہیں جو اس وقت آپ نے مجھ کو کال وغیرہ نہیں کرتے۔

محمد لقمان اعوان۔ شیخوپورہ

جی التمش صاحب سب سے پہلے انتہائی دکھ درد سے مجھے تحریر کرنا پڑ رہا ہے کہ آج جواب عرض کے فسٹ پہ جناب شہزادہ عالمگیر مرحوم کا ذاتی صفحہ نہ ہونے کی وجہ سے دل پھیکا سا پڑ گیا ہے ہاں البتہ خوشی اور امید بھی ہے کہ شہزادہ عالمگیر کی یادیں ہمیشہ چاہنے والوں کے دلوں میں تازہ رہیں گی کیونکہ شہزادہ التمش اور ان کی پوری فیملی کی صورت میں شہزادہ عالمگیر صاحب ہمارے سامنے ہیں جن کو کبھی بھی ہم فراموش نہیں کر سکتے۔ یقین جانیئے التمش صاحب ہم اپنے جو دکھ درد شہزادہ عالمگیر صاحب سے شیئر کر سکتے تھے وہ کسی اور سے شیئر نہیں کر سکتے امید ہے کہ آپ بھی شہزادہ عالمگیر کی طرح جواب عرض کے پرستاروں کے درمیان میں رہتے ہوئے شہزادہ عالمگیر صاحب کی یادوں کو تر و تازہ رکھیں گے۔ اللہ تعالیٰ شہزادہ عالمگیر صاحب کو جنت الفردوس میں وہ اعلیٰ مقام عطا کرے جس کی ان کے دل میں خواہش اور آرزو تھی۔

اے ایچ شاکر بھاگھو والیہ۔ ڈنگہ، کھاریاں

جواب عرض بہت پیارا رسالہ ہے میں پہلی بار کچھ لکھ رہی ہوں سب قارئین سے گذارش ہے کہ میری حوصلہ افزائی لکھنے میں کریں۔ شاہ کنول کی شاعری، ثنا، ماہ نور عرف شونو کی شاعری بہت اچھی تھی۔ پلیز میری بھی حوصلہ افزائی کریں۔

سدرہ۔ جہرہ سٹی

یہ ہمارا پہلا تجربہ ہے ہمیں امید ہے کہ آپ مایوس نہیں کریں گے باقی ہم دوست ہر مہینے جواب عرض لیتے ہیں اور اس میں بہت اچھی باتیں لکھی ہوتی ہیں جن کو پڑھ کر بہت خوشی محسوس ہوتی ہے۔ باقی بھائی مناظر علی گوندل صاحب کو اللہ تعالیٰ جلد اس قید سے رہائی عطا فرمائے۔ باقی تمام قیدیوں کو ہماری دعا ہے۔ باقی کہانیاں تو سب اچھی ہیں لیکن جو مزہ

جوابِ عرض ماہنامہ لاہور

یہ کوپن کاٹ کر اس پر شعر لکھ کر ہمیں ارسال کر دیں اگر آپ کا شعر تمام شعروں میں بہترین ہوا تو آپ کو ایک عدد ریڈیو (پاکٹ سائز) انعام میں دیا جائے گا۔

نام ________ شہر ________ فون نمبر ________

میرا بہترین شعر

____

____

مکمل پتہ ________

____

کوپن آپ کا بہترین دوست کون ہے؟

جوابِ عرض

آپ کا بہترین دوست کون ہے اور کیوں ہے، کیا وجہ ہے کہ وہ آپ کا سب سے اچھا اور بہترین دوست ہے؟

میرا بہترین دوست ________

____

____

____

____

نام ________ شہر کا نام ________

لاوارث لڑکی میں آیا اس کی مثال نہیں وہاب اور سیما کی کہانی بہت ہی عمدہ تھی۔

عاصم اقبال جسپال۔ سرگودھا

جہانگیر صاحب والا خلا تو کبھی بھی مکمل نہیں ہو سکتا یقین کریں ذاتی صفحہ جب نہیں نظر آتا تو آنسو جاری ہو جاتے ہیں ہر کسی نے اس دنیا فانی سے ایک دن کوچ کر جانا ہے لیکن ایسے درد دل انسان کم ہی پیدا ہوتے ہیں بس اللہ تعالیٰ انہیں جنت الفردوس میں جگہ نصیب فرمائے۔ شہزادہ صاحب پلیز ہماری دعا ہے کہ ہمارا محبوب ڈائجسٹ ہر ماہ اسی طرح شائع ہوتا رہے لیکن جس کا حق ہے اسے ملنا چاہئے رائٹر ایک بہت حساس ہوتا ہے میں یہ نہیں کہتا کہ میری کہانیاں ہی شائع کرتے رہیں، سب سے تعاون کریں۔ میں قارئین کو بتانا چاہتا ہوں جو مجھے بے تحاشا خطوط لکھ کر لکھنے کا کہتے ہیں۔ میں نے کہانیاں بھیجی ہوئی ہیں وقت آنے پر شائع ہو جائیں گی۔ عدیل صاحب جناب کا انتہائی مشکور ہوں آپ سپیشل مجھے لاہور سے ملنے آئے لیکن اس وقت ماحول سوگوار تھا میرے دادا ابو وفات پا گئے تھے ایک افسوس رہے گا آپ نے وعدہ کیا تھا کال کر جاؤں گا لیکن بعد میں مجھے ملے بغیر چلے گئے۔ ماہ فروری زبردست کہانیاں شائع ہوئیں۔

ذوالفقار علی ساقوی۔ کتووال

اس بار بھی جواب عرض سرنامے سے لے کر آخر تک پڑھا بہت اچھا ہے سب سلسلے اور کالم اچھے ہیں۔ کوپن کالم ملاقات کے سلسلے علمی تصاویر بھی کچھ صاف ستھری ہیں کمپوزنگ بھی صاف ہے۔ سرورق بھی خوب ہے۔ تجاویز اور مشورے کبھی کبھی سرورق پر پاکستانی اداکاروں کی تصاویر بھی شائع کریں۔ کالم ملاقات کا سلسلہ ہر شمارے میں شامل کریں اس لئے کہ یہ رسالے کی جان ہے۔ فنکاروں کے نام ایک صفحہ بھی شائع کریں۔ تنقیدی تبصرہ کچھ بھی نہیں ہے اس لئے کہ اس میں دلچسپی کے سب سامان موجود ہیں۔ امید ہے خط کو شمارے میں شامل کر کے مایوس نہیں کریں گے۔

فنکار شیر زمان پشاوری۔ پشاور

اس بار جواب عرض کی تمام کہانیاں پڑھیں اور یہ بات نوٹ کی ہے کہ پہلے کہانی کے اینڈ میں رائٹر کا نام اور پتہ بھی ہوتا تھا جس سے قارئین کے ساتھ خط و کتابت اور ایک رشتہ بنتا تھا لیکن اس بار جواب عرض میں کسی بھی کہانی کے اینڈ میں رائٹر کا نام اور پتہ نہیں دیا گیا ہے۔ میری پہلی کاوش زندگی تجھے کیا نام دوں فروری 2012ء کے شمارے میں آئی، پڑھ کر بہت خوشی ہوئی۔ امید کرتا ہوں پہلی کہانی کی طرح میری دوسری چار کہانیوں کو بھی کسی قریبی شمارے میں شائع کر دیں گے۔

عارف حسین ساغر

میرا اور جواب عرض کا ساتھ اس وقت سے ہے جب یہ پاؤں پاؤں چلنے لگا تھا اور ہم جوان تھے اب ماشاءاللہ یہ جوان ہو گیا ہے اور ہم بڑھاپے کی طرف قدم بڑھا رہے ہیں یا یوں کہیے کہ قدم رکھ چکے ہیں۔ اس کے باوجود ساتھ جاری ہے اور ان شاء اللہ آخری دم تک جاری رہے گا اور سب سے بڑھ کر خوشی کی بات یہ کہ زندگی میں پہلی بار آئینہ روبرو میں شرکت کر رہا ہوں۔ جب بھی قلم اٹھایا تو پتہ نہیں کیوں کچھ لکھنے کی ہمت نہیں ہوئی۔ شاید اس لئے کہ انسان جب بھی قلم اٹھاتا ہے تو اس کی نوک پر صرف دو لفظ آتے ہیں تعریف یا تنقید اور میں کبھی یہ فیصلہ نہیں کر پایا کہ کس لفظ کو استعمال میں لاؤں کیونکہ کسی بھی اچھی چیز کو تعریف کی ضرورت ہی نہیں ہوتی وہ چاہے کوئی چیز ہو مقام ہو یا انسان ہو اپنی تعریف خود بیان کرتا یا کرتی ہے۔ جبکہ بیجا اور بلاوجہ تنقید کا میں کبھی قائل نہیں رہا۔ البتہ ایک بات کا قائل ضرور ہوں اور وہ یہ کہ کوئی بھی کبھی بھی آپ کے کسی کام آئے تو اس کا شکریہ ضرور ادا کرنا چاہئے اور آج مجھے جو چند دوست احباب بہن بھائی عصمت علی عاصی بلوچ کے نام سے جانتے اور پہچانتے ہیں یہ سب ماہنامہ جواب عرض کے مرہون منت ہے۔ لہٰذا آج ان سطور

کوپن جواب عرض میں مختصر اشتہارات کیلئے استعمال کریں

آپ کے دیئے گئے ان اشتہارات کا مضمون بے حد مختصر، واضح اور خوشخط انداز میں ہونا چاہئے اگر اشتہار کمرشل ہے تو اس کی فیس ۸۰۰ روپے ارسال کریں۔ ورنہ اشتہار ضائع کر دیا جائے گا۔ ایڈیٹر

نام .... مکمل پتہ ....

....

کوپن کالم ملاقات کیلئے جواب عرض

یہ کوپن صرف کالم "ملاقات" کیلئے ڈاک کر کے ارسال کریں

اوراس میں اپنا تعارف لکھ دیجئے۔ کوپن کے ساتھ کسی قسم کی کوئی فیس یا ڈاک ٹکٹ ارسال نہ کریں! دیکھنے کے بغیر آپ کا تعارف شائع نہیں کیا جائے گا۔

نام .... عمر ....

مشغلے ....

مکمل پتہ ....

....

اس کوپن کے ہمراہ اپنی ایک عدد تصویر ارسال کریں! ہم شائع کریں گے۔ ایڈیٹر

کے توسط سے میں ماہنامہ جواب عرض کا تہہ دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں اور ساتھ ہی تمام کارکنان جواب عرض اور سرفہرست ایڈیٹر جواب عرض کا شکریہ ادا کرتا ہوں جنہوں نے ہمیشہ میری حوصلہ افزائی کی۔ ان تمام قلمکار بہن بھائیوں کا شکریہ جنہوں نے میری رہنمائی کی اور ان تمام قارئین بھائی بہنوں کا بے حد شکریہ جنہوں نے اپنے خطوط اور فون کالز کے ذریعے میرا حوصلہ بڑھایا ورنہ میں اس قابل کہاں تھا۔ دوستو، عزیزوہ بھائیو اور میری پیاری بہنو! مجھے آج بھی آپ کے خطوط اور فون کالز کا انتظار ہے۔ البتہ میری سب سے ایک گذارش ضرور ہے کہ جب بھی خط لکھیں یا فون کریں شائستگی کا دامن ہمیشہ تھامے رکھیں۔

عصمت علی عاصی بلوچ - جھنگ

بڑے افسوس ناک اور پریشانی کی سی حالت میں یہ لیٹر لکھنے لگا ہوں۔ شہزادہ عالمگیر کی وفات کا سن کر بہت زیادہ دکھ ہوا اور آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ میری دعا ہے کہ اللہ رب عزت شہزادہ عالمگیر صاحب کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا کرے۔ باقی یہ ہم سب جانتے ہیں کہ ہمارا آخری مقام قبر ہے شہزادہ عالمگیر صاحب کی پوری فیملی سے اور جواب عرض کے تمام سٹاف سے اس افسوس میں برابر کا شریک ہوں اللہ سے دعا ہے اللہ تعالیٰ آپ سب کو صبر کرنے کی توفیق دے۔ میں جیت کر ہار گئی، تجھ سے ناراض نہیں، دولت کی ہوس، ہائے رے تیری جدائی تھوڑی سی خوشی تھوڑا سا غم، ہم عشق، ہاتھ کی لکیریں، دوستی لے ڈوبی، چند لمحے محبت کے، کیسے بھول پاؤں گا، ادھوری کہانی یہ سب کہانیاں مجھے بہت پسند آئیں آپ سب کو دل کی گہرائیوں سے سلام و امید کرتا ہوں کہ آپ سب اسی طرح جواب عرض کی خوبصورت بزم کو چار چاند لگاتے رہو گے۔

ایم خالد محمود سانول - مردان

▲*▲

اہم اعلان

محترم قارئین کرام! شہزادہ عالمگیر صاحب کو ہم سے بچھڑے ستمبر میں ایک سال ہو جائے گا اور ہم نے فیصلہ کیا ہے کہ ہر سال ستمبر میں "شہزادہ عالمگیر نمبر" شائع کیا کریں۔ لہٰذا ادارہ جواب عرض ماہ ستمبر کو "شہزادہ عالمگیر نمبر" شائع کر رہا ہے جو دوسرے تمام نمبروں سے ہٹ کر ہوگا۔ یہ ہمارا خصوصی نمبر ہوگا۔ اسے سالنامہ بھی کہہ سکتے ہیں جس کے صفحات کی تعداد میں خاصا اضافہ کیا جائے گا اور اس نمبر میں سب تحریریں شہزادہ عالمگیر کے نام ہوں گی۔ آپ ابھی سے قلم اٹھائیں اور "شہزادہ عالمگیر نمبر" کے لئے لکھیں۔ جس کی تحریر شہزادہ عالمگیر کے بارے میں سب سے خوبصورت اور دل کو اپنی گرفت میں لینے والی ہوگی اسے خصوصی انعام سے نوازا جائے گا۔ شہزادہ عالمگیر صاحب ہمارے دلوں میں رہتے ہیں اور ان شاء اللہ ہماری یادوں، سوچوں اور تصورات میں ہمیشہ زندہ رہیں گے۔ وہ ایک چمکتا ہوا ستارہ تھا، ایک روشن چراغ تھے جس کو تیز آندھیاں بھی نہ بجھا سکیں گی۔ آپ شہزادہ عالمگیر کے بارے میں اپنے کیا کیا جذبات اپنے دلوں میں رکھتے ہیں ہمیں ابھی سے ارسال کریں تاکہ اسے ماہ ستمبر کے شمارے میں "شہزادہ عالمگیر نمبر" میں شائع کیا جا سکے۔ (ادارہ "جواب عرض")